

Malik Ji



مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ کون تھا

صدر مملکت کے ذریعے ملنے والا خط پڑھتے ہوئے۔ ان کے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہوتی چلی گئیں۔ الفاظ عجیب تھے :
 "ہمارے عزیز بچہ : اسلام علیکم۔"

یہ خط پاکر تم حیران تو ضرور ہو گئے۔ ہماری گم شدگی ہی تم سب کے لیے کچھ کم حیرت انگیز ثابت نہیں ہوتی ہو گی۔ اوپر سے یہ خط۔ لیکن کیا کیا جانے۔ مجبوری ہے۔ ویسے حیرت زدہ ہونا، صحت کے لیے بُرا نہیں۔ یوں جی تم لوگ حیرت زدہ رہ جانے کے معاملے میں کچھ نہیں ہو۔ اب دم خود تم لوگوں کو اجازت دے۔ ہے دیا۔

ہم اپنے ملک سے دور ایک دوسرے ملک میں موجود ہیں۔ کیوں موجود ہیں؟ یہ ملاقات پر بتائیں گے۔

Malik ji

خواہیں گے احترام میں تم لوگوں کو بٹلانے پر مجبور
ہیں۔ بس۔ چلے آؤ۔ ہم انتظار کر رہے ہیں۔

ایکپڑ جعید، ایکپڑ کامران مرزا۔

خط ختم کر کے انھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

فادوق نے منہ بٹا کر کہا:

• ایک ہم سے فادوق جو کہ ابھی سانس لینے پائے نہیں

کہ دوسری آپٹیک۔ اسے کہتے ہیں، ایک کھڑا دوسرا نیم چڑھا ہوا

• میرا خیال ہے۔ اسے ایک کھڑا دوسرا نیم چڑھا ہوا

نہیں کہتے۔ بلکہ ایک دُشہ دُشہ کر سکتے ہیں۔ آفتاب بولا۔

• چلو۔ تم بھی کر لو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ نہ ہی میرا

معاذرات کا مقابلہ کرنے کا کوئی ارادہ ہے۔ فادوق نے منہ

بتایا۔

• گویا اب ہمیں پھر تیار ہو کر صدر صاحب کے پاس

جانا ہو گا۔ انھوں نے بھی اسی لیے ہمیں گھر بھیج دیا کہ

ہم اتنی جان سے ملیں۔ انھوں نے بڑبڑایا۔

• خیر۔ ان سے تو کلمات ہر ایک۔ انھوں نے کہا۔

• اب وہ گئی تیار۔ تو اس کی ایسی لپٹا ضرورت

ہے۔ ایک اپ گونے کی بازیافت تو ہی نہیں۔ لپٹا تو

• گویا تم دیکھنا چاہتی ہو کہ اب انھیں کس

پہلے ہم نے سوچا تھا کہ ہم چار مل کر ہی کام چلا

سکتے تھے، کام تو خیر چل جائے گا، لیکن یہاں

آ کر ہم تم لوگوں کے بغیر بہت آداس ہو گئے

ہیں، خاص طور پر تمہارے انکل خانی دھان اٹا

پر دھیر انکل بہت آداس ہیں اور بار بار تم

لوگوں کو بٹلانے کے لیے کہتے رہتے ہیں، بلکہ یہ

دھمکی بھی دیتے ہیں کہ اگر تم لوگوں کو دہلایا

گیا تو اس مہم کا مکمل طور پر بائیکاٹ کریں

گے۔ ان حالات میں تمہارے لیے یہی چارہ کار

وہ لگتا تھا کہ تمہیں خط لکھ کر بتالیں۔ لیکن خط

لکھنا اور صدر صاحب تک پہنچانا آسان کام نہیں

تھا۔ بہر حال اس کے لیے ایک بہت بڑا پھر ملایا

گیا۔ اب تم کوئی بھی اسی طرح چکر کے درجے

ہم تک پہنچ گئے۔ اسی سلسلے میں صدر صاحب تم

لوگوں کی مدد کریں گے۔ اور تم ہم تک پہنچ جاؤ

گے۔ اظہارِ مٹا دیتے ہیں کہ ہم اپنی مہم کے

امکانات کا جائزہ لے چکے ہیں۔ بس میدانِ عمل

میں آؤنا باقی ہے۔ کہ کے آخر پہنچے ہوتے۔ لیکن

تمہارے دونوں انکل آؤسے آ گئے۔ لہذا ان کی

Malik ji

سکھائی۔

۱۔ اُن میں آبا جان سے ملنے کے لیے بری طرح سے تپ رہا ہوں۔ اتنی مدت کے لیے ہم ایک دوسرے سے کبھی نہیں بچھڑے۔ اس نے کہا۔

۲۔ میرا بھی یہی حال ہے۔ آفتاب نے کہا۔

۳۔ یہ حال اگر نہیں ہے تو ہمارا کھن سکھایا۔

اور پھر وہ تیار ہی میں لگ گئے۔ غارت ہو کر بیگم جمشید کے سامنے حاضر ہوئے۔

۴۔ اتنی جان۔ اجازت ہے۔

۵۔ کیا مطلب۔ کس بات کی اجازت؟ وہ خیران رہ گئیں۔

۶۔ آپ خط تو پڑھ ہی چکی ہیں۔

۷۔ ہاں! اللہ کا شکر ہے۔ ان کی کوئی اصلاح تو ملی۔

۸۔ تو ہمیں اجازت ہے۔ محمود بولا۔

۹۔ میری کیا مجال ہے۔ کہ اجازت مانوں۔ تم لوگ بنے

ہی انہی کاموں کے لیے ہو۔ انہوں نے مزہ بنایا۔

۱۰۔ اچھا، وہ اللہ حافظ! کہ دروازے کی طرف تڑپے

ہی تھے کہ گھنٹی بجی۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف سوائے

اتوار میں دیکھا، پھر محمود نے کہا!

۱۱۔ میں دیکھتا ہوں۔ یہ کہ وہ دروازے کی طرف چلا گیا۔

۱۲۔ کیا ہے۔ تم ہی دیکھو۔ غارتی بول پڑا۔

۱۳۔ محمود نے دروازہ کھولا تو بے حد کا ایک ٹیبلہ آدھی باہر کھڑا نظر آیا، اس کی آنکھوں پر ریگین ٹیشوں کی بینک تھی۔ اندر میں ایک نثری سی چتری تھی۔

۱۴۔ فرما کیے۔ محمود بولا۔

۱۵۔ یہ۔ ساتھ والے گھر کو کیا چوڑا؟ اس کے لیے میں

چرت تھی۔

۱۶۔ دشمنوں کی تدبیر ہو گیا ہے بے چارہ۔ محمود بولا۔

۱۷۔ کیا مطلب؟

۱۸۔ انہوں نے ٹائم بم کے ڈیلے تیار کر دیا۔ اور یہ کوئی

نئی بات نہیں۔ پہلے بھی ایسا ہوا کرتا ہے۔

۱۹۔ اوہ۔ بہت افسوس ہوا یہ سن کر۔ مجھے دراصل الیکٹرک

جمشید صاحب سے ملنا تھا۔

۲۰۔ وہ تو نہیں ہیں۔ محمود نے گول مول جواب دیا۔

۲۱۔ تب پھر۔ ان سے کب ملاقات ہو سکتی ہے؟

۲۲۔ یہ بھی نہیں معلوم۔

۲۳۔ کیوں؟ یہ کیا بات ہوئی؟

۲۴۔ دراصل ان دنوں وہ غائب ہیں۔

۲۵۔ غائب ہیں۔ یہ کیا بات ہوئی؟

Malik Ji

"ہاں! بہت بڑا سہارا اٹھاؤں۔ جیل حکام کو بھی جواب نہیں دے پا رہے۔"

"خیر۔ آپ نگو دکریں۔ ہم جیل کا معائنہ کریں گے۔ اور اسی شخص کو قانون کے حوالے کر دیں گے جس کی مدد سے وہ فرار ہوا ہے۔"

"لیکن۔ تم لوگوں کو تو شہر صاحبہ کہتے کہتے دک لگے۔"

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے۔ خیر۔ دیکھتے ہیں۔ کیا بنتا ہے۔ اس نے ٹکڑا لے لیا ہے۔"

"تم لوگ کتنی دیر تک آپہ ہو؟"

"ہم تو اس وقت تک روانہ ہو چکے تھے، لیکن ایک سہارا آ گئے۔ بس ان سے فارغ ہوتے ہی روانہ ہو جائیں گے۔" محمود نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔ ان کے بعد محمود نے ریسپوڈ دیکھا اور پھر اپنی ہی طرف مڑا۔"

"ہاں! صاحب اب فرمائیے۔ آپ کون ہیں اور ہم سے کیوں ملنا چاہتے ہیں۔ اس کمرے میں اس وقت ہم تین ہی موجود ہیں۔"

"اے۔ لیکن۔ یہاں تو خرباشا دی افراہ ہیں۔ وہ بڑا۔ تو اس سے کیا ہوتا ہے؟"

"چتا نہیں بنایا یہ کیا بات ہوئی۔ آپ تو بات ہوتی کے کیجئے بڑا لگے ہیں۔" محمود مل گیا۔

"آؤ! معاف کیجئے گا۔ خیر۔ میں محمود، فداؤقی اور فرزانہ سے مل لیتا ہوں۔"

"ہاں! ان سے ضرور ملاقات ہو سکتی ہے، لیکن آپ کی تعریف کیا ہے۔ آپ ان سے کیوں ملنا چاہتے ہیں؟"

"کیا مجھے ہر بات آپ کو بتانا ہو گی۔ مجھے محمود، فداؤقی اور فرزانہ سے ملنا ہے۔ اس نے ناشائش گوارا مجھے میں کیا۔"

"خیر! آپ تعریف لائیے۔ میں ہی محمود ہوں۔"

"وہ اسے لے کر اندر آیا۔ عین اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ محمود نے جلدی سے ریسپوڈ اٹھایا۔"

"ہیلو۔ محمود۔ بول رہا ہوں۔"

"جی! محمود۔ یہ میں ہوں۔ ایک خوف ناک خبر سنو۔"

"دوسری طرف سے صورتحال نکلا۔"

"یا اللہ! ہم؟ اس کے مزے نکلا۔"

"ہاں! اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں دم مانگنا چاہیے۔ خیر۔ جے کو کسی سون جیل سے فرار ہو گیا ہے۔ اب سے پانچ گھنٹے پہلے۔"

"نہیں؟ اس کے مزے نکلا۔"

Malik ji

۲۰

"خیر۔ بچے کیا۔ میں صرت یہ جانتا چاہتا ہوں کہ
انہیں کبھی کہاں ہیں؟"

"ان کے بارے میں تو میں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔"

"وہ جانا کوئی بتانا نہیں۔ یہ بتائیں۔ وہ کہاں ہیں؟"

"ہمیں نہیں معلوم۔ محو سخت لہجے میں بولا۔"

"آپ لوگ اس طرح نہیں مانیں گے۔ اجنبی بول۔"

"کیا مطلب۔ آپ نہیں دیکھ دے رہے ہیں؟"

"دیکھ کے علاوہ مجی بہت کچھ دے سکتا ہوں۔" اس نے

کہا اور اپنی چھڑی لہرائی۔ "آگ کی آگ میں اس کا سرا
بیلے لگا۔"

"ارے! یہ کیا۔ آپ کی چھڑی میں تو آگ لگ گئی۔
کھن نے گھیرا کر کہا۔"

"یہ آگ نہیں۔ اس نے کہا۔"

"کیا کہا۔ یہ آگ نہیں۔ تو پھر کیا ہے؟"

"آگ کے ساتھ تو دھواں ہوتا ہے۔ دھواں کی بو ہوتی

ہے۔ تپش ہوتی ہے۔ کیا تم لوگوں نے کمرے میں دھواں

محسوس کیا۔ آگ کی تپش محسوس کی؟"

"نہن۔ نہیں۔ ان کے منہ سے نکلا۔"

"تب پھر یہ آگ نہیں ہے۔ کوئی اور چیز ہے۔" وہ

نہنکرایا۔ اسی وقت چھڑی بجو گئی۔

"ارے! یہ تو کچھ گئی۔ ان کے منہ سے نکلا۔"

"یہ بل ہی کب رہی تھی۔ صرت چمک رہی تھی۔ اس

نے ہنس کر کہا۔"

"یہ چھڑی آخر ہے کیا بولا اور آپ کتنا کیا چاہتے

ہیں؟ محمود نے کہا۔"

"میں جو کتنا چاہتا تھا کہ چمکا۔ صاب کیا کہوں گا۔ تم

میں سے کوئی ایک اپنا دایاں ہاتھ اٹھا کر دکھا سکتا ہے۔"

اس نے دایروں کے انداز میں کہا۔"

"کیوں۔ دایاں ہاتھ دکھانے سے کیا ہو گا۔ کیا چھڑی

پھر بیلنے لگے گی۔" فرزان چونک کر بولی۔"

"نہیں۔ اگر کسی میں بہت ہے تو اپنا دایاں ہاتھ بند

کر کے دکھائے۔"

"یہ بھیجے سڑ۔ میں اٹھا رہا ہوں۔ شوکی نے مزید

کر کہا اور ہاتھ اٹھا جاؤ۔" لیکن وہ صرے ہی لے لے کر

دھک سے وہ گیا۔ اس کا ہاتھ اوپر نہیں اٹھ سکا تھا

کیا برا شوکی بھائی۔ ہاتھ کیوں ہیں اٹھا سکتے۔"

آصت سے فرزان نے کہا۔"

"نہن۔ نہیں۔ اٹھ۔ شوکی نے گھبرا کر کہا۔"

Malik ji

”پاپ۔ پتا نہیں۔ اسے ہاں۔ وہ تم فون پر کیا کر رہے تھے۔ جیل کا معائنہ۔ کیا کو قانون کے حوالے کرنے کی بات بھی تھی۔“

”سی ٹون اب سے پانچ گھنٹے پہلے جیل سے فرار ہو گیا ہے۔ اور یہ اس وقت ہوا ہو گا جب شہر میں خونریزی ہو رہی تھی۔“

”اوہ۔ نہیں ااا وہ چلا آئے۔“

”اُنکی وقت تدبیروں کی آواز سنائی دی۔“

”دونوں بیگمات بھی اب صرف زبان چلا رہی ہیں۔ ہاتھ پیر نہیں۔ اب میں تم لوگوں کی تلافی لوں گا۔ اور یہ جاننے کی کوشش کروں گا کہ اسپیکٹر جمشید کہاں ہیں۔“

”آپ کون ہیں۔ یہ تو بتا دیجیے۔“

”تم لوگ مجھے نہیں پہچان سکو گے۔“ وہ مسکرایا۔

”غلط۔ بالکل غلط۔ خیریت چلتی۔“

”یہ غلط ہے۔ اس نے چرنگہ کر کہا۔“

”یہ کہ ہم آپ کو پہچان نہیں سکیں گے۔ آپ۔ آپ۔“

”سی ٹون ہیں۔“

”ابھی کو ایک جھٹکا سا لگا۔ پھر اس نے سہیل کر کہا۔“

”یہ جان کر حیرت ہوئی۔ کیسے جانا۔“

”جی کیوں مذاق کرتے ہو۔“

”یہ مذاق نہیں ہے۔ سڑ چھڑی میں بلا وجہ تو ہمارے ہاتھ نہیں اٹھوا رہے۔ شوکی بولا۔“

”کیا مطلب؟ ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا اور پھر آٹھ نے ایک ساتھ ہاتھ اوپر اٹھانے کی کوشش کی، لیکن کسی کا ہاتھ نہ اٹھ سکا۔“

”چلو دایاں نہیں اٹھ رہا تو بایاں اٹھا کر دکھا دو۔“

”اوہ۔ ان کے منہ سے نکلا اور انھوں نے بایاں بازو اٹھانے کی کوشش کی۔ پھر اٹھ کر کھڑے ہونے کی کوشش کی، لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔“

”اس۔ اس کا مطلب ہے۔ ہماری صرف زبانیں حرکت کر رہی ہیں۔“

”ہاں! باہر جو خواتین موجود ہیں۔ میں ذرا انھیں بھی چھڑی کھڑے کمال دکھا آؤں۔ اس نے مسکرا کر کہا اور اٹھ کر کھڑے سے نکل گیا۔“

”شن۔ شاید۔ ہم اس وقت کسی جادو کے دیں میں ہیں۔ اور یہ حضرت جادو گر ہے۔ جس نے ہمیں پتھر کا بنا دیا ہے۔“

”لیکن ہماری زبانیں پتھر کی کیڑی نہیں ہیں؟“

Malik ji

چاہیے تھا۔ خود نے کہا۔

لیکن ہم کب تک اس طرح بیٹھے رہیں گے۔ یاد رکھو قی
درا تاہم بڑھا کر خون ہی کر دو کسی کو۔ آفتاب بولا۔

” تو تم کیوں نہیں بڑھا دیتے تاہم خون تک۔“ فاروقی ہل
گیا۔

” میرا خیال ہے۔ ہم آہستہ آہستہ خود ہی حرکت کرنے کے
قابل ہو جائیں گے۔“

” سوال تو یہ ہے کہ کسی خون کو کیوں کچھ نہیں ہوا۔ اس
پھڑی کا اثر اس پر کیوں نہیں ہوا؟“

” ظاہر ہے۔ اس نے کوئی توڑ کر رکھا ہو گا۔“

اور پھر پورے آدمہ گھٹنے کے بعد وہ پہلے پہلے کے قابل ہوئے
آہستہ ہی وہ باہر کی طرف دوڑے۔ وہاں بیگم حمیدہ اور بیگم
شیرازی بٹ بٹ بیٹھی تھیں۔

” آپ بھی ایک آدمہ ملت تک ٹھیک ہو جائیں گی۔“

” وہ۔ وہ کون تھا؟“

” سی مونت۔ خود نے کہا۔“

” اور یہ معلوم کر سکتے کیا تھا؟“ انہماں اور انکل اہل ہیں
فرزاد بول۔

” لیکن ہمیں تو معلوم ہی نہیں۔ بتاتے کیا یہ تم جیسے ہو۔“

” اندازہ۔ اب سے پانچ گھنٹے پہلے آپ جیل سے فرار ہو چکے
ہیں۔ ہمیں آپ نے جس طرح بے کار کیا۔ وہ بھی کم عجیب
نہیں۔ بس میں نے سوچے کچھ بغیر کر دیا کہ آپ کسی ٹھون
ہیں نہ فرحت مل۔“

” خیر۔ مان لیا۔ اس نے کہا۔ وہ اب تلاش ہی رہا تھا۔
آخر محمود تک پہنچ گیا۔ پھر اس کی جیب میں سے اس نے
وہ خط نکال لیا۔“

” ارے! یہ تو انیکٹر جمشید کا ہی نہیں۔ انیکٹر کامران
مرزا کا بھی خط ہے۔ بہت خوب۔“ وہ چمک کر بولا اور جلدی
جلدی خط پڑھنے لگا۔ پھر اس کی آنکھوں میں چمک پیدا
ہو گئی۔

” بہت خوب۔ اب میرے لیے انیکٹر جمشید اور انیکٹر کامران
مرزا تک پہنچنا کیا مشکل رہا۔ میں تم لوگوں کا تعاقب کرتے
ہوئے وہاں تک پہنچ جاؤں گا۔ اچھا۔ پھر میں گئے۔ ارے
ہاں۔ یہ پھڑی میری طرف سے بطور تحفہ قبول کرو۔ اس نے
کہا اور پھڑی تو میں فرش پر گرا دی۔ پھر وہ تیز تیز قدم اٹھا
باہر نکل گیا۔ وہ کچھ بھی ذکر نہ کیا۔“

” یہ کیا ہوا جیسی؟“ آصمت بڑبڑایا۔

” اچھا نہیں ہوا۔ میں اس خط کو پڑھنے کے بعد جا رہا تھا۔“

Malik ji

۳۵

”بھئی کہیں اچھی مسرور یا میں آنے کی بھی بات کر لیا کرو۔“
 آصفت نے مز بنایا۔
 ”اس میں کوشش کرنے کی تو کوئی بات نہیں۔“ اخلاق نے
 کہا اور وہ مسکرا دیے۔

”ہمدردی بھی باندھ کر کہیں گئے۔“ بیگم جمیلہ نے اعلان کیا۔
 ”چلیے آپ بھی شکر کو بیٹھ کر شکر کریں۔“
 ”اب اللہ کا شکر ہے۔ جو اللہ کا شکر نہیں کرتا، اس پر اللہ
 کا عذاب نازل ہوتا ہے۔“ بیگم جمیلہ بولیں۔
 ”تب تو ہم سب کو فوراً اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔“ محمود
 گھبرا کر بولا۔

”اللہ کا شکر ہے۔ سب نے ایک ساتھ کہا۔“
 ”اب ہمیں اس طرح نکلنا ہے کہ کسی کوئی تعاقب نہ کر سکے۔“
 اور اس کی ترکیب فریاد بتاتے گی؟
 ”میں ترکیب پہلے ہی سوچ چکی ہوں۔“ وہ مسکرائی۔
 ”او۔“ فریاد بولی۔ ”ترکیب بتانے کی نہیں ہو گئی تھی۔“
 فانی نے غصے سے جھجکا۔

”خبردار۔ میں لوگوں ہوں۔“ وہ شیشے سے جان اٹاتی ہے۔
 کہ قند آگیا۔

”ابھی ہم مہم پر نکلے نہیں۔ اور تم شیشے کی زد میں آ گئیں۔“

”ہاں! لیکن وہ خط اس نے پڑھ لیا ہے اور اب ہمارا
 تعاقب کڑے گا۔“ آصفت نے ٹھکر مناد اعجاز میں کہا۔
 ”ہم اسے تعاقب کرنے کے قابل نہیں چھوڑیں گے۔ اب
 فوراً روانہ ہو جانا چاہیے۔“

”ارے۔ ہم سب سڑی کے تجھے کو نبھول گئے۔“ مکھن نے کہا
 اور ڈراما نگار دوم کی طرف دوڑا۔ اس نے چھڑی اٹھائی، یہی تھی
 کہ فریاد چلتا اٹھی۔
 ”خبردار مکھن۔ اسے جھٹکا دینا۔“ وہ ہم پہرے ص و حرکت
 ہو جائیں گے۔“

”میں اتنا بے وقوف نہیں۔“ مکھن نے وہیں سے کہا اور چھڑی
 لیے باہر نکل آیا۔

”ہمیں نہیں معلوم تھا۔“ فاروق بولی آشا۔

”کلب۔ کیا ڈا اشتقاقی بولا۔“

”یہ کہ مکھن اتنا بے وقوف نہیں۔“ آفتاب بولا۔

”ارے۔“ تمہیں کتنی یاد کما ہے۔ میری بات راجک لیا
 کرو۔“ فاروق نے اسے گھورا۔

”میرا خیال ہے۔ آج زندگی میں پہلی بار کما ہے۔“

”اوہ اوہ! خیر۔ آئندہ خیال رکھنا۔“ وہ دست بوی طرح

پیش آؤں گا۔“ فاروق بولا۔

Malik ji

۳۸

اُنکے کیا ہو گا؟ محمد نے اسے گھورا۔

”بھئی ہو گا۔ جو منظور خدا ہو گا۔“

”فرزاد۔ جلدی ترکیب بتاؤ؟“ نعمت بولا۔

”ابھی تو اس نے کہا اور فون کی طرف بڑھ گئی۔“

”یہ کیا۔ تم ترکیب بتا رہی ہو یا فون کر رہی ہو؟“

”یہ ترکیب کا بھی ایک حصہ ہے۔“ فرزاد مسکرائی۔

”تو یوں کہو۔“ تصادفی ترکیب قسط وار ہے۔“ فرحت مسکرائی۔

”اس میں کوئی شرم نہیں؟“ فرزاد نے جواب دیا۔ اور پھر

سلسلہ سننے پر بولی:

”ہیلو سر۔“ اسی صوفی یہاں موجود تھا۔ تھوڑی دیر پہلے۔“

”کیا؟“ صدر صاحب چلا آئے۔

”جی ہاں! انہوں نے ہم اسے گرفتار نہیں کرا سکے۔ اس نے

بیس بے بس کر دیا تھا جادو کی ایک چھڑی کے ذریعے؟“

”جادو کی چھڑی۔“ وہ اس کے پاس کہاں سے آگئی؟

”ملائی ہو گی خود۔“ وہ دراصل ایک عادی بھی ہے۔

ساتھ ساتھ وہ قسم کا آدمی ہے۔ ایسے شعبے تیار کرتے ہیں اپنا

جواب نہیں دیتے۔ شاید اس نے اپنی زندگی کی ابتدا عادی پہنے

سے کی ہو گی؟ اس نے جلدی جلدی کہا۔

”اور۔“ شاید یہی بات ہو۔

”اب جب بھی اس سے ملاقات ہو گی۔ ہم اس سے یہ

سوال کریں گے۔“ خیر اس وقت مسئلہ یہ ہے کہ اس نے آتا جان

والا خط پٹھہ لیا ہے۔ اور اب ہمارا تعاقب کر کے ان تک

پہنچ جانا چاہتا ہے۔“

”ارے؟ ان کے منہ سے نکلا۔“

”لیکن ہم چاہتے ہیں کہ وہ ہمارا تعاقب نہ کر پائے۔“

”کیوں کہ ادھر آتا جان اپنی مسم بد عمل پہنچا ہونے کے لیے

بالکل تیار ہیں۔ پس ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ

یہ حضرت وہاں پہنچ جائیں اور ان کے پروگرام میں دھند ڈالیں

دیں۔“ یہ کوئی مزے دار بات نہیں ہو گی؟

”ہوں؟“ تم ٹھیک کہتی ہو۔ پھر کیا کیا جائے؟

”ہم نے ایک ترکیب سوچی ہے۔ اس پر عمل کر کے ہم

اسے تعاقب کے قابل نہیں چھوڑیں گے۔“

”بہت خوب۔“ میں وہ ترکیب سننے کے لیے بے چین ہو

چکا ہوں؟“ صدر صاحب بولے۔

”تو پھر آپ ہمارے گھر کی چیت۔“ یعنی آٹھ بیگ بیڑائی کی

چیت پر ایک عدد ایسی کا پڑی ہو گی دیں۔ ہم ان کی بیڑی سے

ذریعے اس پر سوار ہو جائیں گے اور پھر ایسی کا پڑی ہمیں ان

پہنچا دے گا جہاں ہمیں آپ سے ملاقات کرنا ہے۔“

Malik ji

آگے

ہیلی کاپٹر ایک پہاڑی پر پہنچ کر آگیا۔ صدر صاحب انہیں ایک طرف کھڑے نظر آئے۔ ان کی کمرہ ایک پہاڑی مکان تھا۔

”فرزاد کی ترکیب بہت شاندار رہی، صدر صاحب شکرائے۔“

”شکریہ سر، فرزاد نے شرمنا کر کہا۔“

”اؤ ہم اس مکان میں بیٹھ کر پروگرام لے کریں۔“ صدر

صاحب اگلے اور مکان کی طرف تڑپے۔

تجمل ہی وہ اللہ داخل ہوتے، ان کی نظریں ایک میاں نام

آجیسا پر پڑیں۔ وہ اپنی سفید سفید آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگا،

”وہ خط یہی صاحب لاتے تھے اور یہی اب تم لوگوں

کو اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ شروع کا سفر آبدوز کے ذریعے

کیا جاتے گا۔ پھر ایک ریگستان جود کر، پوٹھا۔ ریگستان کے

آخر میں ایک بند گاڑی کھڑی ملے گی۔ وہ بند گاڑی تم لوگوں

”ترکیب دل چپ ہے، صدر صاحب ہنسے، ان کے چہروں پر
بھی مسکراہٹیں پھیل گئیں۔“

”تو پھر ہیلی کاپٹر بھیج رہے ہیں آپ۔“

”ہاں کیوں نہیں؟ انہوں نے کہا اور ریسیور دکھ دیا۔“

آدھ گھنٹے بعد انہوں نے اپنے سروں پر ہیلی کاپٹر کی

گھن گرج سنی۔ وہ چمک اٹھے اور بھت کی طرف دوڑ پڑے۔ چند

منٹ بعد وہ ہیلی کاپٹر پر اڑے جا رہے تھے، بیگم جیشہ اور

بیگم شیرازی ساتھ بلا کر انہیں اوداع کا رہی تھیں۔

اور وہ محسوس کر رہے تھے کہ انہوں نے سب کچھ

بہت آسانی سے سمجھا چھڑا لیا ہے۔

Malik ji

کے بعد کہا۔

"پتی ہوں۔ اس نے جھکے سے کہا۔ انہیں یوں لگا پیسے کاٹ کھانے کا ارادہ ہو اس کا۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئے۔ وہ ہنس پڑا۔

"ہم نے آپ کا نام پوچھا ہے، آفتاب نے منہ بنایا۔
"بی چوں۔ وہ پھر بولا۔

"او۔ تو آپ کا نام یہی ہے؟ آصف نے حیران ہو کر کہا۔

"ہی؟ وہ بولا۔

"آپ آدھ سمجھتے ہیں؟

"تمہارا قصدا اس نے کہا۔

"آؤد کو مذکور بتا دیا جانی نے۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"کیا بولا؟ اس نے آفتاب کی طرف دیکھا۔

"کوچہ نہیں؟ آفتاب نے اس کے انداز میں کہا۔

بھاری گاڑی کے پیچھے کوئی گاڑی نہیں آ رہی تھی۔
ہم نے سی مون کو گلی دے دیا ہے۔ فرمٹ نے ہر سکون آواز میں کہا۔

"بھل رہا ہوں؟

سامل سمندر پر ابھریں آج اور کھڑی دکھائی دی۔

کو ٹھہادی منزل پر پہنچا دے گی۔ یہ اختلافات کر دیئے گئے ہیں۔

"وہی گئے۔ لیکن ہم یہاں سے سامل سمندر تک کس طرح جائیں گے؟

"بھاڑی کے دامن میں ایک بند گاڑی موجود ہے۔ وہ تم لوگوں کو سامل تک لے جائے گی۔ انہوں نے کہا۔

"اگر گاڑی تھا آفتاب سی مون نے کر لیا سر پہ غور ہوا۔

"امکان تو نظر نہیں آ رہا، تاہم اگر وہ سامل تک

چلا بھی گیا تو سامل پر جا کر رک جائے گا، کیوں کہ وہاں

بھاری آج دوز کے علاوہ کوئی آج دوز نہیں کھڑی ہوگی۔

اس کا اختلاف کر لیا گیا ہے۔

"اب نہیں اطمینان ہے۔

"تو پھر میری طرف سے اجازت ہے۔ تم لوگ اب جا سکتے ہو۔

وہ آٹھ کھڑے ہوئے۔ میا، غام ہی اٹھ گیا۔ انہوں

نے صدر صاحب سے اٹھ ملاتے اور پیچھے اڑنے لگے۔ آخر

بند گاڑی میں بیٹھ گئے۔ گاڑی میں ڈرائیور موجود تھا۔

میا، غام ان کے پاس بیٹھ گیا۔

آپ کا نام کیا ہے جناب؟ غاروں نے گاڑی چلے

Malik ji

۳۴

” تو ہم سے آکر مل تو لیں۔“

” وقت بہت کم ہے سر۔ اس نے جواب دیا۔
 ” نہیں بھئی۔ تم نے اتنی بدو کی۔ اس قدر ہمارا ساتھ
 دیا۔ انہوں نے رخصت ہونا تو ٹھیک نہیں۔ نیچے آؤ آؤ۔
 ہمارے ساتھ ایک کپ چائے ضرور ہو۔ شام کی چائے کا
 وقت ہو چلا ہے۔ انپیکٹر جمیشہ نے بند آواز میں کہا۔
 ” لیکن سر۔ وقت۔“ اور ان الفاظ کے ساتھ ہی گاڑی
 چل پڑی۔

انپیکٹر جمیشہ کی دیشانی پر بل پڑ گئے۔ انہوں نے قوی
 طور پر جیب سے ہسٹری نکالا اور نائز کو دیا، گاڑی کا نائز
 آواز سے پھٹ گیا اور وہ لنگڑاٹنے لگی۔
 ” نیچے آؤ آؤ مسٹر بی جوں۔ تم اتنی صاف آؤ کہ کب سے
 بولنے لگے۔ انپیکٹر جمیشہ فرمائے۔
 ” اور؟ ان کے منہ سے نکلا۔ انہوں نے حیرت خیز
 نگاہیں۔

جواب میں گاڑی سے جس ایک ظالم ہوا اور گاڑی میں
 پارکر پڑے۔ پھر انہوں نے بلاک کی تیرکی سے ٹوٹ نکلتی اور
 درختوں کی اوٹ میں چو گئے۔
 ” پی جی جی۔ اصل جوں کہاں ہے یہ انپیکٹر جمیشہ نے بند آواز

بٹانوں پر کئی ملٹری مین داخلین لیے کھڑے نظر آئے۔ آخر
 وہ آہ دوز میں سوار ہو گئے۔ جلد ہی وہ پانی کے نیچے
 سفر کر رہے تھے۔ ان کا سفر دس گھنٹے جاری رہا۔ پھر
 وہ ساحل پر آئے۔ انہوں نے دیکھا۔ ساحل پر ناریل کے
 درخت لہلہا رہتے تھے۔ اب انہیں زمین گھسنے تک بیدل چلنا پڑا۔
 پھر ایک بند گاڑی کھڑی ملی۔ بند گاڑی میں چھ گھنٹے سفر
 کرنے کے بعد انہیں آگے کے لیے کہا گیا۔ باہر نکل کر انہوں
 نے خود کو ایک پٹر فلڈ میدان میں پایا۔ اچانک انہوں نے
 انپیکٹر جمیشہ کی چمکتی آواز سنی۔
 ” وہ آ گئے۔“

اور پھر وہ ایک دوسرے کی طرف دوڑ پڑے۔ خوب
 لگے بٹے، پھر انپیکٹر کھانہ ان پر آئے پھر کھانہ کو کہا۔
 ” پی جی جوں کہاں ہے؟
 ” شاید گاڑی میں ہی بیٹھا رہ گیا۔ ارے اس نے تو اب
 ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی ہے۔ عموں سے چمک کر کہا۔
 ڈرائیونر ان کے ساتھ ہی آؤ آیا تھا۔
 ” بھئی پی جی جوں۔ کیا گاڑی میں ہی بیٹھے بیٹھے یہاں سے
 رخصت ہونے کا ارادہ ہے؟
 ” نہیں۔ مجھے رپورٹ کرنی ہے۔“

Malik ji

۳۰

"میں جانتا ہوں، ان الفاظ کے ساتھ اس نے بھی ہستول اچھال دیا اور چٹا لنگ لگا کر گھاڑی سے اتر آیا۔"

"آپ لوگ بھی سامنے آ جائیں۔"

"وہ اس کے سامنے آ گئے۔ ہل چوں تھا کھڑا تھا۔"

"معاذہ ہو چکا ہے کہ آپ مجھ پر فائر نہیں کریں گے اور نہ میں آپ پر۔" اس نے تمسکاً کر کہا۔

"لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم ایک دوسرے سے دھت پرست جنگ بھی نہیں لڑیں گے۔" انسپکٹر جمشید فرما دے۔

"چلیے خیر۔ یہ بات منظور ہے۔" وہ مسکرایا۔

"تم کون ہو؟" انسپکٹر جمشید پوچھا۔

"کیا یہ بتانا ضروری ہے؟"

"اگر یہ ضروری نہیں ہے تو پھر ضروری کیا ہے۔ یہ بتا دو۔" انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

"اس وقت حمود کو کچھ یاد آیا، اس نے چادروں طرف

ایک نظر ڈالی اور پھر بدلی اٹھا۔

"لاہیں۔ ہر دفیسر اٹھل اور اٹھل خانہ کھان کھان ہیں،

وہ اب تک نظر نہیں آئے۔"

"ایک کام انجام دینے کے لیے گئے ہوتے ہیں۔ فکر نہ

کو۔" انسپکٹر جمشید پوچھا۔

۳۱

میں کہا۔

"اسے میں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔" کہا گیا۔

"اور تم کون ہو؟"

"ہتھیار چیک دو۔ میں بھی ہستول چیک کرتا ہوں۔"

"دو تانہ ماحول میں بات کر رہے ہیں۔ گھاڑی میں سے اتر آئی۔"

انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا کی پیشانی پر ہل پڑ

گئے۔

"کیوں اتنا جان۔ خیریت تو ہے؟"

"وہ تمنا ہو کر ہمیں ہتھیار چیک کرنے کی دعوت دے رہا

ہے۔ یہ کم عجیب بات نہیں؟"

"اُدھ ملے۔ واقعی؟"

"کیا سوچنے لگے انسپکٹر صاحبان۔ دوسری طرف سے طرزیہ

اتناڑ میں کہا گیا۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم ہستول چیک کر رہے ہیں۔"

"یہ کہہ کر انھوں نے ہستول اچھال دیے۔"

"کسی کے پاس کوئی ہستول وہ نہ پاسے۔ گھاڑی کی

طرف سے کہا گیا۔"

"ہم دھوکے باز نہیں ہیں۔ انسپکٹر کامران مرزا نے منہ

بنا کر کہا۔"

Malik

بعد ان میں وہ وہیں کے پاس آ کر تھا۔ اور میرے کچھ آدمی
صدر صاحب کی نگرانی کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھ ان کے
ایک نامعلوم مقام کی طرف روانہ ہونے کی اطلاع دی۔ میں
تم لوگوں کے تعاقب کی بجائے اس نامعلوم مقام پر پہنچ
گیا۔ اور وہاں میں نے چلی چوں پر ہاتھ صاف کر دیا۔
لیکن آپ کا سامان میری خفیہ جیبوں میں ہر وقت ساتھ رہتا
ہے۔ اس نے سکراتے ہوئے بتایا۔
"ہوں! واقعی آپ کمال کے آدمی ہیں! آصف نے
تسلیم کیا۔

سوال یہ ہے کہ یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی آپ کو؟
انیکٹر کامران مرزا بولے۔

"میں جانتا چاہتا تھا آپ لوگ کہاں ہیں اور کیوں ہیں۔
یہ تو جان گیا کہ آپ کہاں ہیں، لیکن ابھی تک یہ نہیں سمجھ
سکا کہ یہاں کیوں موجود ہیں؟

"اور ہم کہاں رہیں؟

"ریاست کنگھات" اس نے شروع کیے میں کیا۔

"اس میں شک نہیں کہ آپ بہت سی چیزیں اور صلاحیتوں

کے مالک ہیں، آپ کا یہ خیال یا اندازہ بھی غلط نہیں ہے۔
ہم اس وقت واقعی ریاست کنگھات میں موجود ہیں، انیکٹر

"ہاں سسر! کیا نام ہے تمہارا؟ انیکٹر کامران مرزا بولے۔

"مگر نام جاننا اتنا ہی ضروری ہے تو پھر نہیں میں۔ خاکشاہ کو
سی سون کہتے ہیں؟

"کیا! نہیں! او! ملی بلی آوازیں آج رہی۔

ان کے منہ کھلے کھلے اور آنکھیں چپٹی کی چپٹی رہ گئیں۔

جس سی سون کے ہاتھ میں وہ خیال کر رہے تھے کہ اسے

خچر دے آئے ہوں۔ وہ تمام سفر میں ان کے ساتھ رہا تھا۔

"یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ فادوق بولا۔

"ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا؟ سی سون نے

ہنس کر کہا۔

"ہائیں۔ یہ جملہ آپ نے بولا ہے۔ یا ہم میں سے کسی

کی توجہ آپ میں غلطی نہ تھی؟ فادوق نے کہہ کر کہا۔

"مجھے تم لوگوں کا یہ جملہ بہت پسند آیا ہے۔"

"شکر ہے۔ ہماری کوئی بات تو آپ کو پسند آئی؟ کہیں

نہیں کیا۔

"لیکن مدد سے میرے لیے ہمارا بڑا مال ہے۔ آخر آپ

پتی وچوں کیسے بنے؟

"جب میں تم لوگوں سے ملو، اس وقت میں سے فرار

ہونے پر اپنے گھنے گھڑ پکے تھے۔ تمام حالات معلوم کرنے کے

Malik ji

کام ان مردانے سر ہلایا۔

"اور ریاست نگلالت کی حکومت آپ لوگوں کی دوست ہے، آپ کے ملک سے ہر ممکن تعاون کرتی ہے۔ اس وقت ملک جتنا سفر ہم نے کیا ہے۔ وہ بھی دوست ملکوں کی مدد میں رہتے ہوئے کیا ہے، لیکن اب آپ اپنے دشمن ملک بنگال کی سرحد پر موجود ہیں۔ میں نے غلط تو نہیں کہا جی توں کہنا چلا گیا۔"

"ہاں! یہ بات بھی غلط نہیں۔"

"تب آپ لوگ بنگال کے خلاف کوئی مہم سر انجام دینا چاہتے ہیں۔ خیر مجھ سے سوا کر لیں۔ اس نے خوش گرا اذکار میں کہا۔"

"کیا کہا۔ سوا کر لیں، محمد کے من سے نکلا۔"

"ہاں جی۔ سوا کر لیں۔"

"آخر کب بات ہو۔ قادیانی نے من بنایا۔"

"میں اس مہم کے سلسلے میں آپ لوگوں کی مدد کرنے کے لیے تیار ہوں، لیکن اگر آپ مجھ سے سوا نہیں کریں گے تو پھر میں آپ سے پہلے بنگال پہنچ جاؤں گا۔ بنگال کی حکومت مجھے ہاتھوں ہاتھ ملے گی۔ اور جب یہاں اسیہاں تعاون کا کو تم لوگ ان کی سرحد کے بالکل

تو ایک نوجوان ہو۔ اور کوئی مہم انجام دینے کے چکر میں ہو۔ تو وہ میری خدمات خود حاصل کر میں گے، کیونکہ تم لوگوں کے مقابلے میں وہ ہمیشہ مجھ سے کسی آدمی کو کھڑا کرنے کے عادی ہیں، پھر انیس کوئی پریشانی نہیں رہتی۔ اور میں ان سے مز مانگا معاوضہ وصول کروں گا۔"

"اور ہم سے آپ کتنا معاوضہ لیں گے؟" الیکٹرک حیدر مسکرائے۔ ان کے سب ساتھیوں نے انہیں حیرت بھری نظروں سے دیکھا۔

"آپ لوگوں۔ یعنی آپ کی حکومت سے جی من مانگا معاوضہ ہوں گا۔"

"تو مٹھی مون۔ ہم غیر مسلموں سے ایسے معاوضے کرنے کے عادی نہیں ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ بہت با اہمول ہیں، اگر ہم نے آپ کو اپنے ساتھ ملا لیا تو آپ ہمیں دھوکا نہیں دیں گے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود ہم یہ معاوضہ کرنے پر تیار نہیں۔ اس لیے کہ ہم خود کو مجبور، اپنے لیے بد کرنا چاہتے ہیں۔"

"لیکن جس میں آپ لوگوں کے ہاتھ میں آکر آئے گا تو پھر آپ ان فکٹ مشکلات میں جاس جائیں گے۔"

Malik ji

"لیکن ہم آپ کو جانے ہی کب دیں گے: انپیکٹر کامران مرزا نے کہا اور اس کی طرف دوڑ لگا دی۔

"میں اس وقت آپ لوگوں سے اُلھٹا ہند نہیں کروں گا۔ لہذا جا رہا ہوں۔" اس نے کہا اور خود بھی دوڑ پڑا۔ انپیکٹر کامران مرزا ابھی اس سے کافی فاصلے پر تھے۔

"میں بھی آ رہا ہوں۔" انپیکٹر جمیلہ بولے۔

"تو پھر ہم کیوں نہیں؟" محمود نے پوچھا۔

"سب کے سب سی ٹون کے تعاقب میں دوڑ پڑے۔ لیکن اسے تو گویا پتہ لگ گئے تھے۔ ہر اکن وہ ان سے دُور چوتا چلا گیا۔ اور آخر نظروں سے اوجھل ہو گیا،" "وہ جی۔ اب دوڑنا بے کار ہے۔" انپیکٹر جمیلہ نے دیکھتے ہوئے کہا۔

"سب ترک گئے۔" بڑی طرح اُپ بپہ تھے۔ "اس کا مطلب ہے۔ ہم نے سی ٹون کے ہاتھوں میں اپنی طاقت کھائی ہے۔" آصف بڑبڑایا۔

"ہاں! میں اُردہ می۔ پہلی شکست۔" غم کی سی ٹون یہاں پہنچنے لگا تھا۔ "اب جو گیا تھا۔" غم نے اُگلا دیا۔

"اے! میں اُلتیان سے واپس کر رہا ہوں۔" ہمارے بعد۔

"ہم اپنے اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔" انپیکٹر کامران مرزا بولے۔

"آپ کی مرضی۔ اس نے کندھے اچکاتے۔

"تو اب آپ بیگال کے لیے کام کریں گے۔ وہ بھی ہمارے خلاف؟"

"نظاہر ہے۔ کچھ دیکھ تو مجھے کہنا ہی ہو گا۔ ویسے اگر آپ کو نہ مانگا معاوضہ زیادہ محسوس ہو رہا ہے تو یہاں سے کیے جیتے ہیں۔" سی ٹون نے غمی پیش کش کی۔

"مگر سی ٹون۔ زیادہ سے زیادہ آپ یہ کر سکتے ہیں کہ آپ قطعاً کوئی معاوضہ نہیں دیں گے۔ اور ہمارا ساتھ دیں گے۔" انپیکٹر جمیلہ نے طنز لہجے میں کہا۔

"خیر۔ میں یہ تو نہیں کر سکتا۔"

"تب پھر۔" میں یہ کہتا ہوں کہ اگر آپ اس شرط پر بھی ہمارے ساتھ کام کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو ہمیں بھی منظور نہیں ہو گا۔" جم آپ کو اپنا ساتھی بنانا مند نہیں کریں گے۔ کیوں کہ ہمارا دُکان کسٹ ہے۔ ہر مسلم رعایت دست نہیں ہو سکتا۔"

"ٹھیک ہے۔ اب اس قسم میں میں بیگال کا ساتھ دوں گا۔" سی ٹون نے منہ پڑایا۔

Malik ji

۵۴

تب پھر میں کیوں بلایا آپ نے ؟

" ہم اداس ہو گئے تھے ۔ خاص طور پر خان رحمان اور پروفسر داؤد کا دل نہیں لگ رہا تھا ۔ دوسرے یہ کہ وہاں سے تو ہم غائب ہو چکے تھے ۔ اور وہ بھی اس طرح کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہو سکی تھی ۔ لہذا اب ہم لوگوں کو بلانے میں کوئی حرج نہیں تھا ، لیکن ہمیں محرم نہیں تھا کہ تم سی مون کو بھی اپنے ساتھ لے گئے ۔

اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ۔ ہم نے اپنے طور پر اپنی امتیاز کی تھی ۔ اور فریاد کی ترکیب پر عمل کیا تھا ۔ اب اس کے جلدی جلدی کیا ۔

فریاد کی ترکیب ۔ کیا مطلب ؟ انپکٹر کامران مرزا میرا کہہ رہے ۔

میرا نے انھیں فریاد کی ترکیب کے بارے میں بتایا تھا ۔ یہ ۔ اسی وقت انھیں آواز سے وہ آدمی آئے ۔ اور ڈاکٹر امیر شاکر تھیں کہ کھڑی ہے بار آنا ۔ وہی ۔ تمہارے (انکو آگئے) ۔ انپکٹر ہمیشہ کھڑے کوئی اور بھی تو ہو سکتے ہیں ۔

ایس ۔ یہاں ہمارے علاوہ کوئی نہیں آ سکتا ۔

ملک میں کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوئی ۔ انپکٹر حفید بولے ۔

" کوئی ایسی دہلی گڑبڑ ۔ توں کہے کہ ایک لمبی گڑبڑ کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا ۔

" کیا مطلب ؟ وہ توں چونکے ۔

اور انھوں نے تمام حالات تفصیل سے سنا دیے ۔

" اورو ۔ بہت خوف ناک ۔ بہت ہی خوف ناک ۔ انپکٹر کامران مرزا نے ٹکڑاٹھا انداز میں کہا ۔

" لیکن امید کی جا سکتی ہے کہ اب تصورات برقرار رہا جائے گا ۔ اگر باس گرفتار نہ ہوتا تو پھر معاملہ بہت طول پکڑ جاتا ۔ نیز ۔ اب آپ اپنی سناہیے ۔ آخر آپ لوگ اس طرح ایک ایک کیوں غائب ہو گئے تھے ؟

" میں نے ایک ہولناک خبر پڑھی تھی ۔ میں نے خود انپکٹر کامران مرزا کو فون کیا ۔ یہ میرے پاس آ گئے ۔ ہم دونوں نے خفیہ میٹنگ کی اور یہی مشورہ کیا کہ ہمیں غائب ہو جانا چاہیے ۔ ساتھ میں ہم نے خان رحمان اور پروفسر داؤد صاحبان کو بھی لے لیا ۔ تم لوگوں کو ساتھ اس لیے نہیں لیا تاکہ دشمن میں خیال کرتا رہے کہ ہم شہر میں ہی کہیں موجود ہیں ۔ اور ہم اسے یہ دھوکا دینے میں کامیاب ہو بھی گئے ۔

Malik ji

۵۶

۱۔ یہ ملاقات کا کون سا طریقہ ہے: انپکٹر جیٹ میکر ہے۔
 ۲۔ اسے انوکھا طریقہ کہا جا سکتا ہے۔ فاروقی نے اعلان کیا۔
 ۳۔ کب آئے گی تم لوگ؟
 ۴۔ جی بس۔ ابھی چند منٹ پہنچے۔ آصف بولا۔
 ۵۔ اور اپنے ساتھ سی مون کو بھی لائے ہیں۔ انپکٹر کا نام مرزا نے منہ بنایا۔
 ۶۔ کیا مطلب؟ خان رحمان اور پروفسر داؤد کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔
 ۷۔ سی مون کا مطلب پوچھ رہے ہیں انگل۔ فاروقی نے حیران ہو کر کہا۔
 ۸۔ نہیں۔ بلکہ اس بات کا کہ۔ تم لوگ سی مون کو کس طرح پیچھے لگا لائے۔ خان رحمان بولے۔
 ۹۔ یہ بہت دُور پھری کہانی ہے انگل۔
 ۱۰۔ اوہو۔ تب تو اس کو پیش کر ہی سکتا جا سکتا ہے۔
 پروفسر داؤد گھبرا گئے۔ اور وہ ٹھکرا آٹھے۔
 ۱۱۔ اس دینی سپر ڈائری میں جتنے عجیبے قصے تھے۔
 ۱۲۔ ان میں سے ایک عجیبے میں آکر پہنچ گئے۔
 ۱۳۔ کیا یہ وادی یہاں کی پولیس کی نگرانی میں ہے؟
 ۱۴۔ ہاں! تم آخر ذکر کرو۔

اس رہاست کا ایک خاص انگ تھلک اور آبادی سے قدوسے دور علاقہ ہے۔ انھوں نے بتایا۔
 ۱۔ تب تو ہم خود ان کی طرف دوڑ کر جائیں گے۔
 ۲۔ تو یہاں پہنچنے میں ابھی کتنی منٹ لگائیں گے۔ فرزا نے پُر حوصلہ انداز میں کہا۔
 ۳۔ ٹھیک ہے۔ انھوں نے ایک ساتھ کہا اور پھر سب کے صبا دوڑ پڑے۔
 ۴۔ دُور سے اتنے بہت سے لوگوں کو اپنی طرف دوڑ کر آتے دیکھا تو خان رحمان اور پروفسر داؤد گھبرا گئے۔
 ۵۔ اسے بھی۔ یہ ہمدردی طرف کون دوڑ کر آ رہا ہے؟
 پروفسر داؤد نے کہا۔
 ۶۔ اُڑ رہا نہیں۔ آ رہے ہیں۔ لیکن یہ دشمن نہیں جو
 ۷۔ سکے۔ کیوں کہ یہ علاقہ عام علاقہ نہیں ہے۔ خان رحمان بولے۔
 ۸۔ تب پھر یہ فرور عمود دھڑو ہیں؟
 ۹۔ ہاں! ایسا ہی نظر آتا ہے۔ ایک ہم بھی دوڑ پڑیں۔
 خان رحمان نے کہا اور دوڑ لگا دی۔ پروفسر داؤد بھی دوڑ پڑے۔
 ۱۰۔ ایک دوسرے کے نزدیک پہنچ کر بھی دُور نہ آ سکے۔
 اور نتیجہ یہ کہ آپس میں ٹھکرا گئے۔

Malik ji

۵۵

"بیگال نے ایک عظیم کامیابی حاصل کر لی۔"

اور سرخی کے نیچے یہ تفصیل تھی :

"بیگال نے برسوں کی مسلسل محنت کے بعد آخر وہ

عظیم کامیابی حاصل کر لی جس کے لیے وہ بڑی طرح

بے چین تھا۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟ محمود پوچھا۔"

"آپ صرف یہ خبر پڑھ کر بیگال کے غلات اُٹھ کھڑے ہوں گے۔"

اسمت بولا۔

"آخر اس خبر میں ایسی کیا بات ہے؟ فداؤق نے منہ بنایا۔

"نہ جانے یہ کس عظیم کامیابی کی طرف اشارہ ہے۔ آفتاب

بولا۔

"کوئی بات تو ضرور ہے۔ وہ نہ آجہان اور انکل اس خبر

کو اسی اہمیت کیوں کر دے سکتے تھے؟

اور کیا آپ کو پتہ ہے کہہ اداوارا تھا کہ بیگال کسی قسم

کی کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے؟

نہیں، دیکھ لے کر نہیں۔ جو بڑھی اور صاحب ہو گئے

وہ عام ہٹا پیٹا انٹیکل کا بیان مڑا سکتا ہے۔

اسب بات ہے۔ آخر آپ نے اس خبر سے کیا نتیجہ

دیا تھا۔ سرخی بے چین ہو کر بولا۔

"پچھلے دنوں کس طرح قرار ہوا ہو گا؟

"وہ کوئی عام آدمی نہیں ہے۔ تنگدستی کرنے والوں کی

آنکھوں میں دھول جھونکتا اس کے لیے کیا مشکل ہو سکتا ہے؟

"پھر؟ اسب یہ بات ہو جائے کہ ہم سب یہاں

کیوں بیٹھ رہے ہیں؟

"بلکہ۔ وہ ہولناک خبر کیا تھی۔ جو آپ نے پڑھی اور

ہم نہ پڑھ سکے؟

"پڑھی تو تم لوگوں نے بھی ہو گی۔ اور لوگوں نے بھی پڑھی

ہو گی۔ لیکن اس خبر کا مطلب شاید ہی کوئی اور سمجھ سکا ہو؟

"اور؟ ایسی کیا بات ہے وہ؟

"کیوں نہ ہم وہ خبر ہی تم لوگوں کو دکھا دیں؟

"اس سے اچھی بات کیا ہو گی؟

انٹیکل جمشید نے نیچے سے دیکھا اپنا بیگ کھولا اور

اس میں سے ایک اخبار نکالا۔ اس کے آخری صفحے پر ایک

چھوٹی سی خبر پر انھوں نے انگلی رکھتے ہوئے کہا،

"یہ ہے وہ خبر۔"

وہ خبر پڑھ کر جمشید نے اتنا انھوں نے خیال دیکھا تھا

کہ سر آکھیں میں نہ ٹھکرا جاؤں، کیوں کہ ابھی انھیں ان سروا

سے کام بھی دینا تھا۔ خبر کی سرخی کچھ اس طرح تھی،

Malik ji

”تو کیا ہوا۔ ہم اس کو بھی دیکھ لیں گے۔ حکم کی ضرورت
ہیں! الیکٹرک جھینڈے من بنایا۔

”خیر۔ اب پروگرام کیا ہے؟

”ریاست کی حکومت ہمیں کسی طرح بیگال میں داخل
کرنے کی کوشش میں ہے۔ ان کی کوشش کوئی دنگ لگائی یا
ہیں۔ یہ ہمیں ایک گھنٹے تک معلوم ہو چکا؟

”اور انکڑ کہاں گئے تھے؟

”ریاست کی حکومت سے کچھ باتیں کرنے۔ بیگال کی
طرف سے ان لوگوں کو جو خطرات ہیں، ان سے خبردار کرنے۔
”تو یہ ریاست بھی بیگال کی نظروں میں ہے؟

”اں! اسے تو وہ جب پاس سے غر نوالے کی طرح ہڑپ
کر سکتا ہے۔

”تو پھر ہڑپ کیا کیوں نہیں؟

”ریاست کے دوسری طرف اسلامی نسلک ہے۔ وہ

ابھی اتنی گزردہ نہیں۔ اس نے بیگال کو دھکی دھکی کر دیا

کے کہ اگر اس نے ریاست کی گھٹات کی طرف بڑھنے کی

کوشش کی تو ہماری پوری طاقت ریاست کا دفاع کرنے کی

”اور اس دھکی کا بیگال سے اثر کیا۔ محمد کے سب سے

میں حیرت تھی۔

”صرف اور صرف یہ کہ بیگال نے واقعی کوئی بڑی کامیابی

میں نثر لی ہے۔ وہ کامیابی کیا ہے۔ یہ ہمیں معلوم کرنا

ہے اور اس کامیابی کو ناکامی میں تبدیل کرنا ہمارا مشن ہے؟

”اور آپ صرف اسی غرض کے لیے یہاں آئے ہیں؟

”اٹھائی کے بجائے میں حیرت تھا۔

”اں! کیا تم لوگوں کو یہ معاملہ اہم معلوم نہیں ہوا؟

”خان رحمان سکڑائے۔

”اہم تو خیر ہے۔ لیکن اس کے لیے غائب ہونے کی

کی ضرورت تھی؟

”اگر ہم اٹلانیہ روانہ ہوتے تو وہیں ہمارا راستہ روکنے

کی کوشش کی جاتی۔ ہمارے ملک میں بیگال کے ایجنٹ بے شمار

ہیں۔

”لیکن اب بھی تو سی من کے ذریعے انہیں اطلاع مل

جاتے گی۔

”اب ہم اپنے ملک میں نہیں۔ بیگال کی سرحد کے

بہت قریب موجود ہیں۔ اسی قدر قریب کہ ہم صرف چند منٹ

میں اسی سرحد کو عبور کر سکتے ہیں؟

”ہوں۔ ٹھیک ہے۔ لیکن سی من تو ہم سے بھی پہلے

سرحد عبور کر گیا ہے۔ لیکن نے اعتراض کیا۔

Malik ji

۶۷

”نہیں۔ وہ اسلامی حکومت کو کوہر کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ مجوں ہی بیگمال کی حکومت اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوئی۔ وہ ریاست کنگلات پر برآمد بول دے گی۔“
”تب تو۔ ہو سکتا ہے، وہ عظیم کامیابی ہو۔ اخلاق نے خیال ظاہر کیا۔“

”نہیں۔ اس قسم کی کامیابیوں کو بیگمال عظیم نہیں کہتا۔ ایسے معاملات تو آئے دن کے ہیں۔ خاص طور پر افغان میں بیان کا شائع ہونا کسی اور ہی پڑ اسرار کامیابی کی طرف اشارہ ہے۔ ہمیں یہی معلوم کرنا ہے۔ اور اس کامیابی کو تسس نہیں کرنا ہے۔“

”لیکن سی مون بھارے راستے میں آئے گا۔ شوکی بڑبڑایا۔“
”پروا نہیں۔ ہم سی مون کو کیوں خاطر میں لائیں۔ انیسٹر جیتنے سے بنایا۔“

اسی وقت انھوں نے گھوڑوں کے ٹاپوں کی کواز نشی، وہ جلدی سے نیچے سے نکل آئے۔

سیاہ دھبہ

”اُن کے دُخ گھوڑ سواروں کی طرف تھوٹے تھے۔“
”یہ۔ یہ کون لوگ ہیں؟“

”ریاست کنگلات کے ہاجازہ خان رحمان مسکرائے۔“
”تو اس ریاست میں چاندیاز لوگ بھی ہیں۔ شوکی نے حیرت زدہ ہجے میں کہا۔“

”ہاں ہیں، لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے۔“
”آخر یہ لوگ ہمیں بیگمال میں کس طرح داخل کریں گے، میرا خیال ہے۔ اس وقت تو داخلہ اور بھی مشکل ہو جائے گا۔ کیوں کہ سی مون نے انھیں ہوشیار کر دیا ہو گا۔“
”سی مون اس جسم کا آدمی نہیں ہے۔ انیسٹر کا ماراں رہنا مسکرائے۔“

”آپ کیا کہنا چاہتے ہیں انکل؟“

”وہ انھیں دھارے دھارے میں یہ بات نہیں بتائے۔“

Malik ji

پانچ چم گھنٹے تو لگ ہی جائیں گے:

"گویا اب ہمیں ان لوگوں کو پانچ چم گھنٹے تک روکنا ہو گا۔ جب کہ وہ ایک منٹ بھی صبر نہیں کر رہے اور دھکیلوں اور دھکیوں دے رہے ہیں۔"

"کسی کی طرح انہیں روکنا ہو گا، تاہم اگر پانی سر سے اونچا ہوتا نظر آئے تو پھر ہمیں آواز دے دیجیے گا۔"

"اوکے۔ آپ ٹھکر نہ کریں؟ ایک نئے کما اور وہ واپس تڑے۔"

"بھاری کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیا بات بھیت ہوئی ہے۔"

"محنت نے اچھن کے عالم میں کہا۔"

"کو۔ پچھلے ان تصویروں کو دیکھ لیں۔ انکسٹر کمارن مرزا ہوئے۔"

"اور پھر آپ چم گھنٹے تک معروف رہیں گے۔ ٹھکر ہوا۔"

"ہاں! بھوری ہے۔ اتنا وقت غزوہ لگے گا:

"تب تو بھاری پیش ہو گئی۔" فائق مسکرایا۔

"وہ کس طرح۔ تمہارا استاد کس طرح ہے؟"

"چم گھنٹے میں تو ہم عمارت کا مقابلہ ہی کر رہے ہیں۔"

"خربہ! مثال کی جگہ بھی ہو سکتی ہے۔ سارے لوگ جھڑپ کے کسی طوفان اٹھانے جا سکتے ہیں۔"

گا۔ وہ ان سے معاہدہ کس طرح کر سکتا ہے۔

اصلی وقت گھڑ سوار نزدیک آگئے۔ یہ کل چمے تھے۔

نزدیک آتے ہی وہ گھڑوں سے اتر آئے:

"اسلام بیگم۔ وہ ایک ساتھ ہلے۔"

"وہ بیگم السلام۔"

"ایسا معلوم ہوتا ہے۔ میرے آپ سب جگہ ہو چکے ہیں۔"

"ہاں! لیکن آپ لوگوں کے لیے ایک افسوس ناک خبر

ہی ہے؟ انکسٹر جمشید ہلے۔"

"افسوس ناک خبر۔ کیا مطلب؟"

"پتی چول مارا گیا؟"

"کیا مطلب۔ یہ کیسے ہوا؟"

"انکسٹر جمشید نے انہیں قلعہ بنا دی،"

"واقعہ یہ ایک تکلیف دہ خبر ہے۔ وہ بہت کام کا

آدمی تھا۔ پھر اللہ کی مرضی بھی تھی۔"

"ہمارے کام کا کیا رہا؟"

"قریباً مکمل ہے۔ یہ لیں تصویریں۔"

"یہ کو کمرہ اس نے ایک لحاظ ان کی طرف بڑھا دیا۔"

پھر ہوا۔

"آپ اس کام سے کتنی دور ہیں فارغ ہو جائیں گے؟"

Malik ji

یہ میر داؤد جو ہے۔

”اؤ - نت - تو کیا میں ان کا ایک آپ کر دانا ہے۔“

”ہاں! تم لوگ ان کے میک آپ میں جاؤ گے۔“

”آخر یہ کون ہیں؟“

”میں بیگالی جوان - جو شکار کھینٹے ہوئے دیاست کنگلات

کی جیل پر آگئے تھے - دیاست کی پوئیس نے انہیں پکڑ لیا۔“

”انپکٹر جشید نے بتایا۔“

”کیا اس سے پہلے چار آدمیوں کو بھی پکڑا جا چکا ہے۔“

”ہرانا چونکی۔“

”تم ٹھیک سمجھیں - انپکٹر کا مران مرزا مسکرائے۔“

”تب پھر - یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“

”کیا کس طرح ہو سکتا ہے۔“

”بالکل ہماری تعداد، وہ بھی مذکر انسانیت کا لحاظ رکھتے

ہوئے۔ بیگالی شکار کھینٹے اوجھڑا جاتیں - اور سب کے سب

موت ہی پائیں۔“

”ہاں! تم بھی جھوٹے کہتی ہو - لیکن ات دہ اصل ہے

میں کڑی جیل پر بیگالی کے باشندے اکثر پھیلیاں بکراتے

تھے دہتے ہیں - اسی جیل میں پھیلیاں چلے گوارہ اور جت بڑی

ہیں - چلے جاؤ دیاست نروں میں بیگالی سے عورت نہ ہے -

۶۶

”جی! یہ میدان بہت پرسکون ہے۔“ خان رحمان گہرا کو

بولے۔

”پھر آپ نے ہمیں کیوں بلایا تھا انکل! محمود نے شکایت

اچیز انداز میں کہا۔

”اے! اعتراض ہی بھاجے - جی جشید - میرانیال

ہے - اگر موتیہ پر انہیں کئی چھٹی دے دی جی چاہیے؟“

”ٹھیک ہے۔“ وہ بولے۔

”یہ - یہ ٹھیک ہے آپ نے کہا ہے آبا جان -“ نادر کو

دھک سے رو گیا۔

”بلکہ میں جی کر رہا ہوں - ٹھیک ہے۔“ انپکٹر کا مران

مرزا مسکرائے۔

”وہ نادا - اب آئے گا مرزا! آفتاب کے ٹکٹا لہرایا۔“

”پہلے ان تصویروں کو ایک نظر دیکھ لو۔“ انپکٹر جشید

نے کہا۔

”وہ نیسے کے فرش پر پھیلی تصویروں کی طرف متوجہ ہو

جئے۔ انہوں نے دیکھا - یہ کل دی تصویریں تھیں - آٹھ لڑکوں

اور دو لڑکیوں کی۔“

”ہم اب بھی نہیں سمجھے - کون بڑا بڑا۔“

”حالانکہ فوری طور پر سمجھ میں آجانی چاہیے تھی - بات

Malik ji

۹۰

حوالے کیا جاتے گا۔ سرحد کے دوسری طرف پہنچ کر ہم انہیں
کھول دیں گے، لیکن خود کو غائب و ماخ ظاہر کریں گے۔
اس طرح ہمیں ہمارے گھر پہنچا دیا جائے گا۔
"گویا ترکیب پہلے ہی سہج لی گئی ہے۔"

"ہاں! اب تم لوگ ایک آپ کرانے کے لیے تیار ہو
ہاؤ! الیکٹرک جھینڈ بولے۔"

"دوسرے نظروں میں ہم باتیں کرنے کے لیے تیار ہو
جائیں۔"

"ان دونوں تیاریوں سے پہلے ہمیں یہ بتا دیں کہ آپ فر
مئی دن سے غائب ہیں۔ آخر اس وقت سے اب تک آپ
کہا کرتے رہے ہیں؟"

"جی ہاں اپنے ملک سے غائب ہو کر پہلے نہیں آتے۔"

"ہم ریاست کنکلات کے صدر سے ملے۔ انہیں اپنی بات سمجھانے
پہلے پورا ایک دن تک گیا۔ انڈیا کر کے وہ سمجھے، پھر ہم

مستغرب بندی کی۔ اس کا جائزہ لیا۔ یعنی کامیابی کا اس
در نامی کا بھی۔ کنکلات کے چند ماہرین سے مل کر مشورہ کیا۔"

"غالب یہ کہ ریاست کنکلات کی منشی کی بنا پر وقت بہت
مبالغہ جوا اور کام کم ہوا۔ پھر اب خود ہی واپس کی بات ہے۔"

"تو کیا ہم ایک آپ شروع کریں؟" الیکٹرک جھینڈ بولے۔

اس کے باشندوں کو کیا روک سکتی ہے۔ لہذا وہ دھڑلے سے
آتے ہیں اور پھیلیاں پکڑ کر لے جاتے ہیں۔ لیکن ہمارے
اشارے پر انہوں نے چودہ آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ اور اب
حکومت بنگال ان چودہ آدمیوں کی واپسی کے لیے دھمکیوں پر
دھمکیاں دے رہی ہے۔"

"اور ریاست کنکلات کیا جواب دے رہی ہے؟"
"یہ کہ وہ متنازعہ کیلئے ہوتے شاید کہیں وہ جھگڑ گئے۔ تلاش
جاری ہے۔ پول بھی ملے۔ سرحد کی طرف بھیج دیے جائیں
گئے۔"

"بہت خوب۔ ترکیب زور دار ہے۔" محمد نے خوش ہو کر کہا۔
"ترکیب جس قدر زور دار ہے، اس قدر غوردار بھی ہے۔ آخر
ہم بنگال میں جا کر کس طرح محفل مل سکیں گے۔ اپنے اپنے گھروں
کو کس طرح پہنچ سکیں گے؟"

"اس کا انتظام پہلے ہی کر لیا گیا ہے۔ چودہ کے چودہ
افراد ایک گھر کے ہیں؟"

"اوہ۔ لیکن۔" محمد ہلکا۔

"کہو۔ کیا بات ہے؟"

"ہم اپنے گھر۔ یعنی ان چودہ کے گھر کس طرح پہنچ سکیں گے؟"

"جیسے پہلے ہوشی کی حالت میں بنگال کے فوجیوں کے

Malik ji

”دیجھا۔ میں لڑانے کے لیے پار تول دیا ہے۔“ فاروق نے گویا آفتاب کو خبردار کیا۔

”قسم لے لو۔ جو آج تک پڑ قول کر دیکھے ہوں۔ پڑ بھی کہیں تولنے کی چیز ہوتے ہیں۔“ کھن گبرا کر بولا۔

”لاؤ۔ کہاں ہے قسم؟“

”دیجھا۔ شروع ہو گیا ناکام۔ جیشہ۔ ہم دراصل ان باتوں کو قریں گئے تھے۔ وہ دیکھا ہٹ کا کیا کام پروفیسر دائہ ٹوٹی ہو کر بولے۔

”تو پھر اب اس کام سے خوب سیر ہو لیں۔“ الیکٹر جیشہ نے مزہ بنایا۔

”چلے تم میں سے دو رہاڑے سامنے آکر بیٹھ جائیں، تاکہ ہم اپنا کام کر سکیں۔“

”جی دو کو آپ فرمائیں۔“ آہستہ ہیں۔

”تو پھر چلے اخلاق اور اشتقاق آجائیں۔“

”مدا آؤ کہ ان کے سامنے بیٹھ جائیں۔“

”لادوں لڑے سے وہ آج کرے کی بات کو۔“ آہستہ۔

”آفتاب نے ہر طبقہ جاری کیا۔“

”اچھا تو پھر۔“ فاروق جہا آہستہ۔ سامنے ہی آکر کھڑا

”جی ہو گیا۔“

”ابھی تک ہم نے ان کے حالات نہیں سنے۔ ہمیں تو یہاں اپنا پروگرام ترتیب دینے سے فرصت ہی نہیں ملی۔ وہاں کے حالات کیسے ہیں؟“ فان رحمان بولے۔

”ہمارے حالات میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ ہمارا گھر بیٹے کا ذخیرہ بن گیا ہے۔ پورا شہر آگ اور ٹھون کا پیٹھ میں آچکا ہے۔“

”ارے۔“ وہ کیسے؟

”اور پھر انھیں بھی شہر کے تمام حالات تفصیل سے بتانا پڑے،

”آفتاب مالک۔ یہ تو بہت ہولناک واقعات ہیں۔“

”جی ہاں! لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں؟“ فاروق نے مزہ بنایا۔

”کیا مطلب؟“ پروفیسر دائہ نے حیران ہو کر کہا۔

”جی۔“ مطلب یہ کہ ہم ان کی ہولناکی کس طرح کم کر

سکتے ہیں۔ جس طرح پیش آئے۔ اسی طرح جہاں کر دیے۔“

”فاروق بولا۔“

”ادھر ادھر کی دیکھو آفتاب نے اسے ٹھہرا۔“

”میں سمجھ گیا۔“ تم اس وقت سے لائدہ اٹھا لے پڑ

تھے ہو۔ پھر بدوا نہیں۔ آج تم سے دو دو ہاتھ ہو کر رہیں

گئے۔“

”بھئی کس قسم کے دو دو ہاتھ۔ کیا تو ہاں۔“ کھن گبرا کر

Malik ji

۴۲

سے ناجائز فائدہ اٹھائیں گے۔ انپکٹر جمشید مسکرائے۔

”یہ آپ کیا کر رہے ہیں آپا جان۔ ہم اور ناجائز فائدہ“

”ابھی معلوم ہو جائے گا۔ انپکٹر جمشید نے کندھے اچکاتے۔

”یعنی وام۔ اب تو اس معاملے میں دل چاہی بہت بڑھ

گئی۔ خان رحمان چپکے۔

”تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ پروٹیسر داؤد چران ہو کر بولے۔

”دیکھنا ہے کہ یہ ناجائز فائدہ کیا اٹھاتے ہیں“

”بھارا اعلان یہی ہے کہ ہم کوئی ناجائز فائدہ نہیں اٹھائیں

گئے۔ آفتاب نے اعلان کیا۔

اور یہ اعلان ہے۔ ایسا ہو کر رہے گا۔

”چلیے۔ رات کنگن کو آکر سی کیا۔ داؤد قی بولا۔

”ٹھیک ہے۔ مقابلہ شروع کرو۔

دونوں فرقوں کے اداوار میں خم تحویک کر ایک دوسرے

کے سامنے کھڑے ہو گئے، پھر داؤد قی نے آفتاب پر چھلانگ

لگائی۔ آفتاب بلا کی تیزی سے دائیں طرف سرک گیا۔

داؤد قی اپنے زور میں کچھ آگے نکل گیا، لیکن فوراً ہی مڑا

اس وقت تک آفتاب چھلانگ لگا چکا تھا۔ داؤد قی سے لڑنا

بھلائی دی۔ آفتاب جھٹک رہا تھا۔ فوراً ہی مڑا۔ فوراً ہی مڑا۔

تھا۔ وہ آسمان کے اوپر گرا۔

”داؤد۔ تم تو واقعی مقابلے کے لیے تیار ہو۔ یوں ہی

سہی۔ آؤ۔ آفتاب نے کہا اور اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

”سب سے نا پسندیدہ بات مجھے ان کی یہی لگتی ہے۔

یہ جو ایک دوسرے کے مقابل آ جاتے ہیں۔ بھی دشمنوں سے

مقابلے ہوتے ہی دہکتے ہیں۔ انپکٹر کامران مرزا نے منہ بنا

کر کہا۔

”مقابلوں سے پہلے ورزش، پریکٹس اور دیہرسل بھی

تو کی جاتی ہے انکل۔ داؤد قی مسکرایا

”اچھا بھائی لڑو۔ انھوں نے منہ بنایا۔

”لو جی۔ اب تو آپا جان کی اجازت مل گئی۔ اب آئے

گا مرزا۔ آفتاب خوش ہو گیا۔

”نبردوار۔ میں نے اجازت نہیں دی۔ تنگ آ کر رہا

کبھی ہے۔ انپکٹر کامران مرزا دلد آواز میں بولے۔

”چلیے خیر۔ ہم اس بات کو اجازت ہی سمجھ بیٹے ہیں

انکل۔ داؤد قی بولا۔

”میرا خیال ہے انکل۔ آج ان کا مقابلہ ہو ہی چکا

عمر دے منہ بنایا۔

”مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ انھوں نے کہا۔

”آپ انھیں اجازت تو دے رہے ہیں، لیکن یہ اس اجازت

Malik ji

۴۳

”میں نے کیا کہا تھا۔ یہ ناہائز خانہ ضرور اٹھائیں گے۔“
ان سب کو ایک جھٹکا سا لگا اور اپنی اپنی جگہ ساکت ہو گئے۔

”مم۔ میرا خیال ہے۔ باتوں کی جنگ اس سے بہتر رہے گی۔“

”اے! اس میں ہم کچھ عداوت کی چٹنی شامل کر دیں گے۔“
”اور غرب الاشراف کے گھوڑے بھی دوڑا سکتے ہیں۔“
”بالکل ٹھیک۔ وہ جنگ اس جہزی لڑائی سے بہت بہتر ہے گی۔“ خان رحمان بولے۔

”خسکہ ہے۔ بڑے ہمداری لڑائی میں شریک نہیں ہوتے۔“
اور نے کہا۔

”یعنی ہم اتنے بے وقوف نہیں۔“ انکیز کا مران مڑا بولے۔
”آپ۔ آپ کا مطلب ہے۔ ہم بے وقوف ہیں۔“
میرا خیال ہے۔ میں نے یہ نہیں کہا۔ کیوں خان رحمان۔ یہ راز خیر صاحب۔“

”اے۔ نہیں۔ یہ تو نہیں کہا۔ خان رحمان ہکا سے“
”لیکن۔ مطلب کچھ ہی نکلتا ہے۔ یہ راز خیر وار مستحق ہے۔“
”اے بات ہے تو ہم عیسائی جانے کی کیا ضرورت تھی۔“
”اے! کیا جان گیا۔“

”یہ کیا۔ تمہارا تجھ سے تو لڑنے کا ارادہ نہیں ہے۔“
”صحت نے جھٹکا کر کہا۔“

”ارادہ تو نہیں تھا۔ لیکن اگر تم چاہتے ہو تو میں تیار ہوں۔ آج ہی۔“ محمود نے کہا اور اچھل کر اس کے سامنے آگیا۔ وہ بھی آٹھا۔ دونوں ایک دوسرے پر چبھتے۔ لیکن ان کی پلٹ میں شرمی آگیا۔ دونوں کے سر اس کے سر سے ٹکرائے۔ شوکی پکرا کر گرا۔ یہ دیکھ کر محسن تھلا گیا۔ اس نے محمود پر جھلاٹ لگائی۔ لیکن محمود پلٹ کر ایک طرف چو گیا۔ محسن سیدھا فرزانہ سے جا ٹکرایا۔ فرزانہ کی ناک پر چوٹ لگی۔ اس نے ہٹا کر جو ہاتھ گمرایا۔ تو اس کا ہاتھ فرحت کے گال پر زور سے بیڑا۔

”ہائیں۔ فرزانہ۔ یہ میرا گالی تھا۔ یہ کہہ کر اس نے لات چلائی۔ لات دوسری طرف سے آتے ہوئے خانہ کی پینڈلی پر لگی۔ اسی وقت آفتاب نے اس پر جھلاٹ لگا دی۔ لیکن فرحت سے ٹکرا گیا۔“

”اور پھر تو ہڑا لوگ پٹ گئے۔ لیکن ان میں سے صرف دو تھے۔ جو اس طرفان بدتمیزی سے پٹ گئے تھے۔ اور وہ تھے۔ اشتاق اور اطلاق۔ کیوں کہ وہ ایک آپ گروا لے گئے۔ سلیس میں الگ جا بیٹھے تھے۔ ایسے جس انکیز جھپ کی قوار اُجری۔“

Malik ji

41

”کم از کم ہم نے تم لوگوں کو آپس میں لڑنے کے لیے نہیں بلوایا تھا؛ انپکڑ کامران مرزا بولے۔

”ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے۔“

”اسے؟ شوکی کے منہ سے نکلا۔ اور پھر اس کے ساتھ

سب اس طرف ہڑ گئے جس طرف شوکی کی نظریں بھی تھیں۔

تو بہت دور ایک سیاہ دھبہ نظر آ رہا تھا۔

گھوڑ سوار

”سیاہ دھبہ۔۔۔ بھلا یہ کیا چیز ہو سکتی ہے؟ محمود بڑا بڑا ہوا۔

”دھبہ؟ غاروق بول اٹھا۔

”بھئی واہ! بہت معقول جواب دیا۔ آصبت خوش ہو

کر۔ ہوا۔

”نزدیک آنے پر معلوم ہو جائے گا۔ فکر مند ہونے

کی ضرورت نہیں۔“

وہ اس دھبے کی طرف دیکھتے رہے، لہجہ لہجہ دھبہ

بڑا ہوتا چلا گیا۔ اور آخر انھوں نے جان لیا، وہ ایک

سیاہ رنگ کی کاد ہے۔

”کار پر کون آگیا۔ انپکڑ ہمیشہ بڑا بڑا ہے۔

”کیوں اٹکل۔ کیا یہاں کار پر کتا مجرم ہے؟ مکھن نے حیران

کر کہا۔

دیاست کھنگلات میں کادیں نہیں ہیں۔ یہاں گھوڑوں

Malik ji

ریاست کی معوری سے یہاں قیام پزیر ہیں۔

”ہوں! ہم ان خصلوں کی تلاشی میں گئے۔“

”کس مسئلے میں؟“ انپیکٹر کامران ہرزا بولے۔

”ہمارے کچھ لوگ غائب ہیں۔ ہمارا خیال ہے۔ ان

کو ریاست کنکلات نے مار ڈالا ہے۔“

”تلاشی لے لیں۔“ انپیکٹر جمشید بولے۔

سیاہ رنگ کی کار کے نزدیک آنے سے پہلے ہی وہ

امیروں ایک جگہ جھپکے تھے اور میک آپ کا سامان سمیٹ چکے

تھے۔ اجنبی اشفاق اور اشفاق کے چہروں پر وہ بھی کام شروع

ہیں کیا گیا تھا۔

بیگال کے فوجی خیموں کی تلاشی چلنے لگے۔ آخر بابوس

ہو کر پھر ان کے پاس آئے۔

”ہمارے آدمی یہاں نہیں ہیں۔ اب ہم چلتے ہیں۔“

”شکریہ۔ ان کے مزے نکلا۔“

لیکن ہم نے ان کے سامان کی تلاشی نہیں کی۔ ایک

فوجی نے کہا۔

”سامان کی تلاشی چلے کی کیا ضرورت ہے۔ ہمارے

داعی سامان میں تو نہیں ہو سکتے۔“ دوسرے نے سر ہلایا

”سامان دیکھ چلے میں حرج بھی کیا ہے۔ اس نے جتنے

سے کام چلایا جا آ رہا ہے۔ ہمارے حکومت کے پاس چند بڑی بڑی

گلاشیاں ہیں۔ انھوں نے کہا۔

”تب پھر یہ کار کہاں سے آگئی؟“

”یہ بات میں سوچ رہا ہوں۔“

”میں میں کار اور نزدیک آگئی۔“ دوسرا لمحہ چوکا دینے

والا تھا۔ کار میں سے بیگال کے پانچ فوجی اترے۔ ان کے

ہاتھوں میں راتھیں تھیں،

”ماتھ اوپر اٹھا دو تم لوگ۔ ان میں سے ایک نے انگریزی

میں کہا۔

”لیکن کیوں۔ کیا بات ہے۔“ انپیکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

”تم یہ پوچھنے والے کون ہو۔ اس ریاست کا حکمران

ہی یہ نہیں پوچھ سکتا۔ اس نے بتا کر کہا۔

”لیکن ہم ضرور پوچھ سکتے ہیں۔“

”کیا مطلب؟“ وہ چونکے۔

”ہم پوچھ سکتے ہیں۔ آپ کون ہیں؟“

”اب ہمیں پہلے یہ جانتا ہو گا کہ تم لوگ کون ہو۔“

”سیاح آ انپیکٹر کامران ہرزا بولے۔“

”گویا تم لوگ ریاست کے باشندے نہیں ہو۔“

”نہیں۔ مباحث کرتے ہوئے یہاں تک آئے ہیں۔ اور

Malik ji

لیجے میں کہا۔ شاید تو ہی ان کا اچھا درج تھا۔

"اچھا۔ چلو بیٹی۔ ان کے سامان کی تلاشی بھی ہو۔"

وہ چاروں تلاشی لینے گئے، پانچواں رائفل تانے ان کے سامنے کھڑا رہا۔ اور چھریک آپ کے سامان پر ان کی نظریں جم گئیں۔

"یہ کیا ہے؟"

"ہم لوگ بھروسہ بھرنے کے ماہر ہیں۔"

"کس سلسلے میں۔ میرا مطلب ہے۔ تم لوگوں کو بھروسہ بھرنے کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟"

"سیاحت میں نا۔ جہاں جاتے ہیں۔ وہیں کی سی وضع قطع اختیار کر لیتے ہیں تاکہ لوگ انہی ہی کو نہ ملیں۔"

"خوب۔ ترکیب اچھی ہے۔ لیکن آپ کو ہمارے کمانڈر کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا؟"

"کیوں اسکا بات ہے؟"

"اسی سامان نے ہمیں ٹھک میں ڈال دیا ہے۔"

"آپ اپنے کمانڈر کو یہیں بلا لائیں۔"

"تو یہاں نہیں آ سکتے۔ انہیں کیا ضرورت ہے یہاں آنے کی۔ ہم چاہتے تو اس ہمدردی ریاست کو ان کے سامنے پیش کر دیں۔"

"تو پھر کر دیں ہمیں بھی پیش۔ محمود نے من بنایا۔"

"ہمارے آگے آگے چلو۔ کار تم لوگوں کے پیچھے چلے آئے گی۔"

"تو ہم پیدل جائیں گے؟"

"اب تم لوگوں کے لیے اس وقت گاڑیوں کا انتظام کس طرح کریں۔"

"بہت سہر۔ آؤ جیٹی چلیں۔ انیسٹر جیٹو دلوں۔"

"یہ۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ محمود کے بیٹے میں حیرت۔"

"ٹھک۔ کیوں۔ کیا میں نے کچھ غلط بات کر دی۔ انیسٹر جیٹو نے گھبرا کر کہا۔"

"آخر ہم کیوں جاتیں۔"

"اور ہم جا بھی نہیں رہے۔ میں نے تو ان سے کہا ہے کہ جا سکتے ہیں تو سہ جائیں۔"

"کیا مشکل ہے۔ چلا بولا۔"

"تجربہ کر لیں۔"

"مگر تم لوگ ہمارے آگے آگے چلے تو ہم گویوں چلیں گے کر دیں گے۔ اس نے غرا کر کہا۔"

"کر دو چلیں۔"

Malik ji

۴۲

ہاتھ میں نظر آئی۔ ادھر آصفت رانفل سے چمٹ کر رہ گیا تھا۔
اور ارجی کرشمی کے باوجود رانفل چلانے کی پوزیشن میں نہیں
آ رہا تھا۔

”بس۔ اب تم لوگ ہاتھ اوپر اٹھا دو۔ انپکٹر کامران مرزا
نے سہہ گواہ میں کہا۔

ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ آصفت رانفل چپیں کر
ان کی طرف آ گیا۔ محمود نے آگے بڑھ کر زخمی فوجی کے
پیٹ سے اپنا چاقو نکال لیا اور اس کے کپڑوں سے چاقو
میان کر کے جوتے کی ایڑی میں رکھ دیا۔

”اب ان کا کیا کریں؟ خادوق بولا۔

”دوسری گنیا میں پھنسا دینا چاہیے۔ آصفت نے کہا۔

”نہیں۔ ڈاکا پ گئے۔

”کیوں نہیں۔ کیا تھوڑی دیر پہلے تم ہم لوگوں کو جان سے
مار ڈالنے پر نہیں تیار تھے؟

”وہ تو ہم مذاق کو رہے تھے؟

”تو پھر اب ہمارا مذاق ہی کیوں انپکٹر جیٹ نے کہا؟

رانفل کو لڑکر دبانے پلے گیا۔

ڈاکا پ نہیں ہو گئے۔

”اب ہم انہیں زخمی رکھ ہی نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے

”تم لوگ پاگل تو نہیں ہو؟

”چنگل تو خیر نہیں۔ آپ ہمیں سر پھر سے ضرور کاٹ سکتے
ہیں۔ خادوق مسکرایا۔

”دیکھو۔ میرے ہاتھ میں کیا ہے۔ ایسے میں ضرور
اعلان کرنے والے اعزاز میں کہا۔

ان کے رخ اس کے ہاتھ کی طرف ہو گئے۔ اسی
وقت اس کا ہاتھ حرکت میں آ گیا۔ چاقو ایک فوجی کے
پٹ میں جا لگا۔ اس کے منہ سے ایک ہولناک چیخ نکل۔ وہ
آگے کی طرف جھکا اور دھب سے گر گیا۔

”اسے اسے۔ یہ تمہیں کیا ہوا۔ چاروں اس کی طرف
نڑے۔

”ایک بہتر ہی موقع تھا۔ انپکٹر جیٹ، انپکٹر کامران مرزا
نے تین ہر ایک ساتھ چھل گئیں لگا دیں۔ وہ ان کی کمریوں
سے ٹکراتے۔ البتہ ایک رہ گیا۔ وہ جتا کر پل اور رانفل
سے غاو کرنے کے لیے پرتھول رہا تھا کہ آصفت اس سے
باٹھ گیا۔

ادھر انپکٹر جیٹ اور انپکٹر کامران مرزا رانفلوں جھپی پکے
تھے۔ تین دھماکے رانفل جھپنے کی کوشش میں فوجی کو بڑی
فصدح دگیا رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے رانفل ان کے

Malik ji

۴۴

بچے میں ہوئے۔

”میں سر“

”تم لوگ کسی سمت میں ہو۔ جلد واپس پہنچو اور رپورٹ کرو۔“

”اوکے سر۔ ہم آ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا۔“

”جلدی کرو۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

اور وارنریس سیٹ بند کر دیا گیا۔

”ہیں جلد از جلد اس کار سے ہینچا چڑا کر اپنے نیچے یہاں سے کچھ ٹائم پر نصب کرنا ہوں گے۔ ورنہ اس جگہ کی کھدائی ضرور کھدائی جا سکتی ہے۔“

”ہوں! بات تو ٹھیک ہے۔“

کار کو درختوں کے ایک جھڑ میں چھپا دیا گیا۔ اور

پھر نیچے اکھاڑ پیسے گئے۔ اب وہ اس جگہ سے کافی فاصلے پر آ گئے، جہاں لاشیں دفن کی گئی تھیں۔ وارنریس سیٹ کو بھی انہوں نے لڑیں۔ کتنی گہرائی کر دیا تھا۔ اب انہوں نے پھر میک اپ شروع کر دیا۔ بار بار ان میک اپ کی نظریاں سرحد کی سمت تلیں اٹھتی رہیں۔ دھڑکا ہوا گھاس کا ڈھانچا کپ بیگال کے فوجی ادھر آ جائیں، لیکن کوئی ڈالیا۔

آخر میک اپ کا کام مکمل ہو گیا۔ اب چوہہ کے چہرہ بیگال

کہا۔

”لیکن جلد ہی ان کی تلاش شروع ہو جائے گی۔ پہلے ہی وہ اپنے چوہہ ساتھیوں کی تلاش میں ہیں۔“

”ہم گہرائی کیا سکتے تھے۔ آؤ انہیں دفن کر دیں۔“

ان کی جیبوں سے ضرورت کا چیزیں نکال لی گئیں۔ لمبوں کی بیٹیاں بھی اتار لی گئیں اور پھر ایک گھاس کھد کر انہیں اس گڑبے میں دفن کر دیا گیا۔

”اس کار کا کیا کریں؟“

”ہم نے ان کو گڑبے میں دفن کر کے غلطی کی۔ اس کار میں ڈال کر آگ لگا دینی چاہیے تھی۔ اس طرح یہ نتیجہ نکلا جاتا کہ کار میں آگ لگ گئی۔ اور یہ اس میں جل گئے۔“

فرماندہ بدلی۔

”اس صورت میں بھی واردات کا سراغ لگا لیا جاتا۔ آؤ ہم اس کار کو کہیں چھپا دیں۔ شاید چوہے کام آجائے۔“

پہلے کار کو ایکسپلوزیو جھڑ کاڑ میں بیٹھ گئے۔ عین اسی وقت کار میں دسکے وارنریس سیٹ پر اٹھادہ موصول ہوا۔

”یہ چونکہ آٹھے۔ اس وقت تک غور اور آہستہ بھی کار میں بیٹھ چکے تھے۔ آہستہ نے ہوشوں پر آگئی۔ دیکھ کر سب کو غامض ہونے کا اشارہ کیا۔ ادھر ایکسپلوزیو جھڑ ایک فرقہ کے

Malik ji

”ہاں! اس کا امکان ہے۔“

”اے۔۔۔ لیکن۔۔۔ میرے ذہن میں ایک اور بات آ رہی ہے۔“

فرحت نے بریشتان آواز منہ سے نکالا۔

”اور وہ کیا؟ کئی گواہیں نہیں۔“

”یہ کہ کہیں بیگمال کے فوجی ان چورہ آدمیوں تک نہ پہنچ گئے ہوں۔“

”ارے؟ ان کے منہ سے ایک ساخہ نکلا۔“

ان کے دماغ اڑ گئے۔ ایسا ہونے کا مطلب یہ تھا کہ ان

کی ساری محنت برباد ہو گئی۔

”میں نے اس سلسلے میں انھیں چار بات دی تھیں کہ انھیں

بکسی ایسی جگہ رکھا جائے، جہاں کسی کا خیال تک نہ جائے۔“

انہیں ہمیشہ بڑا رہا۔

”لیکن وہ زبردستی کر کے اگلا تو کہتے ہیں۔“

”ہاں! اور اصل ہم نے یہ نہیں سوچا تھا کہ بیگمال اس

قدر دیدہ دلیری پر آخر آئے گا۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ

اسے اب بھی جردان کی دہلی انداز کا کوئی قوت میں

ہو سکتا ہے۔ جردان کو بیگمال کافی حد تک گور

کر چکا ہو۔ اور اپنے بہادر افراد کا خاطر خطرہ حوالے

پر آمادہ ہو گیا ہو۔“

باشندوں کی شکل صورت اور لباس میں تھے۔ لباس انھیں پہنے

ہی میاں کو دیے گئے تھے۔

”اب ہم یہ مقام پر کر بات چیت کریں گے۔ انہیں

میلے ہوئے۔“

”گیا ہی گرام۔ یہ ہے کہ ہم بیگمال میں بیگمالی باشندوں

کے دوپہ میں رہیں گے اور اس بہت بڑی کامیابی کا راز

معلوم کرنے کی کوشش کریں گے۔“

”اٹا! یہی پروگرام ہے۔ ہمیں دشمن ملک میں اس طرح

دھنسا ہے کہ کسی کو کاتوں کاں خبر نہ ہو۔“

”شاید ہم ایک بہت مشکل اور خطرات سے پرکام میں

باتھ ڈال رہے ہیں۔ پروفیسر دائو بڑا رہا۔“

”ڈال رہے نہیں پروفیسر صاحب۔ ڈال چکے ہیں۔“

”جان مسکراتے۔“

”اور جب ڈال چکے ہیں تو پھر مرنے کا کیا ڈرتے۔“

”جوت ہے۔ اب تک دیانت کی طرف سے کوئی قیام کیا

جب کہ بہت دیر پہلے انھیں آباد کیا جائے تھا۔ اس کے بعد

رہنا بڑا رہا۔“

”بیگمال کے فوجی بھی اس کا سبب بن سکتے ہیں۔“

”فرزاد

نے کہا۔“

Malik ji

”کچھ بھی نہ - ہمارے لیے - اچھا نہیں ہے - ہماری مہم شروع میں ہی کشائی میں پڑتی نظر آ رہی ہے۔“
میں انہی وقت گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز ان کے کانوں میں آئی۔

”جیسے - وہ آگئے - جن کا انتظار تھا - فرزاں ملکوتی۔“

”اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ خبر کیا لاتے ہیں۔“

ہلہ ہی انہیں گھوڑوں سے نظر آتے گئے - اور پھر وہ ٹاپوں کی آوازوں سے آئے آئے - لیکن بات چیت ہونے سے پہلے ہی انہوں نے جان لیا کہ معاملہ گڑبڑ ہے :

”کیا انہوں نے اپنے پورے افراد تلاش کر لیے ؟“

”ہاں جناب - وہ ہمارے شیخ کو بھی پکڑ کر لے گئے۔“

”اور - یہ بہت برا ہوا۔“

”اب ریاست کے لوگ آپ لوگوں کی طرف آ رہے ہیں - وہ آپ کے خلاف ہو گئے ہیں - ان کا کہنا ہے کہ یہ ساری مصیبت آپ لوگوں کی وجہ سے آئی ہے۔“

”اس میں تو خیر کوئی شک نہیں کہ یہ مصیبت ہم لوگوں کی وجہ سے آئی ہے، لیکن آپ لوگ یہ بھی تو سمجھیں کہ کچھ عرصہ گزرنے پر اس سے بڑی مصیبت آپ لوگوں پر نازل ہوئی - بیگمال کے ارادے کب سے چھپے ہیں۔“

”سوال یہ ہے کہ ہم اب کیا کریں ؟“

”بزدان سے بات چیت کرنا ہوگی - دیکھیں وہ کیا کہتا ہے - لیکن اب ہمارے لیے یہاں کوئی ٹھیک نہیں - بیگمال کے پانچ فوجی ادھر بھی نکل آئے تھے۔“

”کیا ! ان کے مزے سے چپختے کے انداز میں نکلا۔“

”ہاں ! یہی بات ہے۔“

”اور آپ نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا ؟“

”بار ڈال - اور کیا کر سکتے تھے۔“

”تب ہماری خیر نہیں - ابھی شاید انہیں ان پانچ کی گم شدگی کے بارے میں معلوم نہیں - انہوں ہی معلوم ہو گا - وہ پھر آئیں گے اور پوری ریاست ان کی نذر ہو گی۔“

”اب جب کہ وہ آپ کے حکمران کو پکڑ کر لے گئے۔“

”ہاں - آپ کو بھی پتا ہے، ادھر ادھر منتشر ہو جائیں - انہیں پکڑ لیں۔“

”آپ تو ہمیں گھر سے بل گھر ہونے کا مشورہ دے رہے ہیں۔“

”ہاں ؟ اور کیا ہی کیا جا سکتا ہے - آپ بزدان میں پناہ لے لیں - یہاں کوئی -“

”تھکے۔“

”اور - اور آپ۔“

”ہماری کچھ ڈاکٹر - اب یہ انہی ہوتی ریاست ہمارا اڈا ہو گا۔“

”ہم بیگمال کے خلاف کارروائی شروع کر رہے ہیں - اب

Malik ji

۹۰

پہاڑیوں پر

ان کے ہاتھوں میں دانٹلیں، نیزے، بھالے، تبر
اور کمانیں۔ یہ سبھی کچھ تھا۔ چھروں پر برکت تھا۔ رنگ متنا
رہتے تھے۔ آخر جمع اگر ان کے سامنے ترک گیا۔ گھوڑے واروں
کو دیکھ کر وہ اور بھی زیادہ غور پچانے لگے۔
"انہیں گرفتار کیا جاتے۔ اور ہم اپنے ہاتھوں سے
انہیں ختم کر دیں گے۔" چھتے میں سے کوئی بولا۔
"ہم گرفتار ہونے کے لیے تیار ہیں، لیکن آپ لوگ
میں کچھ کرنے کی ہمت نہیں دیں گے کیا؟" انہیں کچھ
گراں میں ہوئے۔

ہم ایک نئے انداز سے کوشش کریں گے۔
"لیکن آپ کا پروگرام تو بیگال میں داخل ہونے کا تھا۔"
"تھا نہیں۔ بلکہ ہے۔ ہم ضرور داخل ہوں گے۔"
"اچھا۔ ہم اپنے ساتھیوں کو بھی کر نروان کی طرف لے
جانے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن وہ آپ لوگوں کے خلاف
غم و غصے میں بہرے ہوئے ہیں۔"

"اگر یہ بات ہے تو انہیں پہلے ہماری طرف ہی آنے دیں۔"
"کیا کر رہے ہیں آپ، وہ آپ کی رکھا روٹی کر دیں گے۔"
"اگر ہماری رکھا روٹی کر کے وہ سکون اور نجات حاصل کر
سکتے ہیں تو یہ سودا ہنگام نہیں ہو گا۔"
اسی وقت انہوں نے سیکڑوں آدمیوں کا بے ہنگم شور
سنا۔ شور لہو بہ لہو تیز ہو رہا تھا اور پھر دوڑتے ہوئے
لوگ انہیں دکھائی دینے لگے۔
"وہ آگئے۔ گھوڑے واروں کے مزے نکلا۔"

ضرور۔ کہو۔ کیا کیا پانچواں؟
"آپ کا خیال میں یہ کیا؟" کسی نے پوچھا۔
"ان۔ انہیں وہ چاہئے۔"
"کیا آپ کا خیال ہے۔" ایک اور کسی نے پوچھا۔
"لوگوں کو لے۔"

Malik ji

خاٹے گا۔ میرا مشورہ مانیں۔ آپ لوگ بھی بردوان میں پناہ
لے لیں اور وہاں کی حکومت کا ساتھ دیں۔ اس طرح آپ
ایک طاقت ہو کر احمد دینی سازشوں کو ختم کر سکتے ہیں۔
اس ریاست کا کیا ہے۔ یہ آپ بعد میں بھی حاصل کر سکیں گے۔
یہاں تک کہ اگر ان کیلچر جمیڈ خاموش ہو گئے۔

انہوں نے دیکھا۔ ریاست کے لوگوں کے سر جھکے جا
رہے تھے۔ آفران میں سے ایک بوڑھے نے کہا،
”یہ ٹھیک نہ رہے ہیں۔ یہ ہمارے دشمن نہیں ہیں،
ہم ان کے خود سے بد عمل کریں گے۔“
”ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔“

”اگر آپ نے یہ فیصلہ کر لیا ہے تو پھر فوری طور پر ریاست
کو خالی کر دیں۔ اور بردوان کی طرف ہٹل جائیں۔ کیس دہ
آپ پر حملہ کرنے کا پروگرام دیتا ہوں۔“
”ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔“

اور پھر مجمع جاگ کھڑا ہوا۔ ایسے میں ایک کھڑکھڑاہٹ
نے کہا:

”اور ہم کیا کریں؟“

”آپ لوگ بھی ان کا ساتھ دیں؟“

”ابھی بات ہے؟ وہ بولے اور مجھے کھانچ کر لیا۔“

نکتہ۔ کیوں کہ جبہ بھی اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔
بردوان نے فوراً آپ کی حمایت میں بیان دے ڈالا۔ اور
بیگمال خاموش ہو گیا۔ لیکن کیا آپ نہیں جانتے کہ اب بردوان
کی کیا حالت ہے۔ بیگمال کے جاسوسوں نے وہاں نفرت کے
بیج بو دیے ہیں۔ یہ بیج اب پھل لے آئے ہیں۔ اب
وہاں خانہ جنگی شروع ہو چکی ہے۔ مسلمان آپس میں ہی لڑ
رہے ہیں۔ اگر بردوان کے لوگوں نے مسئلہ کے ناخن دیئے
تو وہ دن دور نہیں جب بردوان کی حکومت عدو سے کمزور
ہو جائے گی۔ بلکہ ہو چکی ہے۔ ان حالات میں بیگمال
آپ کی طرف بڑھتے ہی والا تھا۔ اور اب بردوان حمایت میں
کوئی بیان تک دیتے کے قابل نہیں رہ گیا۔ لہذا کیا بیگمال
آپ کی طرف کبھی توجہ نہیں دے گا۔ یہی خیال ہے آپ
کا۔ میں کہتا ہوں۔ بالکل غلط خیال ہے۔ کوئی دن میں تو
آپ کو ہڑپ کرنے والا تھا۔ اتفاق سے ہم آگئے اور ہم
بسا رہے۔ اس وقت بھی تو صرف آپ کے حکمران کو
لے گئے ہیں۔ سوچا ہے کیوں۔ باقی لوگوں کو انہوں نے
کیوں کچھ نہیں کہا۔ وہ دیکھنا چاہتا ہے، بردوان جی کوئی
پنگاوی باقی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو پتہ تو اس پنکھ دی
کی طرف توجہ دے گا اور پھر آپ لوگوں کی طرف قدم

Malik ji

بتایا۔

”تم کیوں جلتے جا رہے ہو؟ فادوق نے اسے گھورا۔

”جھلاؤ تو کیا کروں۔ یہ وقت تو رونے کا بھی ہے۔

ریاست کے لوگ بے جا دے گھر سے بے گھر ہو رہے ہیں۔

”ہاں یہ تو ہے۔ لیکن رو کر بھی کیا کر لیں گے۔

رونے سے کہیں تقدیریں بدلتی ہیں۔ تقدیریں تو بدلتی ہیں مگر قسمت

باندھنے سے۔“ فادوق نے جلدی جلدی کہا۔

”فادوق کی بات پسند آئی۔ ان لوگوں کو اب ہمت

کرنا ہو گی۔ درد بیگال بردان کو ہڑپ کرنے میں کامیاب

ہونے ہی والا ہے۔

”کہیں اس کی زبردست قسم کی کامیابی یہی تو نہیں

ہے؟“ فرزاہ بول اٹھی۔

”نہیں! اس قسم کی سادش کے جال تو اس نے دبا

تھے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بیلوا رکھے ہیں۔“ وہ کامیابی

کوئی بہت خوف ناک قسم کی کامیابی ہے۔ خیر۔ تم نگر

ڈا کرو۔ ہم اس کامیابی کا دانا ضرور معلوم کریں گے اور اسے

ہاتھی میں بدل کر دے دیں گے۔ درد بیگال تو ساری دنیا کے لیے

بچاؤ بن جاتے گا۔

”اس وقت بھی؟“ توپا کے ایک بڑے بھٹے کے لیے ہوا۔

ان کے غظروں سے اچھل ہونے کے بعد انیکٹر جیتنے لگا۔

”ہمیں اب حکمران کے صل کی طرف چل پڑنا چاہیے۔

اب اس ٹیک آپ میں تو ہم جا نہیں سکیں گے۔ کوئی اور

تو کیب کرنا ہو گی۔

”اور سبھی مون بیگال کے ذمے دار لوگوں تک پہنچ چکا

ہو گا۔ تجوی ہی ان کی آپس میں بات چیت ہوئی۔ وہ

میدان عمل میں کود پڑے گا۔“ خان رحمان بولے۔

”نکھر کی کوئی بات نہیں۔ ہماری ذمہ گیوں میں لا دے ہی

کیا۔“ انیکٹر مشید بولے۔

آخر انھوں نے نئے سرے سے تیاری کی، ضروری

جزیرے آٹھائیں اور آبادی کی طرف چل پڑے۔ داکشی علاقے

میں داخل ہوئے تو بے شمار لوگ جاچکے تھے اور کچھ جا رہے

تھے۔ ان لوگوں نے بھی ضروری جزیرے آٹھائیں تھیں۔

اور پھر چوری بستی خالی ہو گئی۔ ان کے سوا کوئی دکان، رہا

”اچھی بستی ہیں ہم انہیں؟“ فرزاہ اور اس اتنازی میں بولی۔

”کبھی ادبلی کمانی کا عام ہو سکتا ہے۔ ناول کا نہیں؟“

فادوق نے منہ بتایا۔

”ہر گنا ہو گا۔ ایسے نام اپنے پاس رکھو؟“ قاتب نے

Malik ji

میں کے قریب گاڑاؤں رک گئیں۔ ہم پہلے پر ایک آواز اُبھری:
 "ریاست کنگلات کے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے
 پانچ ساتھی گم ہیں۔ ہم صرف پندرہ منٹ کی مسافت دیتے
 ہیں۔ پندرہ منٹ میں ہمارے پانچ ساتھی ہماری گاڑیوں
 کے سامنے پہنچ جائیں، ورنہ ہم اس راستے کی اینٹ سے
 اینٹ بجا دیں گے۔ سب کچھ تباہ کر دیں گے۔"

۷ اعلان تین بار دہرایا گیا، پھر خاموشی چھا گئی تین
 منٹ تک انتظار کرنے کے بعد ایک فوجی کی آواز اُبھری:
 "ریاست کنگلات کے لوگ۔ تم نے جواب نہیں دیا۔
 یاد رکھو۔ اب صرف بارہ منٹ رہ گئے ہیں۔ اینٹ سے
 اینٹ بچنے میں۔"

۸ بارہ منٹ اور گزر گئے۔ کوئی آواز سنائی نہ دی۔ ہر
 کوئی انتظار کر رہا تھا۔ آخر گرج دار آواز میں کہا گیا:
 "تمس تمس کر دو۔ اب وہ سب کو۔ گھروں کو آئی گا دو
 فیصلوں کو چلا دو۔"

۹ اور پھر چاروں طرف سے گولیاں برسے گی۔ دستی
 ہوں کے دھماکے ٹوٹنے لگے، لیکن وہ اب بھی دایم پہنچا
 سالی سیر دی۔

۱۰ "بائیں۔ ان میں سے کوئی بھیچ پتہ نہیں دے گا۔ اقلہ

بنا ہوا ہے۔"

۱۱ "اے اب ہمیں ان سے مقابلے کی تیاری کرنی ہے۔
 اور یہ ہم میں خان رحمان کو سونپنا ہوں۔"
 "شکرہ جمشید۔ مجھے امید بھی یہی تھی۔ خان رحمان نے
 مرنے بتایا۔"

۱۲ "لیکن انکل۔ آپ کو خوش ہونا چاہیے۔ مزیکوں بنا
 رہے ہیں۔"

۱۳ "ہم جس جنگ کی تیاری کریں گے۔ اس میں کامیابی
 کا امکان صرف ایک فی صد ہے۔ جب کہ ناکامی کے امکانات
 ننانوے فی صد ہیں۔ ان حالات میں ایک فوجی خوشی کا
 اظہار کس طرح کر سکتا ہے۔"

۱۴ "لیکن فوجی صرف اللہ پر بھروسہ رکھ کر ٹھکرا تو سکتے
 ہیں؟ فرحت بولی۔"

۱۵ "اں فرحت۔ تم نے یہ بات ٹھیک کہی۔ اور دیکھو۔ میں
 سکرا رہا ہوں! انہوں نے کہا ہار سکراٹے گئے۔"

۱۶ "آپ کو یہ عجیب مسکراہٹ ہمارے ہوا انکل؟ محمود بولا۔"

۱۷ اور پھر راستہ صبر پر آ گئی۔ ان کی تیاریاں جاری رہیں،
 وہ خان رحمان کی ہدایات پر عمل کرتے رہے۔ آخر راستہ
 کے ٹھیک گیا وہ پہلے۔ بہت سی گاڑیوں کی آواز گونجی۔

Malik ji

۶۱

سکون سے کیوں مر رہے ہیں، لوگ۔ ایک فوجی بولا۔

”قذا درو کے لیے خانزنگ روک دیں۔“

خانزنگ روک گئی۔ چند فوجی گاڑیوں سے نکل کر چند گھروں میں گھس گئے۔ پھر وہ باہر نکل آئے اور ان میں سے ایک نے چلا کر کہا:

”بستی میں کوئی معلوم نہیں ہوتا۔“

”کیا مطلب؟ وہ چونک کر بولے۔“

”گھر خالی پڑے ہیں۔“

”اوہ۔ کچھ اور گھروں کو دیکھو۔“ کہا گیا۔

پھر کچھ فوجی ادھر ادھر دوڑے۔ پانچ منٹ بعد بلند آواز میں کہا گیا:

”سب گھر خالی پڑے ہیں۔ بستی میں کوئی ایک فرد بھی موجود نہیں۔“

”اوہ۔ اوہ۔ اس کا مطلب ہے۔ ہمارے پانچ ساتھی

دارے گئے۔“ انھوں نے غصہ برداران کا رخ کیا ہو گا،

لیکن ابھی تو بردان میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے۔ ہم انھیں چالیں گے۔ گاڑیوں میں سوار جو باڈ ہمارے وہ

بلند آواز میں کہا گیا۔

وہ گاڑیوں میں سوار ہوئے گئے۔ لیکن ابھی گاڑیاں

حرکت میں نہیں آئی تھیں کہ چابووں طرف سے ان پر گولیاں برسے گئیں۔

”آؤ کے پٹھے۔ کہتے تھے۔ گھر خالی پڑے ہیں۔“ وہی آواز کافوں سے ٹھکرائی۔

وہ جلدی جلدی ہانڈلشن پہنے گئے۔ ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ اس دوران کئی گاڑیوں کے شمار پھٹ چکے تھے۔ اور ابھی اچانک جاری تھے۔

”آخر۔ خانزنگ کس سمت سے ہو، یہی ہے؟ گاڑی کے پچے دیکھا ایک فوجی پوری قوت سے چلاوا۔“

”ابھی تک اندازہ نہیں لگ سکا سر۔“

”آخر کب تک اندازہ لگے گا۔ جب وہ تمام گاڑیوں کو بے کار کر دیں گے اور ہمیں نشانہ بنانا شروع کر دیں گے۔“

”آپ نکر نہ کریں سر۔ ہم چند منٹ میں گولیوں کی آگ کا اندازہ لگے لیں گے۔“

جلدی کر۔ غرا کر کہا گیا۔

ادھر دوسری طرف سے گولیاں بدلتی رہیں۔ ابھی نہیں

سناں تک کہ سب گاڑیوں کے شمار پھٹ گئے۔ اور پھر خانزنگ اچانک بند ہو گئی۔

”یہ کیا۔ خانزنگ تو بند ہو گئی۔ کیا تم اندازہ لگا چکے

Malik ji

۱۰۰

ہو؟ ان کے کمانڈر نے پوچھا۔

"نہیں سر۔ فائرنگ چاروں طرف سے ہو رہی ہے۔
لیکن مکانوں سے نہیں بلکہ درختوں سے۔"

"اوہ۔ تو پھر تم کیا کر رہے ہو۔ ان درختوں کو
تھوڑے ڈالو۔"

"ابھی بھیجے سر۔"

اور پھر درختوں پر اندھا دھند فائرنگ شروع ہو
گئی۔ اس قدر گولیاں برسائی گئیں کہ کان پڑی آواز سنائی
دے لگی۔ اور جب گولیاں برساتے کا جھن کم ہوا تو
کمانڈر کی آواز ابھرئی:

"عجب بات ہے۔"

"کان میں بات عجب ہے سر؟"

"ابھی تک ہم نے ایک بھی انسانی ہینچ کی آواز
نہیں سنی۔"

"ہاں! یہ تو ہے۔ لیکن سر۔ انہیں پھینکے کا موقع
ہی کب ملا ہو گا۔ ان گنت گولیاں ہر جسم میں جا کر
لگی ہوں گی۔"

"امحق کہیں سکے۔ ان میں سے کوئی تو دھخت سے
بچے جڑتا۔ لیکن ہم نے کسی کے گرنے کی بھی آواز نہیں سنی۔"

"ختم۔ تو پھر۔ کیا کیا جاتے؟"

"وہ لوگ چاروں طرف موجود ہیں۔ یعنی انہوں نے ہمیں
گھیر لیا ہے۔ ہمیں اندھا دھند فائرنگ کرتے ہوئے بھاگ
ناک پنا ہے۔"

"اوکے سر۔"

اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ ساتھ میں فائرنگ بھی
کر رہے تھے۔ ان پر بھی جوابی فائرنگ کی گئی۔ گولیاں چونک
سب بے کار ہو چکی تھیں۔ اس لیے انہیں پیدل فرار ہونا
پڑا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے میدان صاف ہو گیا۔

"اب ہم سامنے آ سکتے ہیں؟ انہوں نے خان رحمان
کی آواز سنی۔"

سب اپنے اپنے مورچوں سے اٹھ کر ایک دوسرے کی
طرف بڑھنے لگے۔ ان سب نے درختوں کی اوٹ میں وہ
فائرنگ کی تھی۔ مرٹ الپکٹر ہمیشہ ایک درخت پر سے
فائرنگ کرتے رہے تھے۔ اور وہ اس درخت سے بہت
بڑے آتر پکے تھے جب انہیں ان کے درختوں پر ہونے
والا احساس ہوا تھا۔ فاک رحمان نے انہیں کہنے اس قریب
تھے کہ انہیں کہا تھا کہ چاروں طرف سے پکسان انداز سے
گولیاں برساتی جا سکیں۔

Malik ji

۶۲

”اور اب ہمیں دوسرے جیلے کی تیاری کرنا ہے“ انپکٹسٹر
کا مرن مرزا بولے۔

”آپ کا مطلب ہے۔ اب ہمیں حملہ کرنا ہے۔ آٹھ کے
لبے میں حیرت تھا۔

”وہ حملہ دوسرا کس طرح ہو سکتا ہے“ انپکٹسٹر جوش
فسکرائے۔

”اوہ۔ تو کیا یہ لوگ پھر حملہ کریں گے۔ اخلاق نے
گھبرا کر کہا۔

”ظاہر ہے۔ شکست کا بدلہ لینے کے لیے انہیں آنا ہی
پڑے گا۔“

”لیکن ہم اس طرح کب تک ان کا مقابلہ کرتے رہیں
گے۔ محمود نے اعتراض کیا۔

”اس مرتبہ ہم مقابلہ نہیں۔ کچھ اور کریں گے“ انپکٹسٹر
جوش نے رازدارانہ انداز میں کہا اور پھر وہ انہیں سے کہہ دیا

”کی طرف بڑھنے لگے۔
سرمہ کے نزدیک پہنچ کر وہ تاریکی میں ایک بڑے
دبک گئے۔

انہیں وہ گھنٹے تک انتظار کرنا پڑا اور پھر توجہ گاڑیں
آئی دکھائی دیں۔

”ہمیں ان میں سے صرف ایک گاڑی چاہیے۔ بلوہیں۔
انپکٹسٹر جوش بڑبڑائے۔

”اور ہمیں کیا۔ اس کے بعد کیا ہمیں کسی گاڑی کی
ضرورت نہیں پڑے گی؟ قادر حق بولا۔

”اس وقت کسی اور گاڑی کی ضرورت نہیں پڑے گی۔
بلوہیں ہم میں کسی چیز کی ضرورت پڑتی ہے اور کسی کی نہیں،

وقت بتاتے گا۔“ انپکٹسٹر جوش نے اسے چھوڑا
”جانتے ہیں اس وقت کو کیا ہو گیا ہے۔ وقت پر نہیں
آتا۔“ آفتاب بڑبڑایا۔

”مادوش! ہم اس وقت بیگانہ کی سرمہ پر ہیں اور
ہمیں اس طرح سرمہ چھو کرنا ہے کہ سرمہ پر نونوؤں ٹاپوں
کے فرشتوں کا بھی معلوم نہ ہو۔“

”اوستے۔ تو کیا کافروں کے کندھوں پر بھی فرشتے نونوؤں
بٹاتے ہیں؟

”ہوتے ہی ہوں گے۔ آخر کافروں کا بھی حساب کتاب
ہو گا۔“ شکی بڑبڑایا۔

”اور پھر گاڑیاں ان کے قریب سے گزرتے ہیں۔
میں صرف آخری گاڑی پر اکتا صاف کروں گا۔“ انپکٹسٹر
جوش بولے۔

Malik ji

۱۰۴

میرے پاس دو مال ہے انکل۔ آفتاب بکھلایا۔
 "نکل۔" خان دھان نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"او کے۔"

فوجی چلا گئیں لگا لگا کر اترنے لگے۔ اور پھر گاڑی خالی
 دو گئی۔ جب فوجی دھند چلے گئے۔ انپکڑ جھینڈ نے انھیں اشارہ
 کیا۔ وہ نزدیک آ گئے۔

"اس فوجی ڈرائیور کا کیا بنا؟"

"وہ گھری بند سو چکا ہے؟"

"جلدی جاگئے گا مکان تو نہیں؟"

"اب قیامت سے پہلے نہیں جاگے گا۔" لذوق سے

کہا۔

"اوہ۔ اچھا۔ تب تو ٹھیک ہے۔ چلیے۔ سب لوگ جلدی

سے سوار ہو جائیں۔"

انھوں نے گاڑی میں سوار ہونے میں بہت ایک منٹ

لگا۔ اس کے بعد گاڑی سرحد کی طرف نکل گئی۔ اور تیز رفتاری

آگے بڑھی۔

"سرحد پر موجود پادریوں سے کیا کہیں گے آپ؟"

"انہوں سے فریاد کرنے سے بچیں وہ کر رہا۔"

"یہی دیکھتے جاؤ۔"

اور پھر جوں ہی آخری گاڑی ان کے قریب سے گزری،
 انپکڑ جھینڈ نے ہاتھ میں پکڑی کوئی چیز پکڑ لی۔ وہ
 چیز ڈرائیور کے سر پر لگی گاڑی لہرائی۔ اور پھر ٹک گئی۔
 انپکڑ جھینڈ نے پک بھینکتے میں چلا لگا لگائی اور ڈرائیور کے
 سر پر پہنچ گئے۔ انھوں نے اسے گدی سے پکڑا اور اپنے
 ساتھیوں کی طرف اُجال دیا۔ خان دھان نے اسے چھاپ
 لیا۔ اس کے منہ سے آواز نکل نہ سکی۔ اور گاڑی میں
 سوار فریروں نے پیچھے سے آواز لگائی۔

"کیا بات ہے۔ ٹرک کیوں روک دیا؟"

"اس۔ اس میں کچھ خرابی ہو گئی ہے۔" انھوں نے پھنسی

پھنسی آواز میں کہا۔

"جلدی سٹارٹ کرنے کی کوشش کرو۔" پیچھے سے غرور

کہا گیا۔

"ٹرک۔ کر رہا ہوں؟"

وہ پانی کو بڑا دیر حرکت دیتے رہے، آخر بولے۔

"نہیں بہی۔ کوئی بھی لہرائی ہے؟"

"اچھا۔ تم اس کی پس خرابی دہ کرو۔ ہم یہاں سے

Malik ji

۱۰۶

بولی ۔

”پٹانوں کے تھوڑے سا تباہ اوپر سے کی جانے والی گولہ باری سے بھی حفاظت کا کام دے سکتے ہیں۔ فکر نہ کرو۔“ انھوں نے کہا۔

”فکر کرنے کے لیے تو ہم پیدا ہی نہیں ہوتے۔“ طاہر نے منہ بنایا۔

آخر وہ پہاڑوں کے قریب پہنچ گئے۔ رات چاندنی تھی۔ پہاڑیاں چاندنی میں غسل کرتی محسوس ہو رہی تھیں۔

”پہاڑیوں کی جہاز اگر ہم شہری آبادی میں گھل مل جاتے تو ہمارے لیے کوئی خطرہ نہیں تھا۔“ ہونیراؤ نے کہا۔

”آپ نہیں جانتے۔“ بگڑتا ہے، ہجر ہم کہیں بھی پناہ حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ پہاڑیوں میں چھپ کر چھپے ہم بگڑ حاصل کریں گے۔ میں نے اس کی ترکیب سوچ لی ہے۔“ انجیل کا مرزا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہائیں، بالکل۔“ ترکیبیں اگر آپ سوچتے گئے تو بے حد فراغت اور فزادہ کا کیا بنتے گا۔“ طاہر نے جبرست ذرا انداز میں کہا۔

”یہ درخواست اور پٹانوں پر چڑھنے لگیں گی۔“ آہستہ آہستہ تب پھر لادوٹ اور انقلاب کیا کریں گے؟

جلد ہی وہ سرحد کے قریب پہنچ گئے۔ گاڑی کو روک لیا گیا۔ پھر ایک سپاہی کنٹرول کی طرف آیا۔

”کیا بات ہے۔“ واپس کیوں آگئے؟

”ایک فوری ضرورت کے تحت۔“ ہم تو حکم کے بندے ہیں۔“ انھوں نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔“ اس نے کہا اور ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ گاڑی کو آگے بڑھانے لگے۔

”تھارک ہو جی۔“ ہم بیگمال کی زمین پر سفر کر رہے ہیں۔“ وہ بولے۔

”یا اللہ تیرا شکر ہے۔“ ایک مرحلہ تو طے ہوا۔

”اصل مرحلے تو اب شروع ہوں گے۔“ طاہر نے لادوٹ۔

”چلو ہو جائیں۔“ ہم کوئی ڈرتے ہیں مرحلوں سے۔

”میں بیگمال کے نقشے کا بہت قریب سے جائزہ بنا رہا ہوں۔“ لہذا میری تجویز یہ ہے کہ ہم جتنی پہاڑیوں کی

طرف نکل چلیں۔ یہ پہاڑیاں بالکل بغیر آباد ہیں۔ ان اطراف میں بدوی خوج بھی چند آدمیوں کو کھانسی نہیں کر سکتے۔“ انجیل کا مرزا نے کہا۔

”انھیں تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے۔“ یہی کہ پٹانوں کے ذریعے پہاڑیوں پر گولہ باری تو کر ہی سکتے ہیں۔“ فرحت

Malik ji

سنسنی خیز بات

ان سب کی نظریں اس سمت میں مٹ گئیں۔ وہاں واقعہ
کوئی کھڑا تھا، اس کا رخ انہیں کی طرف تھا،
”پھر اب کیا خیال ہے؟“ پروفیسر واقعہ بولے۔
”اب کوئی خیال ظاہر کرنے کا وقت نہیں رہا۔“ خان
دھماکا مٹا رہے تھے۔
”کیا مطلب؟“

”ہم بہت دیر سے چوٹے۔ پہاڑی حدود میں داخل ہونے
سے پہلے جان کر لینا چاہیے تھا۔“ خان دھماکا بولے۔
”آپ کتنا کیا چاہتے ہیں انکی؟“ محمود گہرا گیا۔
”یہ کہ میں مکمل طور پر گھیر لیا گیا ہے۔“ خان دھماکا کی جہاز۔
”مگر حمید بول اُٹھے۔

”نہیں؟ ان کے مزے کھلا۔

”ابھی معلوم ہو جائے گا۔“ خان دھماکا نے کہا۔

”ہم بیرو بننے کے پھر میں رہنے لگیں گے۔“ آفتاب نے
کہا۔

”مارے گئے ہم تو۔ ہمارے لیے تو کوئی کام نہیں بچا؟“
محمود نے گہرا کر کہا۔

”اور میں پہاڑیوں میں کسی کو کھڑے دیکھ رہے ہوں۔“
انہی کھڑے ہمیشہ کے سرو بھلے نے ان کی مٹی گم کر دی۔

Malik ji

"کون بدو جد نہیں کریں گے؟ کسی نمون کے لیے میں جا
کی حیرت تھی۔

"ہم جانتے ہیں۔ ہمیں چاروں طرف سے گھرا جا چکا ہے
اس گنت فوجی ان پٹاڑیوں میں پیچھے ہوتے ہیں۔ خان رحمان
وہ۔

"اوہ۔ حیرت ہے۔ آپ لوگوں نے یہ اندازہ کس طرح
لگا لیا؟

"ہمارے ساتھی۔ خان رحمان ایک ماہر فوجی ہیں۔
جب پھر ان کا اندازہ بالکل درست ہے، لیکن یہ تجویز
مال کے صدر کی تھی۔ ورد میں تو آپ لوگوں کے لیے
ہاں بالکل متنا آ رہا تھا۔ انھوں نے میری اس بات کو
دعا نہیں کیا۔

"تو آپ اکیلے ہی انھیں بے بس کر کے صدر کے سامنے
آئی کرتے؟ شوکی نے مزہ بنایا۔

"اں۔ آپ لوگ مجھ سے ابھی طرح واقف تو ہیں۔ اس
لے مجھے یہ حیرت شامل کر کے کہا۔

"شور و واقف تھا۔ پچھلا حتمی ہم نے آپ کو گرفتار
کے لئے لکھنؤ منکرایا۔

"یہ بھی شوکی ہے۔ لیکن اس میں پوری تیاریوں

"لیکن ہم پُر سکون انداز میں آگے بڑھتے رہیں گے۔
گھبراہٹ یا پریشانی نہیں خفا ہر ہونے دیں گے۔ انپکشد
کاہران مرزا نے مشورہ دیا۔
ہوں۔ شوکی ہے۔

اور وہ آگے بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ اس شخص
کے نزدیک پہنچ گئے۔ اب وہ ایک پٹان سے ٹیک لگا چکا
تھا۔ اس کے چہرے پر چاند کی روشنی میں پُر سکون مسکراہٹ
نظر آ رہی تھی۔ آخر اس کے لب ہلے۔

"میں نے کہا تھا نا۔ مجھ سے معاہدہ کر لیں۔ لیکن
آپ لوگوں نے میری بات نہیں مانی۔

"ہم اپنے اصول کی وجہ سے مجبور تھے مسز می ٹون۔
اور اب میں آپ لوگوں کو گرفتار کر کے پشمال کے صدر
کے سامنے پیش کرنے پر مجبور ہوں۔

"لیکن ہمیں حیرت ہے۔ آپ ہمارے راستے میں آنے کی
بجائے یہاں کیوں آ گئے۔

"نہیں اندازہ لگا چکا تھا کہ آخر کا۔ آپ لوگ یہاں پہنچیں
گئے۔

"تو پھر پہلے۔ ہم چلنے کے لیے تیار ہیں۔ انپکشد حید نے
کدھے اُچکا تے۔

Malik ji

۴۲

میں بھی اور عمارت کا دروازہ بند کر دیا گیا تھا۔ عمارت کی تحصیل پر مسلح فوجی پولیس کھڑے تھے۔ یہ فوجی بھی ان گنت تھے۔ اسی وقت میں میں تیز تیز چلتا ان ملک آیا۔

”کیا یہ کوئی قلعہ ہے مہرزی ہوں؟“

”ہاں! لیکن قیدیوں کا قلعہ نہ ہو سکا۔“

”کیا مطلب؟ انھوں نے چرک کر کہا۔“

”یہ قلعہ موت قیدیوں کے لیے بنایا گیا ہے۔ اس میں ہر ایک قسم کے قیدی رکھے جاتے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو اس کا بغیر حد اس قید خانے کی سر کر کے گزار سکتے ہیں اس میں موت ہوتا۔“

”آپ بھولی تو نہیں وہ مہرزی ہوں؟“ ہانکے جھینے سے

11

”جی ہاں! جیسے یاد ہے۔ آپ لوگوں کو صدر کے سامنے

لے کر آئے۔ لیکن یہ پیشی کس سورت کیلئے ہوئی۔“

”بلکہ میں کئی عام چھٹی کا اعلان کر دیا گیا ہے۔“

”میں نے سب سے بڑے میدان میں آپ لوگوں کو صدر کے

سامنے لے کر دیا ہے۔“

”کیا سب آپ کی مرضی سے ہو رہا ہے؟“ ہانکے جھینے سے

”ہاں۔ اگرچہ پہاڑیوں پر چادوں طشتہ فوج موجود ہے، لیکن اگر آپ شوق پورا کرنا پسند کریں تو میں اکیلا آپ کو بے بس کر کے دکھا دیتا ہوں۔“

”کیا فائدہ؟“ محمد نے منہ بنایا۔

”کیا مطلب۔ فائدہ کیوں نہیں؟“

”اگر ہم نے آپ کو شکست دے ڈالی۔ تو بھی فوجی

ہمیں پکڑ کر لے جائیں گے۔“

”ہاں! یہ تو ہے۔ میں اس وقت بیگال کے صدر کی

ہدایات ماننے پر مجبور ہوں، کیوں کہ معاہدہ کر چکا ہوں۔“

”تب پھر لڑائی بمزائی میں وقت ضائع ہوگا۔ ہم چلتے

کے لیے تیار ہیں۔“

”میں نے سبھی بھائی۔ اور پھر یوں لگا بیسے پہاڑیوں

نے ہزاروں فوجیوں کو اپنے اندر سے اٹھل دیا ہو۔ وہ

سب ان کی طرف بڑھے۔ اور پھر رائفوں کے گھیرت میں

یہ قلعہ بیچے اترنے لگا۔ ایک طرف بے شمار گھاڑیاں کھڑی

نظر آئیں۔ انھیں ایک بند گاڑی میں سوار کیا گیا۔ اس

کے آگے بیچھے، دائیں بائیں گاڑیوں کا ایک لشکر چلا۔

آدھ گھنٹے کے سفر کے بعد انھیں گاڑی سے اتار دیا گیا۔

انھوں نے دیکھا۔ گاڑی ایک قلعہ نما عمارت کے اندر

Malik ji

۱۱۳

مرزا نے چوچھا۔

”نہیں۔ یہ سب صدر کی مرضی سے جو رہا ہے۔ میں ایسی باتوں کا عادی نہیں۔“

”اور ہمیں گرفتار کرانے کا کتنا معاوضہ لیا آپ نے؟“

”پانچ کروڑ ڈالر۔ اس نے کہا۔“

”کمال ہے، اتنی دولت کا آپ کیا کرتے ہیں؟“

”جیش کے لیے اتنی دولت جی ناکافی ہے۔“

”اگر ہمارا ملک آپ سے کوئی کام لینا چاہے تو کیا

آپ ہمارے ملک کے لیے بھی کام کریں گے؟“

”نہیں۔ میں مسلم ممالک کے لیے کام نہیں کرتا۔ میں

اسلام کا دشمن ہوں۔ اس نے کہا۔“

”خیر۔ مطلب یہ ہوا کہ ہمیں راست کا ہتھ بچھہ قلعے

کی قید میں گزارنا ہو گا۔“

”بالکل! لیکن یہ وقت آپ قید خانے کی پیر کر کے

بھی گزار سکتے ہیں۔ صدر سے میں نے اس کی اجازت

لے لی تھی۔“

”شکریہ! ہم کچھ دیر آرام کرنا پسند کریں گے۔“

”جیشہ بولے۔“

”جیسے آپ کی مرضی۔“

”ویسے کیا آپ ہمیں ایک بات بتا سکتے ہیں۔ آئندہ بول

آٹھا۔“

”میں جانتا ہوں۔ آپ لوگ کیا بات جاننے کے لیے

پہلے پہنچیں۔ یہی تا کر وہ کامیابی کیا ہے۔ جو بیگلہ نے

حاصل کی ہے۔ یہی تمہوں نے شرح لکھے میں کہا۔“

”اوہ! تو آپ یہ بھی جانتے چکے ہیں۔“

”یہاں آکر ہی مجھے یہ بات معلوم ہوئی۔ جب میں نے

ان لوگوں کو بتایا کہ ریاست کنگلات اس وقت گن لوگوں

کے اشاروں پر کام کر رہی ہے اور ان لوگوں کے ارادے

پا ہیں تو انہوں نے فوراً مجھ سے معاہدہ کر لیا اور یہ

بات مجھے بتا دی۔“

”یعنی انہوں نے بتا دیا کہ وہ کامیابی کیا ہے۔“

”ہاں! انہوں نے فوراً اندازہ لگا لیا کہ آپ کیوں

اب طرف آئے ہیں۔ اور مجھے بتاتے ہیں انہوں نے خوف

اس لیے صورتیں نہیں کیا کہ وہ جانتے ہیں۔ مسئلوں کا بہت

خوف میں ہوں۔ اتنے بڑے قوتورہ بھی نہیں ہیں۔ تاہم

مصلحت سے میں میں نے بھی ان سے اپنی ایک شرط منوالی تھی

”کہ وہ آپ کو اس کامیابی کے بارے میں بتا

اور۔“

Malik ji

118

”مطلب ہے یہ راز تو انہوں نے بھر کسی شرط کے بنا دیا تھا۔ وہ اور بات ہے۔ خیر۔ اب آپ اپنے سوال کا جواب سن لیں۔ یہ کامیابی دراصل صرف بیگمال کی کامیابی نہیں ہے۔“

”کیا مطلب؟“ انہیں ہمیشہ چونک کر دے۔ باتوں نے بھی حیرت زدہ انداز میں کسی سوال کی طرف دیکھا۔

”اے کامیابی ایک دقت بیگمال، انتشار اور مٹاؤ اور تمام غیر مسلم ممالک نے حاصل کی ہے۔ اور تمام اسلامی ممالک کے خلاف ہے۔“

”اور؟“ وہ دھک سے رو گئے۔ ”انہیں کھل کی کھل دو گئیں۔“



”جتنے کے لیے وہ سکتے کے عالم میں کھڑے رہ گئے، پھر یہ فیصلہ داد دے جہائی ہوئی آواز میں کہا:

”اس کا مطلب ہے۔ تمام اسلامی ممالک کے خلاف تمام غیر مسلم ممالک متحد ہو چکے ہیں۔“

”اے۔ صرف متحد ہو چکے ہیں۔ بلکہ ایک انتہائی زبردست

”کیوں۔ مسخری سون۔ اس صورت میں کیا خطہ ہے؟“

”خطہ ہر یاد ہو۔ بس بتاؤں گا نہیں۔“

”پھر کوئی بات نہیں۔ ہم بیگمال کے صدر سے پوچھ لیں اور انہوں نے منہ بنا کر کہا۔“

”... میں سمجھ گیا۔“ اسی سوال پر کہا: ”کیا سمجھ گئے آپ۔“

”نہرا کے چیلے میں کوئی راز تو چھپا ہوا تھا۔“

”نہرا بہت چالاک ہے۔ بہت چالاک۔“

”یہ سنا چاہتی ہے کہ اگر آپ بیگمال کے صدر کو

Malik ji

”اور ان کے منہ سے نکلا۔“

”اب تو ماسے پیسنے کے شاید ہم سر دی جائیں بخلاؤ قی
لاڑایا۔“

”میری تمہارے دشمن۔“ آفتاب نے بڑی بوڑھوں کے اعزاز
میں کہا۔

”اس کامیابی کی اصل شکل یہی ہے کہ اگر وقت سے
جلد اس کا راز جان لیا گیا تو منصوبے چار عمل نہیں ہو
سکے گا۔“

”آپ نے تو ابھی کہا تھا کہ عمل شروع ہو چکا ہے۔“
”وہ عمل تو منصوبے کو مکمل کرنے کی حد تک ہے۔ منصوبہ
مکمل ہوا کہ پھر آخر انداز جس وقت ہو گا۔ اصل عمل اس وقت
شروع ہوا۔“

”تمام ممالک میں سے دراصل منصوبہ بنانے والا ملک
ہم ہے۔ میرا مطلب ہے۔ بیروں کو کہہ رہے ہیں کہ انکسپیر
ہم ہی انداز میں کیا۔“

”آپ نے بہت اہم سوال معمولی سے انداز میں کیا ہے
اور ہم سمجھ رہے ہیں۔ پھر میں اس سوال کا جواب آیت میں کوئی
جواب نہیں دیتا۔ اصل بیروں کے ہنگامہ ہے۔
بہت بہت شکریہ مٹھ رہی ہوں؟ انکسپیر ہمیشہ سنا ہے۔“

”افوا کر رہیں تو اس سے تو راز معلوم کر ہی سکیں گے۔ کیوں
فرزادہ۔ تم نے یہی بات سوچی تھی نا۔“

”پاپ۔ پت نہیں۔“ فرزادہ ہلکائی۔
”نہیں نہیں۔ مجھے یقین ہے۔ بالکل یہی بات سوچی
تھی۔ سی مون۔“

”چلیے۔ اگر سوچی جی تھی تو اس میں پیچھے ہٹنے والی
کیا بات ہے۔“ آفتاب کو تھکا گیا۔

”پیچھے ہٹنے والی بات ہے۔ فرزادہ دراصل اس راز
سے سوچ رہی ہے کہ آپ بیگانہ کے صدر کو افوا کر سکتے
ہیں۔ اگر کام نہ بنا تو دشمن کے صدر پر ہاتھ صاف کر
سکتے ہیں۔ یا پھر انشاورم کے۔ لیکن میں آپ کو یہ بات
بتا دیتا ہوں کہ وہ اس طرح آپ لوگ قطعاً کوئی
کامیابی حاصل نہیں کر سکیں گے۔ سی مون کے لیے میں
شہر آؤ تھا۔“

”وہ کیوں۔ کیا ان ملکوں کے صدر فولاد کے بنے ہوئے
ہیں۔ کوئی سختی ان سے کچھ نہیں اٹھوا سکتی۔“
”ان لوگوں نے اس قسم کے اختلافات کر لیے ہیں کہ اگر
کبھی انہیں افوا کر لیا جائے۔ اور راز معلوم کرنے کی کوشش
کی جائے تو ان کے جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔“

Malik ji

۱۰

کہا۔

”عمود۔ تم اپنے چاقو کی مدد سے اس کو ٹھری کی سلاخوں
کو خورد کٹنے کی کوشش کرنا۔ اگر کات کئے تو میں اپنے پانچ
کوڑہ ڈالر میں سے ایک کوڑہ ڈالر انھیں انعام دوں گا۔“

”اود۔ بہت بہت شکریہ جتا بہت۔ عمود نے خوش ہو کر کہا۔
اور پھر وہ لوگ مر گئے۔“

”ہم دقت ضائع نہیں کریں گے۔“ انپکڑ جیش نے دہنی
دلا دیں کہا۔

”کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں چاقو نکالوں۔ عمود
دلا۔“

”نہیں۔ سب لیٹ جائیں اود سو جائیں۔“ انپکڑ کامران مڑا
دلا۔“

”اکل ٹھیک۔ میں یہی کہنے والا تھا۔“ انپکڑ جیش مڑا
”ہم کچے نہیں۔ ابھی تو آپ کو دے تے کہ میں وقت
میں بائیں کرنا چاہیے۔“

”چاقو نکال کر ان سلاخوں پر بیٹ جانا۔ یا کسی اود
سے فرار ہونے کی کوشش کرنا۔ دقت ضائع کرنے کے بارے
میں۔ اود سو جانا نہایت عقل مند کی کام کام۔ کیوں کہ ہم
میں کام میں صرف دے رہے ہیں۔ اگر بات کا باقی حصہ بھی

”میں نہیں آپ کو بتا چکا ہوں۔ بیگانہ کے صدر کو
گرفتار کر کے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ بلکہ اس منصوبے کا
تعلق اب براہ راست کسی بھی ملک سے نہیں رہا۔ سب نے
اپنا اپنا تعلق ختم کر لیا ہے۔“

”آپ تو میں اچھے پلے جا رہے ہیں۔“
”ابھی کیا ہے۔ اچھے کے دن تو اب آگے آئیں گے۔“
”سی مون مسکرایا۔“

”اللہ مالک ہے۔ آفتاب بولا۔“

”برا خیال ہے۔ اب مجھ سے آپ لوگوں کی کافی ملوث
بات چیت ہو چکی ہے۔ لہذا اب آپ اپنی کوٹھری میں قرا
کریں۔ بیس ملاقات ہوگی۔ سی مون نے تنگ آتے ہوئے
اعدا دیں کہا۔“

”ایک منٹ! اگر سب نے اپنا اپنا تعلق ختم کر لیا ہے تو
پھر منصوبے پر عمل کہاں کیا جاسکے گا۔“

”یہ بتا دینا ہی اصل راز بتا دینے کے برابر ہے۔“
”اچھا تو پھر آپ تشریف لے جائیں۔“ انپکڑ کامران مڑا
منہ بنایا۔“

اور پھر انھیں ایک تنگ کوٹھری میں بند کر دیا گیا۔ تمام
سی مون بدستور وہاں موجود رہا تھا۔ ”مالا گئے“ کے بعد اس نے

Malik ji

۵۴

نے کہا۔
"ہاں! یہ تو قلعے کا قید خانہ ہے۔ گویا ہم قلعے کے قیدی
ہیں۔ ٹھیک تو بولا۔

"اور تم نے یہ نہیں کہا۔ یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا
ہے۔ آجملہ نے یاد دلایا۔

"اس لیے کہ یہ نام کچھ جانا پہچانا سا لگتا ہے۔ شاید
کوئی مصنف نے نام کسی ناول کا رکھ چکا ہے۔

"ہوگا۔ ہمیں کیا۔ ہم اس وقت تو مصنفوں پر بات
کر رہے ہیں اور ناولوں پر۔

"بلکہ ہم تو بات کر رہے ہیں کہ اس وقت کوئی
بات نہیں کرنی چاہیے۔ انپیکٹر جشیہ نے بے چارگی کے انداز
میں کہا۔

"یہ لوگ یوں ہرگز نہیں مانیں گے۔ انپیکٹر کامران مرزا
فرماتے۔

"تو پھر۔ کسی طرح مانیں گے۔ پرو فیئر داؤد سوچتے
تھے بغیر بول اٹھے۔

"جیسے۔ اب یہ چمپ ہوئے تو آپ بول رہے۔ غلام
دھماکے سے من بنایا۔

"چمپ ہوئے۔ نہیں تو۔ اب تو ان میں سے ایک
نہیں رہا۔

میں چمپ نہیں ہوا۔ کیوں جشیہ۔ پرو فیئر داؤد نے ہاں کی
طرف دیکھا۔

"جی۔ جی ہاں۔ آپ کا خیال ٹھیک ہے۔ نہ یہ ابھی
کچھ چمپ ہوئے ہیں اور نہ ہوں گے۔ ہاں دن بے چارہ ضرور
اکل آئے گا۔ انپیکٹر جشیہ بولے۔

"خیر جی۔ دن کو نکلتے سے ہم کس طرح روک سکتے ہیں۔
غلام دھماکے نے کہا۔

"اگر اقامت کے نزدیک ضرور دن طلوع ہونے سے
روک جائے گا۔ مگر چمپ کو تین دن تک رات ہی رہے گی اور
صبح صبح مغرب سے طلوع ہو گا۔ پرو فیئر داؤد بولے۔

"اب قیامت کی نشانیوں کا پیر پڑھ کر دیکھا ہے۔
غلام دھماکے نے کہا۔

"اب صحت بڑے بول رہے ہیں۔ چھوٹی پارٹی
کی تلاش ہو چکی ہے۔ انپیکٹر کامران مرزا چمپ
ہوئے تو صحت نام و نام ہے۔ ٹھیک تو بولا۔

"تو پھر۔ کی۔ پیر بول رہے۔ مگر نے جلد کر
لیا۔ غلام دھماکے نے کہا۔

"جی۔ جی۔ نہیں ہو سکتے۔ انپیکٹر جشیہ نے
کہا۔

"چمپ ہوئے۔ نہیں تو۔ اب تو ان میں سے ایک
نہیں رہا۔

Malik ji

۱۲۶

”مجید میرا دم گھٹ رہا ہے۔“

”مک۔ کیوں۔ کیا ہوا پردیسی صاحب؟“ انیکڑ مجید پہلے
کہہ بیٹھ گئے اور پردیسی دادو پر ہنسنے لگے۔

”پتا نہیں کیا بات ہے۔ اس خاموشی سے میرا دم گھٹ
ا رہا ہے۔ ان سے کہو۔“ بولتے رہیں۔ جب مک ان
کی بات بھیت جا دی رہی۔ مجھے دم گھٹنے کا ذرا احساس
ہو رہا۔ لیکن اب۔ ہم۔ میں کیا بتاؤں۔ کیا کہوں۔
میں نے کچھ کر دیا۔

”آپ کے لیے ہم سب اپنی جانیں۔ مک قربان کر سکتے
ہیں پردیسی صاحب۔ محمود۔ قادر۔ بولنا شروع کر دو۔
آداب۔ آمنت۔ چمکو۔ شرکی۔ باتوں کی پھڑپھڑیاں چلا دو۔“
انکڑ مجید بولے۔

”۔۔۔ آپ کیا کر رہے ہیں آیا جان۔“ قادر نے ہلکے
صوت سے کہا۔

ان کی باتوں سے میرا دم گھٹ رہا ہے۔ اپنی پردیسی صاحب
کی باتوں سے۔

”کی باتوں سے۔“ ان کا حکم پر تو ہم صحت سے
بہتر ہیں چمکو۔ اس کو شہری میں رہنا کہنے
لاہور است رہی کیا سہتہ۔ قادر نے جلدی جلدی کہا۔

”مک۔ کیا نہیں ہو سکتے آیا جان؟“ غرار نے حیران
ہو کر کہا۔

”خاموش۔ اور کیا۔“ قادر نے۔

”دیکھیے انکل۔ اگر یہ بات ہے تو ہم آپ کو اس
طرح خاموش ہو کر دکھائیں گے جیسے مزے میں گنگنیاں ڈال
لی ہیں۔“

”بلکہ اسی طرح جیسے چپ کا دودھ دکھایا ہو۔“

”اس طرح کیوں نہیں جیسے ہم سب کو سانپ سونگھ
گیا ہو۔“

”اگر کوئی محاورہ رہ گیا ہو تو وہ بھی کڑواؤ۔ کوئی
کسر نہ رہ جائے آج۔ ہم ایک دو گھڑی سون جائیں۔ انیکڑ
مجید نے ہنسنے ہوئے لہجے میں کہا۔

اور تو صبح تک دم سہم گئے۔ انہوں نے اپنے
ہونٹ مضبوطی سے بچھنے لیے۔ پھر وہ ٹھنڈے اور گندے فرنی
بارسٹ گئے۔ ساتھ ہی انہوں نے آنکھیں بند کر لیں۔
وہ چاروں جھد لے کر ایک دیکھتے رہے۔ پھر خود بھی
لیٹ گئے۔

چند لمحوں تک کو شہری میں صحت کا سناٹا طاری رہا۔
پھر پردیسی دادو کی آواز ابھری :

Malik ji

دار سے پاس بائیں کا شاگ ہی ختم ہو گیا تو :-

"نہیں - نہیں - ایسی بات نہ کہو - ہدفیر داؤد لڑ گئے۔"

"خیر انکل - آپ ٹکر نہ کریں - ہم اپنے صفو شاگ کو آواز

دے رہے ہیں - محمود جلدی سے بولا۔

اور ان کے چہرے پر اطمینان دوڑ گیا۔ چہرہ جانے

ان کے طوفان میں کب ان کی آنکھ لگ گئی۔ اور باقی

جگہ بھی سونے کے قابل ہوئے۔ ان کی آنکھیں تو کوٹھری

کا تال کھینے کی آواز سن کر کھلیں۔

"موت کے منڈ کی بھی ایک ہی کنی - ہم تو مرنے کے بعد

جی گفت گو جاری رکھیں گے۔ اگر ہدفیر انکل کا حکم ہو۔ آفتاب

نے کہا۔

"اب دعوے ہی کرتے رہیں گے یا کوئی بات بھی کریں

گئے۔ کھس نے منہ بنایا۔

"ہائیں - تو کیا تمہارے خیال میں ہم بول نہیں رہے۔

جادو ق نے اسے گھورا۔

"بس ٹھیک ہے - میرا دم گفتا بند ہو گیا ہے - باتیں کرتے

رہو - یہاں تک کہ مجھے نیند آ جائے۔ اس کے بعد ضرور تم

لوگ سو جانا - ہدفیر داؤد خوش ہو گئے۔

"ٹکر نہ کریں - ہم آج وہ باتیں کریں گے کہ کیا کسی

نے باتیں کی ہوں گی؟ گفت بولا۔

لیکن انکل - وہ آپ کے چاق و چوبند کا کیا ہو گا۔

شوکی مسکرایا۔

"مم - مجوری ہے جی - ہدفیر صاحب کو ذرا بھی پریشانی

لاحت ہو - یہ ہم کس طرح برداشت کر سکتے ہیں؟ ایکڑ جی

نے کندھے اچکاتے۔

"خیر - اب سوال یہ ہے کہ بات کیا کی جائے؟

"جب - بات - ائیں - یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے - جیسے

Malik ji

"اس وقت صدر صاحب کے ساتھ ناشتا کر رہے ہیں۔"
 "ابیں تو آپ لوگ ناشتا کریں گے ہی نہیں؟"
 "بالکل نہیں۔ خاص ہدایات ہیں کہ آپ لوگوں کو پانی
 نہ دیا جائے۔"
 "بہت بہت شکریہ۔ غارتوں نے خوش ہو کر کہا۔"
 "یہ خوش ہونے کی بات تو نہیں۔ آہستہ جمل گیا۔"
 "کیوں نہیں۔ ہم یہ سستیاں اپنے مدین اور ملک کے لیے
 حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یقیناً ہمارے مرتبے قیامت کے
 بدلہ کریں گے۔"

"آمین! ان کے مزے نکلو۔"

سور کے قریب مسیح آدمیوں کی نگرانی میں انھیں نکلے سے
 دیا گیا۔ راتوں کے ترخ دن کی طرف تھے۔ یحییٰ پر
 لوگ بھی بالکل چوکے تھے۔ سڑک کے دونوں طرف بھی
 کوئی گشت نہ تھا۔

لوگ دیکھ رہے تھے کہ کس قدر اختلافات ہیں!
 "اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں انھیں ملنے کی دیا۔ اس
 لیے کہ اسان ہے۔ اگر تو انھیں ملے، تو کس طرح
 ملنا تھا؟"

لوگ لالہ کو شرم کر رہے تھے۔ انھیں یہ دیکھ کر کہ ایک طرف لالہ

میں چلا

"آپ لوگوں کو ہمارے ساتھ چلنا ہے؟ ایک لکھنؤ نے کہا۔"
 "ہم تیار ہیں۔ لیکن پہلے ہمیں ضروریات زندگی سے
 فارغ ہونے کی ہمت تو دی جائے۔"
 "ابیں اس کی اجازت نہیں دی گئی۔ مکم یہ ہوا کہ
 آپ کو کوٹھری سے نکال کر سیدھا میدان میں پہنچا دیا جائے۔"
 "اس سے کہا۔"
 "کیا یہ انسانی جانوں کے ساتھ زیادتی نہیں ہے؟"
 "لیکن کامران مرزا بولے۔"

"ہم حکم کی تعمیل کرنے پر مجبور ہیں۔"
 "ان سے فریاد نہ کریں! کامران مرزا بہرہ فیر ادا کرنے
 کے۔"

"ہوں! آپ ٹھیک کہتے ہیں؟ تو بولے۔"

"سڑکیوں میں کہاں ہیں؟"

Malik ji

میں نے جایا جاتا تو صرف چند منٹ کا راستا ثابت ہوتا۔
میں شاید وہ لوگ انہیں کسی قسم کا کوئی آرام پہنچتے نہیں دیکھ
سکتے تھے۔

آخر وہ اس میدان تک پہنچ گئے۔ میدان کیا تھا۔
شہرام کے طرز پر ایک اتنا بڑا اور وسیع جہز دار تھا کہ
اس کے سرے پر کھڑا شخص دوسرے دوسرے بیٹھے کسی شخص
کی نظر دیکھ کر نہیں دیکھ سکتا تھا؛ تاہم ان لوگوں
کی باتوں میں دو دہائی تھیں۔ جن کی مدد سے وہ ایک
مکان کو نہیں۔ ان سب کو دیکھ رہے تھے۔ اور ان سب
کو ان کے بچوں یا چچ ایک چوتھے کی طرف لایا جا رہا

تھا۔ پانے یاں ہمارے ساتھ کیا کیا جانے والا ہے۔
میں نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

اے، رہت ہو شوکی! انکسٹر جینڈ مکرانے۔
نہیں، جی نہیں۔ ڈر تو خیر نہیں رہا۔ ہاں گھبراہٹ
اور شرم میں ہے۔

اگر کوئی کہیں۔ جب۔ اور یہ خیال کریں کہ
میں حق ہے۔ وہ ہر حال میں آکر رہنے کی
کوشش کر رہا ہے۔

مجھے میں بولا۔

”ابھی کوشش کرنے کی ضرورت بھی نہیں۔ ہم تو خود یہاں آئے
ہیں۔ غم نہ کرو کہ کیا کہیں گے۔ غم نہ ہوتا کہ کیا۔

”کوشش کرو گے جی تو نہ کی گئی گئی۔“

”ناشناخ تو کرایا نہیں۔ نہ کی گئی گئی۔“ کھن نے مزہ بنا
کر کہا۔

اب وہ سڑک کے درمیان میں چل رہے تھے۔ سو
کے سو آدمی ان کے ساتھ ساتھ قدم اٹھا رہے تھے۔ سڑک کے
دونوں طرف کھڑے آدمیوں کی رائیوں بھی ان کی طرف اٹھی
ہوئی تھیں۔ اور جہاں تک ان کی نظر جاسکتی تھی۔ سڑک کے
دونوں طرف فوجی کھڑے نظر آ رہے تھے۔ دائیں بائیں جو
عمارات تھیں ان کی چھتوں پر بھی لوگ موجود تھے۔ لیکن وہ
صرف تماشا ہی تھے۔ اور انہیں دیکھ دیکھ کر تالیاں بجا رہے تھے۔

ان میں بچے بھی تھے۔ بڑے بھی اور بوڑھے بھی۔ لیکن زیادہ
تعداد عورتوں کی تھی۔ چھتوں پر مرد اور بچے ہوتے کم نظر
آ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر انہیں حیرت ہوئی، لیکن پھر انہیں
یاد آیا کہ لوگ تو شاید اس میدان کو دیکھ کر چکے ہیں۔

یہاں انہیں نے جایا جاتے تھا۔ انہوں نے یہ راستہ
پہنچا ہوا ہے ایک گھنٹے میں طے کیا۔ اگر گھاٹی

Malik ji

۱۳۴

رہی، پھر ایک کٹھردی سی آواز ابھری!

"آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے بہترین دشمن ملک پاک لینڈ کے جاسوس ہمارے پیارے ملک میں بلا اجازت داخل ہو گئے تھے۔ جی ڈی جاسوس ہیں جنہوں نے ریاست کی گولت میں رہ کر ہمارے خلاف سازشوں پر سازشیں کیں، لیکن آخر کار ہم نے اپنے مہربان دوست مشرقی موں کے ذریعے انہیں پکڑ لیا۔ اور اب انہیں جاسوسی کے جرم میں سزا سنائی جائے گی۔ آپ سزا کا اعلان تین منٹ بعد سنیں گے۔"

ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔ لاکھوں لوگ اس وقت میدان میں جمع تھے، لیکن ان میں سے کوئی بھی بات چیت نہیں کر رہا تھا۔

"اب بھی سزا سننے کے لیے تیار ہو جاؤ، انکسپیکشنل جج کے سامنے نکلا، لیکن پھر ڈیڑھ گھنٹہ آٹھے۔ دلی آواز میں کہے گئے۔" القاعا بھی پڑ۔" مجھے شک ہے۔"

"اوہو۔ شاید ہر جگہ سیکرٹریٹ کے ڈائریکٹر اور جج اب انہوں سے انٹرویو کر رہے ہیں۔ کٹر جج منٹے۔"

عدالت کی آواز ابھری!

انہیں چوتھے درجے پر کھڑا کر دیا گیا۔ اب وہ سو آدمی بیچے بیٹھے بیٹھے گئے۔ یہاں تک کہ دوسروں کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے۔

"کیا ان لوگوں میں مشرقی موں بھی موجود ہے؟"

"نہیں۔" وہ تو عدالت کے ساتھ ناکارہ رہا ہے۔"

"انتظار! تاشنہ شوکی نے مدد بنایا۔"

اجانک ڈور سے بگل بجا۔ اور پھر اس کے ساتھ کتنے ہی بگل بجنے لگے۔ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ آخر بگلوں کا شور رکا۔ اور پھر پیکر میں کسی نے کہا،

"صدر صاحب تشریف لارہے ہیں۔ ان کے ساتھ مہمان خصوصی مشرقی موں بھی ہیں۔ ان سے پہلے قیدیوں کو چوتھے درجے پر بٹھا دیا گیا ہے۔ جنہیں آپ بخوبی دیکھ رہے ہیں۔ یہ آواز چاروں طرف گونجی۔ اور پھر انہوں نے ایک طرف جی میل کے آڈر دیکھے۔ غالباً صدر اور جی میل کے آڈر آتے تھے۔"

صدر اور مہمان خصوصی تشریف رکھ چکے تھے۔ اب وہ قیدیوں کے سامنے ہیں اعلان کر دیا گیا۔ اعلان کیا گیا۔ ان کے بعد صرف ایک منٹ تک مکمل خاموشی طاری

Malik ji

۱۲۶

جائیں گے:

صدر کے ان الفاظ کے ساتھ ہی ان کے سروں کے پاس اُدھر سے دیاں گریں۔ جو پستوں کی شکل کی تھیں۔

”قیدیو۔ ان پستوں کو اپنی گردنوں میں ڈال لو۔“

ایک منٹ بظاہر۔ ہی ٹون پھر بول اٹھا۔

”مہمان خصوصی۔ آپ پھر بول اٹھیں، حالات کو یہ بتا دیں۔“

”مک کے اصول کے بالکل خلاف ہے۔ اور اگر آپ مہمان خصوصی نہ ہوتے تو اسی وقت آپ کو شوٹ کر دیا جاتا۔“

”میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ معاہدے کی سراسر

خلاف ورزی ہے۔ اس بارسی ٹون ترکے بغیر فائدہ آواز میں کر گیا۔

اس کے الفاظ نے انہیں چونکا دیا۔

”انہیں مشرکی ٹون۔ یہ معاہدے کی خلاف ورزی نہیں ہے۔ صدر نے جتنا کہہ دیا۔“

”کیسی ہی بے شرف و جیٹ نہیں کہ چکا کہ آپ انہیں موت کی نذر میں دیں گے۔ ان سمندر میں پستوں کی۔“

”پھر چاہے یہ آدب جائیں۔ چاہے بچ جائیں۔ ان کی قسمت۔“

”ات ایک ہی ہے۔ وہ سارا ہی موت کا ہے۔ اور

ان الفاظ کے ساتھ ہی تمام مجمع تالیاں بجانے لگا۔

”وہ سب بدوی قوت سے تالیاں بجا رہے تھے، لیکن مزے اب بھی کچھ نہیں بول رہے تھے۔“

”میں: صدر کی آواز گونجی۔ تالیوں کی گوج بند ہو گئی۔

اب موت کی سزا کا طریقہ ٹھن گئی۔

ایک منٹ سر۔ ایسے میں ہی موت کی آواز گونجی۔

”نہیں مشرکی ٹون۔ میری بات کو کوئی کاٹ نہیں سکتا۔“

جب میں بول رہا ہوں تو پھر کسی کو بولنے کی مہارت

نہیں ہوتی۔ آپ بھی چوتھوں وہ کر نہیں! صدر نے سر

آواز میں کہا۔

”م۔ میں۔ ہی ٹون بھلا دیا۔“

”بس۔ خاموش رہیے۔ اور ٹھیک۔ آپ جہازے ختم ہی مہمان

ایک۔ ان تو میں ان کی سزا کا اعلان کر رہا تھا۔ ان لوگوں

کو اتنا ملکا دیا جائے گا۔ ان کے ننگے جسموں پر تیز دھار

آلات سے جو کئے لگائے جاتیں گے اور ان پر ننگ چڑھا

جائے گا۔ چرکے لگائے اور ننگ چھڑکنے کا یہ عمل اس

وقت تک جاری رہے گا۔ جب تک کہ یہ ختم نہیں ہو

جائے۔ ختم ہونے کے بعد بھی یہ ایک ہفتے تک اس

طسردن رکھے رہیں گے۔ اور پھر ان پر تھوکے نئے چھڑے

Malik ji

۱۳۸

”وہ بعد کی بات ہے۔ جب نہیں ہنیں گے تو پھر میرے آدمی پہنائیں گے۔“
”میں چلاؤں ہی مون بولا۔“

اور پھر انھوں نے اسے اپنی طرف آتے دیکھا۔ اب پورا مجمع سواروں کو دیکھ رہا تھا۔ مجھے کی توہ کا مرکز اب وہ نہیں۔ سی مون تھا۔ اور پھر وہ ان کے نزدیک آ گیا۔ وہ انھیں دیکھ کر مکرایا۔
”ہمارے خاطر آپ ہی سوت کو گلے لگا کر اگلے سفر میں ہوں۔“
انکڑ جھینڈ بولے۔

”کیا کیا جائے۔ آپ تو جانتے ہیں۔ میں آجوں کی آدمی ہوں۔ سی مون سکرایا۔“

پھر اس نے جلدی سے جیب میں ہاتھ ڈالا۔
”خیر باہر آیا تو اس میں اتنی بھی گویاں تھیں۔ ایک گولی اس نے منہ میں رکھ لی اور اسے چبالے گا۔ پھر ایک گولی انکڑ جھینڈ کی طرف بڑھا دی اور اس سے میں کہا آپ بھی جہاں ہیں۔“

انکڑ جھینڈ ایسے لمحے کے لیے چمکا رہا تھا۔
اس کی جھل سے اشارہ کر رہی تھی۔ اس کی جھل اب ایک کامران مرزا کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔

”سزا بھی؟“
”لیکن اس میں بچ نکلے گا امکان نہیں۔ اس میں امکان ہے۔“

”اور آپ ان کے بچ نکلنے کا کیوں پند کرتے ہیں؟“
”یہ میرے بہت ہی بہادر دشمن ہیں۔“
”تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔ کیا بہادر دشمنوں کو زندہ رکھنا چاہیے؟“

”میں ان لوگوں کو اس طرح مرنے نہیں دیکھ سکتا۔“
”یا تو یہ میرے ہاتھ سے مریں گے۔ یا اپنی موت مریں گے۔ جو موت آپ نے پسند کی۔ وہ موت نہیں مریں گے۔“

”یہ برا ملک ہے۔ یہاں میزائیکم چلتا ہے۔ آپ کا نہیں۔“
”لیکن معاہدہ معاہدہ ہے؟“

”تب پھر یہ معاہدہ ختم۔ آپ اہی اپنی سزا نہیں؟“
”مردود فرد۔ کیوں نہیں؟ سی مون بولا۔“

”آپ بھی اپنے ان بہادر دشمنوں کے ساتھ جا کر کھڑے ہو جائیں اور ایک پندہ ہیں ہیں۔“

”ابھی بات ہے لیکن ہم لوگ اپنے انھوں سے پندہ نہیں پہنیں گے۔ سی مون بولا۔“

Malik ji

۱۴۱

انہیں نے تو سنا تھا کہ اب مسلمان بھی یہ کہتے ہیں کہ یہ
بڑے زمانے کی باتیں ہیں۔

"جو لوگ ایسی باتیں کہتے ہیں وہ مسلمان نہیں۔ اصل
باتیں تو وہی ہیں جو آج سے چودہ سو سال پہلے ہمارے
رسول ﷺ فرما گئے۔ وہ آج بھی پتھر پر لکھے ہیں،
آج کی سائنس بھی آپ ﷺ کی باتوں کو درست
ماننے پر مجبور ہے۔"

"ہاں! واقعی۔ اس بات پر مجھے بھی حیرت ہے۔"
"ہے! ہجرت۔ لیکن افسوس۔ آپ ایک اللہ پر ایمان
نہیں لاتے۔ حضور ﷺ کے لائے ہوئے پیغام کو
نہیں مانتے۔ انپیکٹر کا مران مرنا بوسے۔"
"کیا آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ میں مرتے وقت مسلمان
ہو جاؤں؟"

"آپ کی خوش قسمتی ہوگی۔"
"میں غدار نہیں ہوا۔ سکا اور وہ بھی نہیں رہ سکا۔"
اور میں است سکا باتیں کہیں جن پر عمل نہیں کر سکتا۔
"طلب صاف ہے۔ مسلمان نہیں ہونا چاہیے۔"
"ہاں! بالکل۔ لیکن ان باتوں پر مجھے واقعی حیرت
ہوتی ہے کہ آخر تم لوگوں کے نبی آج کے اور میں ہونے

اسی طرح اس نے سب کو ایک ایک گولی دی، اسی
وقت آواز ابھری:

"تم لوگ خود یہ پسندے اپنے گھوڑوں میں ڈالو گے یا میں
اپنے آدمی بھیجوں؟"

"ہم اپنے آدمیوں سے پسندے نہیں ڈالیں گے۔"
"سی سون لے کہا۔"

"اچھی بات ہے۔"
اور پھر سو فوجیوں کا دستہ ان کی طرف بڑھنے لگا۔

"اب۔ اب کیا کیا جائے؟ محمود بولا۔"
"اللہ کو یاد کرنے کے سوا ہم کیا کر سکتے ہیں؟ شوکی
نے غور کیا۔"

"ہل۔ لیکن۔ میں کیا کروں۔ میں تو کسی اللہ کو نہیں
مانتا۔ میں سون ہشا۔"

"یہ آپ کی بہت بڑی بد قسمتی ہے۔ انپیکٹر جینے نے
کہا۔"

آپ جی آگے باتیں کہتے ہیں۔
"ہاں کیوں نہیں۔ میں اپنے دین پر پوری طرح کا وید
ہوں۔ اور اپنے دین سے بے تحاشہ محبت کر رہا ہوں۔ وہ
بوسے۔"

Malik ji

— 14 —

”آپ لوگوں کے بچے بھی کم دیر نہیں ہیں۔ عورت کو اس قدر نزدیک دیکھ کر کسی باتیں کرنے کے قابل ہونا ہی ممکن نہ تھا۔“

”اسی کا نام زندگی ہے“ محمود یونس۔

آپ نے میٹر سی مون - یہ ہمیں ملے - کہ - کہیں کہنے کا
تھا کہ سی مون بولی پڑا

”آؤ دیکھیں۔ فریجی ہمارے نزدیک آگئے ہیں۔ اور آپ

اس وقت بھی مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔ میں آپ لوگوں پر جس قدر بھی غیب کر دوں، اکم ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس وقت ہم ایک ہی کشش کے سوا رہے ہیں۔ آپ لوگوں کی خاطر میں بھی موت کو گلے لگا رہا ہوں۔

یہ الفاظ مکی ہونے کے باعث جلد کی جلدی کہے۔ اس پر کچھ حقیقت
ہو چک آئے۔ انھوں نے فوراً مکین کا اور کچھ کو دبا دیا اور
اشارہ تھا، غلامی میں رہنے کو۔ ساتھ ہی انھوں نے کہا:

آپ کی اصل بلندی کے ہم قائل ہیں۔ اسی وقت میں
آپ اپنے اصول کی وجہ سے جان سے رہے ہیں اسی آخری
وقت میں میں آپ کو اعظام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں
کیونکہ مہرے سے چھٹے چھٹے۔ جوئی، حال کی حالت میں جو

والی باتیں کس طرح بتا گئے۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں غیب کی خبریں عطا کیں۔ اس لیے انھوں نے اپنی اُمت کو بتائیں:

”ادھر۔ ہم باتوں میں لگ گئے۔ ادھر وہ لوگ نزدیک آ گئے ہیں۔“ سی ٹون پر نکلا۔

"پھر۔ ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔" غلام رحمان بولے۔

ہیں واقعی۔ ہم کیا کر سکتے ہیں؟ کیا وہاں نے غلبہ

* پورا مجمع اس وقت کہ درجہ شہید

لوگ سوچ رہے ہیں کہ ہم بھارت کو چھوٹے چھوٹے ملکوں کی کوشش

کون کون سے ہیں۔ وہ نہیں گئے، گونگوائیس گئے۔ لیکن ایسا نہیں

یہ لوگ - ہمارا عالم ہے۔۔۔ یہ لوگ ہمیں موت نہیں دے

سکتے۔ نہ زندگی، نہ مر سکتے ہیں۔ زندگی، دنیا اور موت سب

میں نے ان کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ان کو کھانا ملے گا۔

"ہاں : آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ آداب نے جبرائی دہلی آوارہ

Malik ji

۱۲۴

شخص بھی سچے دل سے کھڑے ہونے لگا۔ جنت میں جانے لگا۔
 "جس۔" مجھ سے؟ باتیں نہ کریں۔ میں ایسی باتیں سن
 کر ہست گھبراتا ہوں۔ پیچھے۔ ذہ اور نزدیک آگئے۔ موت
 اب ہم سے صرف چند قدم کے فاصلے پر دو گئی ہے۔
 انھوں نے دیکھا۔ فوجی واقعی ہست نزدیک آگئے تھے۔
 اپنے میں نہ جانے کیوں انیکٹر جمشید دودھ سے چمکے۔

"بہتر تو یہی تھا کہ تم لوگ پھندہ سے اپنے گلوں میں
 خود ڈال لیتے۔"

"ہم کیوں یہ زحمت کریں۔ آپ کس مرض کی دوا ہیں۔
 آفتاب نے مل نہیں کر کہا۔"

"غیر۔ ہم تو آ رہے ہیں۔ دوسرا جتنا کر دلا۔"

چمہ ذہ اور آگے بڑھے۔ انھوں نے چندوں کی

طرف اشارہ اٹھا دیے اور میں اسی وقت ہی نوٹن نے ہاتھ

میں پکڑی گیند نما کوئی چیز فرش پر دے داری۔ اس

نے قبر محسوس طور پر یہ گیند جیب سے نکالی تھی۔ ایک

کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا۔ دھماکے کے فوراً بعد

دوہوئیں کا ایک گہرا ہائل فرش سے اٹھا اور چاروں طرف

پھیلنے لگا۔ اس کے پھیلنے کی رفتار دوسرے نیز تھی،

"خبردار۔ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر۔ انیکٹر جمشید بند

آواز میں بولے۔

"ہاں! سب لوگ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیں اور میں
 انیکٹر جمشید کا ہاتھ پکڑوں گا۔ اب آپ لوگ میرے پیچھے
 پیچھے آئیں گے۔"

"اور۔ اور۔ فرما۔"

"دو قویہ کے بے ہوش ہو چکے ہیں۔ یہ بھوسا اب

دور سے میدان پر چھا جائے گا۔ ان گنت لوگ بے ہوش

ہو رہے کر گریں گے۔ کچھ جاگ نکلیں گے اور دھوئیں کی

دور سے نکل جائیں گے۔ ذہ بے ہوش نہیں ہوں گے۔

اور ان کے درمیان سے ہم نکلے پلے جائیں گے۔ کوئی محسوس

نہیں کر سکے گا کہ یہ ہم ہیں۔ انہیں تو اپنی ہڈی ہو گی۔"

"یوں! لیکن ہم کیوں بے ہوش نہیں ہوتے؟" اخلاق

نے پوچھا۔

"اب ہلکے گولیوں کا مشق نہیں مجھے۔ علامہ قی نے طنز

لئے میں کہا۔

"اور۔ اور۔ ان کے دماغ سے نکلو۔"

بھوسا اب تک چاروں طرف بچے لوگوں کے قریب پہنچا

چکا ہو گا۔ اب ہم جاگنا شروع کر رہے ہیں۔ کسی ٹون کے

کہا اور انیکٹر جمشید کا ہاتھ پکڑ کر دوڑنے لگا۔ یہ اسے

Malik ji

۱۳۶

پتے ہی اندازہ تھا کہ وہ کہاں کھڑے ہیں۔

اب وہ سب ایک قطار میں دوڑ رہے تھے۔ نہ جانے
سی ٹولن کس طرح گھرے دھوکے میں دیکھنے کے قابل تھا۔
انہیں تو چند لمحہ دور کی چیزیں بھی نظر نہیں آ رہی تھیں۔ غارتوں
سے ملا نہ گیا۔ پتہ ہی پیشا۔

آپ اس دھوکے میں کس طرح دیکھ رہے ہیں مسٹر
سی ٹولن؟

”میں نے ایک خاص ٹیکنگ لگا رکھی ہے۔ اس کی بدولت
میں بالکل صاف دیکھ رہا ہوں۔ جب کہ اسی دھوکے کے
اندک کرتی بھی کچھ دیکھنے کے قابل نہیں ہے۔ اور اسی لیے ہم
بغیر کسی وقت کے نکل جائیں گے۔“

وہ دوڑتے رہے۔ یہاں تک کہ میدان سے باہر
نکل آئے۔ اب سی ٹولن کا موقع تبدیل ہو گیا۔ اور پھر
وہ گاڑیوں کی لمبی قطاروں تک پہنچ گئے۔ کشادگیوں میں سے
کوئی بھی ابھی تک وہاں نہیں پہنچا تھا۔ سی ٹولن نے
اُڑ دیکھ نہ سکا۔ ایک بڑی گاڑی کا دروازہ کھول ڈالا
اور ان سے ہوا:

آپ سب گاڑی پر سوار ہو جائیں۔ گاڑی میں چلوں
گیا۔

وہ کیا کر سکتے تھے۔ اس وقت کچھ کہنے کی ہرگز
ہی نہیں تھی۔ جلد ہی گاڑی تیر کی طرح وہاں سے نکل
اور ایک سمت میں بڑھی۔ اور پھر وہ اڑی جا رہی تھی۔
”لیکن مسٹر سی ٹولن۔ ہم جا کہاں رہے ہیں؟“
”آپ کو آج یہ بات معلوم ہوگی کہ میں سی ٹولن کیوں
کہلاتا ہوں؟ وہ منکوا یا۔“

”کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم شہر کے درجے جا رہی
ہے؟“ انکشاف حیدر بولے۔

”اور ہو۔ آپ میرا اشارہ سمجھ گئے۔ کمال ہے۔“
”اس میں کمال کی بات نہیں۔ میرے ساتھ انپیکشنر
کاہران مرزا بھی اس جیلے کا مطلب سمجھ گئے ہیں۔ انہوں
نے کہا۔“

”کیوں نہ ہم یہیں سے اگلے آگ ہو جائیں۔ آخر ہم ایک
دوسرے کے دشمن ہیں؟“ جان رحمان نے کہا۔

”ابھی ہم خطے سے آ رہے ہیں۔ خطرات سے باز
ہونے پر میں خود آپ سے آگ ہو چکا ہوں۔ کروں گا۔“
سی ٹولن نے برا سا منہ بنا دیا۔

قریباً آدھ بجے بعد انہوں نے مسٹر کی گاڑی کا
ٹکٹا۔ سی ٹولن نے گاڑی روک دی اور ساحل کی طرف ہوا

Malik ji

اپنے سامنے بیٹے رہے۔ چھری مون آٹھا اور اپنے ساتھیوں سے بولا:

"ہم ابھی لاد اسی وقت یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں۔"

"او کے سر۔"

"ایک لایچ یہ لوگ لے جائیں گے، دوسری میں ہم جائیں گے۔"

"کیا مطلب؟"

"یہ لوگ ہمارے دوست نہیں، دشمن ہیں، لیکن وقتی طور پر ہمیں ایک ساتھ سفر کرنا پڑا گیا تھا۔"

"اگر یہ دشمن ہیں تو ان سے فیصلہ کیوں نہ کر لیا جائے؟"

بلادر ایک لایچ اٹھیں کیوں دی جاسکے۔ اسی نمون کا ایک

سامی بولا۔

"نہیں جی۔ یہ میرے اصول کے خلاف ہے۔ اور پھر میں

ان لوگوں کو بہت پسند کرتا ہوں۔"

"او۔ تب یہ لوگ انڈیکٹر جمید وغیرہ رکھتے؟"

"ان اتھارا یہ خیال ٹھیک ہے۔"

آخر وہ لایچوں کی طرف چل پڑا۔ اسی ہم لوگ اٹھ

لایچ چڑھا دیے گئے۔

"سب سے پہلے۔ آپ لے جاتے ساتھ ست اسی لوگ

میں۔ آپ کایہ لوگ ابیں ہمیں یاد رہے گا اور اگر کسی اور

۳۴

پڑا انھوں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

"آپ لوگ ایک گھنٹے تک تیر سکتے ہیں؟ وہ ان کی

طرف مڑا۔

"خود۔ لیکن آپ چاہتے کیا ہیں؟"

"ایک گھنٹے تک تیرنے کے بعد ہم اسی جگہ پہنچ سکتے

ہیں جہاں سے بامانی اپنی اپنی راہ لیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم تیر سکتے ہیں۔"

"تو پھر لگا دیں چھلٹیں؟ اس نے کہا۔"

وہ سمندر میں تیرنے لگے۔ انڈیکٹر جمید پر دیر داؤد

اور شوکی برادر کی طرف سے ٹکروندھے۔ تیرنا تو اٹھیں آتا

تھا۔ لیکن ایک گھنٹے تک تیرنے کا معاملہ ذرا مختلف تھا۔

تاہم وہ خاموش رہے۔ تیرنے کا عمل جاری رہا۔ اور پھر

وہ ایک سر ہل جزیرہ تک پہنچ گئے۔ جزیرے کے پاس

وہ لایچیں کھڑی تھیں۔ دیرت پر کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے،

ان کے تیرنے کی آوازوں کی کہ وہ بڑبڑا کر اٹھے۔ اور

پھر ان کے اندر سے ایک ساتھ نکلا۔

"او۔ مسٹر می مون؟"

"ہاں؟ میں اور میرے ساتھی کسی نمون نے ٹھکرا کر کہا۔

وہ جزیرہ سے چڑھ پہنچ گئے۔ کتنی ہی دیر دیرت پر

Malik ji

باتہ بنایا۔

• اودھ: ان کے مڑ سے ایک ساتھ نکلا۔

• ایک منٹ سڑسی مون۔ بنگال کا صدر آپ کو بھی بھار
ساتھ موت کے گھاٹ اتارنے پر تیار ہو گیا۔ کیا آپ اب

بھی نہیں بتائیں گے۔ اس کا میانی کا راز کیا ہے؟

• ہرگز نہیں۔ اس لیے کہ یہ کامیالی صرف بنگالی نے نہیں،
تمام غیر مسلم ممالک نے حاصل کی ہے: اس نے خود سے سر

جایا۔

• افسوس! اس وقت ہم آپ کے ساتھ نہ رہ سکتے تھے
کیونکہ ہم لوہے مڑ بنایا۔

• کیا مطلب۔ کیا کتنا چاہتے ہو: اسی مون مسکرایا۔

• یہ کہ۔ آپ نے چوں کہ ہم پر احسان کیا ہے۔ اس
لیے ہم اس وقت آپ سے نہ رہ سکتے: راز معلوم کرنے کی
کوشش نہیں کر سکتے: فاروق نے کہا۔

• اودھ تو یہ بات ہے۔ خیر۔ میرے اس احسان کو
حل جائیں۔ اگر کبھی میں یہی جملہ بولوں گا: اودھ۔ اس کو
دل چاہوں گا: اب اگر آپ مجھے حل کرنا پسند کر کے
میں تو میں تیار نہیں۔

خیر۔ اس کے اوجہ ہم یہ نہیں کر رہے: اچھا منٹ

۱۵۱

کوئی موقع نہیں ملا تو ہم آپ کے ساتھ اس سے بھی بہتر
سلوک کریں گے۔

• تم سلوک کرو گے۔ اوسے میاں جاؤ: اسی مون کا ایک
ساتھی بولا۔

• نہیں بھئی۔ اس لیے میں بات نہ کرو۔ لوگ عام
لوگ نہیں، میں کو چکا ہوں۔ اب چلو۔ اسی نمون نے برا
مان کر کہا۔

• اچھا سڑسی مون۔ پھر میں گے۔ اگر زندگی رہی:
دونوں لاپنجی مختلف سمتوں میں بڑھنے ہی لگی تھیں کہ
اسی نمون چلا اٹھا۔

• اوسے ادا۔ میں نے آپ لوگوں کو تو بتایا ہی نہیں
کہ آپ کو کس زاویے پر رو کر سفر کرنا ہے۔ سڑک کے
زاویے پر سوئی رکھ کر سفر کرتے چلیے۔ آپ اپنے
ملک میں پہنچ جائیں گے۔

• اودھ: یہ معلومات آپ کو کس طرح ملیں؟
• مجھے اسی مون بلا رہے تھے کہ آیا۔ سمجھوں گے
اوسے میں جو معلومات مجھے ملیں۔ اس وقت اوسے لوگوں
پر شاید یہی کسی کو ہوں گی۔ اودھ میرے اودی خطیہ
جزیروں پر موجود ہے۔ میں۔ اچھا اب چلتے ہیں: اس نے

Malik ji

۱۵۲

نے انکا د میں سر ہلایا۔

”کیوں جمید۔ آخر یہ بددی اُمت کا معاملہ ہے۔“

پروفسر دادو گھرا کر بولے۔

”اے اے ! فرد ہے۔ لیکن اس وقت ہم مشرعی مومن پر

اثر نہیں اٹھائیں گے۔“ انیکٹر جمید بولے۔ خان رحمان دادو

پروفسر دادو نے جلدی سے حوالہ انداز میں انیکٹر کا مرن

مرزا کی طرف دیکھا۔ جیسے ان کی رائے معلوم کرنا چاہتے ہوں۔

”میرا جس میں مشورہ ہے۔“

”ایک تو آپ کے مشورے آپس میں کیسی نہیں ٹکراتے۔“

فرزاد نے من بنایا۔

”اوہو۔ تو تم سب بھی حملہ کرنے کے خواہش مند ہو۔“

”اے اے ! وہ ایک ساتھ بولے۔

”لیکن۔ ہم دونوں اس کا مشورہ ہرگز نہیں دیں گے۔“

”آخر کیوں؟ وہ چلا آئے۔

”چہ بتائیں گے۔“ انیکٹر جمید نے کہا اور چہرہ ہاتھ ہلاتے

ہوئے بولے۔

”اب ہم رخصت ہوتے ہیں مشرعی مومن۔“

”اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ آپ دونوں مدد ہے۔“

عقل مند دیں۔ اس وقت آپ نے جس عقل مند سے کام

لیا ہے۔ اس کا اندازہ میں ہی لگا سکتا ہوں۔ سی مومن نے مسکرا کر کہا۔

”کیا مطلب؟ ان میں سے کئی کے من سے نکلا۔

”مطلب انہی سے بدچلنا۔ میں چلا۔ سی مومن نے کہا اور

اُٹھ چلا یا۔

پھر اس کی لاپنج تیر کی طرح آگے بڑھ گئی اور انہی

نے بھی لاپنج چلا دی۔

”ہم نے اس پر حملہ کیوں نہیں کیا آیا جان؟ سی مومن

کی لاپنج پر نظریں جمائے محو نے پوچھا۔

”اس پر حملہ کر کے اس وقت ہم من کی کھاتے۔“

اس لیے کہ ہم اس کی دی ہوئی لاپنج میں سوار تھے۔

جہیز اس کے قبضے میں ہے۔ یہاں اس کے اور بھی ماضی

ہوں گے۔ جو ہمیں نشانہ بناتے بیٹھے ہوں گے۔ اور پھر ہم

ان لاپنجوں کے بارے میں کچھ بھی تو نہیں جانتے۔ جب کہ

سی مومن اور اس کے آدمیوں کو ان کے بارے میں تمام

معلومات حاصل دیں۔ لہذا اس سے بچنے کا بہ وقت

بروز نہیں تھا۔ ہمارا اس سے معاملہ ہو گا۔ مشورہ ہو گا۔

”اور وہ کامیابی۔“

”اے اے ! اس نے جہیز است پاریشاد کو دیا ہے۔“

Malik ji

ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ ایسا ہوتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اسی وقت ہم نے کیا کامیابی حاصل کی ہے؟
تم لوگوں نے۔ یہ آپ میں سے کسی نے۔ ان سر
لوگوں کی طرف تو بد دی تھی۔ جو ہمارے گلوں میں چھوٹے
گالنے کے لیے بڑے رہے تھے؟ انپیکٹر جمشید پڑ اسراو انداز
میں بولے۔

نہیں۔ ہم تو اسی وقت ہی مون کی طرف
موجہ تھے۔ وہ بولے۔

لیکن میں نے انہیں دیکھا تھا۔ انپیکٹر کامران بڑا
بول آئے۔

تب پھر آپ نے ہی وہ بات صوبی کر لی ہوگی انپیکٹر
جمشید نے جلدی سے کہا۔

ہاں بالکل! انہوں نے مسکرا کر کہا۔

آخر وہ کیا بات تھی؟ اب تو ہمارے بے چینی کے
ان کا بُرا حال ہو گیا۔

انپیکٹر جمشید نے کوئی جواب دیا۔ ان کی نظریں
خج صدر پر جم کر رہ گئیں۔

اب سے کوئی جواب نہیں دے گا۔

اب نہیں۔ میں نے جتنا چاہیے کہ ہم جس طرح

ہمارے انہیں کے بُرا حال ہے۔ میں نہیں چل رہا کہ کسی طرح
یہ راز معلوم کریں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ہم
ہوش و حواس کھو بیٹھیں اور ان پر حملہ کر دیتے۔ قتل سے
کام لینا برا حال بہتر ہو گا۔ ہم عقل سے کام لے کر اس
کامیابی کا راز معلوم کریں گے ان شاء اللہ۔

اور۔ جمشید۔ تم ٹھیک کر رہے ہو۔ خان وصال نے
کہا۔

میں تم لوگوں کے اطمینان کے لیے ایک بات کر دینا
کافی خیال کرتا ہوں۔ انپیکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

اور وہ کیا؟

یہ کہ۔ اس صوبہ میں۔ یعنی پٹنل میں داخلہ اور واپس
سے فراڈ ملک کے طرے میں ہم ناکام نہیں رہے۔

ہیں۔ کیا مطلب۔ ہم ناکام نہیں رہے۔ اگر یہ ناکامی
نہیں تو پھر اور کیا ہے۔ آخر ناکامی پھر کس کو کہتے ہیں؟

بعض کامیابیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جو ظاہر میں ناکامی
نظر آتی ہیں۔ مثال کے طور پر صلح حدیبیہ کا واقعہ۔ انپیکٹر
نے کہا۔

اور ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں اشتقاق جلدی سے
بولے۔

Malik ji

۱۵۹

”ہم میں سے ہر کوئی کسی دُکھی کام کا ماہر ہے۔ لہذا یہ
بُخلہ سب کے لیے کہا جا سکتا ہے۔“ فاروقی بولا۔

”لیکن اس بار ہماری تمام تر مہارتیں دھری کی دھری رہ
گئیں: آفتاب نے مٹ دیا۔“

”بھئی ایسا بھی ہوتا ہے۔ دل چھڑا نہ کرو! آصفت نے
سکڑا کر جواب دیا۔“

”اب کیا دل چھڑا کروں گا۔ اس وقت تک ہی ضرورت
سے زیادہ چھڑا ہو چکا ہو گا: آفتاب بولا۔“

”اور ہو۔ تب تو۔ تمہارے دل کا ڈاکٹری معائنہ کرانا
پڑے گا۔“ محمود بولا۔“

”پروفیسر انگل سے معائنہ کروا بیٹھے ہیں۔ لاپنج میں تو
یہی ڈاکٹر میسر ہیں۔“ فرحت نے شوخ آواز میں کہا۔“

”م۔ میں۔“ وہ دالا ڈاکٹر نہیں ہوں۔ سائنس کا ڈاکٹر
ہوں۔“ پروفیسر داؤد گھبرا گئے۔“

”تو کیا ہوا۔ آپ ذرا سائنسی انداز کا معائنہ کر لیجیے
“

”نہیں بھئی۔ میں تو سکتا۔“

”تب تو آفتاب کا اور اس کے دل کا اللہ ہی جانے
ہے۔“ فرزانہ بولی۔“

”میں سفر کر رہے ہیں۔“ وہ سی مون کی لاپنج ہے، ہو سکتا
ہے۔“ اس میں اس نے کوئی ایسا آدمی نہ دیکھا ہو۔“

”جس کے ذریعے وہ ہماری گفت گو! اس دوسری لاپنج میں
سمن رہا ہو!“ انیکٹر جھپٹے ہوئے۔“

”اور؟“ وہ دھمک سے وہ گئے۔ منہ حیرت اور خوف سے
کھل گئے۔“

”تب پھر آپ نے ان فونیوں کا ذکر بھی کیوں کیا؟“
فرزانہ نے کہا۔“

”اتنی سی بات سے سی مون کچھ نہیں سمجھ سکتا۔ اور
اگر سمجھ بھی جاسے تو اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ یہ فلفلی
مجھ سے ہو چکی ہے۔“

”شکریہ۔“ اب ہم ملادی بات سمجھ گئے۔ اور لاپنج سے
اُترنے سے پہلے کوئی سوال نہیں کریں گے: آفتاب نے کہا۔“

”لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ،
اس طرح تو وہ سفر اور ہو جائے گا۔“ پروفیسر داؤد نے سکڑا
کر کہا۔“

”جی ہاں ہم ہونٹ ہلاتے رہیں گے۔ آپ ٹکڑے نہ کریں۔“
کھنسی سکڑا۔“

”ہونٹ ہلانے کے باہر تو ہونٹوں کے سمجھنے سے مٹ دیا۔“

Malik ji

10

”چلو شکر ہے۔ وٹہ ہی حافظ ہے۔ اس سے بہتر کون
حافظ ہو سکتا ہے۔ آفتاب نے اسے گھورا۔

اور پھر کئی گھنٹے کے سفر کے بعد ان کی لاپنج ان کے
ماصل پر جا گئی۔ ماصل پر آکر انہوں نے چادوں طرف
نظریں دوڑائیں۔ دہانے کیوں وٹیکٹر جھینڈ کی پیشانی پر مل
پڑ گئے۔

”خیر تو ہے۔ تپ کی آنکھوں میں الجھن نظر آ رہی ہے۔
حمود نے ان کی طرف اشارہ کیا۔ اور آفتاب نے وٹیکٹر
کا سر ان پرزائی کی طرف اٹکھا۔ وہاں بھی الجھن چل رہی تھی۔
”خیر تو ہے۔ دہانے کیوں وٹیکٹر جھینڈ کی پیشانی پر مل
پڑ گئے۔

”ہمارا خیال ٹھیک تھا۔ اس لاپنج پر ہونے والی
گفت گوئی سن کر اسے اور اس نے یہاں موجود
اپنے ساتھیوں۔ یا کچھ اور لوگوں کو اطلاع دے دی ہے۔
لہذا وہ لوگ اب ماصل پر موجود ہیں۔ اور یقیناً اب
ہمارا تعاقب کیا جائے گا۔ گیتے کا حال یہ برا نہیں ہوا۔
بلکہ ہمارے حق میں کچھ بھی ہوا۔ وٹیکٹر جھینڈ نے جلدی
جلدی کیا۔

”اگر یہ برا نہیں ہوا۔ تو اسے اب اسے کو پھر آپ
الجھن کیوں محسوس کر رہے ہیں یا غریب نے پوچھا۔

شش — شش

Malik ji

”دیکھا۔“ انیکٹر جیشید بولے۔

”گویا، صرف اور صرف ہمیں لے جانا چاہتے ہیں۔“

”اے! اور اگر ہم نے اپنی کوئی ٹکاؤی سنگوائی تو چری۔
لوگ صرف تعاقب کریں گے۔“

”تب چری۔ آپ کا کیا پروگرام ہے۔“

”ہم یہاں سے فون کریں گے اور دفتر کی ٹکاؤی سنگوائی
لے: انیکٹر جیشید نے کہا اور پبلک فون فونو کی طرف بڑھ گئے۔
ایک تقریبی ساحل تھا۔ نکلنے کے راستے پر رخصت کے
وقت۔ چینگ ہوئی تھی۔ آنے وقت ساحل ٹکٹ لے کر
آنا پڑتا تھا اور وہاں ہی پر وہ ٹکٹ دکھانا پڑتے تھے۔
ان ٹکٹوں پر باقاعدہ آدمیوں کی تعداد درج کی جاتی تھی
آخر انیکٹر جیشید نے دفتر کے نمبر ملائے۔ جلد ہی اکرام
کی آواز سنائی دی:

”سب انیکٹر اکرام بول رہا ہوں۔ آپ کون سا سب

ہیں؟

”میں ہوں اکرام۔“

”اے!۔ آپ۔ آپ کسی طرح پر پٹے ہیں۔ مہم۔
یہ کس طرح یقینی کر دیں۔“

”میری آواز پہچان کر لے۔“

”انکس اس لیے محسوس کر رہے ہیں کہ انکس محسوس
کرنا صحت کے لیے اچھا ہوتا ہے۔ فائدہ ہے۔“

”انکس اس بات کی ہے کہ اب ہمیں یہیں ٹھہرنا ہو
گا۔ جب تک کہ شہر سے ہمارے لیے کوئی ٹکاؤی نہیں
آ جاتی۔“

”لیکن ساحل پر تو ٹیکسیاں نظر آ رہی ہیں! شوکی نے
کہا۔“

”یہی تو تم مجھے نہیں۔ ان ٹیکسیوں میں وہی آدمی
ہیں جو ہمارے سنگوائی کے لیے بیٹھے گئے ہیں۔ اس وقت
ساحل پر چار ٹیکسیاں موجود ہیں۔ چند منٹ تک کم ان
کا سرسری انداز میں جائزہ لے سکتے ہو۔ جو شخص ان کی
طرف بلاؤ کر کراستے پر پہنچے گی کوئی کڑی کرے گا۔ یہ انکار
ہی کریں گے۔ لیکن ہمیں انکار نہیں کریں گے۔“

”اور۔ اور۔ ان کے مزے نکلا۔“

اور پھر وہ ساحل پر ٹپکتے کے آواز سنا پٹے گئے۔ لاپنج
کر انھوں نے کنارے پر اپنی جھوٹ دیا تھا۔ اور اب وہ پانی
پر ابھر آکر بیچو گئے کہا وہی تھی۔ ایسے میں چار فوجوں
ایک ٹیکسی کی طرف بڑھے۔ لیکن ڈرائیور نے انکار میں سر
جھ دیا۔

Malik ji

ایک کام تو وہی گیا۔ ذرا ٹھہرہ۔ اس لاپنج کو ایک منظر دیکھ لو۔ ماہرین کے ذریعے اس کو بھی چیک کرانا ہے۔ وہ دیکھتے ہنسونے اشارہ کیا۔ اسی وقت ایک کائن چار ڈینے والا دھماکا ہوا اور ان کے دل زور سے دھڑکے۔ انھوں نے یہ ہولناک منظر دیکھا کہ وہ لاپنج پھٹ گئی تھی اور اس کے ٹکڑے بہت اونچائی تک جا کر سمندر میں گر رہے تھے۔

کیا لاپنج دیر سے چھٹا ہوا تو بڑا بڑا۔

نہیں۔ وقت پر۔ سی ٹی وی میں مارنا چاہتا تو بیگل کے میدان میں۔ پچاسے کی کیا ضرورت تھی؟ انٹیکسٹ کامن مرزا بولے۔

لیکن پھر لاپنج کو بڑا کر کے کی کیا ضرورت تھی؟ فرداز نے اعتراض کیا۔

اسی وقت وہ ہمیں لاپنج اپنے پر بھروسہ تھا۔ اپنے اصول کی وجہ سے۔ یہاں سے لاپنج واپس نہیں لے جا سکے۔ اور یہ بھی اسے پسند نہیں ہو گا کہ اس کی لاپنج سے ہم غافلہ آٹھائے رہیں۔

لیکن انگل۔ ہم نے اسے لاپنج میں لپک کر لے لیا۔

گواہ تو میرا ہی ہے۔ اس نے کہا۔

ہم تو مگر سامع ہیں۔ ایک بڑی گاڑی لے آؤ۔

اے کے سر۔ تو آپ چاروں میں؟

اوسے نہیں سمجھتی۔ تینوں چوٹی پاؤں میں ہیں؟

اوسے اکرام چورنگ آٹھا۔ اور انھوں نے دیویر

دکھ دیا۔

انھیں برس شٹ تک انتظار کرنا پڑا۔ اور پھر اکرام

گاڑی ان کے قریب لے آیا۔ اس نے گرم جوش سے ان سے

الحق ملایا اور بولا۔

میرا خیال ہے۔ یہاں تو حال احوال بد چھنا مناسب

نہیں ہو گا؟

ہاں اہم سید سے ملکر جانا پسند کریں گے۔

تو پھر تشریف دیکھئے۔ اکرام مسکرایا۔

تو میں ان کی گاڑی روانہ ہوئی۔ تین ٹیکسیاں حرکت

میں آ گئیں۔ ایک ٹیڈ کی ٹوی کڑی رہی۔

کچھ ٹیڈ کی اکرام؟

جی ہاں۔ تین ٹیکسیاں حرکت میں آئی ہیں۔ کیا معلوم

ہے؟

بکھر نہیں۔ یہ ہمارا تعاقب کریں گی۔ اوسے ہاں اکرام

Malik ji

۱۲۵

”ابھی تک ایسا کوئی خیال مجھے نہیں آیا تھا۔ آپ کے سب لوگ تشریف لائے۔ کچھ دیر آرام کر لیں تو پھر نئے گھر کی تعمیر کا نوٹ دیکھیے گا۔ اور باسے دیکھیے گا۔“

”اے! ضرور کیوں نہیں۔ ویسے تو راستے کے بغیر ہی یہ ہر لحاظ سے فٹ نظر آ رہا ہے۔“ انیکٹر کا مزاج مڑا ہوئے۔

”وہ ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے۔ ایسے میں پروفیسر داؤد نے کہا۔“

”جہاں۔“

”اؤہ اچھا۔ ابھی بیٹھے۔ وہ مسکرا دیں اور اندر چلی گئیں۔ گھر ام اندر نہیں آیا تھا۔ کیوں کہ اسے تو ان تین ٹیکسیوں کا انتظام کرنا تھا۔“

”انگل۔ ہم بہت پریشان ہیں۔ آفت ہوا۔“

”اے! میں جانتا ہوں۔“ انیسٹر نے ان فونیوں میں کیا خاموشی بات دیکھی تھی۔ ان میں ان کے چہرے بالکل پانچویں جیسے تھے۔ اور ہم اپنے ملک کے اخبارات میں یہ خبر لکھی ہر پڑھ چکے ہیں کہ بنگال کی فوج میں ہائی پرفرمنس ہیں۔ اور جاب لیڈوں کا ایک مرکز بنانے ملک میں ہی موجود ہے۔ یعنی وادی سر جان۔ وادی مر جان کے

”ابھی کے آدمیوں نے اس قسم کے انتظامات پہلے سے کر رکھے ہوں گے۔ یا پھر اس نے نظر بچا کر یہ کام کر لیا ہو گا۔ در حال میں اس سے کیا بحث۔ اصل بات یہ ہے کہ لاپنج تباہ ہو چکی ہے۔ اور میں۔“

اور وہ گھر کی طرف مدافا ہو گئے۔ تین ٹیکسیاں بدلتی ان کا تعاقب کرتی رہیں۔ لیکن انہوں نے ان کی کوئی پروا نہیں کی۔

”اکرام۔ ان تینوں کی نگرانی اب تمہارے ذمے ہے۔ یہ جہاں بھی جائیں۔ ہمیں اطلاع ہو جانی چاہیے۔“ انیکٹر جمشید ہوئے۔

”تھک نہ کریں سر۔ اس کے فوراً کہا۔“

آخر وہ اپنے گھر کے سامنے پہنچ گئے۔ نیا گھر اب غیر تعمیر تھا۔ تاہم اس کا کافی حصہ تعمیر ہو چکا تھا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر گھنٹی کے بین پر انگلی دھک دی۔ چند لمحوں بعد انی دروازہ کھل گیا۔

”اے! آپ لوگ ہیں۔“ جیسے ہی ان کے پیچھے بیٹھنے کے لیے جگہ تھی۔

”جیسے ہی تم ہمیں ضرور۔“ انیسٹر نے ان کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔

Malik ji

۱۶۶

لوگ ہمارے بہترین دوست کی فوج میں جرتی ہیں۔ یہ کس قدر خوف ناک بات ہے۔ لیکن میں ان کے آدمی اپنے اپنے عہدوں پر ملازم ہیں۔ حالت ظاہر ہے۔ بیگال اپنے فوجوں کے ذریعے ہمارے ملک کی اہم ترین خبریں بھی آسانی سے حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ اس کی فوج پہلے موجود قیدیانی۔ یہاں والے بابائیوں کے رشتے دار ہیں۔ وہ اپنے رشتے داروں سے رابطہ رکھتے ہیں اور تمام اہم اطلاعات حاصل کر سکتے ہیں۔ اور یہ صورت حال انتہائی خطرناک ہے۔

یہ سب باتیں تو ہم پہلے ہی جانتے ہیں اب جاننا سوال تو یہ ہے کہ بھروسہ معاملے سے اس بات کا کیا تعلق ہے جس کی بڑی کامیابی کی خبر ہم نے پڑھی تھی۔ سی صان کے کہنے کے مطابق وہ کامیابی صرف بیگال کی نہیں۔ بلکہ تمام غیر مسلم ممالک کی ہے۔ آخر صرف بیگال نے فخر سے یہ خبر کیوں شائع کی۔ کسی اور ملک نے کیوں نہیں خبر شائع نہیں کی۔ انیکٹر جیشہ دوست۔

”ابھی تک میں تعلق نظر نہیں آیا دوسری باتوں میں فرحت بڑھائی۔“
”کوئی بات نہیں۔ آجائے گا۔ ذرا دیریں پر زور دو۔“

”یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ اس راز سے تو صرف ملکوں کے صدر باخبر ہیں۔“ فرحانہ بولی۔
”تم اب بھی نہیں سمجھتے۔ کامیابی جو حاصل کی گئی ہے فرض کرو۔ وہ ان بابائیوں کے ذریعے حاصل کی گئی ہے۔ تو کیا اس صورت میں کسی بڑے بابائی کو معلوم نہیں ہوگی یہ بات۔ اور اگر بیگال کی فوج میں توجہ کوئی بڑا بابائی یا خبر سے تو پھر ان کے مرکز کا بڑا بابائی کیوں یا خبر نہیں ہوگا۔ انیکٹر جیشہ نے اور وساحت سے کام لیا۔“

”اوہ۔ اوہ۔ ان کے ساتھ ہمارے خوف کے انکلا اور ان کی آہیں پھیل گئیں۔ کئی سیکڑ تک ان ہی سے کسی کے سر سے کوئی حلقہ نہیں نکل سکا۔ پھر اینڈرگوس مرزا کی آواز ابھری۔“

”اور تم لوگوں نے دراصل خود میں ہی اس کی

Malik ji

۱۷۸

پاکر کر ڈھانکے اور صدر صاحب کو فون کرنے لگے۔

تھوڑی دیر کی کوشش کے بعد ہسلند بلی گیا،

"ہیو سر۔ اسلام علیکم۔ جمشید عین کو دے ہوں۔"

"ہم۔ جمشید۔ تم کوٹ آئے؟"

"میں سر۔ دم تھوڑی دیر بعد حاضر خدمت ہو کر تفصیلات
دیکھیں گے۔"

"فرورہ کیوں نہیں۔ میں انتظار کر رہا ہوں؟"

"ایک بات اور سر۔ ہم وادی مرہاں کی سیر کرنا چاہتے

ہیں، لیکن اس طرح کہ ہم جس شخص سے بھی چاہیں،

سوالات کر سکیں۔ یہاں ہم کہ ان کے میڈیک سے؟"

"یہ کام ذرا مشکل ہے۔ صدر صاحب بولے۔"

"کیوں سر۔ کیا وہ ہمارے ٹھکانے میں نہیں رہتے؟"

"بے شک رہتے ہیں۔ لیکن ماٹھ ستر سال کی مسلسل کوششوں

سے انہوں نے بہت طاقت پکڑ لی ہے۔ یہ ٹھکانے کے پر

اوپر سے جھڑکے پر ملازم ہیں۔ میں نہا بھی ان کے خلاف

کوئی کارروائی شروع کرنا ہوں۔ فوراً اوپر سے صدر دار

سفارشیں لے کر آ جاتے ہیں۔ ان سب کو بیک وقت

لامرخص کرنا۔ حق، حل ہے گے برادر سید۔"

"میں سمجھ رہا ہوں سر۔" نیکم جمشید نے فون لے لیا

فروریوں نے ہمارا تعاقب کیا ہے۔ وہ بھی جاپانی ہیں۔

"کیا اور؟ وہ اپیل پڑے، پھر تھوڑے گھبرا کر کہا،

"لیکن انکل۔ وہ تو کسی مومن کے آدمی تھے۔"

"یہ ضروری نہیں۔ ہو سکتا ہے۔ ہمارے غراہ ہو جانے

کی اطلاع بیگمائی سے فوراً وادی مرہاں بھیج دی گئی ہو۔"

"اور؟ وہ دھک سے رہ گئے۔"

"اس کا مطلب ہے۔ اس کا مطلب ہے۔ شوکی کوٹنے

کوٹنے انداز میں بولا۔"

"بس بس۔ رہتے دو۔ بتا چکے تم تو مطلب۔ میں

بتاتا ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں ایک بار پھر

وادی مرہاں جانا ہو گا۔"

"ہاں! لیکن اس صورت میں کہ وہ ہمارا تعاقب کر

رہے ہیں۔ پوشیدہ طور پر وہاں جانا مشکل ہو گا۔ زیادہ

سے زیادہ ہم میک اپ میں وہاں جا سکتے ہیں۔ لیکن

میک اپ کی قسمی بھی بدل رہی کھل جاسکتی گی۔ اس لیے ہم

سرکاری سطح پر جائیں گے۔ اور اس سلسلے میں ہاتھ

صدر صاحب سے اجازت لیں گے۔ میں ذرا ان سے فون

پر بات کر لوں۔ پھر کھانا دانا کھا کر ان کی خدمت میں

حاضر ہوں گے۔"

Malik ji

۱۷۰

میں کہا۔
 "لیکن تم لوگ میک آپ میں وہاں کیوں نہیں جاتے،
 سیاح بن کر چلے جاؤ؟
 " شاید میں یہی کرنا چاہتا ہوں۔ وہ بولے۔

" اس کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ حفاظت کا طوقان نہیں اٹھنے
 گا۔" صدر صاحب نے کہا۔

"جی ہمت۔ چرہ ہم ایسا ہی کر لیتے ہیں؟
 " لیکن۔ پچھلے تم یہاں آکر مجھے تمام حالات سنائے گئے؟
 " او کے سر؟ انھوں نے کہا۔ اور صدر صاحب نے
 دیکھ کر دھک دیا۔

" دوسری سچ وہ وادی مہان میں داخل ہو رہے تھے۔
 وادی مہان جو چند ماڈشوں کی بنا پر پھر سے جاگیروں
 کے قبضے میں آچکی تھی۔ انھوں نے سیاحوں کا ایک آپ کر
 دکھا تھا۔ لباس بھی بالکل سیاحوں جیسے ماحول کیے گئے
 تھے اور گھر سے نکلنے سے پہلے یہ اطمینان دہی طرح کر لیا گیا
 تھا کہ کوئی ان کی گزرائی تو نہیں کرے گا۔ یہ تو ٹیکسی ڈرائیور
 کی بدستور گزرائی ہو رہی تھی۔ لیکن کوئی خاص بات معلوم
 نہیں ہو سکی تھی۔ یہ تو ٹیکسی ڈرائیور ان کے گھر سے میرے
 ریوٹے اسٹیشن گئے تھے اور وہاں سواروں کا انتظار کرنے

لے رہے تھے۔
 " پھر انھوں نے سواروں کی صفائی بھی نہیں۔ رات کو
 وہ اپنے اپنے گھر جا کر سو گئے تھے۔ اس لیے اکرانم کی
 طرف سے کوئی خاص اطلاع حاصل کی گئی تھی۔ اور وہ وادی
 مہان کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔
 " کچھ مدت پہلے بھی وہ وادی مہان میں آئے تھے۔
 لیکن اس وقت انکسٹر کا مہران مرزا اور شوکی برادرز وغیرہ
 ساتھ نہیں تھے۔ انھوں نے دیکھا۔ وادی مہان کے نقشے
 میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی تھی۔ سب کچھ اسی طرح
 تھا۔ انھوں ہی وہ شہری حدود میں داخل ہوئے۔ ایک سفید
 دین ان کے پیچھے لگ گئی۔

" تو بھی۔ گزرائی شروع کر دی انھوں نے۔ گویا ہم جہاں
 بھی جائیں گے۔۔۔ سانسے کی طرح ساتھ ساتھ چلے گئے؟
 انکسٹر عیشہ بولے۔

" اور پچھلے؟ آہستہ بولا
 " شاید چٹانگ بھی ہو گی۔ پہلے تو ہوتی تھی۔ ٹانڈی
 نے جواب دیا۔

" ابھی وہ کچھ ہی لاپٹے ہوئے تھے۔
 " اسے کے بلکے کی دکان پر نظر آئی اور کاروں کی ایک لمبی
 قطار کھڑی ہو آئی۔ پہلے کے قریب جا پہنچے۔ وہی گزرائی

Malik ji

۱۴۴

”ہو سکتا ہے۔ اب وہ طریقہ اختیار کر لیا جاتا ہو۔“ ملک
میں ان کے خلاف شور بھی تو بہت مچا تھا۔ اور اب بھی یہا
ہوا ہے۔“ خان رحمان بڑا سست۔

”خیر۔ ہمیں اب یہاں کی سیر شروع کرنی چاہیے۔ اور
اس کے لیے ایک حد درجہ کی ضرورت ہے۔ کسی ماسٹا پٹلے
والے سے معلوم کرنا چاہیے۔“ انیکٹر جھنڈا بولے۔ انیکٹر کامران
مردانے گاڑی روک دی اور ایک راہ گیر سے پوچھا۔

”اسے صاحب۔ ذرا بات نہیئے گا۔“

”جی فرمائیے۔“ وہ ٹھٹھک کر ٹوکا اور ان کے قریب آ گیا۔

”دیکھیے۔ ہم لوگ سیاح ہیں۔ واوی مرجان کی سیر
کے لیے آئے ہیں۔ یہیں کوئی رہنما مل جائے گا یہاں۔ جو
واوی واوی کی ہمیں سیر کرا دے۔“

”جی ان امیوں نہیں۔ سامنے چوک نظر آ رہا ہے نا۔“

اس کے بعد تیسرے ہر جتنے لوگ بیٹھے نظر آئیں گے۔ وہ سب
گائیڈ کا کام کرتے ہیں۔

”شکریہ۔“ انہوں نے کہا اور گاڑی آگے بڑھا دی۔

پھر چوتھے کے پاس جا کر رُکے۔ ایک واوی جلدی سے

آٹا اور ان کی طرف آیا، ہاتھ دے بیٹھے۔

”آپ کو گائیڈ کی ضرورت تو نہیں؟“

”نہے۔ دو سادہ لباس والے کاروں کے کاغذات وغیرہ ہیکر کر
دے دیتے۔ ایک ایک کر کے کاروں کو دے دیں۔“ انہوں نے ان کی
باری آئی۔

”سیاح لوگ ہیں آپ؟ ایک سادہ لباس والے نے کہا۔

”ہاں! بہت تعریف سنی تھی واوی مرجان کی۔“ انیکٹر

کامران مردانے بولے۔ اس وقت ڈرائیونگ وہی کر رہے تھے۔

باقی لوگ پچھلے صف میں تھے۔

”شکریہ۔“ اپنے کاغذات دکھا دیں۔

انیکٹر کامران مردانے وہ کاغذات نکال کر دے دیے۔

پھر رات ہی رات میں حیار کرا سنے لگے تھے۔ اور جن کے

نقلی ثابت ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ اس نے ان

کاغذات کا بغور جائزہ لیا، پھر بولا۔

”شیک ہے۔ آپ لوگ جا سکتے ہیں۔“

جھٹکا ہٹ گیا۔ وہ آگے بڑھ گئے۔ انہوں نے دیکھا۔

اب سفید درن بھی تعاقب میں نہیں رہی تھی۔

”یہ کیا۔“ ان کا اطمینان اتنی آسانی سے کس طرح ہو گیا۔

”کاغذات بہت سادہ سے تیار کیے گئے ہیں۔“

”لیکن ان کے تو اپنے آلات ہیں۔ جن کے دائرے سے۔“

لوگوں کی تصدیقی حالت کو جانپ لیتے ہیں۔

Malik ji

۱۴۳

ان آٹا ہی ملک سے باہر جاتا ہے۔

”کیوں خیر تو ہے؟“

”اچیں ڈومان جاتا ہے۔ ڈومان کھتے ہیں نا آپ؟“

”اں! نوٹیا کا ایک بست پڑانا شہر۔ جو اب ملک انشام کا شہر ہے۔“

”اگل ٹھیک۔ ہمارے لیڈر ایک تبلیغی پروگرام کے سلسلے میں آج وہاں جا رہے ہیں۔ رات کو اسی کی روانگی ہے، اس لیے آپ لوگوں سے صرف چند منٹ کے لیے مل سکتے ہیں۔ گائیڈ لے گا۔“

”چلے نیر۔ چند منٹ کے لیے ہی ہوا دیں۔“ انیکڑ کا مان مڑا ہوئے۔

”ٹھیک ہے۔ دائیں طرف موڑ لیں۔ اور سیدھے ملے چلیں۔“ گاڑی مڑ گئی۔ صرف ایک منٹ بعد گاڑی ایک شاندار محل نما عمارت کے سامنے رگ گئی۔

”یہ ہے قعر خلافت۔ آپ لوگ یہیں ٹھہریں۔ میں آپ کی ملاقات کا بندوبست کر کے آتا ہوں۔“

”شکریہ! اچھوں سنے کہا او دو تیر تیز قدم اٹھانا چلا گیا۔“

”تو یہ حضرت تبلیغ کرسٹے کو دوسرے ملکوں میں بھی جاتے ہیں۔ چودھیر دادا نے من بنا کر کہا۔“

”اں! ضرورت ہے۔“

”تو میری خدمات حاضر ہیں۔ ایک گھنٹے کے صرف ساتھ دوپے بیٹا ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔ گاڑی کے پیچھے صفے میں بیٹھ جائیں۔“

اس کے بیٹھنے کے بعد گاڑی پھر آگے بڑھی۔

”سب سے پہلے آپ کیا دیکھیں گے؟“

”قعر خلافت۔“

”جی۔ کیوں کہا۔ قعر خلافت؟ وہ چونک اٹھا۔“

”اں کیوں۔ کیا بات ہے؟ خان رحمان نے چمک کر پوچھا۔“

”قعر خلافت، آپ لوگ صرف باہر سے دیکھ سکتے ہیں۔“

”لیکن ہم تو یہاں کے لیڈر سے بھی ملاقات کا ارادہ

لے کر آتے ہیں۔ اور ظاہر ہے۔ لیڈر قعر خلافت میں ہی

ہوتے ہوں گے۔“

”ملاقات ہو سکتی ہے۔ لیکن آپ قعر خلافت اندر سے

نہیں دیکھ سکتے۔“

”کی مطلب؟“ انیکڑ حیرت ہوئے۔

”قعر خلافت کسی اجنبی کو اندر سے نہیں دکھایا جاتا۔“

”وہ ایک پرائیویٹ جگہ ہے۔ اں آپ ہمارے لیڈر سے ملنا

مل سکتے ہیں، لیکن وہ بھی چند منٹ کے لیے۔ اچھیں کیوں

Malik ji

۱۴۹

”یوں کیسے۔ لوگوں کو گمراہ کرنے جانتے ہیں۔ لوگوں کو
 درغلابخیز نہ تو ان کا کام کیسے چلے۔“ خان دھان بولے۔
 ”لیکن ہمارا مقصد تو قہر خلافت اہلحد سے دیکھنا تھا۔“
 ”رات کو اس کی کوشش بھی کریں گے۔“ انیکٹر جھینڈ نے
 دلی آواز میں کہا۔

”کلف۔ کیا مطلب؟ شوکی بھلا لیا۔“

”شن۔ شن۔“ انیکٹر کا مرزا نے انہیں خاموش
 رہنے کا اشارہ کیا۔ انہوں نے دیکھا۔ گائیڈ پلا آ رہا تھا۔

ہرکارے

”گائیڈ اللہ کے نزدیک آگیا :
 ”ان کے پاس وقت بہت کم ہے : کام میں لے آئیے
 ایسی بات کہی کہ ملاقات کے لیے وقت نکالنے پر مجبور ہو گئے۔“
 ”آپ نے کیا کہا؟“
 ”یہ کہ آپ لوگ ان کے مذہب میں بہت دل چسپی
 رکھتے ہیں۔ اور چاہانی ہوئے کے بارے میں خود کر رہے
 ہیں : اس نے بتایا۔“

”اور آپ کو ایسی بات نہیں کہنی چاہیے تھی :
 ”اس کے بغیر ملاقات ناممکن تھی : اس نے مز بتایا۔
 ”اچھا خیر، اب تو ہو گیا۔ ہمیں کتنی دیر تک انتظار
 کرنا ہو گا؟“

”صرف پندرہ منٹ۔ آجیے میرے ساتھ۔“
 وہ زمین سے اُتر کر اس کے پیچھے چلے۔ کئی سکے

Malik ji

۱۷۸

نہیں تھا۔

وہ کنٹین کے پرائیویٹ تھے جس میں بیٹھ گئے۔ ٹھیک پندرہ منٹ بعد ایک بنلی دروازہ کھلا اور خوشبو کا ایک جھونکا ان سے ٹکرایا۔ پھر پورا کمرہ خوشبو سے بھر گیا۔ انہوں نے دیکھا، سفید ڈاڑھی والا شخص باوقار انداز میں چلتا ان کی طرف آ رہا تھا۔ وہ اسی طرح بیٹھے رہے۔ اس کے چہرے پر ہلکے دھبے تھے۔ سر پر بگڑی تھی۔ لباس سفید تھا۔ وہ ان کے سامنے کھڑی شازادہ کو کسی ہر اک پر بیٹھ گیا اور ناخوش گوارا لہجے میں بولا۔

"آپ کو ملاقات کے آداب نہیں معلوم شاید۔ بدبو کا ایک بھیکہ خوشبو میں پتا ہوا ان کی طرف آیا۔

"ہم مجھے نہیں۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" انہیں ہمیشہ نے بددیشان ہو کر کہا، کیوں کہ زبردست قسم کی خوشبو ہی اس بدبو کو لڑائی نہیں کر رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ شخص اپنے جسم یا سانس کی بدبو کو چھپانے کے لیے خوشبو کی بڑی بیٹی لٹ کر آیا ہے۔

یہی آہ پر آپ لوگ کہہ رہے تھے اس نے کہا۔

"اوہ! تو یہ بات ہے"

سامنے والی سڑک پر ایک گیٹ تھا، اس پر صلیب آدمی کھڑا تھا۔ لیکن چونکہ گاڑی پھلے ہی اندر جا چکا تھا۔ اس لیے اس نے انہیں دوکنے کی کوشش نہیں کی تاہم ہاتھ سے کسی کو اشارہ ضرور کیا۔ انہوں نے اسے اشارہ کرتے حانت دیکھا۔ وہ آگے بڑھے۔ اور محل کے سامنے پہنچ گئے۔ شری نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک لمبے قد کا خوشنود شکل صورت والا آدمی جین پیچھے کھڑا نظر آیا۔ محل کے دروازے پر بھی صلیب پہرے دار موجود تھے۔

"ان لوگوں کو بائیں طرف سے لے جائیں۔ وہاں کنٹین بنی ہے۔ اس کے پرائیویٹ تھے میں انہیں بٹھائیں۔ حضور ابھی آتے ہیں؟"

"حضور کون؟ اشتقاق کے سن سے نکل گیا۔

"ہمارے آقا۔ ہمارے حلیف۔" اس نے کہا۔

اور ان کے منہ بن گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد خلافت صرف تیس سال تک رہے گی۔ ان لوگوں نے اسی حدیث شریف کی طرف توجہ نہیں دی تھی اور گمراہی کے گڑھے میں جا گرے تھے۔ انہیں اس پر توجہ آنے لگا۔ رنج بھی محسوس ہوا۔ جنم کی آگ ان کا مقدور بن چکی تھی، لیکن اب لوگوں کو کوئی احساس

Malik ji

”خیر۔ آپ لوگ آنر چاہتے کیا ہیں؟ اس نے تنگہ اُڑ کر کہا۔

”میں آپ کو دیکھنا چاہتے تھے۔“ انیکٹر جیتہ مسکرائے۔
 ”بہرا خیال ہے۔“ آپ میرا وقت ضائع کرنے کے لیے آگئے ہیں۔ میں اب چلتا ہوں۔ اگر آپ سیاح ہیں تو وادیِ مرجان میں گھر میں پھریں۔ ہمارے مذہب کے بارے میں معلومات درکار ہیں تو یہاں کے کسی مرتبی سے ملاقات کر لیں۔
 یہ کرا کر وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”بیگمال کی اس زبردست کامیابی کے بارے میں کیا خیال ہے؟“ انیکٹر جیتہ نے ہڈی سکون اور شہرے ہونے لہجے میں کہا۔

اس کے جسم کو ایک جھٹکا سا لگا۔ چند سیکنڈ تک اس نے دوسری طرف ہی کیے گھڑاؤ، پھر ان کی طرف ہٹا۔ انھوں نے دیکھا، اس کے جیسے ہو سیرت نہیں تھی۔ ”آجھیں نظر آئی۔ اس نے پیشانی پر دل ڈال کر کہا۔“

”میں سمجھا نہیں۔“ آپ نے کہا کہ اسے بیگمال کی زبردست کامیابی کے بارے میں آپ کا

”اٹا! یہی آداب ہیں۔“

”نیکن ہمارے ہمارے رسول ﷺ نے تو فرمایا ہے کہ کسی شخص کو یہ ہند نہیں کرنا چاہیے کہ لوگ اس کی تعلیم کے لیے کھڑے ہوں۔“

”اس: آپ مجھ سے ملاقات کرنے آتے ہیں۔ مجھے تعلیم دیتے نہیں۔“ فرمایا ہے آپ کیا چاہتے ہیں؟
 ”آپ ڈومنان کسٹ سلیٹ میں جا رہے ہیں؟“ انیکٹر کامران مرزا بول پڑے۔

”آپ سے مطلب۔“ آپ کو یہ سوال کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی؟
 ”میں ایسے ہی۔“ انیکٹر کامران مرزا نے جلدی سے کہا۔

”مجھے بتایا گیا تھا کہ آپ لوگ ہمارے مذہب میں دل چسپی رکھتے ہیں۔“

”غلط بتایا گیا تھا۔ ہم نے ایسا ہرگز نہیں کہا۔“
 ”میں اس گائیڈ کی ابھی طرح خبروں لگا“ اس نے غصا کر کہا۔

”اس کا بھی کوئی قصور نہیں۔ اس نے یہ جھوٹ ملاقات کرانے کے لیے بولا۔“

Malik ji

۱۰۲

کیا خیال ہے ؟

”یہ سوال میری سمجھ میں نہیں آیا“

”تب پھر آپ کے جسم کو جھٹکا کیوں لگا تھا؟ فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

اسی کی نظریں فاروق کے چہرے پر جم گئیں۔ منہ سے سرخراہٹ زدہ آواز نکلی،

”میں ان دنوں تشنچ کی بیماری میں مبتلا ہوں۔ اس بیماری میں مریض کے جسم کو جھٹکے گئے ہیں“

”خیر جناب۔ آپ کوئی خیال دفرمائیں۔ یہ سوال سوچے بچے بغیر میرے منہ سے نکل گیا تھا“ انیکٹر جیشہ بولے۔

”یہ بات تو خیر نہیں ہے۔ سوال تو سوچ سمجھ کر کیا گیا ہے“

”ابھی تو آپ کہہ رہے تھے کہ سوال سمجھ میں نہیں آیا ہے انیکٹر کامران مرزا نے حیران ہو کر کہا۔

”ہاں! یہ بھی غلط نہیں ہے“

”خیر۔ ایک دوسرے سوال کا ہی جواب دے دیں۔

”وہ کیا؟ اسی کے کھڑے کھڑے پوچھا۔ اب وہ اپنی شاندار کرسی کو بھول گیا تھا۔ اور ملاقات کے ادا اب کا خیال بھی شاید دہن سے نکل گیا تھا۔

”وادی حرمیان کے لوگ۔ یعنی آپ کے بیروکار آخر بیگمال کی فوج میں کیوں بھرتی ہیں۔ آپ لوگوں کا ان سے کیا تعلق؟ ہم وہاں دین اسلام پھیلانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ اس نے کہا۔

”لیکن بیگمال تو پوری مسلمان قوم کا بدترین دشمن ہے۔ انیکٹر کامران مرزا نے اعتراض کیا۔

”بیگمال کے لوگوں کا خیال ہے کہ اقبل دین ہمارے پاس ہے۔ پوری دنیا کے جو لوگ مسلمان کہلاتے ہیں۔ ان کے پاس اسلام نہیں ہے۔

”کیا آپ کا بھی یہی خیال ہے؟

”بالکل۔ اب میں چلوں گا۔ میرے پاس ان فضول باتوں کا کوئی جواب نہیں۔“

اس نے نفرت زدہ اظہار میں کہا اور تیز نیز قدم اٹھاتا مثل دروازہ چھوڑ کر گیا۔ وہ آٹھ کو باہر آئے۔ گائیڈ اب اس کی لگاڑی کے پاس کھڑا تھا۔

”جو گئی ملاقات؟“

”اُسی ہو گئی۔ آئیے! انیکٹر کا۔ ان مرزا نے جلدیات کہا اور پھر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئے۔ سب نے اسی بیٹھے میں جلدی کی۔

Malik ji

۱۸۳

"میرا گھر - کیوں - میرا پتا دلو پھنے کی کیا ضرورت ہے؟
اس نے گھبرا کر کہا۔

"ایسے ہی - شاید پھر کبھی ہم یہاں آئیں۔"

"ہیں اب کبھی بھی آپ لوگوں کی کوئی خدمت نہیں
انجام دوں گا؟" اس نے کہا۔

"آپ کچھ خوش زدہ لگتے ہیں؟"

"ہاں! مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ لوگ خوش گوار ماحول
میں ملاقات نہیں کریں گے۔ اب اس مسئلے میں مجھ سے
بھی دلچسپی رکھ رہی گی۔"

"اوہ - تو یہ بات ہے - پھر تو آپ ہمیں اپنا پتا خود
تلاشیں۔" محمود بول کر اٹھا۔

"اوہ ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔" اس نے چونک کر
کہا۔ پھر بولا:

"میں ۱۲۴ افضل روڈ پر رہتا ہوں۔"

شکستہ آواز

"اور وہ دروازہ کھول کر نیچے آکر گیا۔"

"ارے ارے - اپنا سہارا تو چھوٹے جا رہے۔"

"بھاڑ میں گیا سہارا؟" وہ بولا۔

"جے پادرو - بہت ڈر گیا۔" فوجت کے لڑکے

"خیر تو ہے۔ آپ لوگ بہت جلدی میں ہیں۔ گائیڈ
سنے حیران ہو کر کہا۔

"ہم لوگ وقت ضائع کرنے کے عادی نہیں، کیوں کہ
وقت جیسی قیمتی چیز کو دنیا میں کوئی نہیں۔"

گاڑی آگے بڑھ گئی۔ اور پھر محمود نے کہا:

"ایک بزرگ ہمارے حلقہ میں ہے۔"

"کیا کہہ - بزرگ؟" گائیڈ قریباً چلا کر بولا۔

"ہاں! لیکن اس میں اس قدر گھبرانے کی کیا بات
ہے؟"

"کیا آپ لوگوں نے ملاقات خوش گوار ماحول میں نہیں
کی؟" گائیڈ بولا۔

"جہاں تک میرا خیال ہے۔ ماحول خوش گوار نہیں تھا۔"

"اسی لیے یہ بزرگ آپ کا بھیجا کر رہی ہے۔" آقا

کو آپ لوگوں پر شک ہو گیا ہے۔ سہرائی فراہم کرے

میں آتا رہی۔ اب میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔"

"بہت بہتر! آپ شوق سے آکر جائیں۔ دیکھیں آپ کا

نام کیا ہے؟"

"مجھے شیم نوید کہتے ہیں۔"

"آپ کا گھر یہاں کہاں ہے؟"

Malik ji

۱۸۶

کہا مطلب یہ کہی آواز میں آئیں۔
 میں نے ایک دو مرتبہ دائیں یا بائیں مڑنے کی کوشش
 کی۔ لیکن سبز کار آڑے آ جاتی ہے۔ دونوں سبز کاریں
 اس حد تک نزدیک ہیں کہ ہم ان کے بیچ میں پس
 کر گئے ہیں۔

تو پھر جس طرف یہ سارے ہانا پاتے ہیں، اسی طرف لے
 گئے۔ اللہ مالک ہے۔ انیسٹر بھیج دے۔
 اور پھر وہ پہاڑی کے دامن میں پہنچ گئے۔ یہاں ابھی
 ہونے کے برابر تھی۔ کم از کم جس جگہ وہ ٹکے تھے۔
 اس جگہ تو آبادی تھی ہی نہیں۔

سگڑی روک کر بھی وہ اندر ہی بیٹھے رہے۔ سبز کاروں
 سے آٹھ آدمی آگے اور دین کی طرف بڑھے۔
 ”نیچے آکر آؤ“ ان میں سے ایک نے کہا۔

”کس لیے؟“
 ”تم لوگوں کو دوسری دنیا پہنچانا ہے۔“
 ”ہم نے تو ایسی کسی خواہش کا اظہار نہیں کیا“
 ”جیران اوکر کہا۔“

”تمہاری اپنی خواہش سے نہیں آیا کوئی؟“
 ”اوہ۔ تو آپ لوگ موت ہیں۔“

”ان کی گڑی پھر آگے روانہ ہوئی، لیکن یہ دیکھ کر
 ان کی آنکھیں بڑھ گئی کہ ان کے آگے بھی ایک سبز کار آ
 چکی تھی۔ گویا ایک آگے تھی، ایک پیچھے۔
 ”ان کے اداوے نیک نظر نہیں آتے“ آصف بڑبڑایا۔
 ”رک کر پوچھ لیتے ہیں۔“

”یہاں مڑنا نہیں آئے گا۔ پہاڑی کی طرف پلتے ہیں،
 فدا پڑ سکوں جگہ تو ہونی چاہیے۔“ محمود نے خوش ہو کر
 کہا۔

”پڑ سکوں جگہ تو یہ اچھا کام اور بھی آسانی سے انجام
 دے سکیں گے۔“ فرناز نے کہا۔

”کوئی بات نہیں۔ ہم بھی تر نوالہ نہیں ہیں۔“ آفتاب
 بولا۔

”تو کیا ہم خشک نوالہ ہیں؟“ فاروقی نے حیران
 ہو کر پوچھا۔

”پاپ پتا نہیں۔“ آفتاب نے ہنسنے شروع کیا۔
 ”آفتاب سے ہی پوچھا ہے۔ تم سے نہیں؟“ فاروقی
 بل گیا۔

”اگلی سبز کار اب انہیں خود ایک خاص سمت میں لے
 جا رہی ہے۔“ انیسٹر کا ہر ان مڑنے اعلان کیا۔

Malik ji

688

"ان اتم لوگوں کی۔ اپنی نہیں۔ دوسرا بولا۔

"کیا کہا جا سکتا ہے۔ موت ہی ٹھہری۔ رہا سے بجائے آپ
 کا رخ بھی کر سکتی ہے۔"
 "یہ تو وقت بتائے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ وقت صاحب سے پوچھ لیتے ہیں۔"
 فادوی نے کہا اور پھر پہاڑی کی چوٹی کی طرف منہ کر کے بولا:
 "پیارے وقت۔ ان دونوں فریتوں میں سے کس کی
 موت کا وقت قریب ہے؟"

"لیکن تم سے یہ کس نے کہا کہ وقت پہاڑی کی چوٹی
 پر رہتا ہے۔ آفتاب نے منہ بتایا۔"

"نیچے اترو۔ ایک نے غرا کر کہا۔"

"چلو بھئی۔ ابہ نیچے اتر ہی آؤ۔"

انٹیکٹر کا سران مرزا مکرانے اور پھر نیچے اتر آئے۔
 ان کے باقی ساتھی بھی نیچے اترے۔

ادسے۔ "یہ تو خدا بھی نہیں ڈرے۔ بھاگو۔ ایک نے
 کہا۔"

اچانک وہ سربراہ وکھ کر بھاگ کر گئے۔

"ارے ارے۔" کیا۔ ایسی بھی کیا بڑائی۔ القاب اور

محمود ایک ساتھ چلے کر رہے۔

لیکن انھوں نے پلٹ کر نہ دیکھا۔ میں اسی وقت جراتو
 کہ اہاں بڑھنے لگیں۔ کئی گریباں ان کے سروں پر سے
 گزرتی گئیں۔ وہ دھڑام سے گرے۔ اور ایک کھائی کی طرف
 پڑ پڑ گئے۔

"تو اس لیے بھاگے تھے وہ۔ تاکہ پہاڑیوں میں پیچھے
 ان کے ساتھی ہمیں آرام سے گولیوں کا نشانہ بنا سکیں۔"
 خان رحمان بڑبڑاتے۔

اور پھر انھوں نے بھی اپنے پستول نکال لیے۔ اور
 گولیوں کی سمت کا اندازہ کر کے فائرنگ شروع کر دی۔
 اچانک ایک چیخ بلند ہوئی۔

"ایک جاہانی کو تو ہم نے جہنم میں چننا ہی دیا۔"
 "یہ کم بخت پہاڑیوں میں پیچھے ہوئے ہیں اور ہم ان
 سے بہت نیچے اس کھائی میں ہیں۔ وہ ابہ بھی ہم پر
 آسانی سے فائرنگ کر سکتے ہیں۔" خان رحمان بڑبڑاتے۔

"پھر۔ کیا کیا جاتے۔ خان رحمان؟"

پالیسی میرا۔ خان رحمان ٹھکرا کر رہے۔

"اب ہمیں کیا معلوم کہ پالیسی تیرا کیا ہوتی ہے۔" خان
 اور نے منہ بتایا۔

"آپ لوگ ہیں رو کر فائرنگ کرتے رہیں۔ لیکن اپنے

Malik ji

صاف دھانی دیں، پھر لادو بیگر پر آواز اُبھری،
 "خبردار۔ غارتگر کرنے والے سب حضرات خود کو قانون
 کے حوالے کر دیں۔ ورنہ ہم غارتگروں دیں گے اور سب
 کو بھون دیں گے۔"
 "لیجیے۔ بھوننے والے بھی آپہنچے۔ غارتوں نے منہ
 بنایا۔"

"تمہیں کیا آپہنچنے والوں کا انتظام تھا؟ آفتاب نے
 حیران ہو کر کہا۔
 "ٹھیک ہے۔ ہم ہتھیار چھینک رہے ہیں۔ انپکڑ چٹ
 نے بلند آواز دیں کہا۔

"اور ہم بھی؟ ایک جہانی برلا۔
 پلوئیس نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پھر سب
 کو پلوئیس اسٹیشن لایا گیا۔

"ہاں! اب بتائیے۔ آپ لوگوں نے ایک دوسرے
 پر غارتگر کیوں کی۔ اور یہ جانتے لوگ مارے گئے
 دیں۔ یہ کس کے کھانے میں شاملے جائیں گے؟ پلوئیس
 انپکڑ برلا۔

"خود آوروں کے کھاتے ہیں۔ انپکڑ جیشہ برلا۔
 "اور خود آوروں کو دیں؟"

سہ بالکل نہ اجاڑیں۔ ہم چکر کاٹ کر ان کے عقب میں
 پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

"اورہ۔ تو یہ پالیسی نمبر ۱ ہے انکل۔" آمنت مسکرایا۔
 "ہاں! جیشہ تم میرے ساتھ آؤ۔"

"بہت بہتر کہ تھر صاحب انپکڑ جیشہ ہوئے۔

اور وہ وہاں سے چلنے لگے۔ انھیں ایک بہت لمبا
 اور دشوار گزار چکر لگانا پڑا۔ تب کہیں جا کر ان کے عقب
 میں پہنچے۔ انھوں نے دیکھا۔ وہ جیس کے قریب تھے۔
 سب کے پاس رائفلیں تھیں۔ دونوں نے ایک مناسب جگہ
 کو اپنا مورچہ بنایا اور پھر ان پر غارتگر شروع کر دی،
 کئی چھینیں بند ہوئیں۔ وہ ہلکلا کر ٹپڑے اسی وقت
 دونوں نے دوسری پاڑ ماری۔ پھر چھینیں بند ہوئیں۔
 جواب میں ان پر بھی غارتگر کی گئی۔ ادھر نیچے سے
 ان کے ساتھیوں نے دشمنوں کو آٹھتے دیکھا تو غارتگر کرنے
 لگے۔ اب وہ کھائی سے نکلے دو تیزی سے ان کی طرف
 بڑھتے گئے۔ ادھر ان کی فائر دھان اور انپکڑ جیشہ سے
 شبن گئی تھی۔ گولیوں کا تبادلہ زور شور سے ہونے لگا۔

اجانک بے شمار میٹوں کی آوازیں سنائی دیں۔ اور پھر
 دوڑتے قدموں سے وادی گونجنے لگی۔ پلوئیس کی گانڈیاں اٹھیں

Malik ji

کرتے رہتے تھے۔

Love

تم لوگوں نے کیا دیکھا تھا؟

”یہ لوگ پہاڑی کے دامن میں پہنچے۔ وہاں یہ لوگ پہلے سے موجود تھے اور ایک بگڑے ہوئے ہاتھیں کر رہے تھے کہ انہوں نے آتے ہی ان پر نازنگ کر دی۔ یہ لوگ ایک دین میں وہاں پہنچے تھے۔“

”دیکھا خواب۔ اسے کہتے ہیں تفتیش۔ آپ میں کوئی کارروائی مکمل کروں گا۔“

”یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں۔ خان رحمان نے بتنا کر کہا۔“

”اس کا فیصلہ عدالت میں ہوگا۔ آپ کے خلاف ۳۰۲ کا پورچ ہوگا۔“

اس کارروائی میں ایک گھنٹا صرف ہو گیا، پھر جانا پڑا کہ جاسنے کی اجازت دے دی گئی۔ ان کے چالے کے بعد اس نے کہا:

”اب آپ لوگ انہیں۔ حوالات کا دروازہ آپ کے لیے کھول دیا گیا ہے۔“

”آپ کا نام کیا ہے؟“

بولے۔

”یہ خود ایک بابائی نے کہا۔“

”بہنیں۔ ان لوگوں نے ہم پر حملہ کیا تھا۔ جواب میں ہمیں بھی نازنگ کرنا پڑی۔ انہیں کامران مرزا بولے۔“

”اب یہ فیصلہ کس طرح ہو؟“

”جیسے آپ فرمائیں۔“

”میں اس وقت خون کی گھنٹی بجی۔ پولیس انہیں نے دسیور آٹھا کر کلان سے نکال دیا، پھر پھانگ کر بولا۔“

”اوہ۔ آپ ہیں سر۔ جی جی۔ ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا۔ آپ فکر نہ کریں۔ یہ کہہ کر اس نے دسیور دکھ دیا اور ہر ان کی طرف ٹھٹھٹے ہوتے بولا۔“

”میری تفتیش یہ کہتی ہے کہ حملہ ان لوگوں نے کیا تھا۔ اس نے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔“

”آپ نے اب سے پہلے تفتیش کس طرح کر لی۔“

”بہنیں کچھ گواہ پہلے ہی مل چکے ہیں۔ وہ مسکرایا۔“

”کہاں ہیں وہ گواہ؟“ انہیں ہمیشہ سے حیران ہو کر کہہ گواہ سامنے آ جائیں۔ اس نے باہر کی طرف منہ کر کے کہا۔“

”اور پھر انہیں چند چہرے دکھائی دیے۔ ان لوگوں کو وہ محل کے آگے پاس دیکھ چکے تھے اور یہ لوگ ان کی نگرانی

میں

۶

۱۱

Malik ji

مار ڈالے ہیں اور پوری ہو گئے ہیں۔ وہ انگ ہیں۔
 "ہم قرآن سب کو مار ڈالتے۔ وہ تو آپ آگئے۔"
 فرزا نے جتنا کر کہا۔

"دکیل کو بلانا بھارا قانونی حق ہے۔ آپ ہمیں روک
 نہیں سکتے۔" یہ کہ کر انپکٹر جمشید نے نوٹ کی طرف ہاتھ
 بڑھا دیا۔

"جبروا۔" انپکٹر مگر جا اور آگے بڑھا۔ لیکن اس سے
 پہلے کہ وہ انپکٹر جمشید کی طرف ہاتھ بڑھاتا۔ انپکٹر
 کامران مرزا نے اس کا ہاتھ کھائی بار سے پکڑ لیا۔ اس
 نے غصے میں آ کر ہاتھ چمڑانے کے لیے جھکا مارا اور مزہ
 سے چیخ نکال گئی۔ دیکھ کر اسے کندھے کا چوڑ بٹنا
 محسوس ہوا تھا۔

"نہیں چھڑا سکو گے مٹر۔" انپکٹر کامران مرزا مسکراتے
 اور انپکٹر جمشید پر سکون امداد میں آئی جی صاحب
 کے لیے تیار تھے۔

گل بھار۔ خوش خان۔ راجا میر۔ دودھ اور آؤٹ
 آسکھا پھلایا۔ نور جی اور انے قدموں کی گداز کھائی والی
 اور پھر چار پانچ کانشیل امداد داخل ہوتے۔
 کیا حکم ہے جناب آپ وہ ایک ساتھ آئے۔

"میرانم۔ کیوں۔ نام کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

"دیکھو ایک نام بتاتے ہوئے دہاتے ہیں آپ؟
 میں اور قہر گا؟ اس نے جمل کر کہا۔
 تو پھر بتائیں! آفت مسکرایا۔

"میں ظہور اور ہوں۔ وہ تنگ کر لو۔"

"اور کیا آپ جانی ہیں؟"

"نہیں۔ میں جانی نہیں ہوں۔"

"تب پھر۔ ان کی حمایت کیوں کر رہے ہیں۔" انپکٹر
 کامران مرزا ہوئے۔

"آپ کس طرح کر سکتے ہیں۔"

"ابھی ہم نے اپنی آنکھوں سے تو سب کچھ دیکھا ہے۔"

"نہیں۔ یہ طرف داری نہیں تھی۔ حمایت نہیں تھی۔"

"انہوں نے گواہ پیش کیے تھے۔"

"لیکن جوڑے۔ دراصل کارنگ انہوں نے کی تھی۔"

"خیر۔ آپ ہمیں حوالہ میں فرما دو کریں۔ لیکن ہمیں
 نوٹ تو کر کے کی اجازت دیں۔"

"افسوس! میں نوٹ نہیں کر سکتے وہی حکم۔"

"کیوں۔ کیا ہم اپنے دکیل کو بھی نہیں بلا سکتے۔"

"نہیں۔ آپ نے بہت سنگین جرم کیا ہے۔ سات آدمی

Malik ji

”آئی جی صاحب آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔“

”کلم۔ کیا مطلب۔ آئی جی صاحب۔“

”ہاں؟ وہ بولے۔“

اس نے قہر سے کہنے لگے: ”میں دسیور پکڑا اور بولا:

”میں سر۔“ انپکٹر ظہور انور نے کہا اور پھر دوسری

طرف کی بات سننا روا۔ آخر تھکی تھکی آواز میں بولا:

”او کے سر۔“ پھر اس نے دسیور دھک دیا اور کانسٹیبلوں

سے بولا:

”تم لوگ جاؤ۔“ میں خود ہی ان سے بات کر لوں گا۔“

کانسٹیبل حیرت زدہ سے باہر چلے گئے۔

”آپ لوگ جا سکتے ہیں۔“

”شک۔“ اب آپ کے۔“ میرا مطلب ہے۔ اس وادی

کے کرنا دھڑا ہمارے بارے میں پوچھیں گے تو کیا بتائیں

گئے۔“

”یہی کہ میں نے آپ لوگوں کو شہر کی جیل میں

رہنے دیا۔“

”بہت خوب۔“ آؤ جیسی جلیں۔“ انہوں نے کہا۔ پھر

کہنے لگے: ”بوسے۔“

”مشرظہور انور۔“ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ان لوگوں کا

”باقی ساتھیوں کو بھی بلاؤ۔“ یہ لوگ زبردستی کر رہے ہیں۔“

اس نے کہا۔

”او۔ او۔ ان کی یہ مجال۔“

”وہ جلدی سے باہر نکل گئے۔“ پھر میں نے قریب

کانسٹیبل اندر گھس آئے۔“

ادھر انپکٹر جمشید فون میں کر رہے تھے۔

”یہ میں بولا: ”ہاں ہوں جناب۔“ وادی مر جان سے۔“

میاں کے انپکٹر ہمیں گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔“

”اپنا اجازت نامہ دکھا دیتے جمشید۔“ دوسری طرف سے

کہا گیا۔“

”ہم یہاں۔“ وہ کہتے کہتے رک گئے۔“

”اوہ اچھا۔“ سیاح بن کر گئے ہوئے ہو۔“ خیر۔ فون

کا دسیور اس احمق انپکٹر کو دے دیں۔“

”کیا یہ جا بانی ہے؟“

”نہیں۔“ لیکن یہاں جس کو جی جیسا ہوتا ہے۔ جا بانی

اس کو اپنے ڈھب پر لے آئے ہیں۔“

”ہنوں۔“ بالکل یہی بات ہے جناب۔“

اد انہوں نے فون کا دسیور انپکٹر کی طرف بڑھا

کر کہا۔“

Malik ji

۶۹۵

مرداد آج مات ڈو مان جا رہا ہے۔

"ان : معلوم ہے۔"

"آہ وہاں کس سلسلے میں جا رہا ہے؟"

"یہ لوگ بھی کہتے ہیں کہ تبلیغ کے سلسلے میں۔ آگے

اڑ جاتے۔"

"اس کے ساتھ اور کتنے لوگ جا رہے ہیں؟"

"دس کے قریب۔ جو بڑے بڑے جاہلی ہیں۔"

"اسا مرداد کا نام کیا ہے؟"

"مرزا خاسر : انپکڑ نے بتایا۔"

"بہت بہت شکریہ۔"

وہ تھانے سے نکلے۔ ان کی وین بھی یہاں لائی گئی

تھی : چنانچہ وہ اس میں بیٹھ گئے اور دائی مر جان سے

باہر کا رخ کیا۔ ایسے میں انپکڑ کامران مرزا کو کچھ

خیال آیا :

"ہم گائیڈ شیم فوید کو قبول گئے۔ وہ آدمی بہت

خوف زدہ ہو گیا ہے۔ ہمارے کام آ سکتا ہے؟"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ اس نے فضل روڈ بتایا تھا۔"

نمبر ۱۳۰۔

ایک راہ گیر سے انھوں نے فضل روڈ کے بارے میں

سوغات حاصل کیں اور اس طہمت روناہ رو گئے۔ جلد ہی وہ مکان

نمبر ۱۳۰ پر دستک دے رہے تھے۔ دروازہ کھلا اور ایک

کوجران باہر نکلا :

"فرمائیے۔ کس سے ملنا ہے؟"

"مشر شیم فوید سے۔"

"انہیں تو اسی ابھی مرزا خاسر صاحب کے خاص ہرکارے

پکڑ کر لے گئے۔"

"کہاں لے گئے؟"

"محل کے علاوہ اور کہاں لے جا سکتے ہیں : ہم سب

کی جان پر مبنی ہے۔"

"کیا اس سے پہلے بھی مرزا کے ہرکارے لوگوں کو

لے جاتے رہتے ہیں؟"

"ہاں : جس سے بھی کوئی تصور ہو جاتا ہے۔ ہرکارے

انہیں پکڑ کر لے جاتے ہیں۔"

"اور پھر؟ عجب بولا۔"

"اور پھر کیا۔ پھر وہ شخص کبھی کسی کو دکھائی نہیں

دیتا۔"

"کیا مطلب؟ ان سب نے چمک کر کہا

"ان : مطلب یہ کہ پھر اسے کوئی نہیں دیکھ پاتا۔"

Malik ji

۲۰

"پھر یہ کہ ان کا خیال ہے۔ ہر کام سے ان کے بھائی کو مل میں لے گئے ہیں۔"

"اچھا تو پھر وہ کھڑے کھڑے انداز میں بولا۔"

"حیرت ہے۔ آپ پوچھ رہے ہیں، اچھا تو پھر آپ"

کو بھی یہ بات معلوم ہو گی کہ خاص کے ہر کام سے جس کو بھی پکڑ کر لے جاتے ہیں، پھر اسے زندہ نہیں دیکھا جاتا۔"

"اں! میں یہ بات سن چکا ہوں۔"

"تو پھر آئیے۔ ان کے بھائی کو محل سے برآمد کرا لیتے۔"

ایسا نہ ہو۔ وہ بھی اپنی جان سے لالچ دھو بیٹھے۔"

"محل میں میرا داخلہ ممکن نہیں، اس سے بے چارگی کے عالم میں کہا۔"

"کیا مطلب۔ کیا آپ قانون کے محافظ نہیں ہیں؟"

"انکل ہوں۔ لیکن میں محل میں نہیں جا سکتا۔"

"اگر میں ایسا کروں تو مرزا خاصہ ایسی جگہ ہی قابض کر دے گا۔"

"ارے یہاں ہاتھ اتارنا ہی کیا ڈر۔ ۱۔ پہلے ہم آپ کے"

ساتھ چلیں گے۔"

"آپ کو دیکھ کر تو وہ اور بھی آگے بگولا ہو جائیں گے۔"

"اے! تو آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں۔ جا کر پولیس کو اطلاع دیں۔"

"مرزا خاصہ کے خلاف توہ کوئی رپورٹ درج نہیں کرتے۔"

"اور! اب تو ہمیں کچھ کرنا ہی پڑے گا۔ آؤ بھیجیں۔"

پلیس۔ سٹر آپ بھی ہمارے ساتھ آئیں۔ سٹر شمیم نوید آپ کے کیا گئے ہیں؟"

"میں ان کا چھوٹا بھائی ہوں۔"

"اور آپ لوگ جاتی ہیں؟"

"اں! یہ ٹھیک ہے۔"

وہ سب پھر پولیس اسٹیشن پہنچے۔ انپکٹر قمر الدین دیکھ کر ٹھنکا۔"

"آپ لوگ ابھی یہیں ہیں؟"

"ہم تو کب کے جا چکے ہوتے۔ ایک خاص وجہ سے"

رک گئے۔ ان صاحب کے بھائی شمیم نوید نے ہمارے"

لیے گائیڈ کے خدمات انجام دی تھیں۔ انھوں نے مرزا"

خاصہ سے ہماری ملاقات بھی کرائی تھی۔ لیکن ملاقات ناگوار"

ثابت ہوئی۔ اب مرزا خاصہ کے ہر کام سے ان کے بھائی کو"

پکڑ کر لے گئے ہیں۔"

"تھ۔ تو۔ پھر انپکٹر نے کانپ کر کہا۔"

Malik ji

۲۰۲

”یہ۔ آپ کیا کر رہے ہیں جناب۔ ہمارے پاس تلاشی کے وارنٹ نہیں ہیں، انپیکٹر لے گیا کر کہا۔“
 ”کوئی پروا نہیں، ہم اس کے باوجود تلاشی لیں گے، آپ کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہو سکے گی۔“
 ”ہپ۔ پتا نہیں کیا ہو رہا ہے۔ وہ بڑ بڑایا۔

”ہم مرزا صاحب کے سیکرٹری کو فون کرتے ہیں۔ آپ لوگ یہیں صبر کریں۔“
 یہ سڑ کر ایک نگران نے اندر کی طرف بڑھایا
 ہی تھا کہ انپیکٹر کامران مرزا بلول آئے۔

”ایک منٹ تو یہ کہتے ہی وہ جھٹ کر آگے بڑھے اور نگران کے راستے میں آگئے۔ اس نے غصے میں آکر رائفل کا بیٹ ان کے چہرے پر دے مارا۔ جو ان کے چہرے کی بجائے۔ دو دانت کی جوکھٹ پر لگا۔ اس وقت انپیکٹر جمشید آگئے بڑھے۔ انھوں نے دوسرے نگران کے سر پر ایک آٹھ رینج کر دیا۔ وہ جھرا کر گرا، اس وقت تک انپیکٹر کامران مرزا پہلے نگران کو بے ہوش کر چکے تھے۔ ان کی رائفلیں لیے وہ اندر داخل ہو گئے۔

”ہپ۔ پتا نہیں کیا ہو رہا ہے؟ انپیکٹر گھبرا کر بولا
 ”آپ اتنا ڈرتے کیوں ہیں۔ حوصلہ رکھیں۔ آپ جانتے

”پروا نہیں۔ ہو جائیں۔“

آخر پولیس کے ساتھ وہ محل کے سامنے پہنچے۔ دروازے پر موجود نگرانوں نے انھیں گھور کر دیکھا اور ایک نے گونج کر کہا:

”کیا بات ہے انپیکٹر صاحب؟“

”ہمارے ساتھ یہ جو نوجوان نظر آ رہے ہیں۔ ان کا بھائی شمیم نوید غائب ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اسے مرزا صاحب کے ہر کار سے پکڑ لائے ہیں۔“

”تر پھر آپ کو اس سے کیا۔ یہ مرزا صاحب کا اور ان کا ذاتی معاملہ ہے۔“

”یہ ان کا ذاتی معاملہ اس وقت تک تھا، جب تک یہ پولیس ایشین نہیں گئے تھے۔ اب چونکہ انھوں نے پولیٹ کی ہے، اس لیے معاملہ ذاتی نہیں رہا۔ انپیکٹر جمشید بولے۔

”تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ نگران نے غصہ کر کہا۔
 ”محل کی تلاشی لیں گے۔ اور ان کے بھائی کو رہا کر دیں گے۔“

”مرزا صاحب آپ کو تلاشی کی اجازت نہیں دیں گے۔“
 ”ہمیں تلاشی کی اجازت لینے کی ضرورت بھی نہیں۔ انپیکٹر کامران مرزا بولے۔

Malik ji

۲۶

”اے اس! انہوں نے یہ کوشش ضرور کی تھی، لیکن ہم نے اس کی کوشش ناکام بنا دی۔ اب وہ دونوں بے ہوش پڑے ہیں۔“

”اوہ! اس کی آنکھیں سپل گئیں۔ اسی وقت وہ مڑا اور کمرے میں داخل ہونا چاہا، لیکن محمود نے آگے بڑھ کر ٹانگ اڑا دی۔ وہ محراب سے گرا۔“

”اسے سرکاری ٹانگ کئے دیں۔“ محمود بولا۔
”تم لوگ اب یہاں سے زود واپس نہیں جاسکو گے۔“ یہ اطلاع سچے یا جمن گوتی۔ ویسے آپ لوگ جمن گوتیاں کرنے کے بہت عادی ہیں۔ ٹنا ہے۔ آپ کا بڑا مرزا بھی بہت جمن گوتیاں کرتا تھا۔ بد قسمت کی ایک جمن گوتی پوری نہیں ہوئی۔ اب اس کے بعد دلتے جی اس کے طریقے پر عمل کرتے ہیں۔ اور جمن گوتیاں کرتے ہیں۔ آہٹ کتنا چلا گیا۔

”پر تیز انہیں اس پتھری کا مرا چکایا جاتے گا۔“ لی اعلیٰ تو آپ مڑا چکیں۔ یہ سرگرمی نے اس کی کلاہٹی پر ایک اچھڑا دیا تھا۔ وہ جا بیٹ گیا۔
”ایکڑ صاحب۔ یہ کون ہے؟“
”مرزا غلام کا بیٹا ہے۔“ اس نے غور کیا۔

”یہی ہے مرزا تعلق آتی جی صاحب سے ہے۔“
”اس لیے تو آپ کے ساتھ چلا آیا ہوں۔“ اس نے کہا۔
”اور آپ نے اچھا کیا۔“

ان کے سامنے اب ایک کشتہ صحن تھا۔ صحن عبور کرنے میں انہیں ایک منٹ لگ گیا، پھر ایک کمرے کا دروازہ کھلا اور انہیں شکک کر دک گیا۔ کھٹنے والے دروازے سے ایک درمیانے قد کا آدمی نکلا اور چونک کر بولا:

”یہ کیا۔ آپ لوگ کون ہیں؟ اس نے گرج کر کہا۔
”ہم صل کی تلاشی لینے آئے ہیں۔ یہاں ایک شخص شمیم نوید کو افوا کر کے لایا گیا ہے۔“
”تم لوگوں کا دماغ جل گیا ہے کیا۔ اس نے حیرت ظاہر کی۔

”نہیں جناب ہم سب لوگوں کے دماغ بالکل درست ہیں۔“ فائدہ منکرایا۔

”لوگوں نے تم لوگوں کو اندر کیسے آئے دیا۔ اس نے کہا۔

”وہ بے پادہ بھی کیا کرتے۔ وہ صرف دو تھے اور ہم آتے تھے۔“

”وہ تم پر غارتگر کر سکتے تھے۔“

Malik ji

۲۰۶

" محمود! اس کے سر پر ایک وار اود کرو۔ کہیں یہ حضرت جلد ہوش میں آ جا جائیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

محمود نے فوراً ایک ٹھوکر اس کے سر پر مار دیا اور اندر داخل ہو گئے۔ دوسرا لہو حیران کئی تھا۔ کہے کے فریض میں ایک چوکور فلا نکل آ رہا تھا۔ اور صندوق کی مانند ایک ٹھکانا بنا اوپر اٹھا ہوا تھا۔ سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔ انہوں نے آؤ دیکھا۔ تاؤ۔ سیڑھیاں اُترتے چلے گئے۔

نیچے کا منظر مد درجے لرزا نظر تھا۔ انہوں نے اپنے جھوم میں چلکی محسوس کی۔ اندر باقاعدہ چھانسی کا تخت بنا ہوا تھا۔ چھانسی کا پھندہ لٹک رہا تھا اور اس پھندے میں شمیم نوید کا بدن گری طرح تڑپ رہا تھا۔ ترخانے میں اس وقت تیس کے قریب آدمی موجود تھے، لیکن ان میں مرزا غاسم نہیں تھا۔ سیکرٹری شاید مرزا غاسم کو یہ اطلاع دینے کے لیے باہر نکلا تھا کہ شمیم نوید کے گلے میں پھندہ ڈال دیا ہے۔

" تم سب لوگ ہاتھ اوپر اٹھا دو۔ ورنہ تینوں ڈالے جاؤ گے۔" انسپکٹر جمشید نے انتہائی سرد آواز میں کہا۔

وہ اس طرح آچھلے بیٹھے اس وقت تک گہری نیند میں رہے ہوں یا نلے میں دھت ہوں۔ انہوں نے

انکبیس چاڑ چھا کر ان سب کو دیکھا۔ اسی وقت انسپکٹر جمشید نے ٹریگر دبا دیا۔ گولی پھندے کی دسی پر لگی۔ شمیم نوید دھڑام سے گرا۔ محمود نے فوراً ایڑی میں سے چاقو نکالا اور اس کے گلے کے گرد کسے پھندے کو کاٹ ڈالا۔

میں اسی وقت قدموں کی آواز سنائی دی۔ وہ سب چوٹ کر گر پڑے۔ انہوں نے دیکھا کہ مرزا غاسم پتھر سکون انداز میں نیچے اُتر رہا تھا۔

Malik ji

۲۰۰

مجھے دیکھ دیا تھا اور وہ عدالت میں ان سب کے احوال
گواہی دے سکتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود مرزا کا مذاق تھا
کہ اسے بے جاؤ۔ ظہور اس میں کوئی پکڑ تھا۔

”ہم آپ لوگوں کو جن اس فلسفہ ج آزاد پھوڑ کر نہیں
جاسکتے۔ آپ سب کو قانون کے حوالے کرنا ہمارا فرض ہے۔
آپ ایک شخص کو پھانسی دے رہے تھے۔“

”ہوں! ٹھیک ہے۔ ہمیں گرفتار کرواویں۔ یہ خاصے
میں لوگوں موجود ہے۔“ مرزا نے مزہ بنایا۔

ایکپھر جمیہ نے آگے بڑھ کر دیپور اٹھایا اور آئی جی
صاحب کے قہر ملائے۔ سلسلہ ملنے پر انھوں نے کہا،

”ہیلو سر۔ آپ کا خادم عرض کر رہا ہوں۔ اس کے
بعد انھوں نے واقعی مرزاں میں پیش آنے والے حالات
اور واقعات سنائے، پھر بولے،

”اب تو خانے میں صورت حال یہ ہے کہ یہاں شمیم
نویہ اور مواہز ہے۔ اور سب لوگ ہمارے ذمہ ہیں۔
میں خود پہنچ رہا ہوں جمیہ۔ ٹھیکہ کرو۔ خود مجھے اس
کا بہت بے بسی ہے۔“ اظہار تھا۔ آئی جی صاحب چمک
کر بولے۔

”جسے بہت ٹھیکہ۔ لیکن سر۔ آپ کو تو یہاں پہنچنے

باتوں کا دھارا

”یہ کیا ہو رہا ہے یہاں؟“ اس نے حیرت زدہ
آواز میں کہا۔

”آپ دیکھ تو رہے ہیں۔ فادوق نے مزہ بنایا۔

”میں تم لوگوں کے بارے میں کڑوا ہوں۔ تم لوگ
یہاں کیا کر رہے ہو؟“

”ہم دراصل شمیم نویہ کی جان بچانے آئے تھے۔ اس
نے ہمیں وادی مرزاں کہ سیر کرانی تھی۔“ کھٹ مکرایا۔

”ہوں؟ اب آپ لوگ جاسکتے ہیں؟“

”ہم سٹر شمیم نویہ کو اپنے ساتھ لے کر جانا چاہتے
ہیں۔ آپ لوگوں کو کوئی اعتراض تو نہیں؟“

”ہاں! بے جاؤ۔“ اس نے مزہ بنا کر کہا۔

انھیں بہت حیرت ہوئی۔ مرزا خاصہ کا رویہ حد درجہ
عجیب تھا۔ شمیم نویہ ابھی زندہ تھا۔ خود وہ بھی اسے سانس

Malik ji

11-

”لیکن ان جاہانیوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو جہنم بنا رکھا ہے۔ اس میں ضرور اس سے بھی شدید ہو ہو گا۔“
اشفاق نے منہ ہٹا کر کہا۔

”اب۔ اب ہم کیا کریں۔“ وہ جگ تو بہت مضبوط معلقہ ہوتی ہے۔ شاید کنکریٹ ڈال کر بنائی گئی ہے۔ ہم اسے صرف لاشوں کی مدد سے تو توڑ پھوڑ نہیں سکتے۔
فرزاد بولی۔

”لگو کی ضرورت نہیں۔ آئی جی صاحب آئے ہی والے ہوں گے۔“

”اور اگر آئی جی صاحب اس جگہ تک نہ پہنچ سکے۔“

”جہاں تک میرا خیال ہے۔ یہ جگہ اس پر خانے سے ملا ہوا کوئی کمرہ ہے۔ یہ خانے میں کوئی دروازہ اس میں کھلتا ہو گا۔ لہذا آئی جی صاحب یہاں ضرور پہنچیں گے۔ اللہ سے دعا کرو۔“ انسپکٹر کمران مرزا نے کہا۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم لاش پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں۔ کم از کم وہ دروازہ تو تلاش کر ہی سکتے ہیں۔ شاید وہاں دروازے ہوں۔

”جائے ان کا بڑا حال کر رکھا تھا۔ لیکن ہمارے پاس نہ کرتے۔ انھیں دروازہ تلاش کرنے سے بچے اٹھایا۔“

”یہ بہت دیر لگ جاتے گی۔“

”میں! نہیں! خصوصی پولی کا پٹر سے آ رہا ہوں۔“

”اور انھوں نے دبیرو رکھ دیا۔“

”میں کچھ دیر انتظار کرنا پڑے گا۔ آئی جی صاحب

خود یہاں تفریت لارہے ہیں۔“

”کوئی پروا نہیں۔“

”میں اسی وقت انھوں نے یہ خانے میں ایک تیز ہو محسوس کی۔ اور پھر وہ تڑا تڑا گرنے لگے۔ بے ہوش ہونے سے پہلے انھوں نے مرزا خانہ کے قہقہے کی آواز سنی۔“

”اٹا اٹا۔ آئے تھے مجھے گرفتار کرانے۔“ جینک دو ان

کی لاشوں کو ڈوسری انسانی لاشوں کے جھجروں پر۔

”تاکہ یہ لوگ بھی جھجروں میں تبدیل ہو جائیں۔“

انھیں ہوش آیا تو اسے ہر جگہ کے دروازے ہٹا جا رہا

تھا۔ وہ بگڑتا رہ گیا نہیں تھا۔ ذہر کا بلب روشن تھا۔

اور اس کی روشنی میں وہ اپنے چاروں طرف انسانی ہڈی

دیکھ رہے تھے۔ گوشت لگی سڑک ختم ہو چکا تھا۔ اس

ان کی صرف ہڈیاں باقی رہ گئی تھیں۔

”اٹ مائیک۔ جہنم میں بھی شاید ایسی جگہ نہیں ہو گی۔“

آصت بڑبڑایا۔

Malik ji

پر ہاتھ مارنے لگے۔ ان پر جنوں کی حالت طاری ہو گئی۔
 نہ جانے وہ کتنی دیر تک دیواریں پیٹتے رہے۔ یہاں تک
 کہ انھیں اپنے ہاتھ شل ہوتے محسوس ہونے لگے۔
 لیکن اس کے باوجود انھوں نے ہاتھوں کو نہ روکا۔ اور
 پھر ہوا کا جھونکا ان کے جسموں سے ٹکرایا۔ وہ چونک اٹھے۔
 اسی وقت انھوں نے آئی جی صاحب کی آواز سنی۔
 ”آئی جی۔ اس قدر بد کوئی۔“

”اگر آپ یہ دروازہ کھولتے ہیں کامیاب نہ ہوتے تو
 ہمارے تھوڑے جسموں کی تو اس میں اور اضافہ کرتی۔“ خان
 رحمان بولے۔

”لیکن یہ میرا کمال نہیں۔ اگر تم لوگوں کی دھب دھب
 کی دھک میرے کانٹوں میں نہ آتی تو میرے آدمی کبھی اس
 دروازے کو تلاش نہ کر پاتے۔“

اور تو اس کمرے سے نکل کر دوسرے میں جا
 گئے۔ یہ وہی تہ خانہ تھا۔ عروہ خانے کا دروازہ بند کر دیا
 گیا۔ غصہ تو یہ کہ بھی ان کے ساتھ اس عروہ خانے
 میں چھپکا گیا تھا۔ وہ اب ہوش میں تھا۔

”کیا آپ کی ملاقات مرزا خاں سے ہو چکی ہے؟“
 ”نہیں۔ اس کا آدمی رحمان میں گرتی پتا نہیں ہے۔“

اب وہ دیواروں پر ہاتھ پھرنے لگے۔ ان کو ٹھوکر بھا کر
 دیکھنے لگے۔ ایسے میں فرحت بول ا
 ”انکل! آپ کے خیال میں آئی جی صاحب کتنی دیر
 تک یہاں پہنچ جائیں گے؟“
 ”صرف آٹھ گھنٹے ہیں۔“

”اور آٹھ گھنٹہ تو چمکا ہے۔ مجھے یاد ہے۔ میں نے
 بے روش ہونے سے پہلے گڑی دیکھی تھی۔“
 ”اور۔ اس کا مطلب ہے۔ اب وہ مرزا خاں سے
 ملاقات کر رہے ہوں گے۔ پھر وہ اس رات خانے کی تلاش
 شروع کریں گے۔ ان حالات میں ہمیں ان کی مدد کرنی
 چاہیے۔ فرحت نے جلدی جلدی کہا۔“

”جی ہاں۔ ہم ان کی مدد کس طرح کر سکتے ہیں؟“
 ”اس طرح کہ خود خود سے ان دیواروں کو پٹنا شروع
 کر دیں۔ میں قدر خود سے ان پر ہاتھ مار سکتے ہیں۔ مارتے
 چلے جائیں۔“

”تو کیوں بہت زور دے۔ اگر یہ کمرہ رات خانے
 کے ساتھ ہی کہیں بنا ہوا ہے۔ تب ہماری کوشش دنگ
 لا سکتی ہے۔“ البیکٹر ہمیشہ نے یہ جواں بے میں کہا۔

اور پھر وہ سب کے سب پاگوں کی طرح دیواروں

Malik ji

۲۱۴

خیر۔ مجبوری ہے۔ اب ہم کیا کر سکتے ہیں۔ یہ کہہ کر انہیں
جسید خیم نوید کی طرف کھڑے:

"آپ کیا کہتے ہیں۔ اب بھی جا بانی رہیں گے یا مسلمان
ہو جانا پسند کریں گے؟"

"میں جا بانیست پر لعنت بھیجتا ہوں۔ اسی وقت اپنے
گھر والوں کو یہاں سے لے کر نکل جانا چاہتا ہوں۔

کیوں کہ اگر میں یہاں رہا تو یہ لوگ مجھے اور میرے گھر
والوں کو چین کی زندگی بسر نہیں کرنے دیں گے۔"

"آپ کا خیال ٹھیک ہے۔ آپ تبارک باد کے لائق
ہیں۔ انہوں نے آپ کو ایمان کی دولت عطا فرمادی۔

چلیے۔ آپ اپنے گھر والوں کو ساتھ لے لیں۔"

اور یہ لوگ پہلی کادہ کے پاس آ گئے۔ تاہم کرام
کو وہاں اپنے چند سادہ لباس والے چھوڑ دینے کی ہدایت
کر دی گئی۔ تاکہ وہ ان پر غرور نہ کریں۔

"سوال یہ ہے کہ ایمان اور ایمانی مہمان کی میر
کا کیا لاف ہو گا؟"

"کم از کم یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ اس کی کاپی
میں ان لوگوں کا بھی حصہ ہے۔ اور وہاں تک پہنچنا

ہے۔ مرنے والا سر خود بھی اس کو ایمانی کے دار سے آگاہ

"اور۔ اس کا مطلب ہے۔ وہ فرار ہو چکا ہے۔ انہیں
جسید۔ بولے۔

"ہاں! تم نے آخر مجھے خون اس کی موجودگی میں ہی
کیا ہو گا؟"

"اے بنیاد۔ اس نے میرے پیچھے تھے تھے۔"

"ہاں تو پھر۔ وہ کس طرح یہاں تک سکتا تھا؟"

"اور اس کے ساتھ یہاں اور بھی بہت سے آدمی تھے۔"

"وہ سب بھی غائب ہیں۔ محل میں اب جو لوگ موجود

ہیں۔ وہ ان غائب ہونے والوں کے بارے میں کچھ بھی

نہیں جانتے، یا جان بوجھ کر لاطینی کا انکار کر رہے

ہیں۔ ان کا کہنا ہے۔ جتنے لوگ بھی یہاں موجود ہیں،

ان میں اگر کوئی شخص ایسا موجود ہے جس کو یہ ماننے

میں دیکھا گیا ہے تو اسے گرفتار کر لیا جائے۔ وہ کوئی

اعتراض نہیں کریں گے۔ دوسرا بیان ان کا یہ ہے کہ ان

لوگوں کو آج سے پہلے اس نے خاصے کے بارے میں کچھ کوئی

علم نہیں تھا۔"

"اور اس کا مطلب ہے۔ ہم ان کی طرف نہیں کر

سکتے۔ انہیں جیسید۔ جڑا سکتے۔

"ہاں! یہی بات ہے۔"

Malik ji

۲۰۹

اس شخص کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جاتے تو یقیناً اس کامیابی کا راز جان لیتے۔ آصف بڑبڑایا۔
 "ماہم مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم فوری طور پر انعام کے لیے دواز ہونے کی کوشش کریں گے۔ انپکٹر کاہن ان مرزا بولے۔

"ایک بات اور انکل۔ ہم صرف مرزا خاصہ ہر کیوں انعام کریں۔ اس وقت توہ جس شخص کو قائم مقام بنا کر گیا ہے۔ اس کو کیوں نہ چیک کیا جائے؟
 "میرا خیال ہے۔ تجویز معقول ہے۔ اور ابھی ہم لوگ داوی مرزاں میں ہی موجود ہیں۔
 "ٹھیک ہے۔" انھوں نے کہا۔

تو ہیل کا پڑھتے آئے اور ایک بار پھر محل کے سامنے پہنچے۔ پولیس انپکٹر لٹورہ خود ہی اپنے کانشیلوں کے ساتھ ان کے ہمراہ تھا۔ ایسے میں محمد آگے بڑھا اور دروازے پر کھڑک پڑے۔ وہاں سے دواز سے ہوا۔
 "مرزا خاصہ اپنا قائم مقام کن صاحب کو بنا کر گئے۔

ایک

مرزا مشورہ کو

شکرگزار اس نے کیا۔

تھا۔ لیکن افسوس۔ وہ نکل گیا۔ اسے ان، اس کو تو ڈوبان جانا تھا۔ ہمیں فوری طور پر معلوم کرنا چاہیے کہ اس دوران کوئی پرواز انعام کی طرف تو دواز نہیں ہوئی۔

ہیل کا پڑ میں سوار ہو کر انھوں نے ڈائریس کے ذریعے ڈیر پورٹ سے رابطہ قائم کیا۔ معلوم ہوا کہ ایک پرواز انعام جا چکا ہے۔
 "افسوس! اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ انپکٹر کامران مرزا بڑبڑائے۔

"کیوں نہیں ہو سکتا انکل۔ کیا ہم انعام نہیں جاسکتے؟
 "تو دوسری بات ہے۔ میرا مطلب یہ تھا کہ اپنے ملک میں ہم اسے گرفتار نہیں کر سکتے۔ انھوں نے کہا۔
 "اور دوسرے یہ کہ انعام میں بھی شاید ہم اسے نہ پاسکیں، کیوں کہ اسے معلوم ہے۔ ہم یہ بات جانتے ہیں۔ لہذا وہ انعام میں بھی نہیں ٹھہرے گا۔ وہاں سے کہیں اور کوچ کر جائے گا۔ یا پھر بیگال میں جا کر پناہ لے گا اور بیگال سے بہتر پناہ جگہ اسے کہاں مل سکتی ہے۔

"ہوں! افسوس۔ ہم نے موقع ضائع کر دیا۔ اگر ہم

Malik ji

۲۱۰

رہے ہیں۔ اس نے جتنا کر کہا۔

”دارا مل ہمیں ان کی گفت گو کا یہ انداز بہت دہشت
ہے۔ اور ہم اس انداز میں باتیں کرنے کے عادی نہیں
ہیں۔“

”میں سمجھ نہیں سکا کہ آپ چاہتے کیا ہیں؟
”بیگمال کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہیں۔ انٹیکٹر
جمید ہوئے۔

”بیگمال کے بارے میں کیا بات ہے۔ وہ چوگلا۔
”وادیِ مرجان کے لوگ بیگمال کی فروغ میں کیوں موجود
ہیں؟

”تبلیغ کر رہے ہیں۔“
”اور بیگمال کی حکومت نے انہیں یہ اجازت کیوں دی
دیکھی ہے۔ وہ تو آپ کے ہم مذہب نہیں ہیں۔“
”یہ آپ بیگمال کی حکومت سے پوچھیں۔ اس نے مل
کر کہا۔

”جواب معقول ہے۔ حال ہی میں بیگمال نے ایک
زبردست کامیابی حاصل کی ہے۔ آپ ان کامیابی کے بارے
میں کیا جانتے ہیں، انٹیکٹر کاروان مرزا ہوئے۔
”میرے فرستے، سب کچھ نہیں جانتے۔ اس نے مزہ

تھوڑی دیر بعد وہ محل میں مرزا مشورہ کے سامنے بیٹھے
تھے۔ اس کا تعلق بھی مرزا خاں سے ملتا جلتا تھا۔ یہ دیکھ
کر محمود سے راز لگیا:

”کیا آپ مرزا خاں کے رشتے دار بھی ہیں؟
”ہاں! میں ان کا چچی زاد بھائی ہوں۔ فرمائیے۔ اب
آپ لوگ کیا چاہتے ہیں؟
”چاہتے تو ہم یہ ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ دارالحکومت
مکہ چلیں۔ ملاؤقی، بول آؤ۔
”کیا مطلب۔ میں کیوں چلوں آپ کے ساتھ۔ اس نے

جتنا کر کہا۔
”آپ سے کچھ مزوری مشورہ کرنا ہے۔“
”سودی! میں اپنا مرکز چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔“
”اور آپ کے بڑے جو مرکز چھوڑ گئے۔ آفتاب نے
مزہ بنایا۔

”انہیں ڈراما تبلیغی مشن پر جانا تھا۔ وہ آپ لوگ
کے خوف سے نہیں گئے ہیں۔“
”گئے تو ہیں۔ آپ بھی ہمارے ساتھ مل کر تبلیغی
مشن پر کام کریں۔ محمود نے طنز بھری لہجے میں کہا۔
”میں ہرجا ہوں۔ بڑے خوشی میں اچھوٹے بات کر

Malik ji

۷۲۰

بنایا۔

”معلوم ہو گیا۔ آپ سے کوئی کام کی بات معلوم نہیں ہو گی۔ اچھا۔“

وہ آٹھ کھڑے ہوئے۔ باہر آکر انپکڑ جھنڈ بولے،
”میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس شخص کو واقعی
بیگم کی کامیابی والی بات معلوم نہیں۔ ان مرزا خاں کو
مردود معلوم تھی۔ وہ بہت دور سے پہنچا تھا۔“
اور وہ اس وقت یہاں نہیں ہے۔

”کوئی بات نہیں۔ ہم تو وہاں جا سکتے ہیں نا۔ فرحت
نے کہا۔“

آخر وہ دارالحکومت پہنچ گئے۔ اکرام کو وادی مہاجن کے
دوسے میں مزید حایات دے دی گئیں۔ بیگم شیرازی کے
گھر آکر وہ صحن میں جم گئے۔ بیگم جھنڈ ان کے لیے قسم
قسم کے پکوان پختے لگیں۔

”آج تو جہانی نے حد ہی / دی تکلف کی؟“ انپکڑ
کا مرزا مرزا نے حیران ہو کر کہا۔

”کوئی بات نہیں انگل۔ کبھی آپ کی طرف بھیجے ہوئے
کا اتفاق ہوا تو آپ بھی آئی سے کہہ دیجئے گا۔ وہ بھی حد
کو دیں۔“ خاندوق بولا۔

”مالک ہے جو یہ شخص بولے بغیر رہ جائے؟“ مرزا نے
منہ بنایا۔

”میرا مشورہ ہے کہ وقت ضائع کیجے بغیر ہم ٹوانان
کے لیے روانہ ہو جائیں۔ اور مرزا خاں کو تلاش کریں۔
ٹوانان انشام میں ہے۔ اور انشام کی حکومت سے ہماری
حکومت کے دوستانہ تعلقات ہیں۔ لہذا وہ ہماری ہر ممکن
مدد کرے گی۔“ انپکڑ جھنڈ جلدی سے بولے۔ انہیں خوف
محسوس ہوا تھا کہ کہیں خاندوق وغیرہ شریعہ نہ ہو جائیں۔
”ہمارے پاس اب اس کے سوا چارہ بھی کیا ہے۔“

اس بڑی کامیابی سے چند بڑے بڑے دشمن ٹکڑوں کے
سربراہ واقع ہیں۔ بے دے کے ہم ان میں سے ایک
سربراہ کے ٹکڑے میں پہنچے تھے۔ لیکن وہاں سے بھی فرار
ہونا پڑا۔ اب مرزا خاں مر کے دوسے میں یہ امانت ہے
کہ اس کے علم میں یہ بات ہے۔ اوستہ۔ ہم۔ مگر
انپکڑ کا مرزا ان کثرت کہتے رکھتے تھے۔

”میں سمجھ گئی۔ آپ کو کوئی اور بات سوچ گئی
ہے۔“ آفتاب چمکا۔

”تمہارا خیال غلط نہیں۔“

”یہ چارہ سے خیالی عام طور پر ہمارا طریقہ عمل نہیں

Malik ji

ہوا اور کام کم نہ ہوئے۔

لیکن اس طرح تو آپ ہمیں اور باتیں کرنے کا موقع دے رہے ہیں۔ شوکی سکرایا۔

اسی بات پر خود کرنے کے لیے تم لوگ شوق سے باہیں کر سکتے ہو۔ انھوں نے اجازت دی۔

شکریہ۔ باتیں کرنے کی اجازت بھی ملی تو کس اعزاز میں۔ دعت تیرے کی۔ آصف حلقہ جھٹا کر اپنی دان پر آتھا مارا۔

ہاتھیں جھٹی محمود۔ تم اپنی جگہ پر موجود تو ہو۔ ہم۔ میرا مطلب ہے۔ تمہاری توجہ تم میں ہی موجود ہے نا۔ آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

نکدہ ذکر۔ میری دونوں ہیرے جسم میں ہے۔ ان آصف کے دماغ پر اس وقت میں سوار ہو گیا ہوں۔ محمود نے ہانپ کر کہا۔

نہیں تو۔ آفتاب نے ہلکلا کر کہا اور آٹھ کر آصف کے سر کو غور سے دیکھنے لگا۔

اوہو۔ اہی۔ محمود اتنا چڑھا سا نہیں ہے۔ فریاد پڑی۔

ہاں! میں ہی سوچ رہا تھا۔ شکریہ۔ اس نے

شکرا کر کہا اور پھر اپنی کرسی پر بیٹھنے چلا۔

اسے۔ خاموش ہوا۔

کاتم کی بات ہو رہی ہے۔ سنا تم نے۔ فرزانہ نے لٹکھانے والے انداز میں کہا۔

اللہ کی مہربانی سے میں نیٹھ کے معاملے میں گیارہ گرا نہیں ہوں۔ اس نے منہ بنایا۔

آپ کیا کر رہے تھے۔ انیسٹر جمشید بولے۔

ایک عجیب خیال آیا ہے۔ غیر مسلم ممالک میں سے بڑے بڑے ٹکوں کے صدر تو خیر ٹھیک ہے اس کا بانی سے واقف ہیں۔ اور وہ وقت اس لیے ہیں کہ ان

سب نے اس منصوبے میں جھٹ لیا ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ وادی مرزاخان کے لیڈر مرزاخان کو یہ

بات کیوں معلوم ہے۔ اس کی اس معاملے میں کیا اہمیت ہے۔ اور ان ٹکوں کے سربراہوں نے اس کو اتنی اہمیت

کیوں دی۔ انیسٹر کامران مرزا جلدی جلدی بولے۔

سوال واقعی بہت اہم ہے۔ اور اس کا جواب یہ لوگ دیں گے۔ انیسٹر جمشید نے خاموشی کی طرف اشارہ کیا۔

آپ کا مطلب ہے انکل۔ ہم لوگ۔ کھن بولا۔

ہاں! تم لوگ۔ کیوں کہ تم لوگ باتیں زیادہ کرتے

Malik ji

"یہی ہے۔ تیار اصل موضوع شروع ہو رہا ہے۔ اشفاق بولا۔
 "کتنے۔ مہربانی فرما کر میری بات سنئے۔ ورنہ وہ بات
 میرے ذہن سے نکل جائے گی اور پھر مشکل سے ذہن
 کی گرفت میں آئے گی۔ شوکی نے جلدی جلدی کہا۔

"تمہارا ذہن ہے۔ یا پھیل پکڑنے کا کاشا۔" غادوقی بولا۔
 "جدا چھل پکڑنے کے کاشے کو ذہن سے کیا نسبت؟
 اشفاق نے حیران ہو کر کہا۔
 "اُمیں میں سے جی پھل نکل جائے تو پھر مشکل سے آتی
 ہے۔ غادوقی نے جواب دیا۔

"یہی ہے۔ ہم اصل بات سے پھل تک پہنچ گئے۔
 "ابھی کیا ہے۔ ابھی تو ہم حیدر تک پہنچیں گے۔
 "میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ کیوں نہ ہم لوگ الگ بیٹو کر
 اصل موضوع پر بحث کر لیں۔ شوکی جلدی سے بولا۔

"پھر تو تم ضرور وہی بات کو دہرائیں گے اس پر۔" انپکسٹر
 کامران مرزا نے اند بٹایا۔

"دیسے جی یہ بات غلط ہے اور خان رحمان کو پتہ نہیں
 آئے گی کہ تم لوگ الگ ہو کر بحث کرو۔"

"تو کیوں انکل غادوقی نے حیران ہا کر کہا
 "ہم چاہتے ہیں۔ تم لوگ ہمارے سامنے بیٹو کر رہی

"عمو۔ تمہارا خیال غلط ہے۔ اور آصف۔ تم بھی فکر
 کرو۔ عمود تمہارے دماغ پر ہرگز موار نہیں ہے۔
 "تمہارے سر پر ادھر ادھر کی باتیں کرنے کا جوت
 اور موار ہے۔ آصف نے جلی کر کہا۔

"اے۔ تم لوگوں کو صرف اصل موضوع پر بات کرنے
 کی اجازت دی گئی ہے۔ انپکسٹر جینے نے گویا خبردار کیا۔
 "بج۔ جی۔ وہ۔ اصل موضوع سے انسان کبھی کبھی
 ہٹک بھی جاتا ہے۔ غادوقی نے ڈر کر کہا۔

"لیکن تم لوگوں نے تو ابھی اصل موضوع پر بات شروع
 تک نہیں کی۔ ہٹک کیسے گئے؟ خان رحمان مسکراتے۔
 "جی اب تم لوگ انہیں ڈرانے اور دھمکانے کا کام
 تو نہ کرو۔ پروفیسر وفاق نے ان پر ترس کھانے کے انداز
 میں کہا۔

"جی ہمت۔ آپ کہتے ہیں تو نہیں کرتے۔ ورنہ۔ انپکسٹر
 کامران مرزا نے دھمکی دینے کے انداز میں کہا۔
 "ورنہ کیا انکل۔" مکس گھبرا گیا۔

"ورنہ یہ کہ اسی وقت کرنے کا کام بس یہی تھا۔
 "ہیں آپ کو ایک ٹیویز پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ایسے
 میں شوکی بول پڑا۔

Malik ji

۳۰۰

فادوق بولا۔

”کم از کم خود تو کر ہی سکتے ہیں، شوکی نے کہا۔“

”اور یہ غور نہیں ہو رہا ہے تو کیا ہو رہا ہے؟“ آفتاب اس کی حرمت نہرا۔

”یہ۔۔۔ یہ غور ہو رہا ہے۔ اس طرح ہوتا ہے خود کے مکمل پھلتا ہوا۔“

”فاموشی۔ مسٹر مکمل سب لوگوں کو بتائیں گے کہ خود کس طرح ہوتا ہے۔“ آصف نے طنز بھری سیٹی دی۔

”ہاں کیوں نہیں۔ یہ کیا شکل ہے۔ خود کے لیے ایک چیز سب سے زیادہ غرور دی ہے۔ اس نے خودی طور پر جواب دیا۔“

”اور وہ کیا؟“

”اور وہ ہے فاموشی۔ مکمل بولا۔“

”جیسے چاندی پیمانہ دور دور تک نظر نہیں آتی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے اس کے پار نکل آتے ہیں اور وہ ہر سے اڑ گئی ہے۔ یا پھر فاموشی پیمانہ کسی حتیٰ ہی نہیں۔“

”نہیں خیر۔ آپ لوگوں کے سامنے سے چلتے تو مہر بھی بیگم جمید ہر لیں۔“

چمکتا تو رہے۔

”بہت بہتر۔ اگر آپ کی خواہش میں ہے تو ہم چمکتا شروع کر دیتے ہیں۔ آج اتنا چمکیں گے اور اس انداز سے چمکیں گے کہ کیا کبھی چمکے ہوں گے؟“ فادوق نے پرجوش انداز میں کہا۔

”شروع ہو گئی چمکنے کی گزراں! آفتاب نے منہ بنایا۔“

”میرے منہ دنگ۔ درد آؤسے ہاتھوں لوں گا۔ فادوق نے کہا۔“

”دکھانا۔ کہاں ہیں تمہارے پاس آؤسے ہاتھ؟“ فزاد نے جرحت نرہ ہو کر کہا۔

”آؤسے ہاتھ دکھائے نہیں۔ کھلاتے جاتے ہیں۔ اگر منظور ہو تو کھلاؤں؟“ فادوق نے اسے گھورا۔

”تم کتاب کو کھلاؤ، پھر دیکھ لیں گے؟“ فرحت بول۔

”اور یہ جو میں نے میز پر اپنی سادی چھڑی ڈھیر کر دی ہیں۔ ان کو کون کھاتے گا؟“ بیگم جمید نے تھکا کر کہا۔

”اور ان سب کی ہنسی نکل گئی۔“

”اصل بات دھڑکی کی دھڑکی رہ گئی۔“ انہیکڑ جمید نے افسوس زدہ انداز میں کہا۔

”اس کی قسمت۔ اس میں ہم کیا کر سکتے ہیں اب جان؟“

Malik ji

تھا: آفتاب نے منہ بنایا۔

”اور تمہیں کس کا ڈر تھا؟ فاذوق لے چران چو کر گہرا۔“

”اس کا کہ یہ فرزند نہیں بتا سکے گی؟“ وہ بولا۔

”تو پھر تم بتا دو۔“ فرزند ہل گئی۔

”آخر تم نہ کہ کیوں گئیں فرزند؟“ پروغیر داد بے چین

ہو کر بولے۔

”در اصل میں ایک بہت اہم بات کہنے والی ہوں۔“

”کی وجہ سے آپ لوگ اور بھی زیادہ توجہ دینے پر مجبور ہو گئے ہیں۔“

”مہربانی فرما کر چھاری مہجوری سے فائدہ نہ اٹھاؤ اور

بتانے کی بات کرو۔“ محمود نے منہ بنایا۔

”بہت بہتر۔“ تو پھر سنو! اس کامیابی کو حاصل کرنے کے

لیے۔ غدا ہر ہے۔ پہلے کسی نے مشورہ بنایا ہوگا۔ پھر اس

مشورے پر خود ہوا ہوگا اور آخر اس پر عمل شروع کر

دیا گیا ہوگا؟

”کیجیے۔“ جہ وہ اہم بات۔ وہ جو گئی: آمنت بولا۔

”جہی پہلے پلیدی بات تمہیں ہونے محمود نے اسے گھبرا۔“

”اور کیا تمہارے خیال میں فرزند نے ابھی بات پوری

نہیں کی؟“ آمنت نے بھی جواب میں اسے گھبرا۔

”زیادہ تیز نظروں سے گھبرا دے گی کیوں۔“ وہ بولا۔

”تنب پھر ہمیں دیکھ کر اس کے بعد سینگ سماتے، سما

گئی ہوگی: غادوقی بولا۔

”یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گدھے کے سر سے سینگ کی

طرح غائب ہو گئی ہو۔“

”ہم ایسا کیوں نہ کریں کہ غادوقی پر ناخو ہرزدیں اور اصل

بات کی طرف آ جائیں۔“ انیسٹر جتھے بولے۔

”میں یاد کرانے دیتا ہوں۔ ان لوگوں کو جواب اس بات

سما دینا ہے کہ مرزا غلام کو یہ راز کیوں معلوم ہے۔ غیر مسلم

ممالک کے سربراہوں نے اس کو اس قدر اہمیت کیوں دی

ہے؟“ خان دھان بولے۔

”نہیں اس کا جواب چنگی بہاتے ہیں دے سکتی ہوں۔“

فرزند بولی۔

”انہیں تو پھر اب تک بھائی کیوں نہیں چنگی۔“ خیر کوئی

بات نہیں۔“ تو تمہاری بھاسے میں بجا دیتا ہوں چنگی۔

مہربانی فرما کر اب بتا دو۔ آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

”ضرور کیوں نہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ غیر مسلم ممالک

کے سربراہوں نے وادی مہجوری کے یٹڈ کو اہمیت اس

لیے دی ہے کہ۔“ فرزند کہتے کہتے نہ کہ گئی۔

”پہلو۔“ نہ کہ گئی اس کی شکاڑی تو۔ وہی ہوا جس کا ڈر

کے معاملے میں نہیں بھی گھسی سے کم نہیں، محمود تھلا اٹھا۔
 "نیا واٹر دم۔ یہ تو اب اصل بات سے گھورنے پر جا
 ضرے،" الیکٹرک جمشید بڑبڑا کر۔

"ہاں فرزاد۔ تم فیصد کرو۔ کیا تعدادی بات مکمل ہو چکی
 ہے؟ محمود بولا۔

"نہیں۔ ابھی مکمل نہیں ہوئی۔" فرزاد ہنسنے لگا۔

"تو پھر تم درمیان میں رکی کیوں تھیں؟" آمنہ بیٹا کر بولا۔

"میرا خیال ہے۔ میں درمیان میں نہیں رکی تھی۔" فرزاد بولی۔

"چلو خیر۔ یہی سہی۔" لیکن بات مکمل کیے بغیر تو رکی تھیں۔

آفتاب نے کہا۔

"ہاں! یہ بات کہی جا سکتی ہے۔"

"میں سمجھ گئی۔" فرحت بول اٹھی۔

"اب تم کیا سمجھ گئیں۔ یہ کہ فرزاد کیا کتنا چاہتی ہے؟

"نہیں۔" ایکدی میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ فرزاد اس لیے

رکی تھی کہ یہ اس قسم کی صورت حال سے ہمیشہ نکتہ اندوز

ہونے کی کوشش کرتی ہے۔ کیوں فرزاد میں غلط تو نہیں کرتی؟

"نہیں۔ کم از کم تعدادی یہ بات درست ہے۔" فرزاد ہنسنے لگا۔

"تم نے کم از کم کا لفظ کیوں بولا۔ کیا میری اور تمام

باتیں غلط ہوتی ہیں۔" فرحت نے بیٹا کر کہا۔

"کم از کم میں نے یہ نہیں کہا۔" فرزاد خود بولی۔

"کیا خیال ہے خان رحمان۔ آج کی ساری بات میں وہ بات

میں معلوم ہو سکے گی جو فرزاد کتنا چاہتی ہے۔" الیکٹرک جمشید

کے لیے میں بے چارگی ٹپک رہی تھی۔

"آئندہ نظر نہیں آتی۔"

"تو پھر آپ لوگ آرام کریں۔" شوکی بولا۔

"ہاں! اب یہی کرنا چاہتا تھا۔" الیکٹرک کامران مرزا بولے۔

"لیکن اس میں قصور وار صرف اور صرف فرزاد ہے۔"

اس نے بات مکمل کیوں نہ کر دی؟

"تو میں اب مکمل کر دیتی ہوں۔ یہ کیا مشکل ہے۔"

فرزاد نے کہا۔

"خیر۔ یہ اتنا آسان بھی نہیں، کیوں کہ اب ہم باتوں

کے دھارے میں جتے جا رہے ہیں۔ اور خود کو کوئی مشکل ہو

رہا ہے۔ کیا تم یہ بات محسوس نہیں کر رہیں فرزاد؟" فاطمہ

نے جلدی جلدی کہا

"ہاں۔" پتا نہیں۔ محسوس کر رہی ہوں یا نہیں۔ اور میں

یہ ضرور محسوس کر رہی ہوں کہ میں نے ایک مشکل کام پہنچے

رہنے سے کیا ہے؟

"کون سا مشکل کام؟" انھوں نے حیران ہو کر کہا۔

Malik ji

"دعوت تیرے کی۔ ارے تو اس کے بعد انہوں نے بولے
کی اجازت بھی تو دی تھی۔" محمود جھٹا کر بولا۔

"میں نے سوچا۔ کہیں انکل ناراض نہ ہو جائیں۔"

"ناراض ہوتا ہے میرا جتنا۔ پر فیصلہ داد دے نہ بتایا۔"

"تب تو یہ فرزند کی جوتی سے بازی لے گیا۔ فائدہ تو دیا۔"

"ختم کر دیجی۔ میں اس نتیجے پر پہنچ چکا ہوں کہ ہم

ٹوہان تو پہنچ جائیں گے۔ مگر فرزند سے یہ معلوم نہیں

کر سکیں گے کہ وہ کیا کرنا چاہتی ہے۔" انیسٹر کامران مرزا

نے تنگ آکر کہا۔

"ایسی بھی بات نہیں انکل۔ انسان کو عشق کسے تو پتا

ہو نہیں سکتا۔ آصف مسکرایا۔

"تو پھر تم ہی کو عشق کرو۔ وہ بولے۔

"بہت بہتر۔ یہ کون سی ایسی بات ہے۔ میں ابھی کوئی

کے ڈو ٹگر سے رہتا ہوں۔ آصف نے کہا۔

دیکھو جی۔ تمہیں صدمہ کو عشق کرنے کے لیے کہا گیا

ہے۔ ڈو ٹگر سے رہنے کے لیے نہیں مکان بھان گھر آگئے۔

"جی تو اصل شکل ہے۔ جب بات چلے گئی ہے تو غور

جستہ لگاؤ دیتے ہیں۔ آصف نے نہ بتایا۔

"نہیں تو۔ ہم نے تو ایسی کوئی کرشمہ نہیں کیا انیسٹر

"جی۔ مرزا خاموشی کی اہمیت بتانے والا کام؟"

"اچھا جی۔ میں تم سب کو حکم دیتا ہوں کہ ایک منٹ

کے لیے سب خاموش ہو جائیں۔" پر فیصلہ داد دے جتلا کر بولے۔

پر فیصلہ داد وہ اس صحنہ میں سب سے زیادہ غم زد سیدہ

ٹھہرے۔ لہذا ذرا ہی طور پر مکمل خاموشی طاری ہو گئی۔ چند

سیکنڈ تک انہوں نے سب کو دیکھا، پھر مسکرا کر بولے۔

"ہاں! فرزند اب اپنی بات چوری کرو؟"

لیکن فرزند خاموش رہی۔ کچھ نہ بولی۔ ہونٹ ہی اس

نے مضبوطی سے پیچھے لیے تھے۔

"فرزند میں تم سے کہہ رہا ہوں۔ جو کہنا چاہتی ہو۔

کہو۔ اب ان میں سے کوئی نہیں بولے گا۔ کوئی تمہاری

بات میں دخل نہیں دے گا۔ انہوں نے پھر کہا، لیکن

فرزند چہرہ ہی نہ بولی۔

"تقصیر کیا ہو گی فرزند۔ تمہارے لیے میں نے ان سب

کو خاموش رکھنے پر مجبور کر دیا۔ اور تم ہو کہ اب اول

درجہ نہیں رہیں۔ پر فیصلہ داد جھٹا کر بولے۔ فرزند نے گہری

کی طرف دیکھا، مسکرائی اور پھر بولی:

"آپ نے خود ہی تو فرمایا تھا کہ میں تم کو حکم دیتا

ہوں کہ ایک منٹ کے لیے سب خاموش ہو جائیں؟"

Malik

کامران مرزا بولے۔

”بالکل نہیں کی۔ انپکڑ ہمیشہ نے ان کی تہنید کی۔

”آپ سب تو ایک ہو گئے۔ اور ادھر جوتیوں میں وال

بٹ رہی ہے۔ ٹھنڈے ان کی طرف اشارہ کیا۔

”تو پھر ایسا کرتے ہیں؟ فرزانہ نے اعلان کرنے کے انداز میں

کہا۔

”لگ۔ کیسا؟ ان کے مزے سے ایک ساتھ نکلا۔

”میں عرض کرتی ہوں۔ لیکن پہلے سب وعدہ کریں۔

کوئی درمیان میں نہیں بولے گا۔ فرزانہ نے کہا۔

”چلو ٹھیک ہے۔ نہیں بولیں گے۔

”تو پھر ٹھیک ہے۔ ایسا کرتے ہیں۔ ویسا کرتے ہیں کو جانے

دیں۔ اصل بات سن لیں۔ یہ منصوبہ دراصل مرزا غلام نے

بنایا ہو گا۔

”اور؟ ان کے مزے سے ایک ساتھ نکلا۔

Malik Ji



ایک انکشاف

وہ سب کہنے کے عالم میں فرزا انکو دیکھتے رہ گئے۔
 جہاں اس کی بات حیرت میں ڈال دینے والی تھی۔ وہاں
 اس کی ترکیب بھی حیرت انگیز تھی۔ اس نے کوئی اور بات
 بتانے کی بجائے ایک دم اصل بات بنا دی تھی۔

”اب ہم کب تک بُت بنے بیٹھے رہیں گے؟“ پروفیسر
 داؤد کی آواز ابھری۔

”آپ نے سُنا پروفیسر صاحب۔ فرزانے کیا کہا ہے؟“
 انیسٹر جمشید بڑا بڑا سنے۔

”ہاں! اس کی بات میں بہت وزن ہے۔“ پروفیسر
 داؤد بولے۔

”اور منشی اور خوت بھی تو کم نہیں ہے۔“

”لیکن کیا ایسا ہو سکتا ہے؟“ شاکی بولا۔

”ہاں! کیوں نہیں۔ اس کا ذہن درست امکان ہے۔“

Malik ji

مرزا غلام کو اہمیت دینے کی بات بھی اس طرح سمجھ میں آجاتی ہے۔

”جیوں! ہم فرض کر لیتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا ہے، اس طرح تو پھر مرزا غلام ہمارے لیے اور بھی اہم آدمی بن گیا ہے اور اب اس تک پہنچنا بہت ضروری ہو گیا ہے۔“
 ”اے! اب ہم یہاں اور نہیں ٹھہر سکتے۔ نہ پرواز کا انتظار کیا جا سکتا ہے۔ میرا خیال ہے۔ ہمیں خصوصی طیارے سے جانا ہوگا۔“ انپیکٹر کامران مرزا نے کہا۔

”اور اس کے لیے ہمیں مددِ مملکت سے بات کرنا ہو گی۔ یہ کہہ کر انپیکٹر جمید فون پر جھک گئے۔“
 ”حیرت ہے۔ فرناز کا ذہن کہاں جا پہنچا؟ پروفیسر داؤد بڑبڑائے۔“

”اور یہ کیا حیرت کی بات نہیں۔ کہ یہ لوگ خود کہ مسلمان کہتے ہیں۔ اور تمام اسلامی ملکوں کے خلاف سازش کر رہے ہیں۔ وہ جی ایک اسلامی ملک میں دہشت برکت، ان حالات میں تو ان کا وجود سرطان کے چوڑے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔“

”اس میں کوئی شک نہیں۔ اب ان لوگوں کو ملک سے نکالنے کی ہم چٹا ہو گئے۔“

”دہشتہ مددِ مملکت کو کیا بیورو ہاں ہیں۔ وہ کیوں نہیں نکال دیا؟“

”بیورو ہاں سمجھ میں آتی ہیں۔ یہ لوگ ملک کے اہم عہدوں پر موجود ہیں۔ صدر صاحب کس کس کی مخالفت کر رہے ہیں۔“
 ”خاتون کی پروا کیے بغیر ایک اللہ کو کیوں دے راضی کیا جاسکتا۔ محمود نے کہا۔“

”اے! لیکن یہ ایمان کی پٹری کی بات ہے۔“
 اسی وقت انپیکٹر جمید کی گواہ انھوں نے سنی۔ وہ کڑ رہے تھے۔

”ہینو سر۔ جمید بول رہا ہوں۔ ہمیں اسی وقت ڈھانچا جاتا ہے۔ اس زبردست کیا بلی کے سلسلے میں۔ ممبر کی پرواز کا انتظار نہیں کر سکتے۔ لہذا ایک اسپیشل طیارہ چاہیے۔“
 دوسری طرف کی بات سن کر انھوں نے دبیور دکھ دیا اور بولے:

”ہم ٹیک ایک گھنٹے بعد پرواز کر سکیں گے۔“
 ”اے! یہ تو ہمیں آتی کہ اللہ حافظ کہ ایسا چاہیے۔“
 ”لیکن یہ بار اب بھی بہت سی چیزیں زبرد ہوں گی۔“
 ”جمید جمید نے گویا تھوڑا کیا۔“

”آپ ان کو چیک کر دیجیے۔ ہم ساتھ مل جائیں گے۔“

Malik Jz

اور چھوٹے قہار آدمی اندر داخل ہوا

"میں اپنے معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اس

نے قہار سے بھگ کر کہا۔

"آپ کی تعریف۔"

"میں یہ عقوبت پا ہوں؟ اس نے کہا۔

"تو این آپ نے یہی تھی؟"

"ہاں! یہاں آپ میرے مہمان ہوں گے؟"

"لیکن جناب۔ آپ نے اپنا مکمل تعارف نہیں کرایا۔"

"میں یہاں کی وزارتِ خارجہ کا سیکرٹری ہوں؟ وہ

منکرایا۔

"اوہ! چھا۔ تو کیا ہمارے ملک کے صدر صاحب نے آپ

کو فون کیا تھا؟"

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"لیکن جناب۔ ہم آپ کو رحمت نہیں دینا چاہتے۔"

"ہم جوں جوں تمہاری گئے۔" انکیکڑ جھٹکا۔

"میں کس طرف جا سکتا ہے جناب؟ اس نے پوچھا۔

وہ کہہ کر کہا۔

"کیوں؟ ہو کیوں نہیں سکتا۔" انکیکڑ کا بیان مڑا۔

"میرا مطلب ہے۔ یہ سے مہمان اور کبھی جوتی میں نہیں۔"

انکیکڑ کام ان مزا کھڑے ہو گئے۔

"اور پھر انہوں نے انفرادی کے عالم میں تیاری کی،

ٹھیک آدھ گھنٹے بعد وہ ایر پورٹ پر موجود تھے۔ اور اس

کے آدھ گھنٹے بعد وہ ڈومین کی طرف آڈے مار رہے تھے۔

تین گھنٹے کے سفر کے بعد وہ ڈومین کے ہوائی آڈے

پر آڈے۔ تو دو باوردی آدمیوں نے ان کا استقبال کیا۔

"آپ کے لیے وین حاضر ہے؟"

"لیکن ہم نے تو کسی وین کا آرڈر نہیں دیا تھا۔"

"آپ کے صدر صاحب نے ہماری حکومت کو اطلاع

دی تھی؟"

"اوہ۔ تب تو ٹھیک ہے؟"

اور وہ اس وین میں بیٹھ گئے۔ جلد ہی انہیں ایک

سرکاری عمارت میں پہنچا دیا گیا۔ ایک ہال کمرے میں

انہیں کسی کا انتظار کرنا پڑا۔

"پتا نہیں کیا چکر ہے۔ صدر صاحب کو انہیں فون

کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہم خود ہی ٹیلیفون میں کسی

ہوٹل تک جا سکے تھے۔" محمود بڑا ہلکا

"کوئی بات تو ہو گی۔" فریاد بڑا ہلکا۔

اور پھر انہوں نے ہمدردی کے آواز میں ایک موٹے

Malik ji

کھڑا دیں۔

”بہت بہتر ہے۔ اس کا نام مرزا غلام ہے۔“
”کیا۔ نہیں۔ یعقوب با کے مرزے حیرت زور انداز
میں بھلا۔“



ان سب نے حیرت جبری نظروں سے ان کی طرف
دیکھا۔ پھر انکثر کامران مرزا بلائے،

”غیر تو ہے۔ آپ ۷ نام سن کر چونک اٹھے۔“
”اس جیسے کہ میں آپ کو ان کے بارے میں بتا سکتا
ہوں۔ یہ تو براہ راست ہمارے صدر صاحب کے مہمان ہیں۔“
”کیا مطلب؟ وہ زور سے پوچھے۔“
”ان کے صدر سے دوستانہ تعلقات ہیں۔“

اور ”وہ دھک سے رہ گئے۔ اس وقت یعقوب با
نے کہا۔“

”آپ نے کیا کہا تھا۔ آپ ان کی تلاش میں ہیں۔“
”جی ہاں۔ میں نے جی کی تھا۔“
”لیکن کیوں۔ وہ کیا ہے؟ اس نے حیرت زور انداز

”آپ فکر نہ کریں۔ ہم ضرور تا جوتل میں ٹھہریں گے۔“

ایک بہت اہم کام کی وجہ سے۔ اس کام سے فارغ ہونے
کے بعد اگر وہ **مرزا غلام** ملا تو پھر ہم آپ کی مہمان خوانی
کے لیے گفت و آواز ہوں گے۔“

”خیر۔ جیسے آپ کی مرضی۔ کسی بھی قسم کی کوئی ضرورت
ہو یا بریشانی صوبوں ہو تو آپ مجھے فون ضرور کیجیے گا۔“
چاہے رات کے بارہ وی کیوں نہ بجے ہوں، میں سر کے
بل حاضر ہو جاؤں گا۔“

”اس۔ اس کی ضرورت نہیں جناب۔ آپ کا یہ بڑا
دلی آجانیے گا خادوق نے گھبرا کر کہا اور وہ ٹکرا اٹھے۔“
”یعقوب با بھی مسکراتے بغیر نہ رہ سکا۔“

”ہمارے ٹھک کا ایک اہم آدمی رات کی چوڑا
سے ڈھان کے ایر پورٹ پر اترتا ہے۔ دراصل ہم اس
کی تلاش میں ہیں۔ کیا آپ اس مسئلے میں ہماری کچھ
مدد کر سکتے ہیں؟“

”اگر پتے سے اطلاع ہوتی تو وہ ہماری نظروں سے
چھپا نہیں رہ سکتا تھا، لیکن ان حالات میں آپ خود سچے
بولا میں کس طرح اس کے بارے میں جان سکتا ہوں؟
تاہم میں کوشش ضرور کر سکتا ہوں۔ آپ مجھے اس کا نام

Malik ji

کو ہر طرح کا نقصان پہنچانے کی پوری کوشش کی ہے۔
اور پھر ٹھک سے غرار ہو کر یہاں آ گیا ہے۔ الیکٹرک بجلی
نے عکسین انڈاز میں کہا۔

”اوہ۔ بدست افسوس ناک خبر ہے۔“

”اب اگر ہماری حکومت آپ کی حکومت سے درخواست
کرے کہ اس کو ہمارے حوالے کر دو تو آپ کی حکومت
کا کیا جواب ہو گا۔ پہلے تو یہ بتائیے۔“

”یہ واقعی ایک اچھا ہوا سوال ہے۔ اگر معاملہ صدر
صاحب کے دوست کا نہ ہوتا تو یقیناً ہماری حکومت آپ
کی حکومت کا احترام کرتی اور اس شخص کو آپ کے حوالے
کر دیتی۔ لیکن اب یہ کہ وہ صدر صاحب کا دوست
ہے۔ چہ کس طرح اسے آپ کے حوالے کر سکتے ہیں؟
آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ لیکن یہ بھی تو سوچئے کہ اس
کا نتیجہ کیا نکلے گا۔“

”ہاں میں سوچتا ہوں۔ دونوں حکومتوں کے اعلیٰ
خواب ہو جائیں گے۔ تجارتیں بھی بند ہو جائیں گی اور
آمد و رفت بھی۔ دونوں حکومتوں نے ارمان ہیں کہ وہ
ہو چکے ہیں۔ وہ سب کے سب بچے معاہدے کی طرح ٹوٹ
جائیں گے۔“

میں ہنسا۔

”ایک بدست اہم معاملہ ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں۔ غزا
خاتمہ کون ہے؟ الیکٹرک بجلی نے غرور مند لہجے میں کہا۔
”ہاں۔ آپ کے ملک کا رچنے والا ہے اور ہمارے
صدر کا گرا دوست ہے۔“

”اس کے مذہب کے بارے میں کوئی بات؟
”ہاں! یہ بات بھی سننے میں آئی ہے کہ وہ حضور
نبی کریم ﷺ کے بعد کسی شخص کو نہیں مانتا ہے۔
اور خود کو جاوانی کہلاتا ہے۔“

”آپ نے بالکل ٹھیک سنا ہے۔ اور ایسا عقیدہ
رکھنے والا آدمی مرتد ہے۔ دائرۃ اسلام سے خارج ہے۔
پھر آپ کے صدر نے اسے دوست کیوں بنا رکھا ہے؟
کیا انہیں اس کے مذہب کے بارے میں کچھ پتا نہیں؟
معلوم ہے، لیکن وہ ذرا روشن خیال ہیں۔
”یہ روشن خیال نہیں۔ اسلام سے دوری ہے پھر ذمہ
دائروں سے۔“

”شاید آپ کا خیال ٹھیک ہے، لیکن ہم لوگ یہ بات
اپنے صدر سے کس طرح کر سکتے ہیں؟
اس شخص نے اور اس کی جماعت نے ہمارے ملک

Malik ji

نہیں ہو سکتا۔ انکسٹر کامران مرزا کو فتنہ آگیا۔

”آپ کا خیال ہے۔ میرا نہیں۔ وہ بولا۔

”تو کیا آپ مرث ایک دوست کے لیے ایک دوست ملک کو ناراض کر دیں گے۔“

”میرا خیال ہے۔ آپ کے ملک کو ناراض نہیں ہونا چاہیے۔“

”اور اگر میں اس شخص کو اپنے ملک کا مجرم ثابت کر دوں۔ انکسٹر جیش نے تجویز پیش کرنے کے انداز میں کہا۔“

”ہو سکتا ہے۔ یہی بات ہو۔ لیکن وہ ہمارے ملک کا مجرم نہیں ہے۔“

”اس کا مطلب ہے۔ جب تک میں اسے آپ کے ملک کا دشمن ثابت نہ کر دوں۔ اس وقت تک آپ اسے مجرم خیال نہیں کریں گے۔“

”اں ابھی بات ہے۔ وہ بولے۔

”نہ۔ نول ہی سن۔ ہم یہ بھی کر رہے ہیں۔ ساتھ

ہی آپ سے ایک درخواست بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ آپ

اپنے اپنے کو مارے ہمارے ہمارے ہیں خدایں گے۔“

”پتہ ٹیک ہے۔ میں گراں کا وہ سہارا۔“

”ہمت شکر۔ جناب سارے کو انکسٹر جیش اٹھ

”آپ نے بالکل ٹھیک اندازہ لگایا۔ سوال یہ ہے کہ کیا آپ کے ملک کے صدر اس ایک شخص کے لیے یہ سب کر گزریں گے۔“

”م۔ میرا خیال ہے۔ آپ کی صدر صاحب نے کلمات کرا دیتا ہوں۔ آپ اس سوال کا جواب انہی سے لے لیجیے گا۔ یعقوب یا نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

”ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ ہم ان سے بھی مذاقات کر بیٹے ہیں اور یہ باتیں ان سے بھی کہنے کے لیے تیار ہیں، لیکن فیصلہ تو آپ سنا ہی چکے ہیں۔“

”ضروری نہیں کہ میرا ہی خیال ٹھیک ہو۔ آپ ان سے مذاقات ضرور کریں۔“

”ابھی بات ہے۔ ہم تیار ہونے میں چند منٹ لگائیں گے۔“

”مردہ کیوں نہیں۔ یعقوب یا نے کہا۔

آدھ گھنٹے بعد وہ انعام کے صدر کے سامنے بیٹھے تھے۔ وہ ان سے بہت گرم جوش سے ملا تھا، لیکن جب انکسٹر جیش نے مذاقات کی وجہ بتائی تو اس کا مزہ ہی گیا۔

”میرزا ناصر میرے بہت گہرے دوست ہیں۔“

”وہ مجاہد ہے۔ اور کوئی چاہانی کسی مسلمان کا دوست

Malik ji

۲۲

خاموش آتا ہے۔ یہاں تفریح وغیرہ کی غرض سے کمر ہوٹل میں جانا پسند کرتا ہے۔

”ہوٹل خداداد ہے اس نے کہا۔

”کیا یہ بہت اچھا ہوٹل ہے؟

”ہاں! ہمارے ملک کا سب سے اچھا ہوٹل، لیکن اس ہوٹل میں ایک خاص بات ہے، یعقوب با مسکرایا۔

”خاص بات بتانے کے سلسلے میں آپ مسکرائے کیوں؟

اس کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ کوئی بہت ہی خاص بات ہے۔ آفتاب بڑبڑایا۔

”ہاں! بالکل۔ بات دراصل یہ ہے کہ ہوٹل خداداد جاپانیوں

نے بنایا ہے۔

”ارے! ان کے مذ سے بگلا۔

”بھائی مکرمیت نے ان کو خوش سے اجازت دی تھی،

اور اس وقت آؤ ٹھک کا سب سے بڑا اور مشہور ہوٹل

ہے۔ یہاں کے ریت بھی آسمان سے پاتیں کرتے ہیں،

پھر بے سہارے دیواریں لگے ہیں اس میں داخل ہونے کی

حرکت نہیں کرتے!

”اور سب تو ہمیں یہی سمجھا ہوگا۔

”آپ! آپ ٹھیک لگے اس ہوٹل میں نہ اس نے

کھڑے ہوئے۔

”ایک منٹ۔ میرا خیال ہے۔ آپ میرے بارے میں

عجیب عجیب باتیں سوچ رہے ہوں گے۔ لیکن میں ایک

مسلمان آدمی ہوں۔ اور مسلمان جب کسی کو دوست کو دیتا

ہے۔ یا جب اپنے گھر میں اسے مہمان ٹھہرا دیتا ہے تو

پھر اس کی حفاظت کرتا ہے۔

”ہوں۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ ہمیں آپ سے کوئی شکایت

نہیں۔

”شکریہ! اس نے کہا اور وہ باہر نکل آئے۔ باہر

یعقوب پاؤں کا انتظار کر رہا تھا۔ مسکرا کر ان کی طرف بڑھا،

”آپ کا خیال ٹھیک ہی ثابت ہوا! انیکٹر جشید ہوئے۔

”ماہم۔ ہم ان سے ایک اجازت حاصل کرنے میں

کامیاب ہو گئے ہیں۔ اور وہ یہ کہ اگر ہم نے یہاں اس کا

کوئی مجرم ثابت کر دیا تو پھر اس کو ہمارے حوالے کر

دیا جائے گا۔ یا یہاں کے قانون کے مطابق سزا دی جائے

گی۔ انیکٹر کھراں مڑا ہوئے۔

”لیکن وہ بھلا یہاں کوئی مجرم کیوں کرنے لگا! یعقوب!

نے باہر سانس انداز میں طر بنایا۔

”اس بات کو چھوڑیے۔ اور یہ بتائیے۔ جب بھی مرنے

Malik ji

۲۵۰

”جس لوگوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت پر دھاک ڈالا ہو۔ ہم ان کے اٹھ کی یا ان کے ہوش کی یا ان کے کبھی کا دھانے کی دہی ہوئی کسی چیز کو کسی طرح اپنے جسم میں داخل کر سکتے ہیں۔ ہم نے تو اپنے ملک میں ان کی مصنوعات کا ایک ٹکٹ کر رکھا ہے۔“

”واقعی۔ آپ لوگوں کا ہند بہ قابل قدر ہے۔ حضور ﷺ سے محبت ہو تو ایسے۔ آئندہ میں بھی ان کی کوئی چیز نہیں کھاؤں گا۔ استعمال کی کوئی چیز ان کے ہاں کی بنی ہوئی خریدوں گا۔“

”ہمت خوب۔ اگر ہر مسلمان یہ عہد کرے۔ تو چند ہی دن میں مجھ آدمی آدمی جانتے نظر آئیں۔“ انسپکٹر کامران مرزا نے سکرا کر کہا۔

اور پھر وہ ایک سرکاری گاڑی میں ہوٹل غارہ پہنچے۔ گاڑی سے اترنے کے بعد بھی کوئی دھماکا ان کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ شاید اس لیے کہ وہ کسی شاندار کار سے نہیں سرکاری گاڑی سے آئے تھے۔ آخر انھوں نے اپنا سامان خود اٹھایا اور دروازے کی طرف بڑھے۔ بائیں کی دروازے دیکھ کر وہ حیرت زدہ ہو گئے تھے۔ انھوں نے اپنی درگی میں بہت کم دھتے شاندار ہوش

جبران پر کر رکھا۔

”کیوں۔ کیا ہوا؟“ خان رحمان کے لہجے میں حیرت تھی۔
”میرا مطلب ہے۔ آپ انسپکٹر صاحبان تو ملازمت کرتے ہیں۔ آپ کے دونوں دوستوں سے میں واقف نہیں ہوں۔ ہو سکتا ہے یہ مال دار ہوں، لیکن اس ہوش میں ٹھہرنے کے لیے۔ میں عرض کر چکا ہوں۔ صرف مال دار ہونا کافی نہیں ہے۔“

”یہاں تعارف کے طور پر صرف اتنا ہی کہوں گا کہ میرے یہ دوست انگریز کی چند سوسے کی کافوں کے مالک ہیں اور ان میں سے بڑی مقدار میں سونا ٹھکانا رہا ہے۔ میرے یہ دوست ملک کے سب سے بڑے سائیکس دان ہیں۔ اور فائنڈی طور پر ایک بہت بڑے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ گیارہویں جے چانور۔ اور انسپکٹر کامران مرزا۔ ہم بھی گیس پور سے تو ہیں ہی۔“

”اوہ۔ اور۔ تب تو۔ معاف کیجیے گا۔ آپ واپس رہیں گے۔“

”ہم واپس رہیں گے ضرور۔ لیکن واپس کی کوئی چیز کھانی نہیں سکیں گے۔“
”کیوں؟ یعقوب یا کے لہجے میں حیرت تھی۔“

Malik ji

۲۵۲

دیکھتے تھے۔ دودھ ان سے ہر صبح پوچھ لیا اور موجود تھے۔ اور پروں
کی کافی بڑی تعداد کرسیوں پر بیٹھی تھی :
"کہاں چلے آ رہے ہیں جناب؟" ایک پرسے نے مزہ
بنا کر کہا۔

"ضرر مل گئے جیسا اس ہوٹل میں۔"

"اس ہوٹل میں ٹھہرنے کے لیے ایک لمبی سی کار
آپ کے پاس ہونی چاہیے۔"

"ہم غیر ملکی ہیں۔ کیا غیر ملکی بھی لمبی کاروں میں
بیٹھا آتے ہیں؟" خادق نے طنزاً لہجے میں کہا۔

"جو ہوٹل کی کاروں میں ہوٹل تک آتے ہیں۔ اپنے
ٹھکانے سے ہی ہوٹل میں بلنگ کرا لیتے ہیں، پھر اپنی آمد
کی اطلاع ہوٹل کو دیتے ہیں۔ یہاں سے کاریں بھیج
دی جاتی ہیں۔"

"شکریہ۔ ہم جنوں کو پہلی مرتبہ یہاں آتے ہیں اور سیکوری
صلح پر آتے ہیں۔ اور اس ہوٹل کے بارے میں معلوم
بھی نہیں تھا، اس لیے ہوٹل کے صاحبزادے بدور سے نہیں
کر سکے، لیکن بہر حال ہم یہاں ٹھہرنے کی ہمت نہ کھتے
ہیں۔"

"اگر یہ بات ہے تو آپ بلنگ ہال میں پہنچ جائیں،

آپ کی بلنگ ہو جائے گی تو خدمت گزار بھی آپ تک
پہنچ جائیں گے۔
"شکریہ۔ انھوں نے کہا۔"

اور اندر داخل ہو گئے۔ ہوٹل کے اندر ٹھاٹھ باٹھ
نہالے تھے، لیکن انہیں ٹھاٹھ باٹھ سے کیا غرض ہو سکتی
تھی۔ بلنگ ہال میں انہیں کرسیوں پر بیٹھ جانا پڑا۔
ان سے پہلے ہی بہت سے لوگ بیٹھے ٹھہرتے تھے۔ معاملہ اگر
مرا غامض کار ہوتا تو وہ کبھی اتنی ذہمت نہ گوارا کرتے اور
ٹھکانے کو کبھی اور ہوٹل کا رخ کرتے۔ آخر کار ان کی باری
آئی۔ اور ایک بیڑی سڑک سے واسطہ پڑا :
"ہاں! آپ فرمائیے۔"

"ہمیں چار ڈبل کمرے چاہیے۔"

"اور کتنے دن کے لیے؟ اس نے پوچھا۔"

"کم از کم ایک ہفتے کے لیے۔" انہیں ہنس بولے

"ایک بات ذہن نشین کر لیں۔ اگر آپ کو بے ایک
ہفتے کے لیے لیں گے تو پھر ایک ہفتے کے بعد خالی
کرا ہوں گے، کیوں کہ کچھ دن سے ال کی بلنگ کسی
اور کے لیے ہو چکی ہو گی۔ لہذا اگر آپ کو یہ معلوم ہے
کہ قیام کیا ہو جاسکتا ہے۔ اس وقت یہ اندازہ دن کے

Malik ji

”اوہ! ان کے مزے بھلا۔ یہ بات یعقوب ہانے ہی
 انہیں نہیں بتائی تھی۔ شاید اسے معلوم ہی نہیں تھی۔
 ”کیا ہم ان سے مل سکتے ہیں؟
 ”وہ یہاں نہیں رہتے۔ ویسے مٹا ہے۔ رات آتے
 ہیں۔ لیکن اچھی ہوٹل نہیں پہنچے۔
 ”جب وہ ہوٹل آئیں تو ہمیں اطلاع دے سکتے ہیں؟
 ”ضرور جناب۔ کیوں نہیں؟
 ”شکریہ۔ اب آپ جا سکتے ہیں؟

”یہ سچے چلے گئے۔ اور وہ اپنا سامان ترتیب سے
 رکھنے لگے۔ اس کام میں فرزانہ اور فرحت بیٹی بیٹی تھیں۔
 ”ہم یہاں آ تو گئے ہیں، لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ کیوں
 آتے ہیں؟ اتفاق بڑا بڑا۔

”مرزا خاسر سے ملاقات کریں گے۔ اور کس لیے آتے
 ہیں؟ شوکی نے است گھوڑا۔

”وہ کتنا بات کرے گا اس سے یہ معلوم کریں گے کہ اس
 کا خیال کیا راز کیا ہے؟ اتفاق نے طنز لہجے میں کہا۔

”ہاں، کیوں نہیں؟ کھن بولا۔
 اس کے ہوٹل میں ہم یہ کام کیا کر سکیں گے

بھلا فرحت نے ہلکی سی کہا۔

”یہ ٹیک کر والیں؟

”مشورہ ٹیک ہے۔ ٹیک ہے۔ پندرہ دن کے لیے
 ٹیک کر دیں۔ خان دھان مسکاے۔
 ”چھ لاکھ روپے عایت فرمائیں! اس نے فوراً کہا۔
 ”چھ لاکھ روپے۔ کس چیز کے؟
 ”پندرہ دن کا کرایہ، چار ڈبل کمروں کا۔ اور کس
 چیز کا؟
 ”کمرے کا ریٹ کیا ہے؟

”دس ہزار روپے برسر۔ اس نے مزہ بنایا۔

”اوہ اچھا۔ ٹیک ہے؟ خان دھان نے ہلکی سی ٹیڑھ
 ہیک نکالا اور کھ کر آگے سرکا دیا۔

”یہ آپ کے کمروں کے نمبر ہیں؟ اس نے ایک سافٹ آن

کی طرف بڑھایا اور گھنٹی کا بٹن دبا۔ اور پھر چھ برسر

ان کی طرف برسر۔ دو منٹ بعد وہ اپنے کمروں کے

ساتھ کمرے تھے۔ پھر ایک کمرے میں داخل ہوتے۔

برولہ نے ان کا سامان پیچھے رکھ دیا۔

”اس ہوٹل کے مالک کا نام کیا ہے؟ شوکی نے ایک

برسر کی طرف دیکھا۔

”مرزا خاسر سر۔ اس نے کہا۔

Malik ji

کر کہا۔

پروفیسر داؤد نے کوئی جواب نہ دیا۔ انہوں نے انگلی ہاتھوں پر دکھائی، سب کو خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا، پھر عجیب سے قلم اور ایک کاغذ نکالا اور اس پر کچھ لکھنے لگے۔ کاغذ ان کی طرف سرکایا تو وہ سب ایک ساتھ اٹھ کر بڑے اور ٹھیکہ کر رہ گئے۔ پھر اس تحریر پر نظر پڑی۔ پروفیسر صاحب نے لکھا تھا :
"اس کمرے میں ہونے والی گفت گزشتی جا رہی ہے۔
توہ دھک سے رو گئے۔"

اللہ کے جہود سے پڑے فائدہ ہوئے۔

"شاید ہم کسی بڑے خطے کو آواز دے چکے ہیں۔
فرزاد نے غلا میں گھومتے ہوئے کہا۔

"یہ ضروری نہیں۔ کہ خطرے سے ہماری آواز سنائی جاتی ہو۔ آفتاب بولا۔

"م۔ مجھے ایک عجیب سا احساس ہو رہا ہے۔ پروفیسر داؤد کی آواز نے انہیں چونکا دیا۔

"کیا مطلب۔ عجیب سا احساس کیا؟ اُصمت نے جلدی سے کہا۔

"عجیب احمق ہو۔ بھئی عجیب احساس عجیب ہی ہوتا ہے۔
حمود مسکرایا۔

"احمق ہو گئے تم خود۔ اُصمت نے بھنا کر کہا۔

"ٹھہر رہی۔ چلے پروفیسر صاحب کے عجیب احساس کے بارے میں جانو، میرا اپنی ٹانگہ۔ انیکڑا کامران مرزا گھبرا کر بولے۔

"میں بتا نہیں سکتا۔ پروفیسر بھلائے۔

"جی۔ کیا مطلب۔ آپ بتا نہیں سکتے۔"

"ہاں! بس۔ بتا نہیں سکتا۔ پروفیسر داؤد نے کہا۔

"پھر میں کس طرح معلوم ہو گا۔ فرزاد نے پریشان ہو

Malik ji

نے چاقو کی نوک سے اشارہ کیا۔ وہاں ایک ایک سوراخ
نظر آئے۔ ان سوراخوں کو دیکھ کر انھیں بھی یقین آ گیا
کہ ہر دفعہ داؤد ٹھیک کر رہے تھے۔ اب انھوں نے چاقو
کی نوک سے اس جگہ کو کاٹ ڈالا۔ پاستے میں ایک خاز
سا بنا ہوا تھا۔ اور اس میں بیڑ مار کا ایک ننھا سا
پیسٹر موجود تھا۔ اب ہر دفعہ داؤد نے چاقو کی مدد سے
اسی پیسٹر کو کھول ڈالا اور اس کے اندر گئے۔ تار اکھاڑ
ڈالے۔ پھر انھوں نے اسے اسی طرح بند کر دیا۔
اور پاستے کو پہلی حالت پر لے آئے۔ اب اوپر سے دیکھ
کر کوئی یہ نہیں کر سکتا تھا کہ اس پیسٹر کے ساتھ کیا سلوک
کیا گیا ہے۔

اب ہم اپنی باتیں کر سکتے ہیں۔ وہ مسکراتے۔

”بہت بہت شکریہ ہر دفعہ صاحب۔ سوال یہ ہے کہ کیا
صرف اسی کمرے میں یہ انتظام ہے۔ یا یہاں کے تمام
کمروں میں یہ چیز موجود ہے؟“

”یہاں سے پانچا ہیں کمرے اور وہیں۔ پہلے ہم ان کا
جاتو سے ہیں۔“ ایک کامران مرزا بولے۔

یہ ٹھیک رہے گا۔

وہ دوسرے کمرے میں آئے۔ یہاں بھی ایک مہری

سوراخ ہی سوراخ

انپکڑ جمید نے قلم ہاتھ میں لیا اور لکھا :

”آپ نے یہ اندازہ کس طرح لگایا؟“

”اس کمرے میں ایسے آلات نصب ہیں۔ لیکن غفیہ طریقے

سے۔ عام آدمی ان کی موجودگی نہیں جانپ سکتا۔ جواب

میں انھوں نے لکھا۔

”پھر کیا کریں؟“ انپکڑ جمید نے لکھا۔

”میں اس نظام کو بے کار کر سکتا ہوں۔“ انھوں نے

لکھا۔

”ٹھیک ہے۔ کر دیں۔“ انپکڑ جمید نے گویا ابادت دی

”عمود۔ اپنا چاقو دینا۔“ ہر دفعہ داؤد نے لکھا۔

اور عمود کے چاقو انھیں دے دیا۔ ہر دفعہ داؤد نے

چاقو ہاتھ میں لیا اور آٹھ کھرتے ہوتے۔ کمرے میں انھیں

مہریوں میں سے ایک کے پاستے کے قریب پیش کر انھوں

Malik ji

یہ مشکل کرہ تھا۔ کمرے کے درمیان میں ایک مہری
بچی تھی۔ انہوں نے فوراً اس کے پاسے دیکھ ڈالے۔
وہاں بھی سوراخ موجود تھے۔

”آپ یہاں کب سے ٹھہری ہوئی ہیں؟“

”ایک ہفتہ ہو گیا ہے۔ ابھی عین ہفتے اور ٹھہروں
گی۔ میں اپنے گھر سے تفریح کرنے کے لیے نکلی ہوں۔
”میں یہاں پہلی مرتبہ آئے ہیں۔ یہاں کی کوئی خاص بات؟“
”خاص بات یہ خاص ہوٹل ہے۔ اس جیسا ہوٹل دنیا
کے بڑے سے بڑے ملک میں بھی شاید ہی ہوگا۔“

”گویا آپ یہاں صرف اس ہوٹل میں ٹھہرنے کی
غرض سے آئی ہیں؟“ نعمت نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔
”نہیں خیر۔ یہ تو نہیں کہا جاسکتا۔ میں گھر سے پھر
بھی جاتی رہوں، لیکن زیادہ وقت ہوٹل میں گزارتی ہوں۔“
”اچھا۔ بہت بہت شکریہ۔“ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔
”اوسے اوسے۔“ بیٹھے۔

”ہیہیں بس۔ اب چلتے ہیں۔ ابھی ابھی آئے ہیں۔“
سڑک کی تصنیں بھی نہیں آباد تھیں۔

”اچھا! اس سے کہا۔“

اور دونوں باہر نکل آئے۔ پھر اپنے گھر سے۔

کے پاسے میں سوراخ نظر آئے۔ باقی دو کمرے میں بھی ایسا
ہی نظر آیا۔ وہ پھر پیٹے کمرے میں آئے!

”اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صرف ہمارے ان چار
کمرے میں ایسا ہے یا اور کمرے میں بھی؟“
”یہ بھی دیکھ لیتے ہیں۔ کسی پڑوسی کے کمرے میں
جا کر۔“ محمود بولا۔

”ٹھیک ہے۔ یہ کلام تم اور آصف کو آؤ۔ سب کے
ہاتھ کی ضرورت نہیں!“

”جی ہستر؟“ دونوں نے ایک ساتھ کہا اور کمرے سے نکل
کر ایک پڑوسی کے دروازے کی گھنٹی بجائی۔ چند سیکنڈ
بعد دروازہ کھلا اور ایک عورت نظر آئی۔
”فرمائیے؟“

”ہم ابھی ابھی یہاں آئے ہیں۔ یہ ساتھ والے کمرے
ہمارے ہیں۔ ہم نے سوچا۔ اپنے کسی پڑوسی سے ہی
مل لیا جائے۔“

”اوہ ضرور۔ آئیے۔“ تشریف لائیے۔ عورت نے خوش
اخلاق انداز میں کہا۔

”وہ اس کے پیچھے اندر داخل ہوئے۔ اور عورت
کے اشارہ کرنے پر صوفوں پر بیٹھ گئے۔“

Malik ji

سے کہا۔ شاید وہ چاہتے تھے کہ اس کی اس بات پر اعتراض نہ کیا جائے۔

اور وہ باہر نکل آئے۔ کینک نے دروازہ بند کر دیا۔ وہ دوسرے کمرے کی طرف بڑھے، پھر انپیکٹر کامران مرزا پہنچے کمرے کے دروازے کی طرف پلٹ گئے اور ان کے سامنے کے سوراخ سے آنکھ لگا دی۔ انہوں نے دیکھا۔ کینک اسی خانے کو کھولے بیٹھا تھا اور جلدی جلدی تار جوڑ رہا تھا۔ صرف دو منٹ میں وہ فارغ ہو گیا۔ اور دروازے کی طرف بڑھا۔ انپیکٹر کامران مرزا جلدی سے پیچھے ہٹ آئے اور دوسرے کمرے میں داخل ہو گئے۔ باقی ساتھی دروازے سے ہی لگے کھڑے انہیں دیکھ رہے تھے۔ وہ بھی پیچھے ہٹ گئے۔ اسی وقت کینک دروازے پر نمودار ہوا اور بولا:

اب آپ اسی کمرے میں بیٹھ جائیں۔ ہر چیز ٹھیک ہے۔

شکریہ۔ وہ باہر نکل گئے۔ کینک نے داخل ہو گیا۔ پانچ منٹ بعد وہ ان کے پاس آیا اور بولا:

میں نے ہر چیز چیک کر لی ہے۔ خلاف کوئی خرابی نہیں ہے۔

داخل ہوئے:

”وہاں بھی سوراخ موجود ہیں۔“

”اس کا مطلب ہے۔ ہر کمرے میں۔“ انتظام کیا گیا ہے۔ لیکن کیوں۔ ایسا کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی؟“ خان رحمان بڑبڑاتے۔

”اس کا جواب بہت سیدھا اور صاف ہے۔“ انپیکٹر کامران مرزا مسکراتے۔

”ذرا ہم بھی تو سنیں۔“ پروفیسر دادو چونکے۔

”میں اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی۔ انہوں نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر نمودار چٹنی گرا دی۔ انہوں نے دیکھا۔ کینک نہ ایک آدمی ان کے سامنے کھڑا تھا۔

”میں اسی کمرے کی چیزوں کو چیک کروں گا۔ کوئی چیز غراب تو نہیں۔ اور باقی جنوں کو بھی۔“

”تشریف لائیے۔“ انپیکٹر جمیل نے بغور اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”اس طرح تو آپ کو زحمت ہو گی۔ آپ لوگ اپنے دوسرے کمرے میں بیٹھ جائیں ذرا دیر کے لیے۔“

”اچھا۔ ٹھیک ہے۔“ انپیکٹر کامران مرزا نے جلدی

Malik ji

"اے۔ دیکھو اب میں ہنگامہ کھڑا کرنے لگا ہوں۔ وہ سکڑے، پھر ان کے مزے سے ایک بار ایک اور تیز آواز نکلی، جو ہال میں گونج کر رہ گئی۔
"یہ ہوٹل شریفوں کی جگہ نہیں ہے۔"

ال میں ایک لذت سناٹا چھا گیا۔ سارے جو مسلسل بچ رہا تھا۔ ایک دم دم توڑ گیا۔ ہر کسی کی پیشانی پر زل پڑ گئے۔ ان کے منہ انپکڑ جمید کی طرف گھوم گئے۔ کتنی ہی دیر تک سب لوگ انہیں کھا جانے والے انداز میں گھورتے رہے۔ پھر سفید لباس والا ایک شخص بڑے مشکل صورت سے بہت نوحہ ناک بھی نظر آ رہا تھا۔ ان کی طرف بڑھنے لگا، نزدیک پہنچ کر اس نے شریفانہ لہجے میں کہا،

"آپ نے کچھ کھا تھا؟"

ال! کہا تو تھا!

"کیا کھا تھا۔ ذرا پھر سے کیجیے۔"

"یہ ہوٹل شریفوں کی جگہ نہیں ہے۔"

"میٹیر صاحب آپ سے غلط باتیں ہیں۔ اس نے اب

بھی نرم آواز میں کہا

"ان سے کھو۔ میں آکر۔ سب کے سامنے بات

بہت جیت ٹکریٹ وہ سکڑا دیے۔

"کیک ۱۲ اور برادے میں قدم اٹھانے لگا۔ انپکڑ جمید نے شوکی کو اشارہ کیا۔ وہ فوراً اٹھا اور اس کے تعاقب میں لگ گیا۔ تین منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی۔ اس نے مزے سے کچھ کھنا چاہتا تھا کہ انپکڑ جمید نے اس کے منہ پر لٹھ دے دیا اور لٹھ میں قلم تھا رہا، شوکی سکڑا دیا اور پھر اس نے کاغذ پر کھا۔
"یہاں سے قریب ہی کنٹرول روم ہے۔ کیک اس میں جا بیٹھا ہے؟"

"ہوں۔ اچھے پھیرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم اس کمرے میں بھی نہیں بیٹھ سکتے۔ آؤ۔ ذرا ال کی خیر لے آؤ۔" انپکڑ جمید نے کہا۔

وہ نیچے اترے اور ال میں داخل ہوئے۔ ہر کمرے کے نمبر کے مطابق ہی ال میں میزوں کے نمبر تھے۔ وہ اپنی میزوں پر جا کر بیٹھ گئے۔

"میں اب ایک عدد ہنگامہ کھڑا کرنے لگا ہوں۔ انپکڑ جمید نے کہا۔

"تو کیا انکل۔ اس وقت ہنگامہ بیٹھا ہے؟ آفتاب کے لہجے میں حیرت تھی۔

Malik ji

۲۶۶

تبداری میں بھی محنت مشینوں کو کام میں لایا جاتا ہے۔
ہاتھ نہیں لگاتے جانتے۔ فریجھر دینا بھر میں سب سے
زیادہ پسندیدہ فرسوں کا تیار کردہ خریدایا گیا ہے۔ عمل خانوں
میں صفائی وغیرہ کے اختانات جدید ترین ہیں۔ ان میں
ذوہ بھر بھی کہیں کوئی نقص نہیں دکھایا جاسکتا۔ ان
حالات میں بھی اگر کوئی بے کھوکھ ہے جگہ شریفوں
کے رہنے کے قابل نہیں تو پھر میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ
نقص اس ہوٹل میں نہیں، کھنے والے کے رماخ میں
ہے۔ وہ درانی کے عالم میں کتنا چلا گیا۔

”آپ اپنی بات مکمل کر چکے۔ اگر کچھ اور کہنا ہے تو
وہ بھی کہیں۔“ اسکاٹلر جھنڈ بولے۔

”نہیں۔ میرا بات مکمل کر چکا۔ اب آپ کی باری

ہے۔ آپ کا دو ہفتے کا کرایہ اور سامان ہوٹل سے باہر
ایم ایو یا چلا ہے۔ مجھ سے بات مکمل کر کے جب
آپ باہر جائیں گے تو وہ چیزیں آپ کو آپ کی گاڑی
میں رکھی جائیں گی، لیکن اگر آپ جا چکے۔

”تم آپ کا خیال ہے۔ ہم جا نہیں سکتیں گے۔“

”نہیں۔“ اسکاٹلر ہوٹل پر اسکاٹلر، اسکاٹلر اور اسکاٹلر

میں پہلے جا چکا ہے۔ میں نے یہ دیکھا کہ میں غور کر رہا

”سب لوگ اس قسم کی گفتگو پسند نہیں کریں گے۔“
اس نے کہا۔

”کیوں پسند نہیں کریں گے۔“ ان لوگوں کا بھی مسئلہ
ہے۔ یہ بھی آخر یہاں رہا کتنی پذیر ہیں۔ اور ہاں اگر میں
اپنی بات ثابت نہ کر سکتا تو پھر جو ہر آدمی مزا دہ پڑتی
انہوں نے پڑ سکوں اور قصہ ہی ہوئی آواز میں کہا۔

”پھر مزا دہاری پسند کی ہوگی۔“ اس نے کہا۔

”چلو مشغول۔“ وہ بولے۔

سفید لباس والا مڑ گیا۔ ہال سے اسے جاتے سب
لوگ دیکھتے رہے۔ آخر وہ ایک بھاری بھر کم آدمی کے
ساتھ پھر ہال میں داخل ہوا۔

”کیا بات ہے سسر؟“ اس کی آواز بھی کم بھاری نہیں تھی۔
”میرا دھڑی ہے کہ یہ ہوٹل شریفوں کے قابل نہیں۔“
اسکاٹلر جھنڈ بولے۔

”بھاری ہر چیز میعاد ہی ہے۔ ہم ہر چیز میں نقصان
کا خیال رکھتے ہیں۔“ اسکاٹلر نے ہوٹل میں ایک کھنچو بھی نہیں
دکھائی جا سکتی۔ ہر سے کسی چیز کو ہاتھ سے نہیں چھوتے،
ہر چیز کو چھوٹوں کے ذریعے پکڑا جاتا ہے۔ چیزوں کی

Malik ji

۳۶۹

ہے۔ پرا خیال ہے۔ پولیس آپ کو یہاں سے پولیس اسٹیشن لے جائے گی۔

”آپ بھی یعقوب با کو فون کر دیں گا ورنہ سب سے آپ کیلئے دھمکیاں مل سکتی ہیں۔“

”ہاں! ٹھیک ہے۔ انہوں نے کہا اور اگلے گھر سے۔“

”کیا مطلب؟“

”آپ نے پولیس کو فون کیا ہے یا نہیں؟“

”ہاں! نہیں۔“

”اوہ! ضرور ضرور۔ کیوں نہیں؟ اس نے خوش ہو کر کہا، چہرہ بدلا۔“

”مرد فون کریں۔ کوئی اعتراض نہیں۔“

اب سب لوگ اپنی مشغولیات کو بھول کر ان کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ انسپکٹر کامران مرزا نے یعقوب با کے لیے ملائے اور بولے:

”ہیلو مسٹر یعقوب با۔ کامران مرزا عرض کر رہا ہوں،

یہیں آپ کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ اگر آپ آ سکیں۔“

”میں ضرور آؤں گا۔ ابھی پہنچ رہا ہوں۔ اس نے کہا۔“

انسپکٹر کامران مرزا دیکھ کر کہہ کر ہلے ہی تھے کہ ہوٹل کے باہر پولیس کی گاڑیوں کے سائرن سنائی دیے، اور پھر چند پولیس آفیسر اندر داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا:

”کیا بات ہے مسٹر بارٹانی؟“

”آپ ان لوگوں کو دیکھ رہے ہیں؟“

”ہاں! ان لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ہوٹل شریفیوں کے قابل نہیں۔“

”کیا ان کو دود سے چٹایا۔“

”ہاں! ان کا بھی کہنا ہے۔ اور یہ کہ انہوں نے ہوٹل کی سائیکل کو زبردستی نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے۔“

”لہذا آپ انہیں گرفتار کر سکتے ہیں۔“

”ضرور۔ کیوں نہیں؟ پولیس انسپکٹر اور آگے بڑھا۔“

”ابھی نہیں بھاب۔ صبر! اس وقت جب ہم اپنی بات سمجھ سکیں۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکراتے،

Malik ji

ملک و سرحد - پاکستان - پاکستانی - پاکستانی - پاکستانی -

لیکن جناب - ہم جیسے ہرگز نہیں دیکھے ہوں گے۔
خداوندی بولے۔

”آج تو دیکھ لے میں“

عین اسی وقت ! ہر ایک کھاڑی آکر رُک — پھر
 زور سے بگل بجا :

۱۱۹ - سر آگئے "پارٹنر" کے مزید سے نکلا۔

پھر وہ دواؤں سے کئی طرف دوڑ پڑا۔ سب کے سب
بیرے بھی دوڑے۔ انہوں نے دیکھا، ان سب کے درمیان
مرزا خاص چلا آ رہا تھا۔



”میں نے۔۔۔ مرزا کا نام آج پہلی بار سنا تھا۔“

”ہمیں بھی اسی کا انتظار تھا۔ محمود، لولا۔

ایسی ہفت اسیوں نے دیکھا۔ ہارمانی کی آواز میں
فرزا خام سے کہہ کر، ا تھا۔ غور ہی اس نے ان کی طرف
دیکھا، پھر اس کا منہ بن گیا۔ شاید وہ ان لوگوں کو چھپاتا
تھا۔ اس کے قدم ان کی طرف آٹھنے لگے۔

کیا مطلب : وہ جو کہے اُٹھے۔

”اگر ہم یہ بات ثابت کر دیں تو پھر آپ ہمیں کس طرح گرفتار کر سکیں گے؟“

بات معقول ہے۔ ثابت کریں۔^۴

”ہم نے بھی کسی کو خون کیا ہے۔ پہلے انہیں تو آ
لئے دیں۔“

”اور وہ کون ہیں۔“

۹ مٹر یعقوب باغ - انیکڑ جمشید پورے۔

”مکمل مطلب۔ مسٹر یعقوب پا۔ آپ کا مطلب ہے۔“

سیکرٹری وزارت خارجہ، یو۔ این۔ ایس۔ کٹر، لاہور۔

”اے بھائی! ہم یہاں ان کے مہمان ہیں۔“

• اگر آپ ان کے مہمان ہیں تو پھر ہٹل میں کیوں

محمّد بن عبد الله بن محمد بن الحسين

”جہاں کو میری خواہش ہو وہاں رہنا ہے۔“

* اب سے زیادہ سچے عقیدے والا کونسا ہے۔ آپ علمیت

ہم پر بھی دیکھو۔ (۱) ان کا کہنا ضرورت سے ہے۔

۱۔ شریعت پر ایمان، نبی پر ایمان، حجت الہیہ سے۔ اس میں ہوش

کر فہم و کرم و جلال و کبریا

میں نے اس کے لئے دعا کی۔

Malik ji

”جائے ان کے سر ہاں کب آئیں گے۔ ہم یہاں کھڑے تو نہیں رہ سکتے۔“ بدنامی بٹاتا تھا۔

”آپ سب لوگ تشریف رکھیے۔ کھڑا ہونے کے لیے کون کھڑا ہے؟“ محمود مسکرایا۔

ان کے منہ پھول گئے۔ اب ہال میں سوجھ بوجھ نہ رہی۔ لوگ بھی اکٹھا ہٹ مٹھو کرنے لگے تھے۔ پہلے والی چھٹی کی لہر دوڑ گئی تھی، اب وہ لہر غائب ہو چکی تھی۔ لوگ پھر کھانے پینے میں مشغول ہو چکے تھے، لیکن اسی وقت ایک ایسی کار ہٹول کے دروازے پر رکی۔ اور پیغوب یا اس سے آکر کراہد داخل ہوا۔ اب پھر سب ان کی طرف دیکھنے لگے۔

”کیا معاملہ ہے جی؟“ اس نے اند آتے ہوئے کہا، پھر اس کی نظر مرزا خاسر پر پڑی۔ وہ دور سے چوڑھا، ادا۔ سر آپ بھی یہاں ہیں؟

”ہاں جی۔ آخر یہ کیا ہوئی ہے؟“

”جی۔ کیا ہوا۔“ آپ کا چوٹی ہے۔ وہ بات یہ ہے علم میں نہیں تھی۔

”حیرت ہے۔ آپ کو وہ بات معلوم نہیں۔ جب کہ تمام لوگوں کو معلوم ہے۔“ خیر وں جی ہوگا ہے۔ اب اپنے معاملہ

”سٹر بدنامی۔ شاید تم ان لوگوں کو نہیں جانتے۔“

”یہ میرے ٹھکانے کے مشورہ و معروف سرائے و سان انکسپکٹر تھے اور انکسپکٹر کامرانا مرزا ہیں۔“

”اوہ! کتنی آوازیں آجھریں۔“ چوروں پر حیرت دوڑ گئی۔

”اور اگر انہیں کوئی نقص نظر آیا ہے تو پھر یقیناً کسی چیز میں نقص ہوگا۔ لہذا ہم ان سے معذرت کر لیتے ہیں اور نقص کو دودھ کرنے کی کوشش کریں گے۔ مرزا خاسر نے جلدی جلدی کہا۔

”نہیں جناب۔ آپ لوگ اس نقص کو دودھ لیں کریں گے۔“ خان دھان مسکراتے۔

”چتا نہیں بات کیا ہے۔ میں تو بس اتنی سمجھا دیتا ہوں کہ آپ لوگ میرے ہٹول کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں، لیکن ایسا نہیں کر سکیں گے اور یہاں کے قانون کے مطابق آپ کو سزا جگھٹا ہوگی۔“

”ہم تیار ہیں۔ لیکن پہلے حقائق کا موقع تو دینا۔“

”خمود۔ خمود۔ کیوں نہیں۔“ فرمائیے آپ کو کیا نقص نظر آیا ہے؟

”ہم دماصل اپنے ایک مہربان کا اختطہ کر رہے تھے۔ انکسپکٹر جمشید ہوئے۔“

Malik ji

”کسی کو معلوم ہو جائے کہ الزام درست ہے یا نہیں۔
”بالکل ٹھیک: ہاں میں کئی آوازیں ابھریں۔

”میرا خیال ہے، اس کی ضرورت نہیں: بارشانی نے
منہ دیا۔

”حرج بھی کیا ہے: خان، عمان بول اٹھے۔

”خیر۔ چند گاہک ساتھ چلیں: مرزا خاسر بولا۔

اور ایک چھوٹا سا قافلہ رہائشی گروں تک پہنچ گیا۔

وہ انھیں اپنے گروں کی طرف لے آئے۔ پہلے کمرے میں
داخل ہوئے، محمود پہلے ہی غیر معمولی طور پر چاقو نکال
چکا تھا۔

”یہ سوداغ دیکھ رہے ہیں آپ لوگ: بد فیروادہ ڈرامائی
افغان میں بولے۔

”جی ہاں۔ بالکل دیکھ رہے ہیں: گاہک ایک ساتھ

بولے۔ لیکن ان کی آوازوں میں مرزا خاسر اور بارشانی کی

آوازیں شامل نہیں تھیں۔ ان کے دلچسپ لہجے اڑ گئے تھے۔

شاید ان کے دھم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ لوگ

قصص دیکھنے والے نہ تھے۔

اب میں آپ کو ان سوداگوں کا راز بتاتا ہوں۔

بد فیروادہ ارے اور خرمیہ پر ایسے تھے۔ اب وہ چاقو

کیا ہے: یہ کہ مرزا خاسر نے خود ہی انجیکٹر جیشید کے الزام
کے بارے میں ٹانٹا ڈالا۔

”آپ نے الزام کیوں لگایا: مرزا معتقد ہیں ان کی
طرف مڑے۔

”ہم الزام لگانے پر مجبور تھے، کیوں کہ الزام غلط نہیں
ہے: انجیکٹر جیشید بولے۔

”اوہو۔ اچھا: انھوں نے حیران ہو کر کہا۔

”جی ہاں: اگر ہم ثابت کر دے۔ تو اپنے لیے ہر
سزا منظور ہوگی: انھوں نے کہا۔

”نہ جانے کب ثابت کریں گے: مرزا خاسر نے ہل چمن
کو کہا۔

”ابھی لیجیے۔ یہ کیا مشکل کام ہے۔ لیکن ہمیں اس کے
پلے رہائشی گروں میں سے چند ایک گروں میں چلنا ہوگا:

”مرد۔ کیوں نہیں: مرزا خاسر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

اور پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایسے میں محمود نے

بڑک کر کہا۔

”نہیں جناب: اس طرح تو مرزا نہیں آئے گا:

”کیا مطلب: وہ ٹھٹھک گئے۔

”ہاں میں سے کچھ گاہکوں کو بھی لے بیٹا چاہیے تاکہ

Malik ji

۲۶۵

والے ہاتھ کو حرکت دینا لگے۔
 "سوداگوں کا دانا فاروق کھوٹے کھوٹے انداز میں بولا۔
 "کیوں؟ تمہیں کیا ہوا؟

"یہ۔ یہ۔ یہ تو کسی ناول۔ فاروق نے کہنا چاہا، لیکن
 خزانہ نے ہلکا کر اس کی بات کاٹ دی۔

"اچھا، بس۔ خاموش۔ موقع مل ہی دیکھا کرو؟
 "مل۔ لیکن خزانہ یہ بھی تو دیکھو کہ نام کس قدر زبردست
 ہے۔ فاروق سے رہا نہ گیا۔

"جتنی تم کوئی مصنف تر ہو نہیں؟ آفتاب نے منہ بنایا۔
 "تو کیا ہوا۔ مصنف بننے کیا دیر لگتی ہے۔ یا پھر یہ
 نام کسی مصنف کو تو کھڑ کر بیجا ہی جاسکتا ہے؟
 "اچھا بابا۔ بیچ دینا درست ہوئی۔

"آپ سب تو میرے اور میرے عنوان کے پیچھے ہاتھ
 دھو کر ہی پڑ گئے؟ فاروق مل گیا۔
 اتنے میں پروفسر خان کھول پکے تھے۔

"یہ۔ یہ کیا ہے؟ سب گاہک جرت زور انداز میں
 بول اٹھے۔

"کیوں جناب۔ اذانی۔ یہ کیا ہے؟
 "بہ۔ بیروں کے بلانے کے لیے میزوں پر جو بین

"ارے بیانا جاؤ۔" پروفسر داؤد نے منہ بنایا۔
 "کیوں۔ کیوں۔ کیا ہوا؟ ایک گاہک بولا۔
 "اس ہوٹل کے ہر کمرے میں ہونے والی گفتگو سننی
 پڑتی ہے۔

"مل۔ لیکن۔ ہوٹل والوں کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟
 "اس بات کا جائزہ تو اب لیا جائے گا۔ ایسے غائبے

ہر کمرے کی مسہری کے پائے میں موجود ہیں۔ اور ان سب
 کی آوازیں سننے کے لیے کنٹرول روم موجود ہے۔ کنٹرول روم
 بھی یہاں سے نزدیک ہی ہے۔ وہاں ہر ہر وقت ایک یا
 دو آدمی موجود رہتے ہیں۔ کوئی آواز اگر کام کرنا بند کر

دے تو انھیں پتا چل جاتا ہے۔ وہاں سے فوراً ایک
 آدمی اس کمرے میں آتا ہے۔ اور یہاں سے آواز دہشت
 کر کے چلا جاتا ہے۔ ایسا مملوم ہوتا ہے کہ کمروں میں
 ہونے والی باتیں ٹیپ روتی رہتی ہیں اور بعد میں
 ان کو سننا جاتا ہے۔ سننے کے بعد کام کی گفتگو الگ کر
 لی جاتی ہے۔

"کام کی گفتگو سے آپ کی کیا مراد؟ ایک گاہک بولا۔

Malik ji

۷۷۸

استقبال پر خوش انداز میں کیا، پھر بولے:

"میں جانتا ہوں۔ آپ مجھ سے کیا بات کرنا چاہتے ہیں۔"

ان کے لہجے سے اداسی ٹپک رہی تھی۔

"کیا مطلب۔ آپ کس طرح جانتے ہیں؟ خان رحمان

چرکے۔"

"آپ ہوٹل غمادہ کی بات کرنا چاہتے ہیں نا؟ صدقہ

کہا۔"

"اوہ۔ ہاں۔ غلاب۔ اس کا مطلب ہے۔ آپ تک

پھیلے ہی رپورٹ پہنچ چکی ہے۔ انپیکٹر کامران مرزا بڑے۔"

"ہاں! اور مجھے رکھ دیا ہے۔ لیکن انیس۔ ہوٹل غمادہ

میل نہیں کیا جا سکتا۔ مرزا غلام کو گرفتار کیا جا سکتا

ہے۔"

"کیا اس سلسلے سر۔ کہ وہ آپ کے دوست ہیں، انپیکٹر

جمشید بڑے۔"

"نہیں، اگر وہ صرف میرے دوست ہوتے تو میں

انہیں ضرور گرفتار کرتا، لیکن مشکل یہ ہے کہ وہ بیکال کے

صدر کا بھی بہت اچھا دوست ہے۔ وہ میری بہن کی

بہن بڑے۔"

تو کیا ہوا سر۔"

اب ان کی دل چسپی خوف میں بدلتی جا رہی تھی۔

"جس گفت گو کے ذریعے یہ کسی کو بیک میل کر سکیں۔"

"اوہ۔ اوہ۔ ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔ اب وہ

سب کے سب ایک دم مرزا غلام اور بارستانی کی طرف منسوب

اور چونک اٹھے:

"اوسے! وہ کہاں گئے۔ محمود چلا آٹھا۔"

وہ سب وہ ڈر کر غمادہ سے میں آئے، لیکن دونوں کا

کہیں پتا نہیں تھا۔

"میرا خیال ہے۔ نہیں خود ہوٹل کے باہر پہنچ جانا

چاہیے۔ وہ فرار ہونے کی کوشش میں ہوں گے۔"

وہ بلا کی تیزی سے باہر پہنچے۔ چادروں طرف کا جائزہ

لیا گیا، لیکن ان کا کہیں نشان تک نظر نہیں آیا۔

مسٹر یعقوب با۔ ہوٹل کو گھیر لیا جاتے اور اس کی

اچھی طرح تلاشی لی جاتے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ دونوں ہوٹل

میں ہی کہیں موجود ہوں۔ انپیکٹر کامران مرزا نے خیال پیش

کیا۔

"ہاں! اب یہ کرنا ہی ہو گا۔"

اس تجویز پر سراسر عمل کیا گیا، لیکن مرزا غلام اور بارستانی

نہ ملے۔ اب وہ ایوان صدر پہنچے۔ انعام کے صدر سے ان

Malik ji

۲۸۰

ہے۔ اور اتحاد ہو نہیں رہا۔

”اگر مسلم ممالک زندہ رہنا چاہتے ہیں اور عزت کی زندگی چاہتے ہیں تو انھیں اتحاد کرنا ہو گا۔ ورنہ تباہی ان کا مقدر بن جائے گی۔ بہر حال یہ آپ کا مسئلہ ہے۔ آپ بے شک مرزا غلام کو گرفتار کریں، لیکن گرفتار نہ کرنے کی صورت میں بھی بیگم آپ کا دوست نہیں بن جائے گی۔ میں تو یہی مشورہ دوں گا کہ مرزا غلام کو گرفتار کر لیں۔ اور جنگ شروع کر دیں۔ تاکہ جس بڑی تباہی کا سامنا چند سال بعد کرنا ہے۔ آج اس سے کم بڑی تباہی کا سامنا کیوں نہ کر لیا جائے؟

”اچھا! میں خود کروں گا۔ اسلامی ملکوں کے سربراہوں کو مشورے کے لیے دعوت دوں گا۔ فی الحال آپ مرزا غلام کو جیل جاتیں۔“

”بہت بہتر!“

وہ بوجھل دل سے واپس لوٹے۔ یہ مقبوضہ ہمالیہ ان دنوں ان کی انتظامیہ اور پولیس میں گر آیا۔ اس پولیس کے کمرے میں افسران سے بیٹھنے کے بعد تھانہ دھماکا ہوئے۔

”اب کیا کرنا ہے؟“

”آپ لوگ نہیں جانتے۔ ہم نے ان دنوں بیگم سے صلح کا معاہدہ کر رکھا ہے۔ بہت عرصے تک ہماری اس سے جنگ ہوتی رہی ہے، لیکن اس جنگ میں ہم ہی نقصان اٹھاتے رہے اور ملک حد سے زیادہ کمزور ہو گیا۔ لہذا مجبوراً دھ کر صلح کا معاہدہ کرنا پڑا۔ اور اب تو اس معاہدے کی روشنی میں ہم پر دباؤ ڈال سکتا ہے۔ ہم اس کی بات ماننے پر مجبور ہیں۔“

”لیکن سر۔ یہ صلح آپ کے ملک کے لیے جلا کس طرح مفید ثابت ہو سکتی ہے؟“

”ہم نئے سرے سے جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ وہ ہوئے۔“

”لیکن اس دوران بیگم اور طاقت ور ہو جائے گا۔ لہذا اس کا صلح یہ صلح نہیں ہے۔“

”نہیں جانتا ہوں۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ یہ کہ اندگو کی مسلم حکومتوں کے ساتھ ملی کر اس کا مقابلہ کرنا چاہیے، لیکن ہمارے آپس کے اختلاف ہی ختم نہیں ہو پاتے۔“

”تب پھر بیگم ایک ایک ملک کو بڑپ کرتا چلا جائے گا۔“ انہیں حیرت ہوئی۔

”آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ اس اہم ضرورت صرف اتحاد کی

Malik ji

۲۸۲

”ہمیں ہر حال میں مرزا غلام کو اغوا کرنا ہے۔ تاکہ
اس سے بڑی کامیابی کا راز معلوم کیا جاسکے۔“
”لیکن اب ہم اسے کہاں تلاش کریں؟“ فرزانہ بولی۔
”تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ ہوشیار و
میں ہی بل جائے گا۔“ انیسٹر کامران مرزا بولے۔
”اور ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔“

آخری ہچکی

”ہے کوئی ٹھیک۔“ بھلا بچے اور تھیں مرزا غلام کو اغوا
کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ آفتاب نے منہ بنایا۔
”تو پھر۔ اور کس کو بھیجنا چاہیے تھا؟ کیا تمہارا خیال
ہے؟ ہم دونوں بالکل ناکارہ ہیں؟“ فرزانہ نے اسے گھورا۔
”اے۔۔۔ ناکارہ ہو گئے صرف تم۔ میرے دادا سے میں
تم کچھ نہیں کہہ سکتے۔“ آفتاب نے جمل کو کہا۔
”اور میں نے کہا بھی نہیں۔ صرف تمہارا خیال بہتر
ہے۔“ فرزانہ نے منہ بنایا۔
”یہ کہنا یہ چاہتا تھا کہ بالکل جھٹید اور آیا جان کو
یہ کام اپنے ذمے لینا چاہیے تھا۔“ آفتاب بولا۔
”جی دم کیوں نکلا جا رہا ہے۔ بہت نہیں سمجھتی
کہ آتے۔ خیر۔ اب بھی دیکھا جاسکتے ہو۔ میں کو لانا
ہوں اسے اغوا۔“ فرزانہ جلدی جلدی بولی۔

Malik ji

۲۸۳

ایک عدد ماسٹر پانی موجود ہے۔ ہم اس وقت ایک اسپر
میں ہیں اور ہم بیڑ کھینچے پارک تک جا سکتے ہیں۔ چوکیدار ہمارا
طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا اور اگر دیکھ بھی لے
تو ہم اس کو اتار بھی بنا سکتے ہیں۔

”اوہو اچھا۔ تو پھر ہم یہاں کیوں کھڑے ہیں۔ باتیں
کیوں بگھا رہے ہیں؟ آفتاب مسکرایا۔

”اس لیے کہ تم میرے ساتھ ہو، اگر تم میرے ساتھ
نہ ہوتے تو میں کبھی بھی باتیں نہ بگھا دیتا۔“

”ہاں! میرا بھی یہی خیال ہے۔“ آفتاب بولا۔

”اچھا اب آؤ۔“ فادوق جل کر بولا اور کار پارک کی
طرف بڑھا۔ انہوں نے ہونٹ کے بال میں موجودگی کے
دوران مرزا غاسرک کی لمبی کار دیکھی تھی اور اس کا رنگ اور
نیم ڈیڑھ ٹینشن کو بے تحاشے۔ وہ چوکیدار کے پاس سے
گزارتے چلے گئے۔ اور کاروں کی قطاروں کے درمیان
سے گزارنے لگے۔ چوکیدار نے پہلے تو انہیں سرسری
نظروں سے دیکھا۔ پھر بولا۔

”اسے۔ تم لوگ چل قدمی کر رہے ہو؟“
انہیں جانا تھا۔ ہم صرف یہ دیکھ رہے تھے کہ
ایک حیران ہونٹ میں سوچا، اس نے نہیں۔

”کتنے بڑے بہادر۔ جاؤ تم۔ میں اکیلا ہی اٹھا کر کے
دکھاتا ہوں اسے۔“

”یا تو میرے ساتھ بھی اٹھا کرتے گھبرا رہے تھے۔
باب اکیلے ہی کر دے گئے۔ تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔“
”اٹھا تو ہی کرتے ہیں جن کا دماغ چل جاتا ہے۔“ آفتاب
نکسرایا۔

”اوہ تو بڑوں کو۔ تمہارا دماغ۔ اوسے۔ مگر۔ تم تو
ساتھ میں میرا بھی دماغ چلا ہوا بنا رہے ہو۔ تمہاری بے
مجال۔ فادوق جتنا اٹھا۔

”اگر ہم اپنی اپنی محال اور ہمت کی بات کرتے ہیں
تو ضرور ہی مرزا غاسرک پہنچ جائیں گے۔“ آفتاب بولا۔
”ہمیں مرزا غاسرک جاننے کی ضرورت ہی کیا ہے؟
ہم اس کی کار میں دیکھ جاتے ہیں۔ فادوق نے تجریر
دین کی۔“

”شاید تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ کار میں دیکھ جانے
سے پہلے کار کا دروازہ کھولنا پڑتا ہے اور اس سے بھی
پہلے کار تک پہنچنا پڑتا ہے۔ اور کار پارک کے دروازے پر
بھی ایک عدد نگران موجود ہے۔ آفتاب نے جلدی جلدی کیا۔

”اور شاید تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ میری جیب میں

Malik ji

”مسک رہے اندھا۔ اس نے میری دھماکیں لی! آفتاب خوش ہو گیا۔“

”جوں ہی آفتاب کا محمد ختم ہوا، انھوں نے چوکیدار کی آواز سنی:

”ارے۔ وہ دونوں کدو کے کہاں گئے۔ کہیں نظر نہیں

آ رہے۔ شاید پٹے گئے۔ م۔ مجھے۔ مجھے اور گنگہ آگئی تھی۔“

”اُن۔ اگر مرزا خاسر مجھے اور گنگہ دیکھ لیتے تو کیا ہوتا۔“

اسی وقت قدموں کی آواز سُنانی دی۔ ساتھ ہی

چوکیدار بولا:

”لو۔ وہ آ گئے۔“

دونوں نے گھبرا کر ماسٹر چابی کی طرف دیکھا۔ اب ان

کے پاس دقت بہت کم ہو گیا تھا۔ قادیق نے دھک دھک

کرتے دل کے ساتھ چابی پھیلے دروازے کے سامنے

کے سوراخ میں داخل کر دی۔ کنگہ سہی کلک کی آواز

نے ان کا خوف دور کر دیا اور خوش کی حالت ظاہری

کر دی۔ انھوں نے دروازہ کھولا سا کھلا اور دروازہ

کھلے۔ اب وہ آگئی اور پچھلے سینوں کے درمیان رہنے

ہوتے تھے۔ اور انھوں نے اپنے جسموں کو ہاتھ لگایا

یا تھا۔

”یہ دیکھنے کا یہ کیا طرِیت ہوا۔“

”اگر یہاں ان کی کار موجود ہے تو وہ بھی اندر ضرور

ہوں گے۔ آفتاب بولا۔

”اوہ۔ اچھا۔ اس نے سر ہلایا اور کسی خیال میں

گم ہو گیا۔

دونوں پھر آگے بڑھے اور پھر مرزا خاسر کی کار

کے قریب جا کر رک گئے، انھوں نے نوکر ایک نظر

چوکیدار پر ڈالی، وہ اب اور گنگہ دیکھا۔ دونوں یک دم

نیچے بیٹھ گئے اور اسی حالت میں قادیق نے جیب میں

ڈانٹ ڈالا، ساتھ ہی سرگوشی کی:

”اب دھا کرو، پہلی ہی کوشش میں چابی باہر نکل آئے۔“

”یا اللہ۔ قادیق کی جیب سے سوائے چابی کے کچھ نہ

نکلے اور اگر اتفاق سے کوئی اور چیز نکل آئے تو اس

کو بھی چابی میں تبدیل کر دے۔“

”آپس؟ قادیق نے کہا اور پھر آہستہ باہر نکالنے پر تے

بولا:

”یہ لو۔ ماسٹر چابی نکل آئی۔“

آفتاب نے دیکھا۔ قادیق کے ہاتھ میں واقعی ماسٹر

چابی تھی۔

Malik ji

”کیا یہاں جتنے مسافر آتے ہیں وہ بھولے۔“

”تمہاری موت“ غامدوقی نے کہا۔

کوئی اور بات کرو۔ کتنی رقم چاہیے۔

سیدھے چلے چلو۔ جس طرف ہم بتائیں گے۔ صوف اس

طرف مڑتا ہوگا۔ اور نگرہوں میں جاسے گی۔

”اچھا۔ تو قسم کہیں اور چل سکرے گاؤں گئے کہ تم لوگوں

کو کتنی رقم درکار ہے؟ اس نے کہا۔

”یہی سچو مولانا آفتاب نے کہا۔“

عکاسی میں سکوت طاری ہو گیا۔ صرف انجمن کی آواز

سنگالی دیش رہی۔ یہ سفر سنگالی دیر جادی ۱۰۱۰۔ اب مرزا خامسر

جہرے پر پریشانی کے آثار نمودار ہو گئے تھے :

”تم لوگ تو مجھے شہر سے باہر نکال لائے۔“

اس لیے کہ شہر میں تمہارے حمایتی بہت ہیں۔ اور

تکمرنے والے لوگ ہمیں پسند نہیں! غبارِ حق نے مجھے

الحار ہیں کیا۔

موسکولین

اسے - اسی لمحہ نہیں پہچانا - ٹھٹھاڑی روک دیا

اسی کے لڑکے کے گھر سے نکل کر بیوی کو کہہ دی۔

”اے نوازہ کھول کر باہر نکل جا وہ اُنصاب نے اسے حکم

چھر کار میں چابی گھومنے کی آواز سنائی دی۔ اور اچھی
انہوں نے دروازہ بند نہیں کیا تھا، کیوں کہ بند کرنے کی
ضرورت میں آواز پیدا ہوتی۔ اگلا دروازہ کھلا۔ اور مرزا
خامسر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اور پھر جب اس نے
دروازہ بند کیا، تب اس کے ساتھ غلامی نے دروازہ
بند کیا۔ دونوں دروازوں کی آواز ایک سانسی گونجی۔
لہذا مرزا خامسر کو احساس نہ ہو سکا۔ کار پارک سے نکلے
گیٹ پر کھڑے ہو چکے اور نے مرزا خامسر کو سلام کیا اور کار
تبر کی طرف اگلے بڑھ گئی۔

چند سینکڑوں تک انتظار کرنے کے بعد دونوں کے ہاتھ حرکت میں آئے۔ فاروق نے جیب سے پستول نکالا۔ پھر آفتاب کی طرف دیکھا۔ وہ بھی پستول نکال چکا تھا۔ اب فاروق کا ہاتھ اس کی گدی کی طرف بڑھا اور آفتاب کا پہلو کی طرف۔ فاروق کے پستول کی نالی اس کی گدی سے جا لگی اور آفتاب کے پستول کی نالی اس کی پائیں سیبوں سے۔ ساتھ ہی فاروق نے سر آواز میں کہا۔

حرکت مکہ نے کی کوشش کی اور گئے کام سے :

”کیوں ہو تم؟ مرزا غلام سرحدی دوست بنیخیر کیا۔“

تجاری موت : آفتابہ الاولیاء

Malik ji

دیا۔

میں نے ایسا ہی کیا۔

درختوں کی طرف بڑھتا ہوں گا۔

کیا تم مجھے گولی مار کر میری لہ لے رہا چاہتے ہو۔

اگر تمہارا یہی ارادہ ہے تو میں لو۔ افسانہ لکھا ہی رہو گے،
کیوں کہ اس کار کی اتنی قیمت نہیں۔ سنو! میں تمہیں دے
سکتا ہوں۔

نکرو کرو۔ اس موضوع پر بات ہو کی۔ خادوق

مسکرایا۔

مرزا خاسر درختوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اب وہ بھی کار

سے اترے۔ پھر مرزا خاسر نے دیکھا۔ ان کے اٹھوں میں اب

پستول تھا۔ یہ دیکھتے ہی وہ شیر ہو گیا۔ اس کا ہاتھ

بھلی کی لٹری سے اپنی جیب کی طرف بڑھا، لیکن پھر

وہ دھڑکنے سے رو گیا۔ آنکھوں میں غصہ تیر گیا۔

”کیوں ہوں گے۔ نکالو تا پستول۔ خادوق نے طنز

پھر کیا۔

”پستول شاید ہاتھ میں چھوڑ آیا ہوں۔

”اور اسے میں نے تمہارا پستول۔ یہ تو اپنی امانت۔

آفتاب نے پستول اس کی طرف اچھال دیا۔

اس نے ہلکی سے پستول کھینچ کر لیا اور سیدھا پکڑنے

اسی طریقہ دیا دیا، لیکن اس سے گولی نہ نکل۔

نہیں مسٹر خاسر۔ ہاتھ اٹاڑی نہیں ہیں۔ پیچھے سے

الیکٹرک کامران مرزا کی آواز سنائی دی۔

وہ تیزی سے گھوما اور ان سب کو دیکھ کر حیران رہ

گیا۔

ت۔ تم۔ تم۔ تم لوگوں نے مجھے انوا کیا ہے۔ لیکن۔

دو غول تو۔

اسی وقت چلے چلے میک آپ میں ہیں۔ الیکٹرک

کامران مرزا مسکراتے۔

”اور اگر تمہیں ہمارا میک آپ پسند نہیں آیا تو ہم اچھی

کار دیتے ہیں۔ خادوق بولا۔

”سب کیا ہے۔ کیا تم لوگ جانتے ہو۔ تم نے کسی

کار دہی اور خوف ناک فعلی کی ہے۔ کتنے جیٹک بھرم کیا

ہے۔ ایک باعزت انسان کو انوا کیا ہے۔

لیکن مسٹر خاسر تم بھی جھوٹے ہو۔ خادوق نے

دوہڑے تم بھی کم جیٹک بھرم نہیں کرتے دیکھو۔

خان مہمان ہوئے۔

کیا تم لوگوں کو اقامت کے صدر میرے پاس میں

Malik ji

تھا۔ اب ان کے چاروں طرف درخت تھے اور درمیان میں ایک چھڑا سا میدان تھا۔ ایک درخت سے چھانسی کا پتہ لگ رہا تھا۔

”یہ۔ یہ۔ یہ کیا ہے مرزا غلام کے منہ سے نکلا۔“

”یہاں تمہیں چھانسی دی جائے گی۔“

”تم۔ تم لوگ مجھ سے چاہتے کیا ہو؟“

”تمہاری زندگی۔“ انکسٹر جمشید بولے۔

”یعنی تم مجھے موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے ہو؟ اس نے گھبرا کر کہا۔“

”ہاں! بالکل یہی بات ہے۔ تمہارا وجود مسلمانوں

کے لیے ایک بہت بڑا خطرہ ہے۔“

”مجھے یاد کر کیا تم لوگ یہاں سے زندہ نکل جاؤ

گے۔ انشام کا مدد تم لوگوں کو کبھی نہیں جانے دے

گھاٹ۔ اس نے انہیں ڈرانے کی کوشش کی۔“

”تمہاری لاش کا کوئی شراخ نہیں مل سکے گا۔ ہم

ایسی منصوبہ بندی کر چکے ہیں۔ اور جب لاش کا کوئی شراخ

نہیں مل سکے گا تو ہمیں تمہارا کاتل کس طرح ثابت کیا

جائے گا۔ قتل کے ثبوت کے لیے سب سے پہلے ایک

لاش کو ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اور لاش کسی کو مل نہیں

ہایا نہیں دے چکے۔“

”اے انہوں نے حکم دیا تھا کہ تمہیں ہاتھ نہ لگایا

جائے۔ اور دیکھ لو۔ ہم نے اب تک تمہیں ہاتھ نہیں لگایا،

اور آئندہ لگائیں گے۔“

”تم لوگ موت کو آواز دے چکے ہو۔ وہ بولا۔“

”ہاں۔ تو تم نے واقعی ٹھیک کہی۔ تم تو بہت

درجہ برائی معلوم ہوتے ہو۔ ہم واقعی تمہاری موت کو

آواز دے چکے ہیں۔“

”میں اپنی نہیں۔ تمہاری موت کی بات کر رہا ہوں۔“

”یہ تو صرف اللہ کو معلوم ہے۔ موت کس کی آتی ہے

اور کس کی نہیں۔ چلو یہی۔ اس کی کار کو سڑک پر سے

ہٹا دو۔“

وہ اسے لے کر آگے بڑھے۔ جگہ بہت گھنا تھا۔

اتنا گھنا کہ کچھ آگے ہل کر غارتی نے مڑ کر دیکھا تو اسے

سڑک دکھائی نہ دی۔“

پانچ منٹ تک چلتے رہنے کے بعد وہ ایک چھڑ

میں داخل ہوئے۔ غارتی اور آفتاب مرزا غلام کو اچھا

کرانے سے پہلے اپنے باقی ساتھیوں کو وہیں چھوڑ کر گئے

تھے۔ انہوں نے یہ ٹھکانا کافی لمبے دور کے بعد لاش کی

Malik ji

کے لیے گئی۔ انپکٹر کامران مرزا نے سرود گواز میں کہا۔
 "کیوں۔ نہیں مل سکے گی؟ اس کے لیے میں جیت تھی۔

"پرو فیسر صاحب۔ اس سوال کا جواب آپ دیں۔ انپکٹر
 جمشید بولے۔

"اچھی بات ہے۔ انھوں نے کہا اور جیب میں ہاتھ ڈال
 کر ایک ننھی سی شیشی نکالی، پھر بولے:

"اگر میں تصادفی لاش پر اس ڈاکے کے چند قطرے چکا
 دوں۔ تو یہ تصادفا سارا جسم پانی بنا دے گی۔

"نہیں۔ نہیں۔ وہ کانپ اٹھا۔
 "اگر کہو تو ابھی کوئی جانور پکڑ کر یہ منظر تمہیں دکھا
 دیں۔ پرو فیسر بولے۔

"نہیں کہتا ہوں۔ تم چاہتے کیا ہو۔
 "خان رحمان۔ تم اس کی گردن میں پھندا ڈالو گے۔

"میں اور کامران مرزا اسے پکڑ کر چند سے تک لائیں گے۔
 "بہت بہتر آ خان رحمان یہ دھمی سے ٹھکرائے۔

"دونوں آگے بڑھے۔ اور مرزا خامرہ کو دائیں ہاتھ سے
 پکڑ لیا۔

"تنت۔ تم لوگ۔ مذاق کر رہے ہو۔ تم مجھ سے صوفیہ
 معلوم کرنا چاہتے ہو۔ کو بیگمال سے وہ کیا بڑی نبردست

کا میانی عامل کی ہے۔ کیوں ٹھیک ہے نا۔ تم۔ میں تمہیں بتا دیتا
 ہوں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تم مجھے چھانسی دالو۔

"کیا ضرورت ہے۔ ہمیں یہ بات جاننے کی۔ تم دوسری
 دنیا کو مدعا رہا۔ میں بھی کافی ہے۔ جب منصوبہ ہی تصادفا

ہے۔ تو پھر تصادفی موت کے بعد اس پر کس طرح عمل ہو
 سکے گا۔ انپکٹر جمشید نے سرسری انداز میں کہا۔

"تنت۔ تم۔ تم یہ کس طرح کر سکتے ہو کہ منصوبہ میں نے
 بنایا تھا۔

"مجھے انپکٹر جمشید کہتے ہیں۔
 "اور ہاں! واقعی یہ منصوبہ میرے ذہن میں آیا تھا۔ اور

تمام رٹے ملکوں نے اسے شیطانی منصوبہ قرار دیا تھا۔ لیکن اس
 کے باوجود سب نے اس کو پسند کر لیا تھا۔

"اور اس بار میں پیرا بولنے کا پروگرام شروع کر دیا
 تھا۔ خان رحمان بولے۔

"ہاں! تو پھر۔ کیا تم ماننا چاہتے ہو۔ کہ منصوبہ کیا ہے
 اس۔ اگر تم کہتے ہو تو جان لیوے ہیں۔ انپکٹر کامران مرزا

نے اچک اچک کر سنے والے کے ساتھ کہا
 "تو پھر وہ کہہ۔ جہاں بیٹے نے بد بیری بان نہیں بولے
 اچھا۔ نہیں ہیں گے۔ دلدہ کرتے ہیں۔

Malik ji

زندہ ہو۔ بنا دو۔ وہ کامیابی کیا ہے؟

”بہت عظیم کامیابی۔ جو بہت جلد تم لوگ اپنی آنکھوں سے۔ دیکھو گے۔ اور اس وقت۔ اس وقت تم لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ افسوس۔ میں وہ منظر دیکھنے کے لیے زندہ نہیں رہوں گا۔ افسوس۔ میری کتنی تمنا تھی۔ کہ تم لوگوں کو حیرت زدہ ہوتے دیکھتا۔ تم بے بسی سے ہاتھ ملتے۔ دلداری طرح اُٹاؤ ہونے کے باوجود تم اس وقت کچھ بھی نہیں کر سکتے گے۔ تمہارے پاس اختیار بھی ہوں گے، تم خود عقائد بھی چھو گے۔ لیکن اس منصوبے کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتے گے۔ اور سب کچھ یہیں۔ اسی۔ شہر میں ہوگا۔ اس نے ایک آخری اپجلی لی۔ اور پھر اس کا سر ڈمک گیا۔“

”پھر مجھے چھوڑ دو۔ میں دوستا خدا میں بناؤں گا۔ وہ بولا۔
 ”وہوں نے اسے چھوڑ دیا اور وہ ان سے چند قدم کے فاصلے پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ غرضانہ کی آنکھوں میں الجھن تیر گئی۔
 ”یہ۔ یہ کوئی چال چلنا چاہتا ہے۔ وہ پلٹا تو۔
 ”بروز آ کر۔ آج اس کی ہر چال کا جواب دیا جائے گا۔ وہ پیکر ہمیشہ شکرا رہے۔

مرزا خاسر کی آنکھوں میں الجھن تیر گئی۔
 ”اوسر دیکھو مرزا خاسر۔ شاید تم اس کیپول کی تلاش میں ہو۔ میں نے ابھی ابھی تمہاری جیب سے نکال لیا تھا، محتاط کرنا۔“

”اوہ۔۔۔ یہ مجھے دے دو۔ وہ پلٹا۔
 ”نہیں مرزا خاسر۔ ہم تمہیں اس قدر آسانی سے خود کشی نہیں کرنے دیں گے۔“

اس نے بے جاہلی کے عالم میں چاروں طرف دیکھا۔
 پھر اس کی آنکھوں میں چمک نمودار ہوئی۔ وہ ہلاک رفتار سے دوڑا اور اپنا سر ایک درخت پر دے مارا۔

”ارے۔ یہ کیا کیا۔ وہ پلٹا آئے اور اس کی طرف دوڑے۔
 اس کا سر پھٹ گیا تھا۔ اور اس سے ٹخن اُبل رہا تھا۔
 ”مرزا خاسر۔۔۔ تم نے اچھا نہیں کیا۔ پھر حال ابھی تم

Malik ji

۲۹۹

۱۔ بات کام کی نہیں ہے۔ انکیڑو جھینہ سکاوتے۔
 ۲۔ کام کی ضرورت ہے۔ لیکن آبا جان ہم اس سے کیا کام لے
 سکیں گے؟ ضرورت پڑے۔

۳۔ اب ہمیں اس شہر میں پھیل جانا ہو گا۔ اور یہ جائزہ
 لینا ہو گا کہ کہیں کوئی گھوڑ پڑ تو نہیں؟

۴۔ ہوں! ٹھیک ہے؟ وہ ایک ساتھ ہونے۔

۵۔ گویا ہم آگے آگے ہو جائیں گے؟

۶۔ ہاں! لیکن ایک ایک کر کے نہیں۔ دو دو کر کے۔

۷۔ دو دو کے گروپ بن کر۔ تاہم ہمارا مرکز ایک ہو گا۔

۸۔ ہر شام اس مرکز پر جمع ہونا ہو گا؟

۹۔ اور کیا وہ مرکز بھلا دنیا ہوگی ہو گا؟

۱۰۔ نہیں۔ ہم اس ہوٹل پر بھی اعتماد نہیں کر سکتے۔

۱۱۔ ہمیں اپنا مرکز اسی جگہ کو ہی بنانا ہو گا۔ شام کے

وقت یہیں جمع ہوا کریں گے، ہمیں اپنا کام ابھی اور

اسی وقت سے شروع کرنا ہو گا، کیوں کہ اس کامیابی

کے سلسلے میں ہر جانے کسی قدر زبردست تیاریاں ہو

رہی ہوں گی۔

۱۲۔ اپنا نام فرماتے؟ عزت بڑھاتی

۱۳۔ پھر آپ گروپ بنا دیں۔ اور میرے ساتھ کم از کم

کیسا دوست

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

۱۔ ہم سے بڑی غلطی ہوئی۔ اسے چھوڑنا نہیں چاہیے تھا۔

۲۔ صرف چھاتی کے چند سے سے خون زدہ تھا۔ جب ہم

پتہ اس کے گلے میں ڈالتے تو یہ فرخ ہونے لگتا۔ انکیڑو

کاہران مرزا نے صرف زدہ انداز میں کہا۔

۳۔ لیکن اب کیا ہو گا۔ ہماری نظروں میں تو ایک

ہی ایسا آدمی تھا۔ جو اس کامیابی کے راز سے واقف

تھا۔ وہ آسانی سے ہمارے ہاتھ لگ گیا، لیکن اب ہمارے

پچکا ہے۔ اب ہم کیا کریں گے؟

۴۔ یہ ضرور کیا ہے۔ لیکن مرتے مرتے بھی ہمارے یہ

اس کے من سے چند کام کی باتیں نکل گئیں۔ اب ہمیں یہ

معلوم ہو چکا ہے کہ جو کچھ ہو گا۔ اسی شہر میں ہو

گا۔ گویا ساڈن کا مرکز اسی شہر کو بنایا گیا ہے۔ کیا

Malik ji

"دور اس کا کیا کرنا ہے۔ کیا آپ اس کی تلاش کو واقعی پانی بنا دیں گے، بالکل، خاتون نے ہر دلیسر داؤد کی طرف دیکھا۔

میں اسی دقت ایک فائر ہوا۔ درختوں سے پرندے شہر چماتے ہوئے اڑے اور چاں چاں کرنے لگے، پھر ایک آواز گونجی،

"آپ لوگوں کو چادوں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔ فرار کی کوشش آپ کو اس لیے نہیں کرنی چاہیے کہ ایک دوست ملک کی پولیس آپ کو باعزت طور پر یہاں سے لے جانا چاہتی ہے، لیکن اگر آپ نے فرار کی کوشش کی تو گویا آپ دوستی کی مدد کو چلاؤ گے جائیں گے۔ اس صورت میں ہم آپ کا ادب اور احترام کرنے کے پابند نہیں رہیں گے اور گولی بھی چلا سکتے ہیں۔"

آواز آتا بند ہو گئی۔ اطعوں نے چادوں طرف دیکھا، کہیں بھی کوئی نظر نہیں آیا،

"آپ لوگ ہیں کہاں۔ ہمیں نظر کیوں پیر آ رہے۔ آپ لوگوں کو کہیں سے بیٹھائی تو یہاں تو نہیں مل گئیں، ہمیں نے چمکتی آواز میں کہا۔ حالانکہ اندر سے اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔

آفتاب کو: ملائیں، خاتون نے کہا۔

"میں جیسی کہنے والا تھا، آفتاب بولا۔

"اب باتیں نہیں چلیں گی۔ صرف اور صرف کام ہو گا۔ کوئی بھی۔ کسی کے جس جتنے میں آتے۔ اعتراض نہیں کیا جائے گا۔ انسپکٹر چیف سرد آواز میں بولے۔

"جی ہمت۔ گروپ تشکیل دے دیں۔"

"اس سے پہلے یہ طے ہو جانا چاہیے کہ ہم لوگ یہاں کس طرح پہنچا کریں گے؟"

"ٹیکسٹوں کے ذریعے۔ لیکن ٹیکسیاں یہاں سے کچھ فاصلے پر روکی جایا کریں گی۔ اس جگہ سے پیدل۔ یہاں تک آیا کریں گے۔"

"تو کیا بالکل۔ ہم راست بھی جنگل میں گزارا کریں گے۔ کمسن بولا۔

"ہاں! میں نے تو یہی سوچا ہے۔ ہمیں ایک طرح سے اس شہر کی گلیوں سے چپ کرنا پڑے گا۔ محلے تبدیل کرتا ہوں گے۔ رات گزارنے کا سامان اور کچھ خشک خوراک کا بھی بندوبست کرنا ہو گا۔"

"پروردگارم کافی ملنا پڑا ہے۔ شہر بڑا بڑا۔"

"دشمنوں کا مقصد یہی تو تھا چڑا ہے۔ محمود بولا۔

Malik ji

۲۲

"دیکھنا چاہتا تھا۔ آپ کیا جواب دیتے ہیں؟
"بیگم کی کامیابی کے بارے میں آپ کیا جانتے
ہیں؟" محمود نے سوال کیا۔

"میرے فرشتوں کو بھی نہیں معلوم ہے۔
"لیکن؟" خبر شاید یہاں سب کو معلوم ہے۔" انپکٹر
کامران مرزا نے اسے گھورا۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خبر
یہاں کے اخبارات میں سب سے بڑی سرخی کے ساتھ چھپی
تھی۔ بلکہ یہاں کے ہی نہیں، آس پاس کے تمام ملکوں
نے اس خبر کو بڑی سرخی کے ساتھ شائع کیا تھا۔"

"اوہو اچھا! تو حیران رہ گئے۔ ان کے ملک میں تو
بہت ہی چھوٹی سی سرخی کے ساتھ شائع کی گئی تھی۔
"اس کا مطلب ہے۔ آپ کے اور گرد کے اخبارات نے
اس خبر کو بہت اہمیت دی تھی۔"

"وہی ہی نہیں تھی۔ بلکہ اب میں اسے دے رہے ہیں۔
"گوریا نے حاسے کی کوشش میں ہیں کہ وہ کامیابی کیا
ہے؟" انپکٹر جوشید جلدی سے پوچھے۔

"ہاں! دیکھتا ہوں کہ خیال ہے۔" کامران فریض
کی ہے۔ یا پھر اس نے کوئی ایسا اختیار ایجا کر لیا ہے۔

"یہ ہمارا وطن ہے۔ اس سے جتنا ہم واقف ہیں آپ
نہیں ہو سکتے۔ ہم ایسی جگہ ہیں جہاں سے آپ لوگوں کو
تو بکوبی دیکھ رہے ہیں، لیکن آپ ہمیں نہیں دیکھ سکتے۔"
"اچھی بات ہے۔ ہم فرار کی کوشش نہیں کریں گے،
تشریف لے آئیے۔" انپکٹر کامران مرزا نے یہ سوچ کر کہا،
معلوم تو ہوا، وہ کہتے ہیں اور کہاں ہیں۔

"خود ہی دوستوں کے پیچھے سے سو کے قریب مسلح
فوجی ان کے چاروں طرف آکر ڈے ہوئے۔"

"تو آپ لوگوں نے مسٹر مرزا خاسر کو مار ڈالا۔"
"یہ غلط ہے۔ اس شخص نے خودکشی کی ہے۔"

"لیکن آپ لوگ انہیں مارنے کی ٹھان تو چکے تھے۔"
"ہمیں! ہم تو ان سے صرف ایک باز معلوم کرنا
چاہتے تھے۔"

"یہ کہ بیگم نے وہ کون سی کامیابی حاصل کی ہے؟
"آپ غائب سب کچھ دیکھ اور سن چکے ہیں؟" انپکٹر جوشید
نے منہ بنایا۔

"ہاں! بالکل! ان کا آفیسر مسکرایا۔
"تپ پھر آپ نے یہ کیوں کہا کہ ہم نے مرزا خاسر
کو مار ڈالا۔"

Malik ji

۳۱

۳۰

جو ہمارے غلام کو بندہ جنگ میں استعمال ہو گا۔

”اور کیا اس کا بیانی کو بہت بڑی کامیابی کہا جا سکتا ہے۔“ خان رحمان نے منہ ہٹایا۔

”کیوں نہیں۔ بعض اہمکادات اس نوعیت کی ہو سکتی ہیں کہ ان کو بڑی اہمیت کہا جاسکے۔ اور اگر کوئی فوجی کامیابی ایسی ہے جس کے حاصل کرنے کے بعد یہ گال آسانی سے اپنا مقصد حل کر سکے تو یہ بھی بڑی ہی کامیابی ہو گی۔“

”شکریہ۔ اب آپ یہ بھی جان چکے ہیں کہ ہم بھی اسی راز کو جاننے کی کوشش کر رہے ہیں۔“

”اس میں مجھے کوئی شک نہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم آپ کو گرفتار کر کے نہ لے جائیں۔ میں نے مانا کہ مرزا خاسر نے خودکشی کی ہے، لیکن اغوا کے مجرم تو آپ ہیں ہی۔“

”چلیے، ات بات ہم مان لیتے ہیں۔“ فادوق مسکرایا۔

”لیکن آپ لوگ یہاں تک کس طرح پہنچ گئے؟“

”نئے حیران ہو کر کھڑے ہو گئے۔“

”مرزا خاسر نے ہمارے صدر سے ہند گئے پہنچے۔ درخواست کی کہ وہ ایک اچھا سا خطہ مسموم کر دے۔“

”ہیں، لہذا خطیہ طور پر ان کی نگرانی کرائی جائے۔“

”اور آپ لوگ ان کی خطیہ نگرانی کر رہے تھے۔“

”ہاں، اور یہاں تک بہت کامیابی سے پہنچ گئے تھے،

لیکن مرزا خاسر نے جلدی کی۔ اپنا کس ہی اس نے اپنا سر درخت سے ٹکرا دیا۔ اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ کچھ لوگ اس کی نگرانی کر رہے ہیں۔“

”کیا آپ کو مرزا خاسر کی موت پر افسوس ہو رہا ہے؟“ فرزانہ نے برا سا منہ ہٹایا۔

”ہاں، آخر یہ ہمارے صدر کے بہترین دوست تھے اور بہت گھرے۔“

”ہیں یا اور بھی کچھ وجہ ہے؟“

”یہ وجہ کوئی چھوٹی سی تو نہیں ہے۔ اس نے کہا۔“

”یہاں معلوم ہوتا ہے۔“ پیسے کوئی اور وجہ بھی مہجور ہے۔“ انسپٹر جمشید بول اٹھے۔

”کیا مطلب؟“

”آپ کا نام کیا ہے جناب؟“ انہوں نے پوچھا۔

”میں ریاض شاہ ہیں۔ اس شخص کی فٹری رولیں

کا اچھا رجسٹر اس نے کیا۔“

”تو مشر ریاض شاہ۔ ہمارے خیال میں اس افسوس

Malik ji

”مدد محترم۔ کیا آپ لوگ یہ بات جانتے کی کوشش نہیں کر رہے کہ بیگمال نے وہ کیا کامیابی حاصل کی ہے؟“
 ”ان بالکل کوشش کر رہے ہیں، لیکن ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مسٹر مرزا خاسر اس راز سے آگاہ ہوں گے۔“
 ”تو پھر خود فرمائیں۔ کامیابی بیگمال کی ہے اور اس سے آگاہ ہمارے ملک میں رہنے والا ایک جاہلی ہے اور جاہلیوں کی ایک اچھی جہلی تعداد بیگمال کی فوج میں غلام ہے اور بیگمال کی فوج آپ کے غلام لڑتی رہتی ہے۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ دوستی کس قسم کی دوستی ہے۔“
 ”اور آپ لوگ سمجھ بھی نہیں سکتے۔ مدد نے اداسی اتناڑ میں کہا۔“

”تو پھر۔ آپ کم از کم سمجھا تو دیں۔“
 ”خیر۔ اتنا سن لیں۔ جب سے مرزا خاسر ہمارے دوست بنے ہیں۔ اس وقت سے بیگمال نے ہم پر حملہ نہیں کیا اور جنگ ڈاکوٹے کا معاہدہ کر لیا۔“
 ”اور ان کے منہ سے نکلا۔“
 ”ان کے منہ نکلتے کے لئے وہ چمکے اور آنکھیں پلپل کی پلپل۔“

کی کوئی اور وجہ موجود ہے؟ انپیکٹر بحید شہر سے ہوتے ہوئے ہے۔

”اور وہ کیا۔ اس نے چونک کر کہا۔“
 ”ابھی ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ لیکن جلد کسی نتیجے پر پہنچ جائیں گے۔“

”شوق سے پہنچ جائیے گا۔ اس نے کد سے اچکائے۔“
 اور پھر وہ ان کے ساتھ شہر کی طرف روانہ ہوئے۔
 انہیں ایک بند گاڑی میں بٹھا کر لے جایا گیا۔ ہتھکڑیاں نہیں لگائی گئیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ انعام کے صدر کے سامنے بیٹھے تھے۔ اور ریاض شان انہیں ساری بات بتا چکا تھا۔ اس کے خاموش ہوتے پر صدر بولے :
 ”انہوں نے ریاض شان۔ تم میرے دوست کو نہیں بچا سکے۔ تمہیں پہلے ہی اپنی موجودگی ان پر ظاہر کر دینی چاہیے تھی۔“

”مم۔ جی کیا عرض کروں سر۔ میں سوچتا بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ خود کشی کر دیں گے۔“

”بہر حال ان کی موت کے اصل ذمے دار یہی لوگ ہیں۔ انہیں فی الحالی حالات میں رکھ جائے۔ میں کل کوئی فیصلہ کروں گا۔“

Malik ji

میرا خیال ہے، ایسی کوئی بات نہیں ہوگی، کیوں کہ اب اس کے جیلے دک گئے ہیں اور یہ کام مرزا خاسر نے انجام دیا ہے۔

”ہیں اس کی وجہ بھی بتا دیتا ہوں۔ ان حملوں میں بیگمال کے بہت آدمی مارے جا رہے تھے۔ بیگمال اسلحہ تو خائب کر سکتا ہے، اپنے آدمی نہیں۔ کیوں کہ اس کے پاس آدمیوں کی کمی ہے۔ ان حالات میں اس نے اپنے دوستوں سے مشورہ کیا۔ اور اس کے دوستوں میں ظاہر ہے۔ مرزا خاسر بھی شامل تھا۔ اگر شامل نہ ہوتا تو اس کے آدمی بیگمال کی قوت میں کس طرح ہو سکتے تھے۔“

”ہاں جیشید۔ تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔“

”اچھا پھر۔“ صدر نے مہربانی ادا کرتے ہوئے کہا۔

”پھر یہ کہ مرزا خاسر نے اسے مشورہ دیا کہ اس معاملے میں وہ اپنی ضمانت پیش کرنے کے لیے تیار ہے۔ چنانچہ وہ یہاں آیا۔ آپ سے ملا۔ آپ کا دست بٹا اور اشارہ دیا کہ اس کے پاس کچھ ایسے طریقے ہیں کہ بیگمال آپ پر حملہ کرے۔ ہو سکے۔ آپ اپنی گرفتاری ہو گئے۔ کیوں کہ بیگمال سے جنگ ملے آپ کو اور آپ کی قوت کو پریشان کر رکھا تھا۔ پھر وہ دوستی کرتی ہوئی

بندھے ایک مکمل خاموش رہی، پھر انشام کے صدر بولے: ”خیر تو ہے۔ یہ بات سن کر آپ کو دچکا سا لگا۔“
”اب کیا آپ کا خیال ہے، دچکا نہیں لگنا چاہیے تھا۔ انکسٹر کا مرزا تو کچھ بھرے لیے میرا بولے۔“
”ایسی بات تو کوئی نہیں ہے اس میں۔“

”خود فرمائیں۔ بیگمال کی اکثر آپ سے جنگ چھڑی رہتی ہے۔ وہ آپ کا بھائی علاقہ ہمیشہ حاصل کرنے کی کوشش میں رہتا ہے۔ اور آپ کی قوت مقابلے میں ڈٹی رہتی ہے۔ کیوں کہ اگر وہ پہاڑیاں، بیگمال کے قبضے میں آجائیں تو آپ کا پورا ملک اس کے ایک حملے کی مار ہو گا۔ اور اس کے بعد دوسرے عرب ممالک اس کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکیں گے۔ اور وہ ایک ایک کر کے ان سب پر قبضہ کرتا چلا جائے گا۔ یہاں تک کہ۔“

”یہاں تک کہ کیا۔ آپ دک کیوں گئے؟“ صدر صاحب چونک اٹھے۔

”یہاں تک کہ اللہ رکھے وہ جواز مقدس تک جا پہنچے گا۔ انکسٹر جیشید یک دم لاگئے۔“

”نہیں! وہ ایک ساتھ چلائے، لیکن چلانے میں ان کا ساتھ انشام کے صدر نے نہیں دیا تھا۔“

بتلی گئی۔ اور بیگال کے حیلے بالکل بند ہو گئے۔ انگریز جمہیت
کہتے چلے گئے۔

”اگر آپ کی باتوں کو درست مان لیا جائے تو سوال
یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سے بیگال کو کیا فائدہ ہوا؟
صدر نے مڑ بنا کر کہا۔

”بیگال کو فائدہ ہو چکا ہے۔ اب آپ کا ملک ایک طرح
سے اس کے قبضے میں ہے۔ بے شک وہ حمد نہیں کرے
گا۔ آپ بھی اس سے جگ نہیں کریں گے، لیکن عملی طور
پر آپ کا ملک اس کے قبضے میں ہے۔“

”یہ۔ یہ غلط ہے۔ صدر نے چلائے کے انداز میں کہا۔
”اگر آپ سننا ہی چاہتے ہیں تو پھر میں یہ کہے بغیر
نہیں رہ سکوں گا کہ مرزا ناصر آپ کو اپنا ہم مذہب
بنا چکا ہے۔ آپ جاہانی ہو چکے ہیں۔“

”کیا؟“ انشام کے صدر کی بجائے وہ سب چلا آئے۔
اور پھر موت کا سناٹا طاری ہو گیا۔

Malik ji

سلاطین ہاؤس

بہت دیر بعد انشام کے صدر کی آواز بہت دور
سے آتی محسوس ہوئی،

”ریاض شان؟“

”میں سر؟“ اس نے بھی کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

”تم نے سنا۔ انگریز جمہیت نے کیا کہا ہے؟“

”میں سر؟“

”اب تمہارا کیا فیصلہ ہے؟“

”ان لوگوں کو اب زندہ نہیں رکھا جا سکتا سر۔ اس نے
سرسلائی آواز میں کہا۔

”میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔“

”آپ ملاحظہ فرمائیں۔ مافکوں نے ہر اس کی طرف

ہو گئے ہیں۔ میں نے اپنے آدمیوں کو فوری طور پر اشارہ

کر دیا تھا۔“

Malik ji

اور ریاض شان آپ کو موت کے گھاٹ نہیں آتا دیکھ گئے۔
 کیا ہونے والا ہے۔ یہ صرف اللہ کو پتا ہے۔ اشتقاق
 کی آواز ابھری۔

”تنت۔ تنت۔ تو کیا آبا جان۔ یہی وہ نور دست کا بیانی
 ہے۔ جو بیگمال نے حاصل کی ہے۔ مطلب یہ کہ اب وہ
 باقی عرب ریاضوں اور مسلم ممالک کی طرف آسانی سے بڑھ
 سکے گا۔ خزانہ نے کاہنہ کی آواز میں کہا۔
 ”شاید۔ یہی ہے۔ وہ بولے۔

”ریاض شان! اب میں ان لوگوں کی باتیں نہیں سن
 سکتا۔“

”او کے سر۔ اس نے کہا، پھر ان سے بولا:
 ”پہلے جناب۔ آخرت کے سفر پر چلتے ہیں۔“
 ”تو کیا آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں گے۔“ آفتاب نے
 خوش ہو کر کہا۔

”موت کے گڑھے تک پہنچانے کے لیے تو ساتھ جانا ہی
 ہو گا، ویسے تم لوگوں کی یہ بات میری سمجھ میں نہیں
 آتی۔ ریاض شان نے کہا۔

”مگ۔ کون سی بات۔ ہم نے آپ سے ایک اور بات
 تو کی نہیں۔ ان گنت باتیں کی ہیں۔“

”ہوں! ان لوگوں کو لے جاؤ شان اور اس طریقے
 سے ختم کرو کہ کسی کو بھی پتا نہ چلے۔ یہ تو کب کہاں گئے۔
 صبح کے اخبارات مرزا خاسر کے قتل اور ان لوگوں کے خزانہ
 کی کمائی شائع کریں گے۔ بیان تمہارا ہو گا شان۔ یہ کہ
 تم ان لوگوں کو گرفتار کر کے لا رہے تھے۔ یہ خزانہ ہو گئے
 اور ہم لوگ ان کو اب تک گرفتار نہیں کر سکے۔“
 ”او کے سر۔“

”بس۔ اب انہیں لے جاؤ۔“
 ”تو سر شان اور آپ کی فوج نے بھی جابانی مذہب
 اپنا لیا ہے۔ افسوس۔ آپ لوگ جیتے ہی جہنم میں جا گئے۔
 شوکی نے صرخت زدہ لہجے میں کہا۔
 ”شوکی۔ تمہارا جملہ پسند آیا۔ واہ۔ جیتے ہی جہنم میں
 جا گئے۔ پر فیر داؤد مکرانے۔“

”آپ لوگ عجیب ہیں۔ آپ کو موت کا حکم سنایا جا
 چکا ہے۔ اور آپ چمک چمک کر باتیں کر رہے ہیں۔“
 ریاض شان نے منہ بنا کر کہا۔
 ”ایسے حکم ہمیں ملے ہی رہتے ہیں۔ محمود نے منہ بنا
 کر کہا۔

”کیا آپ لوگوں کا خیال ہے۔ آپ خزانہ ہو جائیں گے

"عہد محترم، میرے اور صدی فرج کے جابانی بن جانے سے بیگال کا راجا کیوں کھل گیا ہے۔"

"اس طرح کہ جابانی آج کل بیگال کی انگلیوں پر ناچ رہے ہیں۔ اور جابانی اپنی مرضی سے ہر وی دلیا میں کچھ بھی نہیں کرتے۔ مگر سے انھیں جو بھی ہدایت ملے، اس صورت اسی کو مانستے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں، اب فرض کرو۔ دادی مرجان سے انشام کے صدر کو یہ حکم ملے کہ انھیں بیگال تک ساتھ دینا ہے، ان کا راجا نہیں روکنا ہے تو یہ اس حکم پر عمل کرنے پر مجبور ہوں گے چاہے ان کے ملک کی پالیسی کچھ بھی کیوں نہ ہو۔"

"اور۔ تو تم لوگ اس بات کو بھی سمجھتے ہو؟ ریاض شان نے چونک کر کہا۔

"ہاں، اسی لیے تو صدر صاحب نے آپ کو حکم دیا ہے کہ اب ہمیں زندہ نہیں رکھا جائیگا۔" محمد مسکرایا۔

"لیکن۔۔۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔۔۔ جہاں کے عوام اب تک مسلمان ہیں۔ وہ ظہر آواز اٹھائیں گے۔" خان رحمان بول اٹھے۔

"عوام کو تو پتا ہی نہیں چلنے دیا جاتا کہ آپر کی سطح پر کیا کچھ ہو رہا ہے اور کیا ہو چکا ہے۔"

Malik ji

"ہوں! اٹھیک ہے ریاض شان۔ ان لوگوں کی موت ہی ہمارے لیے زندگی کا پیغام لا سکتی ہے۔" صدر بولے۔

"مے پلو انھیں اور اگر ان میں سے کوئی راستے میں گھوڑا کرنے کی کوشش کرے تو بے دریغ گولیوں سے چھنی کر دینا۔ تم سے کوئی سوال نہیں ہوگا۔" ریاض شان نے اپنے خوجیوں کو حکم دیا۔

"او کے سر؟ انھوں نے ایک ساتھ کہا۔

اور ان لوگوں کو باہر لایا گیا، پھر اسی بند گاڑی میں بٹھا یا گیا۔ گاڑی کا سفر شروع ہوا۔ ریاض شان ان کے ساتھ بیٹھا تھا۔ دوسرے فرمی بھی تھے۔ جن کے پستول اور دھنکیں برآمد ان کی طرف آٹھے ہوئے تھے۔

"اب جب کہ آپ ہمیں موت کے گھاٹے اتارنے جا رہے ہیں۔ کم از کم اتنا تو بتا دیں۔ کیا یہی وہ کامیابی ہے جو بیگال نے حاصل کیا ہے؟" فرزا بولی۔

"کتنے ہی سالوں سے بیگال سے جنگ کا سلسلہ شروع تھا۔ اس جنگ سے اگرچہ زیادہ نقصان انعام کا رہی ہو رہا تھا۔ لیکن پھر بھی مالی نقصان بیگال کا بھی ہوا رہا۔ جو بیگال کے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔" محمد مسکرا سادی کی گئی۔ "دادی مرجان کے مددگار کے تجویز پیش کی گئیں۔"

Malik ji

ہیں۔ لیکن جب لوگوں کی عقل غراب ہو جاتی ہے۔ تو پھر وہ توہر نہیں دیتے۔ اور اس کی بات مان لیتے ہیں جو کہنے انداز سے انھیں فریب دیتا ہے۔ ٹھوڑا بولا۔

نہیں۔ یہ غلط ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے خود فرمایا ہے کہ میرے بعد وہ مسیح آئے گا۔ اور تم ان تک پہنچ جانا۔ چاہے تمہیں گھٹنوں کے بل چل کر جانا پڑے۔ رابنہ شان نے بھٹا کر کہا۔

”دھت قبر سے کی۔ عقل کے اندھو۔ یہ تو سوچو کہ آپ ﷺ نے یہ کب فرمایا تھا کہ وہ اپنی نبوت کا اعلان کریں گے۔ وہ تو اس اُمت میں حضور نبی کریم ﷺ کے اُمتی کی حیثیت سے آئیں گے اور پھر آسمان سے نازل ہوں گے۔ اب مرزا مہدیانہ کیا آسمان سے نازل ہوا تھا۔ اتنی بھی عقل نہیں تم میں۔“

”عقل ہے۔ جلد سے مرزا صاحب نے یہ بھی تو لکھا ہے کہ ہر مسکاتے کوئی مسیح آسمان سے بھی نازل ہو سکتے۔ انھوں نے اس سے انکار تو نہیں کیا۔“

”تب پھر مرزا کیسے نبی ہو گئی۔ لہذا وہ مسکرایا۔“

”صبر ﷺ کی فضیلت مرزا صاحب نے بیان کی۔“

”لا حول ولا قوۃ۔ مدد ہو گئی۔ اسے بھی۔“ حضور ﷺ

۱۰ اشام کے صدر کو جہانی کر لیا جاسے اور پھر اس کی فوج کے کمانڈر انجیت ہو۔ اسی طرح پوری فوج کو۔ پھر وہ یہ گال کا حکم مانے گی۔ اس سے جنگ نہیں کرے گی۔ اس تجویز پر عمل شروع ہوا۔ وادی مرجان سے مرزا ناصر خود آئے۔ صدر سے ملے۔ غیر معمولی طور پر انھوں نے مہاراجہ کی تعلیم شروع کر دی۔ دوستی کے بندے ہیں، وہ ان کے لیے قیمتی تحفے تملافت بھی لایا کرتے تھے اور آخر بدوشیدہ طور پر انھیں جہانی کر لیا۔ پھر کمانڈر انجیت کی باری آئی۔ اب تو پوری فوج جہانی عقائد اختیار کر چکی ہے۔ اور اب عوام کی طرف توہر دی جا رہی ہے۔ وادی مرجان کے بہت سے لوگ اب عوام میں گھس مل چکے ہیں۔ بہت جلد اور لوگ بھی آئے والے ہیں، جگہ آچکے ہوں گے۔ ابھی اور بھی کہیں گے۔“

”اُٹ مالک۔ ان لوگوں کی عقلوں پر پردہ کیوں پڑا گئے۔“ حضور نبی کریم ﷺ نے تو بالکل واضح فقرات میں فرمایا ہے کہ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس سے واضح بات بھلا کیا ہو سکتی ہے۔ اشتقاق نے اسوں کو لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ اور یہی ان گنت احادیث مبارکہ اس موضوع پر

Malik jz

”یہ کام میں کروں گا۔“ ریاض شان نے کہا۔

”کیا مطلب؟ وہ چونکے۔“

”مرزا غاسر کتابوں کا ایک ذخیرہ یہاں لائے تھے۔“

”مرزا کی اکثر کتابیں مجھے بھی ملی تھیں؟“

”لیکن وہ کتابیں اس وقت آپ کے ساتھ تو نہیں ہیں۔“

”فکر کی ضرورت نہیں۔ وہ پیش کر دی جائیں گی۔ اس

نے کہا۔“

”یہ بہت اچھی بات ہے۔ ہم ضرور اس موقع سے

فائدہ اٹھائیں گے۔ ایک شخص اگر جہنم سے بچ سکتا ہے تو

اسے بچانے کی ضرورت کوئی نہیں ہے۔“ انسپکٹر جمشید جلدی

جلدی بولے۔“

”تو پھر شروع کریں۔“

”ہاں۔ لیکن نہیں۔ مرزا کی ایک کتاب کا نام

”تذکرۃ المشاہدین“ ہے۔ اس میں مرزا لکھتے ہیں کہ حدیث

کی کتاب بخاری شریف میں میرا ذکر موجود ہے۔ میرا تعلق

دعوت ہے اور تمام بانیان کا نام بھی آیا ہے۔“

”اور کیا واقعی۔ ایسا ہے۔ تب تو مرزا صاحب واقعی

نبی تھے۔ ریاض شان پلاؤ اٹھا۔“

”لیکن بخاری شریف میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“

”یہ فیض پانے والوں میں سب سے زیادہ فیض تو حضرت

صدر الکبر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور

حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے پایا۔ پھر تو چاہیے تھا کہ ان

میں سے کوئی نبی ہوتا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی

بھی وضاحت فرمادی۔ کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ

عمر رضی اللہ عنہ ہوتے۔ لہذا یہ باب ہی مکمل طور پر ختم فرمادیا،

لیکن جاہلیوں کے چکر میں عقل سے پیدا لوگ آجاتے

ہیں۔ وہ آجاتے ہیں جنہوں نے قرآن میں خود نہیں کیا،

لوگ یہ یمن نہیں سوچتے کہ مرزا تو ایک سچا آدمی بھی نہیں

تھا۔ کوئی اس کو سچا آدمی ہی ثابت کر دکھائے۔“

”یہ۔۔۔ یہ فقط ہے۔ جھوٹ ہے۔ تم لوگ مرزا صاحب

کو جھوٹا ثابت نہیں کر سکتے۔“

”یہ کیا مشکل ہے۔ ہم ابھی اور اسی وقت اس کو بالکل

جھوٹا ثابت کر دیتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔ ہمارے پاس ابھی وقت ہے۔ سفر باقی

ہے۔“

”ہم اس سفر کے دوران یہ کوشش کرتے ہیں، لیکن واضح

ہو کہ ہمارے پاس یہاں مرزا کی کتابیں نہیں ہیں۔

لہذا ثبوت تحریری طور پر نہیں دکھا سکیں گے۔“

Malik ji

انیکڑ کا مرزا مرزا سکھائے۔

”کیا مطلب؟ وہ زور سے چونکا۔

”ہمارے عالم تحقیق کو چٹکے ہیں۔ بخاری شریف میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم جابانیوں کو چیلنج کر چکے ہیں کہ وہ یا تو بخاری شریف میں یہ بات دکھادیں یا پھر مرزا کو جھوٹا مان لیں۔“ انیکڑ ہمیشہ بولے۔

”تب پھر۔“ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

”نہ جواب دیتے ہیں، نہ جانائیت کو چھوڑتے ہیں۔

صاف ظاہر ہے، عقول پر دست بردارے ہیں اور یہ مذہب نہیں ایک سازش ہے۔ ایک سازش تھی۔ جس کو بروئے کار لایا گیا۔“

”آپ لوگ اس بات کو ثابت نہیں کر سکتے؟“ ریاض

شان بڑبڑایا۔

”تذکرۃ المشاہدین آپ کے پاس ہے؟ انیکڑ ہمیشہ نے

پوچھا۔

”ہاں ہے۔“

”آپ نے وہ پوری بڑھ کر دیکھی ہے؟“

”نہیں۔“ ابھی بڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

”تو پھر کتاب لے آئیں۔ ہم اس میں یہ الفاظ دکھا دیتے

ہیں۔“

”لیکن یہ کیسے ثابت ہو گا کہ بخاری شریف میں یہ بات نہیں ہے۔“

”آپ کا بیان ہے کہ اس وقت یہاں جابانیوں کے بہت سے آدمی کام کر رہے ہیں۔ ان کے کسی بڑے کو بلا لیں۔ ہم ابھی ثابت کر دیتے ہیں۔“

”یہ خیال ہے۔“ یہ ضرور کرنا چاہیے؟“ ریاض شان نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔

”جیسے آپ کی مرضی۔“

”تو پھر علامہ غامد کو بلا کر سلاٹر آؤس لے آؤ۔ ہم انہیں جیل بھیج دیں۔“

”او کے مہر۔“

”گاڑی رک گئی۔“ اس میں سے دو فوجی آ کر گئے۔

اسی وقت ریاض شان نے کہا:

”اور میرے گھر سے تذکرۃ المشاہدین بھی اٹھا لانا۔“

”بہت بہتر سر۔“

”علامہ غامد کو یہ دبتا کہ کہاں جانا ہے اور کس

سٹیلے میں جانا ہے۔“

”جی بہتر؟“

Malik ji

گلاڑی ایک بار پھر پل پڑی۔

آپ نے یہی کہا تھا مشرباض شان۔ سلاٹر ہاؤس۔

ہاں! جی لوگوں کو خفیہ طور پر چھانی دینا ہوتی ہے،

ان کے لیے ایک انگ تھک جگہ بنائی گئی ہے۔ ہم نے

اس جگہ کا نام سلاٹر ہاؤس رکھا ہے۔ لیکن آپ اس نام

پر کیوں چوٹے؟

سلاٹر نامی ایک حرم سے ہمارا بہت واسطہ رہا ہے،

وہ ہمارے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ محمود دلا۔

لیکن انہوں نے آج آپ لوگ چوہوں کی طرح مارے

جا رہے ہیں۔ ریاض شان مسکرایا۔

ایسا نظر تو نہیں آ رہا؟ خان رحمان بولے۔

کیوں۔ نظر کیوں نہیں آ رہا؟

غریبی کیجیے۔ علامہ خاور مرزا جاہانی کو سہا ثابت د

کر سکے۔ تو پھر۔

آپ لوگ غلط تھے۔ علامہ خاور جاہانی نہیں ہے۔ وہ

ہمارے تھک کا بہت بڑا عالم ہے اور بھاری شریعت کا

خاص طور پر عالم ہے۔

اور! تب تو آپ نے ایک بہت اچھا قدم اٹھایا۔

ایک روز جمید خوش ہو گئے۔

آخر گلاڑی رک گئی۔ انہوں نے دیکھا۔ وہ ایک سنہاں

جگہ تھی۔ ان کی آنکھوں کے سامنے سفید رنگ کی ایک تھک نما

عمارت تھی۔ اس کے دروازے پر مسلح فوجی کھڑے تھے۔

انہوں نے فوجی انداز میں ریاض شان کو سلام کیا۔ دروازہ

پہنچے ہی کھول دیا گیا تھا۔ غالباً وہ اس گلاڑی کو پہچانتے

تھے۔

اب وہ عمارت کے اندر کی طرف چلے۔ عمارت کا اندرونی

حصہ بڑا دینے کے قابل تھا۔ اس میں جگہ جگہ چھانی کے

پہلوئے تھک رہے تھے۔ اور دیواروں پر خون لگ کر تھک

ہو چکا تھا۔ شاید دیواروں کی صفائی نہیں کی جاتی تھی۔

تاکہ سلاٹر ہاؤس زیادہ سے زیادہ عورت ناک نظر آ سکے۔

ہندوؤں کی قربان گاہ کی طرز کی بھی کئی جگہیں تھیں۔ جی بونی تھیں۔

جہاں بہت چڑے پھل والی گھاسیں تھک رہی تھیں۔

گھاس جہاں گھاس تھک رہی تھی۔ اڑاتی جاتی تھیں۔

یہ تو بہت قریب تھا سلاٹر ہاؤس ہے۔ آخر کیوں؟

علامہ خاور۔ یہ حکومت کے مایوں کو موت کے گھاٹ

آگے لے کر کھم آ رہا ہے۔ ریاض شان مسکرایا۔

آخر علامہ خاور داں پہنچ گئے۔ اس کے چہرے پر

حیرت اور خوف کے آثار تھے۔

Malik ji

”یہ۔ یہ کس شخص کی کتاب ہے؟“

مرزا جاہانگیر کی۔ جس نے آج سے قریباً نوے سال پہلے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔

”تعب وہ بہت بڑا جھوٹا تھا۔ علامہ خاوند نے فوراً کہا۔

”کیا مطلب؟“ ریاض شان چونکا، اس کے ساتھی فوجی بھی دھک سے رہ گئے۔

”ہاں! بخاری شریف میں ایسی کوئی بات درج نہیں

ہے۔“

”اوہ۔ کیا آپ یقین سے کہہ سکتے ہیں؟“

”بالکل! اس نے فوراً کہا۔

”آپ کو یہاں کچھ دیر ٹھہرنا ہو گا۔“ ریاض شان نے

پریشان آواز میں کہا۔

”انچر یہ جگہ بہت بے باک ہے۔ اوہ بدبو دار بھی۔

لیکن اگر کسی کا دین سنو سکتا ہے تو میں یہاں ضرور ٹھہروں گا۔“

”تم جا کر جاہانگیروں کے قریبی مرزا بیک کو بلاؤ۔

کوئی بات اسی سے نہ کہنا۔“

”اوہ کئے سرے۔“ اسی دھن فوجیوں نے کہا جو کتاب اور

علامہ خاوند کو لائے تھے۔

”کلم۔ کیا میرے لیے چافس کا کلم طاعت ہے آپ کو؟“

”نہیں علامہ صاحب۔ آپ کو ایک اہم ضرورت کے

تحت بلایا گیا ہے۔ معاف کیجیے گا۔“

”معاف کیا؟“ اس نے فوراً کہا۔ اس کے چہرے پر

سفید ڈاڑھی تھی۔ چہرے پر فردوسی سی چھائی ہوئی تھی۔

شاید سارا رشتا موت کے خوف سے کاٹنا رہا تھا۔

”آپ بخاری شریف کے بہت بڑے عالم ہیں۔ یہ

لوگ آپ کو بند سطرین دکھاتے ہیں۔ آپ ان کو خود سے

پرچیں اور یہ بتائیں کہ بخاری شریف میں ایسی کوئی بات

لکھی ہے یا نہیں؟“

”بہت بستر! اس نے حیران ہو کر کہا۔

ایک فوجی نے ریاض شان کے اشارے پر تذکرۂ اشدائیں

انجکڑ جیش کی طرف بڑھا دی۔ انھوں نے جلدی جلدی

اس کے ورق آٹے اور پھر صفحہ نمبر ۴۴ علامہ خاوند کی

طرف کرتے ہوئے بولے :

”ان لائنوں کو پڑھیں :“

علامہ خاوند نے ان سطروں کو پڑھا، پھر پڑھا۔ یہاں

تک کہ چھ سات مرتبہ پڑھا۔ اب اس کی آنکھیں حیرت

سے پھیل گئی تھیں :

Malik J

میں وہ کرہستہ ہوں کتاب ہے۔ میں چند منٹ میں
تو یہ چیز اس میں سے تلاش کر کے نہیں دے سکتا۔ اس
نے کہا۔

”کیا یہ بات پہلی بار آپ کے سامنے آئی ہے؟“
شان نے جیسی آواز میں پوچھا۔

”نہیں۔ پہلے سے میرے علم میں ہے۔“
”تو کیا آپ نے بخاری شریف سے اس کی تصدیق
نہیں کی تھی؟“

”اپنے بھائی کی کسی بات کی تصدیق کرنے کا اُمتی
کو کوئی حق نہیں۔ اگر وہ تصدیق کرتا ہے تو اس کا
مطلب یہ ہے کہ وہ بھیا پر ایمان نہیں لایا۔“

”لیکن اب جب کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ بات
بخاری شریف میں نہیں ہے۔ تو آپ کو بخاری شریف
میں سے دکھانا ہو گا نکال کر۔“ علامہ خاوند نے کہا۔

”اے میں نکال کر دکھاؤں گا، لیکن اس میں کچھ
وقت لگے گا۔“

”کتنے؟“ ریاض شان نے کہا۔
”آٹھ دس گھنٹے۔“

”ٹھیک ہے۔ ہم سب کوگہ آٹھ دس گھنٹے تک بیٹھیں

اور ایک گھنٹے بعد مرزا مبشر ان کے سامنے حیران
پریشان بیٹھا تھا۔

”مرزا صاحب۔ اس کتاب کو دیکھیے۔ یہ کس کی کہی
ہوتی ہے؟ ریاض شان نے تذکرۃ الشہداء میں اس کے سامنے
کرتے ہوئے کہا۔

”یہ۔ تو ہمارے مرزا صاحب کی مشہور کتاب ہے۔“
”شکریہ۔ اب اس کا صفحہ نمبر ۲۱ دیکھیے۔ ان سطور کو
پڑھیے۔ ریاض شان نے کہا۔

اس نے جلدی ان سطور کو پڑھا،
”جی ہاں میں پڑھ چکا ہوں۔ فرمائیے۔“

”یہ الفاظ آپ کے مرزا صاحب نے ہی کہے ہیں نا؟“
”بالکل کہے ہیں۔ ان میں کیا شک ہے؟“

”تو پھر یہ الفاظ بخاری شریف میں بتائیے کہاں ہیں۔“
آپ کے سامنے بخاری شریف کے نامور عالم علامہ خاوند تشریف

فرما رہے۔
”اوہ اچھا۔ تو یہ بات ہے۔ لیکن یہاں بخاری شریف

کہاں ہے؟“
”اس کا نسخہ میرے پاس۔ میری گاڑی میں موجود ہے۔“

علامہ خاوند فوراً بولے۔

Malik ji

شریاضی شان :

” ملک - کن کا سر ؟ انھوں نے یعقوب با کی آواز سنی۔
 اور پھر وہ سب اندر داخل ہو گئے۔ ان میں
 علامہ خاوند بھی تھے اور مرزا جہنر بھی۔
 ” اوسے - یہ - یہ کیا - یہ لوگ تو زندہ ہیں۔ اُنہیں -
 یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ ریاضی شان - یہ - یہ سب کیا
 ہے۔ تم ان لوگوں کو زندہ واپس کیوں لے آئے ہو۔
 ” ایک عجیب بات ہو گئی ہے سر۔ بہت ہی عجیب۔
 ” یہ - یہ سب کیا ہے سر؟ یعقوب با بول اُٹھے۔
 ” اور عجیب بات کیا ہو گئی ہے؟ صدر نے برا سا
 منہ بنایا۔

ریاضی شان نے پوری بات دہرا دی۔ صدر کی آنکھوں
 میں آنکھیں دوڑ گئیں۔ پھر انھوں نے تذکرۃ الشہادتین ان کے
 سامنے رکھ دی۔ اور بخاری شریف بھی۔ علامہ خاوند سے
 مدد و اذیت ہی تھی۔
 صدر صاحب کئی منٹ تک ان سطور کو بار بار
 پڑھتے رہے۔

” پھر - اب آپ کیا کہتے ہیں؟ صدر نے ریاضی شان
 کی طرف دیکھا۔

” کیا ہوا مرزا صاحب؟

” بخاری شریف میں ایسی کوئی بات نہیں۔ اور مرزا
 صاحب نے خود اپنی ایک کتاب کشفی نوح میں اس بات
 کو تسلیم کیا ہے کہ بخاری شریف حدیث کی مستند ترین
 کتاب ہے۔ لہذا میں اعلان کرتا ہوں کہ مرزا جابانی
 جھوٹا تھا۔ کاذب تھا۔ میں اس کے نبی ہونے کے عقیدے
 پر لعنت بھیجتا ہوں۔

” شکر ہے۔ اللہ کا۔ اور ہمیں کیا چاہیے۔ خود ان کا
 مرقی اسلام میں ٹوٹ آیا۔ انکیکڑ جیشہ ہوئے۔
 ” تو پھر میں بھی لعنت بھیجتا ہوں۔ ریاضی شان نے
 کہا اور اپنے ماتھیوں کی طرف دیکھا۔
 ” ہم - ہم بھی۔

اور پھر یہ تھانہ ایوان صدر کی طرف روانہ ہوا۔ صدر
 کو ریاضی شان کی آمد کی اطلاع دی گئی۔ فوراً ہی انھیں
 بلا لیا گیا۔ سب سے پہلے ریاضی شان ہی صدر کے
 کمرے میں داخل ہوا، اس پر نظر پڑتے ہی صدر
 نے کہا :

” تو وہ لوگ دوسری دنیا میں پہنچا دیے گئے۔ ان
 کا کاشی بھل گیا۔ لیکن آپ نے اتنی دیر کیوں لگائی

Malik ji

”بخاری شریف میں یہ بات موجود نہیں ہے۔ اس کی تصدیق علامہ غادر کرچکے ہیں اور جاپانیوں کے سلیف بخاری شریف میں سے نہیں دکھا سکے۔ مجھے واپس آنے میں اتنی دیر اس لیے لگی ہے سر۔“

”ہوں۔ مشر میٹر۔ آپ کیا کہتے ہیں؟“

”یہ بات چلی بار برسے ساٹھ آئی ہے۔ مجھے مزید تحقیق کرنے کی اجازت دی جائے۔“

”ٹھیک ہے۔ میں آپ لوگوں کو ایک ہفتہ دیتا ہوں، اپنے ماہر سے ماہر عالم کو یہاں بلا لیں۔ اور اس سلسلے میں میرا اجمیتان کرا دیں۔ دوسریں ان لوگوں کو چھوڑ دینے پر مجبور تو ہوں گا ہی۔ جاہلیت سے بھی تائب ہو جاؤں گا۔“

”اگ۔ کیا مطلب سر۔ آپ جاپانی دور چکے ہیں۔ یعقوب با اچیل بڑا۔ آنکھیں پھیل گئیں۔“

”ہاں! نہیں نے آپ سے یہ بات پوشیدہ رکھی تھی، کیوں کہ میں جانتا ہوں۔ آپ بہت لمبی آدمی ہیں۔ صدر نے کہا۔“

”کاش آپ مجھے بتا دیتے۔ میں آپ کو ہرگز اس حال میں نہ آنے دیتا۔ یہ لوگ اسی طرح دنیا کے مختلف

حصوں میں لوگوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں۔“

”میں ان لوگوں سے بھی شرمندہ ہوں۔ لیکن انہیں ایک ہفتے تک عمل میں دہنا ہو گا۔ ایک طرح سے یہ نظر بند رہیں گے۔“

”او۔ یہ ہمارے لیے بہت مشکل ہو گا۔ محمد نے گھبرا کر کہا۔“

”لیکن کیا کیا جائے۔ مجبوری ہے۔“

ان کے چہرے ٹٹک گئے۔ واقعی یہ ایک بہت بڑی مجبوری تھی۔ آخر انہوں نے یہ کوٹوا گھنٹ بھرنے کا فیصلہ کر لیا۔ عمل میں نظر بند ہونا قبول کر لیا۔ لیکن ابھی ان کی نظر بندی کو صرف دوسرا دن تھا کہ اختتام کے صدر یعقوب با اور ریاض شاہ ان کی طرف تھم اٹھاتے نظر آئے۔ ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

”معلوم ہوتا ہے۔ آپ لوگ خیر کی خبر نہیں دیتے۔“

”انیکٹر کا مرزا مرزا اہل دی سے ہوئے۔“

”ہاں! آپ کا خیال ٹھیک ہے۔ صدر نے کہا۔“

”کیا مرزا میٹر فرار ہو گیا ہے؟“

”اگر صرف یہ بات ذوقی تو ہم اسے حریف پریشان نہ ہوتے۔“

Malik ji

۲۲۲

”تب پھر ان کی گواہی اُبھری۔

”مرزا بشیر اور کئی بڑے جاہانی واقعی غائب ہیں۔

بلکہ ان کے پھوٹے بھی غائب ہو چکے ہیں۔ لیکن اصل

پریشانی کی بات یہ ہے کہ بیگال نے ہندو سرحدوں پر

ایک حملہ کر دیا ہے۔

”اور ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

”یہ“

بندھے ہوئے ملک موت کا سناٹا طاری رہا۔ آخر انپکشد

ہمیشہ بولے۔

”پہلے اس نے مرزا جاہانی کو جھوٹا اور کاذب قرار دیا۔

لیکن جب بعد میں وہ مہلت مانگ رہا تھا، میں اسی وقت

اسی یہ بات جان گیا تھا کہ اب یہ لوگ یہاں سے فرار ہو

چاہیں گے۔ لیکن۔“

”تب پھر آپ نے بتا کیوں نہ دیا؟“ صدر صاحب اند

بنا کر بولے۔

”میں نے بتانا اس لیے مناسب نہیں سمجھا تھا کہ آپ کو

ان کے جھوٹے ہونے کا مکمل طور پر یقین ہو جاتے۔ انھوں

نے کہا۔

”آپ لیکن کے بعد کیا کہنا چاہتے تھے؟“ فرحت

بے چین ہو کر بولی۔

Malik ji

”آپ کیا کریں گے؟“

”بیگال کو ہر ممکن نقصان پہنچائیں گے۔“

”لیکن آپ تو چند افراد ہیں۔ بیگال کو کیا نقصان پہنچا سکیں گے۔ ریاضل شان بولا۔“

”یہ وقت بتائے گا۔“ خان رحمان مسکرائے۔

اور انھیں ایک ہنگامی دسے دی گئی تھی۔ چلتے وقت انکسٹر جمشید نے انعام کے صدر سے کہا:

”اپنے سرائے رسالوں سے ایک کام ضرور کرائیں۔ اور وہ یہ کہ ڈومین یا کسی اور شہر میں کوئی بھی جا بانی نظر آئے تو اسے فوراً گرفتار کر لیں۔ کوئی جا بانی اب آپ کے حکم میں رہ نہ سکتے۔“

”یہ کام میں کرواؤں گا، آپ فکر نہ کریں۔ انھوں نے کہا۔“

اور وہ وہاں سے چلے آئے۔

”کیا یہاں جہان کام ختم ہو چکا ہے انکل۔ اور کیا یہی وہ ذہر دست کامیابی تھی بیگال تھی۔ جس کی خاطر ہم نے انکا تھوڑا سا دھوکہ کھینچا۔“

”ہمیں کو بیگال کی کامیابی تو ضرور کہہ جاسکتی تھی۔ لیکن ذہر دست نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ وہ کامیابی کوئی اور

”لیکن میں یہ بات نہیں جانتا تھا کہ ان کے فائدہ ہوتے ہی بیگال انعام پر حملہ کر دے گا۔ اس بات پر واقعی مجھے حیرت ہوئی ہے۔“

”سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں؟“

”جنگ۔ آپ کو سرحدوں پر ٹوٹ جانا چاہیے۔ کسی قسم کی لمبہ دوی نہیں دکھانی چاہیے۔ ہم عزم ہیں۔ کافروں سے کیوں ڈریں۔ اسلحے کی برتری کو کیوں اہمیت دیں۔“

”ٹھیک ہے۔“

”اب ہماری نظر بندی کے بارے میں کیا خیال ہے؟“

”آپ لوگ باعزت طور پر آؤ اور یہاں رہ کر جو بھی کرتا چاہیں، کر سکتے ہیں۔“ صدر نے کہا۔

”بہت بہت شکریہ۔“ جمیں اب امید بھی ہو تھی۔ اب آپ کو چاہیے کہ تمام مسلم ممالک سے بیگال کے خلاف مدد کی اپیل کریں۔ سارے حالات انھیں بتائیں۔ اور فوجوں کا حوصلہ بلند رکھیں۔ بہترین قسم کے مسلمان سرحدوں پر لڑنے کے لیے تیار کریں۔ جتنا جتنہ کوئی شخص مسلمان ہوگا۔ اتنا ہی وہ ہم کو لڑے گا۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں ان مشوروں پر عمل کروں گا۔“

”اور ہم اپنا کام کریں گے۔“ انکسٹر جمشید بولے۔

Malik ji

"نظر کیسے آئے۔ مرکز تو ابھی قائم کیا جاتے گا۔ اور جب وہ قائم ہو جائے گا تو اس وقت نظر بھی آئے گا۔" آفتاب بولا۔

اور پھر وہ اسی جھنڈ میں پہنچ گئے۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے یہ جھنڈ ہی ہمارا مرکز بنے گا۔"

"ہاں یہ بہت پرسکون جگہ ہے۔ اس جگہ کے بارے میں صرف حکومت کے ذمے دار آدمیوں کو علم ہے۔ اور کوئی نہیں جانتا۔ لہذا اس جھنڈ کو اپنا مرکز بنانے میں ہمیں کوئی الجھن نہیں ہوگی۔"

"لیکن انگل۔ یہ بگ شہر سے بہت دور ہے۔ ہم لوگ کسی طرح الگ الگ آجا سکیں گے۔"

"ہر کام خود کرنا ہے۔ ہم نہیں جانتے۔ کسی طرح کرنا ہے۔ یا کیا کرنا ہے۔ اور کیوں کرنا ہے۔ انکپٹر ہمیشہ اہلے۔"

"بھئی وار۔ یہ جوتی ٹاٹا ہے۔ کام یہ تو ایسا۔ فادوق منکوا۔"

کچھ دیر کام کرنے کے بعد وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

سب سے پہلے ہر ایک نے چم سے مٹی کچھ تیریاں لگائیں پھر انکپٹر جھنڈ کے سب پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

کامیابی ہے۔ اور ہمیں ابھی اس کامیابی کا سراخ لگانا ہے۔ جہاں تک مراخیال ہے۔ جاباتی یہاں سے گئے۔ نہیں۔ اہل انھوں نے اپنے اپنے سرور تبدیل کر لیے ہوں گے۔ یا اور اور چھپ گئے ہیں۔ ہمیں ان کا کھوج لگانا ہے۔ سرور خاصہ تو اب اس دنیا میں رہا نہیں۔ جس سے یہ راز معلوم کیا جا سکتا تھا۔

"تو پھر ہم کیوں ڈیگال کے صدر پر لٹھ صاف کر دیں؟ خان دھان بوسے۔"

"اس طرح بھی کام نہیں چلے گا۔ ڈیگال کے صدر سے بھی ہم کچھ معلوم نہیں کر سکیں گے۔ جیسے اسی لادروں پر عمل کرنا ہو گا۔ گروپوں کی شکل میں اس شہر میں پھیل جاؤ۔ اور جاباتیوں کا سراخ لگاتے پھرو۔ جہاں ہمیں بھی کوئی جاباتی نظر آجائے۔ اس کا تہایت ہوشیاری سے آفتاب شروع کر دو۔ ہرگز اسے معلوم نہ ہونے پائے کہ اس کا تھقب کیا جا رہا ہے۔ اور ایک آدمی آکر مرکز کو اطلاع دے۔"

"جی۔ مرکز۔ کہاں ہے ہمارا مرکز۔ مجھے تو مرکز نام کی کوئی چیز دور دور تک نظر نہیں آتی۔ فادوق میراں ہ کر بولا۔"

Malik ji

۲۴۰

اس طرح تو کسی کا بھی کوئی گروپ نہیں بن سکتا۔ محمود نے کہا۔

بھئی ہمیں کام کرنا ہے، گروپ باڈی وار بحث سے کیا ہے۔ جو جس کے حصے میں آئے، ٹھیک ہے۔

ایسا کیوں دیکریں؟ فرزانہ کہتے کہتے ٹوک گئی۔

اگر ٹھیک ہے۔ ایسا کر لیں۔ یہ بہت اچھا رہے گا۔ انہوں نے خود آکر کہا۔

کیسیا؟ تو فرزانہ ہم نے بتایا ہی نہیں۔ لیکن

ہم نے بھی تو ایسا ہی کرنے کے لیے کہا ہے،

ایسا اور ویسا کے چکر میں پڑنے کا ارادہ ہے۔

تو ہمارے مقدمہ میں کھے گئے ہیں۔ ان سے

کچھ کر رہنا چاہیے۔ ایسا کے بارے میں۔

ایسا مطلب ہے۔ کیوں نہ ہم سب آنکھیں

بند کر لیں۔ اور اس حالت میں ہر ایک۔ کسی ایک کا

اب ہمیں گروپوں کی ضرورت میں آ جانا چاہیے اور
ایک ٹکڑے ہونا چاہیے۔ ہم شکل وجود ہیں۔ پروڈیوسر صاحب
ہر وقت مرکز میں رہیں گے۔ کیوں کہ ایک آدمی کا یہاں
وجود رہنا ضروری ہے۔ کوئی بھی گروپ کوئی کامیابی
مائل کرے۔ وہ مرکز کو اطلاع دے۔ اس طرح دوسروں
کو بھی معلوم ہو جائے گا۔

لیکن۔ انتظام کے صدر یا یعقوب با ہمارے بے
وائس والی جے سات گاڑیوں کا بھی تو انتظام کر سکتے
ہیں۔ اس طرح ہمیں آسانی دے گی۔ شوکی نے تجویز
پیش کی۔

ہاں! ایسا ہو سکتا ہے، لیکن پھر ہم بھرموں کی
نگاہوں سے بچے نہیں رہیں گے۔ جیسے مرزا غلام کے اطفال
یاد ہیں۔ جو کچھ ہوتا ہے، اس شہر میں جوتا ہے۔ انگریز
کا مرزا مرزا نے کہا۔

اب گروپ بن جانے پادہیں۔
لیکن ایک گروپ کچھ اس طرح نہیں۔ کوئی گروپ

بھی وقت ضائع کرنے والا نہ ہو۔ فروخت سکوائے۔

کیا تم نے کہنا چاہی ہو کہ آفتاب اور فاطمہ کا ایک

گروپ نہیں ہونا چاہیے؟ انگریز جیسے بولے۔

Malik ji

کئے۔ وہ ٹھیک ہیں؟ انیسٹر کا کام ان مردا ہوئے۔

• بالکل ٹھیک ہیں؟ سب نے ایک ساتھ کہا۔

• ہوں! اس کا مطلب ہے۔ پروفیسر انکل اور شوکی کو یہیں رہنا ہوگا۔

• ہاں! مرکز کی حفاظت، دیکھ بھال اور بینات ایک دوسرے کو سنانا۔ یہ ان کا کام ہوگا۔

• اور باقی چھ گروپ کیا کریں گے؟

• وہ شہر میں پھیل کر جا رہیوں کو تلاش کریں گے۔ کوئی

بھی جا رہی نظر آئے۔ ان کا تعاقب کرنا ہے۔ اور انہوں ہی

کوئی اہم بات معلوم ہو، اطلاع یہاں دینی ہے۔ اب دلو

یہاں آئے جانے کا مسئلہ تو اس کا بہترین حل یہ ہے کہ

ٹھیکوں میں سفر کیا جائے، لیکن ٹھیکیں مرکلائم نہ لانی جائے!

انیسٹر جمشید ہوئے۔

• تب پھر یہاں آکر دایمی کسی طرح ہوگی۔ محمود دلو

ٹھیکوں کو سرحد کے کنارے روک کر مکران کو پہنچا جائے۔

ٹھیکوں کو اتار دوں کہ تو اپنے کرائے سے غرضی ہوئی ہے۔

اگر انہیں کوہلے رہنے کی جی قیمت مل جائے تو تو اسراہی

نہیں کر سکتے۔

• لیکن انکل۔ اس کو ایک اور حق ہے کہ اس کو

ہاتھ پکڑے:

• ترکیب انوکھی اور دل چاہی ہے۔ پروفیسر داؤد مسکراتے۔

• لیکن مشکل یہ ہے کہ اس طرح ہاتھ کم اور سر زیادہ

مکرائیں گے۔ شوکی مسکرایا۔

• تو داریل کو نا بھتی۔ غاروقی بولا۔

• ویسے اس طرح قدرتی انداز کے گروپ نہیں گئے۔

خان رحمان ہوئے۔

• خیر۔ ایسا ہی کر رہے ہیں۔ لو نہیں لے آئیں ہند

کر لیں۔ انیسٹر جمشید ہوئے۔

ان کے ساتھ بھی نے آئیں ہند کر لیں، پھر ان

کے ہاتھ ایک دوسرے کی طرف اڑھے۔ چند سیکنڈ میں

ہی ہر کسی کے ہاتھ میں کسی کا ہاتھ تھا۔

• ہاں! اب آئیں کھول دیں! انیسٹر جمشید کا گواہ گئی۔

انہوں نے آئیں کھول دیں۔ اور پھر انہوں نے دیکھا،

انیسٹر جمشید کے ہاتھ میں انیسٹر کا مرنہ کا ہاتھ تھا۔

محمود نے اشتاقی کا، غاروقی نے آفتاب کا، فرزانے دوست

کا، خان رحمان نے ٹھیکوں کا، پروفیسر داؤد نے شوکی کا اور

آصف نے اخلاق کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔

• کیا نیال ہے۔ اس قدرتی طریقے سے جو گروپ ہیں

Malik ji

ہیں نہیں: فرزا: بولی۔

"ایک ہی سڑک پار بھی ہم الگ الگ ہو سکتے ہیں۔
اور آگے چل کر ادھر ادھر کر سکتے ہیں۔ انپیکٹر کامران
مرزا بولے۔

"ہاں: واقعی: فرزا: نے سر ہلایا۔

انپیکٹر جمشید اور انپیکٹر کامران مرزا تیز تیز قدم اٹھا
آگے بڑھ گئے۔ اور جلد ہی ان سے کافی دُور پہنچ گئے،
پھر خان رحمان نے کمسن کا ہاتھ تھاما اور آگے بڑھ گئے،
اسی طرح تھوڑی دیر بعد ہر گروپ الگ ہو گیا۔

"ہوٹل خمداد کے بارے میں کیا خیال ہے: انپیکٹر
کامران مرزا بولے۔

"بہت نیک۔ وہاں کسی نہ کسی صورت میں کوئی نا
کوئی جابائی ضرور ہو گا۔"

"لیکن جابانیوں کے شہر سے غائب ہونے کے بعد
تو ہوٹل بند پڑا ہو گا۔"

"اس کے باوجود کوئی جابائی وہاں ضرور ہو گا۔ چاہے
سرکاری اہل کار کی حیثیت پر ہی کیوں نہ ہو۔" انپیکٹر جمشید
نے کہا۔

"توہں بات تو ٹیک ہے۔"

آفتاب بول اٹھا۔

"چلو تم بھی اپنا صل پیش کرو۔"

"ہم کاروبار چوری کر سکتے ہیں؟"

"یہ ایک مناسب ترکیب ہے۔ لیکن اس میں غلط رہے
گا۔ کہیں سرکاری لوگ ہمارے پیچھے نہ لگ جائیں۔ اور
ہمارا کام نہ خراب کر دیں؟"

"پہلے پھر ٹیکوں والی ترکیب ہی ٹھیک رہے گی۔"
"ہاں: اب ہم اس بند گاڑی میں شہر تک چلیں
گے۔ اور شہری حدود میں اس گاڑی کو چھوڑ دیں گے،
پھر اس سے کوئی غرض نہیں رکھیں گے۔ انپیکٹر کامران مرزا
بولے۔

خمداد منٹ بعد وہ بند گاڑی میں بیٹھ چکے تھے، وہ
پر و فیسر واقعہ اور شوکی کو اللہ حافظ کہہ کر شہر کی طرف روانہ
ہو گئے۔ شہری حدود سے کچھ پہلے ہی انھوں نے بند
گاڑی کو تیز باد کہا اور آگے بڑھے۔
"ہیں۔ یہیں سے ہمارے راستے الگ الگ ہو جائے
چاہئیں۔" انپیکٹر کامران مرزا بولے۔

"لیکن انگل۔ یہیں سے کبھی طرح ہو سکتے ہیں۔
ہمارے سامنے تو صرف ایک سڑک ہے۔ چھ سڑکیں تو

Malik ji

• لیکن کیوں؟

• ہمیں۔ اس کی تعریف تھی تھی۔ لیکن اب اسے بند کر دیا گیا ہے۔ کیا آپ ایسے اندر جا کر غم پھر آنے کی اجازت دیں گے؟

• شاید آپ صدر دواڑے کی طرف سے ہو کر آئے ہیں؟ اس نے کہا۔

• ہاں! یہی بات ہے۔

• اور اس طرف آپ کو اجازت نہیں ملی۔

• اگر مل گئی ہوتی تو ہم یہاں کیوں آتے؟

• لیکن میں بھی اجازت نہیں دے سکتا۔

• ابھی سمجھا کریں۔ وہاں تو کئی آدمی موجود ہیں۔ یہاں صرف آپ۔ لہذا آپ تو ہمیں اجازت دے ہی سکتے ہیں۔

• نہیں! شاید آپ دشوت دینے کے پکار میں ہیں۔

• آپ غلط سمجھے۔ دشوت کی بجائے ہمارے پاس ایک

دوسرا شخص ہے؟ آپ کے لیے انپیکر کامران مقرر کیا گیا۔

• اور وہ کیا؟ اس نے بیان ہو کر کہا۔

• یہ؟ یہ کاکر انھوں نے اس کی کن پٹی پر ایک لکڑی

دیکھ کر دیا۔ وہ میوہ کا گواہ پھر انھوں نے اسے کھانے اور

پانی سے اندر گھسیٹ لیا۔ اور دواڑہ بند کر دیا۔

دونوں ایک ٹیکسی میں ہوٹل غلام پہنچے۔ دواڑے پر پولیس موجود تھی۔ اندر آکر بول رہے تھے۔ دونوں ٹیکسی

آکر کر پولیس کے قریب پہنچے۔

• یہ؟ اس ہوٹل کو کیا ہوا صاحب؟

• اس کو بند کر دیا گیا ہے۔ آپ لوگ شاید

پولیس کے اور ہوٹل میں غم جاتی ہیں۔

• ہاں ہاں۔ فکر یہ۔ لیکن یہ تو یہاں کا سب سے

اچھا ہوٹل تھا۔ بات کیا بنی؟

• یہی لوگوں کا یہ ہوٹل تھا۔ وہ کسی ڈر کی وجہ سے

بھاگ گئے۔

• اور؟ ان کے منہ سے نکلا، پھر انپیکر کامران

ہوئے۔

• کیا ہم اس ہوٹل کو ایک نظر اندر سے دیکھ

نہیں سکتے۔ بہت تعریف تھی تھی اس کی۔

• انھوں نے نہیں۔ ہم اس کی اجازت نہیں دے سکتے۔

• آئیے ابھی چلیں۔ انھوں نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

• وہاں سے ہٹ کر وہ ہوٹل کے چیلے دروازے کی

طرف آئے۔ یہاں بھی ایک کانسٹیبل موجود تھا۔

• ہم اس ہوٹل کو اندر سے دیکھنا چاہتے ہیں۔

Malik ji

۳۳۰

داخل کر دی۔ ان کا خیال تھا کہ مشین کے شور ہیں چابی کی آواز سنائی نہیں دے گی۔ اور دستاویز کی آواز کو عموماً یہ جاسکے گا، لیکن جب انھوں نے چابی نکالی اور اندر جھانکا تو اس آدمی کی کمر نظر نہیں آئی۔ اس کا مطلب تھا وہ ہوشیار ہو چکا تھا۔

چابی نکال کر انھوں نے جیب میں رک لی اور دروازہ کا ہینڈل گھماتے ہی دروازہ کھل گیا۔ خود وہ چلتے ہی دیوار سے لگ چکے تھے۔ فوراً ہی ایک بے آواز خاتمہ ہوا اور گولی دیوار سے ٹکرائی۔

”خبردار۔ جو کوئی بھی ہو۔ اتر اٹھا دو۔ ورنہ جھون کر دکھ دوں گا۔“ اندر سے غرغری ہوئی آواز سنائی دی۔
”پہلے جھون کر دکھ دو۔“ اترتے ہی جھون میں اٹھائیں گے۔
ہینڈل گھماتے ہی دروازہ کھل گیا اور خود ہی ایک خاتمہ اندر جھونک دیا۔ ان کا پستول بھی بے آواز تھا۔
”اوہو۔ تو تمہارے پاس بھی بے آواز پستول ہے۔“ اندر سے کہا گیا۔

”کیوں نہ ہو۔ باہر پولیس موجود ہے۔“ وہ بولے۔
”تم کوئی بڑا دوست۔“ پہلے یہ بتاؤ۔“ اندر سے کہا گیا۔
”پہلے تم اپنے ہاتھ میں بیوی نہیں جتاؤ۔“ اٹھائیں گے۔

دوسرے وہیں چھوڑ کر وہ آگے بڑھے۔ اور ایک ایک کمرہ دیکھتے چلے گئے۔ تمام کمرے خالی پڑے تھے۔ ڈال کی طرف وہ جا نہیں سکتے تھے۔ وہاں دیکھ لے جاتے۔ آخر انھوں نے اوپر والی منزلوں کا رخ کیا۔ تیسری منزل کے ایک کمرے کے دروازے پر ان کے قدم رگ گئے۔ اندر سے عجیب و غریب سی آوازیں آرہی تھیں۔ انھوں نے کمان دروازے سے ٹکائی۔ پھر تالے کے سوراخ میں سے اندر جھانکا۔ اندر کوئی نظر نہیں آیا تھا۔ شاید یہ ڈھل کمرہ تھا۔ اور اس سے ملے بھی کوئی کمرہ موجود تھا۔

ہینڈل گھماتے ہی دروازہ کھل گیا اور خود ہی ایک خاتمہ اندر جھونک دیا۔ انھوں نے دروازے پر ہاتھ نہیں ہونے دی تھی۔ یہ کمرہ بالکل خالی تھا۔ وائٹس طرف کی دیوار میں ایک اور درمیانی دروازہ نظر آیا۔ انھوں نے اس کے تالے کے سوراخ سے اندر جھانکا۔

اندر کوئی شخص موجود تھا، لیکن اس کا چہرہ دوسری طرف تھا۔ کسی مشین کے چلنے کی بھی آواز آرہی تھی۔
دروازوں نے حیرت زدہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ آخر ہینڈل گھماتے ہی دروازہ کھل گیا اور خود ہی ایک خاتمہ اندر جھونک دیا۔

Malik ji

۳۵۰

کامران ہوا مسکوائے۔

"اس کا مطلب ہے۔ تم بھی بلوئیں کی نظروں سے بچ /
اندھ داخل ہوئے ہو۔ تب تو اپنے ہی آدمی گتے ہو۔ میں
پستول جیب میں رکھ رہا ہوں۔ تم لوگ بھی نائٹ نہ کرنا؟
" اچھی بات ہے۔ اگر تم نے نائٹ نہ کیا تو ہم بھی نہیں
کریں گے۔"

"خیر۔ میں باہر آ رہا ہوں۔ اس صورت میں پچھلے نہیں
"تم لوگوں کی ذمہ داریوں گا۔ لیکن اگر نہیں خالی ہاتھ ہوا
تو پھر آپ نائٹ نہیں کریں گے نا؟
"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔ یہ بات ہمیں منظور ہے۔"

انہوں نے قدموں کی آواز سن کر پھر ایک آدمی باہر
نکلا۔ اس کے ہاتھ میں واقعی پستول نہیں تھا۔ اب وہ
بھی اس کے سامنے آگئے۔ انہوں نے دیکھا۔ وہ بارنائی
تھا۔ ہوش کا سینگر۔ اور صاف ظاہر ہے۔ وہ بابائی ہیں جو
سکتا تھا۔

س۔۔۔۔۔

"بہری سمجھ میں ایک بات آتی ہے۔ شوکی نے ان سب
کے جانے کے بعد کہا۔

"اس جنگل میں۔ بھی تصدی مجھ میں بات آگئی۔

کمال ہے۔ خیر۔ وہ کیا بات ہے؟

"آہیں جیل سے بچاؤ کا انتظام کر لینا چاہیے۔"

"کون سے جیلے کا۔ کس کے جیلے کا۔ یہاں کہا جیلے

کا امکان کہاں؟ پروویسور اڈو نے جہان ہو کر کہا۔

"یہ خیال کو کے کو حملہ ہو سکتا ہے۔ شوکی نے کہا۔

"اگر حملہ ہو گیا تو ہم دونوں کیا خاک مقابلہ کر سکیں

جے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔ انکل۔ ہم انہوں پہاڑ سے

تو خیر مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لیکن قتل سے تو کر ہی سکتے

ہیں۔ ہم اس سے کام لے کر مقابلہ کر سکتے ہیں۔ لیکن

Malik ji

۲۵۲

”بہت خوب۔ پھر تمہیں یہ معلومات کس طرح حاصل ہیں؟“
”اس طرح کہ میں نے شکار کے کچھ واقعات ضرور پڑھے

ہیں۔“

اور پھر وہ دونوں اختلافات میں لگ گئے۔ درختوں
کی بیڑوں کے درمیان میڑھی بنا کر ایک درخت کے اوپر
لٹک دینے میں انہیں کئی گھنٹے لگ گئے۔ پھر وہ خشک
کھڑیاں اپنے چادریں طرت طرت جمع کرتے رہے۔ لاکڑی پر فیر
داد کے پاس تھا۔ رات کے وقت اس گھیرے کو آگ
دکھائی جا سکتی تھی۔ دونوں کانوں نے انہیں سنا دیا۔
وہ سنانے کے لیے لیٹ گئے اور پھر ان کی آنکھ لگ گئی،
”اچھا کھلی تو انہوں نے عجیب و غریب سی آوازیں سنیں۔
گھبرا کر آوازوں کی سمت میں دیکھا تو دھک سے رو گئے۔
کھڑیوں کے گھیرے کے دوسری طرف ایک دلچسپ کھڑا تھا۔
بہت بڑا دیکھو۔ خون ہلک قسم کا۔ اس کی سرخ سرخ
پٹکیں ان پر تھی تھیں۔“

”اوست باپ رے۔“ اٹکل نے شکر کے منہ سے دل
آواز میں نکلا۔

”م۔ میں اٹکل ہوں۔ ب۔ آپ نہیں۔ پ۔ پھر میرے
سر کو شکر کی۔“

اس کے لیے بھی ہمیں انتظام کرنا ہو گا۔“

”جیسے شوکی۔ تم اطمینان رکھو۔ میرے پاس ہسٹول ہے۔“

”اٹکل۔ ہسٹول بعض اوقات بے کار ثابت ہوتا ہے۔“

لیکن اپنا کیا ہوا انتظام ضرور کارگر رہتا ہے۔“

”خیر میں۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ انتظام کرنا ضروری ہے

تو پھر مجھے بھی مفکر ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ انتظام کیا

کرنا ہے۔“

”ضرورت پڑنے پر ہم اس قابل ہوں کہ توری طور پر

درختوں پر چڑھ جائیں۔ اس کے لیے ہمیں درختوں کی بیڑوں

کو جوڑ کر ایک میڑھی بنانا ہو گی۔ یہ کام میں کروں گا۔

آپ صرف میری مدد کریں گے۔ اس کے علاوہ اپنے اور گرد

خاک کھڑیوں کا ایک گھیرا بنانا پڑے گا۔ تاکہ رات کے

وقت ہم اس گھیرے کو آگ لگا دیں۔ اس طرح کوئی

دشمن ہمارے قریب نہیں پہنچے گا۔“

”جی ہاں۔ شوکی تم شکاری تو نہیں رہے کس زمانے

میں۔ پھر میرا دل خوش ہو کر بولے۔“

”جی نہیں۔ میں نے کبھی جی شکار نہیں کیا۔ شکار کھینٹا

ہے کار لوگوں کا کام ہے۔ اور میں بھی بلا ضرورت شکار

کی بجائے دین کے اہانت نہیں دیتی۔“

۱۔ م۔ جس نے سن رکھا ہے۔ ریچھ مرده انسانوں کو کچھ نہیں کہتا۔ کیوں نہ ہم مرده ہو جائیں۔ شوکی بولا۔

”کم از کم میں تو مردہ ہونے کے لیے تیار نہیں۔
 جیتے جی کیوں مروں؟ انھوں نے آنکھیں نکالیں۔“

محم - میرا مطلب ہے - بس ذرا دیر کے لیے - رحم
اپنے سانس روک لیں ۔^۵

اور کیا اس کو پتا نہیں چلے گا۔

”خیال یہی ہے۔“

”جی دیکھو۔ تمہیں خیال ہی خیال میں دم نہ بچے کے
ہیٹ میں نہ چلے جائیں۔“

اب سے باپ سے: شکر گھبرا گیا۔

خیر۔ میں نے بھی ایک بات تمہیں رکھی ہے :

ہر نفسیر واژد نے دنی آواز میں کہا .

”فوج - جلدی - تائیں - کہیں اس سے پہلے ہی رچے
م سے مزاج نہ ہو جائے۔“

’ رینچو آگ کے شعلے سے بہت ڈرتا ہے۔ لہذا میں
لائٹر جلا سکتا ہوں۔ انہوں نے کہا۔

اور جیب سے لائٹر نکال کر روشن کر دیا۔ لائٹر
بڑے سائز کا تھا۔ اور خاص مقصد کے لیے بنایا گیا تھا۔

اس کے بدلے بچہ جانے کا کوئی امکان نہیں تھا۔
 شیعہ کو دیکھ کر رنجھ چوٹکا۔ پروینہ داد نے اٹھ اگے
 بڑھایا تو وہ گھبرا کر پیچھے ہٹا۔

"وہ مارا۔ وہ بچوں کی طرح چمکے۔ انہوں نے ایک پتل
سی کڑی کے سر سے ہر لائٹر کا شعلہ لگایا۔ اس نے

خود آگ پکڑ لی۔ اب ایک شعلے کی بجائے دو ہو گئے۔ شوک نے اُسے بڑھ کر اس لکڑی کو اٹھا لیا۔

ادھر پاروفیسر داؤد ایک اور کٹڑی کو آگے دکھا چکے تھے۔
اس پر بچہ بھاگ کھڑا ہوا۔

۱۰ مہاراجہ بہو شکر کی: پرہیزگار اور بوسے۔

مبادی آپ جوں کریں۔ آپ کی ترکیب کا ذکر ہے
شوکی نے کہا۔

”اس وقت میں فردوسِ ثابث ہوا ہوں کیا خیال ہے“ چادرِ قیسر واڈو ہلوسے

ہمیں۔ ہمیں لڑی۔ اگلا میں یہاں سے ہے

یہاں چاہیے۔ میں اُنہی لوگوں میں ہوں۔

طاور پر نکلتا چلا گیا۔

Malik ji

"خیر تو ہے شوکی۔ تم ہر بھی جی کا دورہ تو نہیں
برگیا۔"

"وہ۔۔۔ س۔۔۔ سامنے دیکھیے۔ انگل۔ شوکی نے کانپ
کر کہا۔"

"ہر و فیر داؤد نے اومر دیکھا۔ وہاں کوئی کھڑا تھا۔
اس کے اہتہ میں رانگل تھی۔ اور جسم ہر شکاریوں
جیسا لباس تھا۔"

"یہ۔ یہ تو کوئی شکاری معلوم ہوتے ہیں۔ ان
سے کیا ڈرنا۔ ہر و فیر داؤد بولے۔"

"اے۔ لیکن انگل۔ اگر انہوں نے ہمیں ہی شکا کر دیا۔
اگر یہ انسانوں کے شکا کا ہی ہوتے تو جنگل کی بجائے

شہر میں ہوتے۔ ہر و فیر داؤد نے کہا۔"

"بات تو آپ کی مدد سے معقول ہے۔ خیر۔
ہم خود ان سے ہی پوچھ لیتے ہیں۔ شوکی نے کہا اور

چراغ اس کی طرف مڑتے ہوئے بولا۔"

"سنگ۔ لگ۔ کیوں جناب۔ آ۔ آپ کون ہیں۔ یہ۔"

رہنا پسند کریں گے؟

"اے۔ اے کیوں نہیں۔ پہلے تم بتاؤ۔ تم کون ہو؟
اس کی گواہ سنائی دی۔"

"آپ کا کیا خیال ہے۔ ہم کون ہو سکتے ہیں؟ شوکی
ملتی ہے بولا۔"

"پتا نہیں۔ خیر۔ تم دونوں اہتہ اوپر آٹھا دو۔ میں
سٹارڈ تلاش لوں گا۔ اور فوری طور پر جان ہاؤں گا کہ

تم دراصل کون ہو۔"

"گویا آپ تلاش کے ذریعے دوسروں کو جاننے کے لیے
ہیں۔ شوکی نے خوش ہو کر کہا۔"

"ہاں۔ یہی سمجھ لو۔ اس نے کہا اور آگے قدم بڑھاتے۔
کھڑکیوں کے دائرے کے پاس آ کر وہ دنگ گیا۔"

"سورج ابھی غروب نہیں ہوا تھا۔ دھوپ اس کے چہرے
پر پڑ رہی تھی۔ اور اس طرح اس کا چہرہ اور بھی

خوف ناک لگ رہا تھا۔ اس نے رانگل دونوں ہاتھوں میں
اس طرح تھام رکھی تھی کہ فوری طور پر ٹائٹر کر سکے۔

قدم دوگ کر اس نے کہا۔
"تم دونوں کی جھولی میں جو کچھ ہے۔ میرے سامنے

اٹھ دو۔"

"جست۔ جسر۔ ہر و فیر اور بولے۔"

اور انہوں نے اپنی جھولیاں خالی کر دیں۔ ان جھولیاں
کو وہ چند سیکنڈ تک غور سے دیکھتا رہا پھر اس سے

Malik ji

یہ ہمارے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں۔

غیر۔ ان کو میرے ساتھی تلاش کر کے ملنے لگا دیں گے۔ میں تمہارا کام تو تمام کر دوں یہ کلا کر اس نے راکفل کا رخ پرو فیسر واؤڈ کی طرف کر دیا اور اس کی انگلی ٹریگر پر دباؤ ڈالتی محسوس ہوئی۔

ایک منٹ۔ آپ، ہمیں کم از کم یہ تو بتا دیں کہ آپ نے کس طرح جان لیا کہ ہم انہیکٹر جمشید اور انہیکٹر کامران مرزا صاحبان کے ساتھی ہیں؟ شوکی نے جلدی جلدی کہا۔

ہاں! یہ واقعی کام کا سوال ہے۔ ہمارے لیڈر نے جب ہمیں اس کام پر مقرر کیا تھا تو انھوں نے تم لوگوں کی کچھ نشانیاں بتائی تھیں۔

اور وہ نشانیاں کیا ہیں؟ پرو فیسر واؤڈ حیران ہو کر بولے۔

ایک تو یہ کہ موت کے وقت بھی تم لوگ گھبراتے نہیں، زندگی کی جھبک مانگتے ہو۔

لیکن۔ میں تو گھبرا گیا تھا۔ کیا آپ نے دیکھا ہے؟

تھا؟ شوکی جلدی سے بولا۔

دیکھا تھا۔ لیکن وہ گھبرا جھٹکتی تھا۔ اور آواز سے یہ

سانپ کی طرح پھٹکا کر کہا:

میں سمجھ گیا۔ جن لوگوں کی مجھے تلاش ہے۔ تم ان میں سے دو ہو۔

لیکن جناب۔ ہم نہیں سمجھے کہ آپ کو کتنے لوگوں کی تلاش ہے۔

تنت۔ تم۔ تم یقیناً انہیکٹر جمشید اور انہیکٹر کامران مرزا کے ساتھی ہو۔

دونوں اس کے اس انداز سے پر سکت رہ گئے۔ چند سیکنڈ کی خاموشی کے بعد اس نے پھر کہا:

کہو۔ میرا اندازہ ٹھیک ہے۔

چلیے۔ مان پیتے ہیں۔ شوکی بولا۔

تسب تو۔ مرزا آگیا۔ وہ پھٹکا۔

آپ کو آیا ہو گا۔ ہمیں نہیں۔ شوکی نے مزہ بنا کر کہا۔

ابھی آئے حکومت لوگوں کو بھی۔ پھٹے یہ بتاؤ۔ تمہارے باقی ساتھی کہاں ہیں؟ اس کی آواز سے سفاکی چبک رہی تھی۔

شہر گئے ہیں۔ پرو فیسر واؤڈ نے جواب دیا۔

اور شہر میں کس جگہ؟ اس نے پوچھا۔

Malik ji

۲۶۰

حکومت سے کوئی خاتمہ نہیں آ سکتا۔ یہاں کہ موت ہوتی ہے۔
سر پر کھڑی ہے۔

موت کس کے سر پر کھڑی ہے۔ اوپر دیکھے بغیر کس طرح
اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اور آپ کے سر پر اس وقت
ایک عدد کالا ساپ لہرا رہا ہے۔

نہیں۔ اس نے بروکھلا کر کہا۔ ایک دم نیچے بیٹھ
گئی اور پھر اوپر دیکھا۔ اس وقت تک شوکی بھلی کی سرعت
سے نیچے بھٹک کر دونوں پیشیوں میں مٹی بھر چکا تھا اور
پھر وہ اس نے اس کی آنکھوں میں جھونک دی۔ اتفاق
کی بات کہ ہوا کا رخ بھی اسی کی طرف تھا۔ بس پھر
کیا تھا۔ مٹی سیدھی اس کی آنکھوں میں گئی۔ راکفل
اس کے اُتھوں سے ٹھک گئی۔ اور دونوں اُتھ آنکھوں سے جا
گئے۔ اب ہر دھڑ دھڑ کی باری تھی۔ وہ بلا کی رفتار سے
اُگے بڑھے اور راکفل اُٹھا لی۔

دیور دیکھ کر اٹکل۔ اس کے سر پر ایک بیٹ دس
باریں شوکی لے اُٹھا رہی ہیں کیا۔

مم۔ مم۔ دس دس بار بیٹ۔ انہوں نے بیٹھے جا
جاتے دیکھ کر اُٹھا دیکھا۔

جی ہاں شوکی نے سر ہلایا۔

کہ تم لوگوں کی میسوں سے عجیب و غریب چیزیں نکلیں گی۔ مثلاً
چابیوں کے گچے۔ ترمے تڑے تار۔ دی کے ٹکڑے یا
چوٹے موٹے گرسے۔ پچکانے والی ٹیپ وغیرہ۔ اور دیکھ
لو۔ یہاں بھی یہی چیزیں نظر آ رہی ہیں۔

نیر۔ ہم نے مان لیا۔ اب یہ بھی بتا دیں کہ آپ ہماری
جان کے دشمن کیوں ہیں۔ ہم نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟
اس سوال کا جواب باس دے سکتا ہے۔ ہمیں نہیں
معلوم۔ ہم تو حکم کے غلام ہیں۔

اور تمہارا باس کون ہے۔ مرزا خاسر تو مر چکا ہے۔
شوکی نے فوراً کہا۔

اور۔ تو تم یہ اندازہ بھی لگا چکے ہو کہ
ہاں۔ آپ جاہانی ہیں۔ میں نا۔
اس میں کوئی شک نہیں۔ اس نے مسکرا کر کہا۔
اور اس وقت آپ کا باس کون ہے؟
ہب۔ یہ بات میں نہیں بتا سکتا۔

تو پھر پچھلے ہب کیوں کہا تھا۔ کیا آپ بارشانی کا نام
مڑ سے نکالتے نکالتے رک گئے ہیں۔ وہ جو ہوشی خدا
کا میسر تھا۔

ہاں میں بھی کہتے کہتے رک گیا تھا۔ کیسے تم ان

Malik ji

”جمع کیا تھا کہ تم جیوں کی آنکھوں میں سرے کا کام دے سکے۔ وہ بولا۔

”اوہ۔ اوہ۔ اس کے منہ سے نکلا۔

”اب تم بتاؤ۔ تمہارا پاس بارشانی بیس کہاں بل سکے گا۔ اور وہ پاس کس طرح بن گیا؟

”دادی مرہان سے حکم موصول ہوا تھا۔ کہ مرزا خاں کی موت کی وجہ سے اب یہاں کے انچارج مشہور ہوں گے۔ اور وہ ہدایات برام راستہ مرکز سے لیں گے۔

”مرکز۔ یعنی دادی مرہان۔

”ہاں؟ اس نے کہا۔

”اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہ سارا پکڑ بیگال اور دوسرے بڑے ممالک کم اور دادی مرہان کے لوگ زیادہ چلا رہے ہیں۔

”یہی سمجھ لیں۔ اس نے منہ بنایا۔

”لیکن تم ہماری تلاش میں کیوں ہو؟

”مرکز سے ہدایات ملی ہیں کہ تم لوگوں کو تلاش کر کے ختم کر دیا جائے۔

”اوہ! اس کا مطلب ہے۔ ہم تم لوگوں کی آنکھوں میں گھسک رہے ہیں۔

”نہیں۔ یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔ انہوں نے انکار میں سر ہلاتا۔

”تب پھر یہ میں نہیں چھوڑے گا۔ شوکی نے دہلی آواز میں کہا۔

”اب یہ کر بھی کیا سکتا ہے۔ راقش میرے ہاتھ میں ہے۔ اور میں راقش چلانا جانتا ہوں۔ یہ کہہ کر

انہوں نے آنکھیں شریک پر دھک دی۔ اور اس سے بولے۔

”اگر تم آنکھیں مل کر غادر ہو چکے ہو تو ہاتھ اوپر اٹھا دو۔

اس نے گہرا کر ہاتھ اوپر اٹھا دیے، پھر فون تھوڑا آواز میں بولا۔

”وہ۔ وہ۔ پتلے اس سانپ کا تو کچھ کریں؟

”اسے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ بہت سمجھ دار سانپ ہے۔ شوکی نے کہا۔

”گھسک۔ کیا مطلب؟

”ایک درخت کی سیاہ رنگ کی بیل سے تیار کیا

ہے اس کو ہم نے۔ شوکی نے شروع آواز میں کہا۔

”کیا؟ وہ چلا اٹھا۔

”اور یہ مٹی کا ڈھیر بھی نہیں ہے اپنے پاس اسی لیے

Malik ji

۳۶۳

”م لوگوں نے۔ تمہیں کس طرح معلوم کیا جا سکتا ہے؟ پروفیٹر
داؤد نے نفرت زدہ انداز میں کہا۔

”کیا جا سکتا ہے۔ میرے پاس ایک خیال ہے۔“
اس نے کہا۔

”اپنا خیال پیش کرو۔“

”میں زخمی حالت میں آپ لوگوں کے زیادہ کام آ سکتا
ہوں۔“

”وہ کیسے؟ دو دونوں ایک ساتھ بولے۔

”اس طرح کرو۔ وہ کہتے کہتے ڈک گیا۔

”خیریت۔ کیا سوچنے لگے؟“

”میں سوچ رہا ہوں۔ ہندو کام کی باتوں کے بدلے
اپنی جان بھالوں یا ہوش بند کر جان دے
ڈالوں۔“ اس نے کہا۔

”ہم نے لوگوں کو سچائی کے لیے جی مرنے دیکھا ہے
اور جھوٹ کے لیے بھی۔ لیکن جو جھوٹ پر جان میت
ہیں۔ ان کا آخرت میں کوئی جبر نہیں ہوتا۔“

”کیا تم لوگوں کا خیال ہے۔ ہم جھوٹ پر ڈلے جاتے
ہیں؟ وہ بولا۔

”ہاں! حضور نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کا

”ہاں! بہت زیادہ۔ خاص طور پر مرزا غلام احمد کی موت
کے بعد سے۔“ اس نے کہا۔

”تم نے یہ نہیں بتایا۔ ایرانی سے جہاد کی ملاقات
کہاں ہو سکتی ہے؟“

”ان کا مرکز ہوشیارہ ہے۔“

”لیکن ہوشیارہ تو اب ملک ہندو کر دیا گیا ہو گا۔
پروفیٹر داؤد حیران ہو کر بولے۔

”ہاں! لیکن اس کے باوجود ان کا مرکز وہی رہے گا۔“

”گو یا وہ خفیہ طور پر اس میں کام کرتا رہے گا۔“

”یہی سمجھ لیں۔ اس نے کندھے اچکائے۔

”اب ہم تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں؟ شوکی نے
کچھ سوچ کر کہا۔

”نہی کیا کر سکتا ہوں؟ وہ اسے گھورتے ہوئے بولا۔

”انگل! اب اس کے سر کا نشانہ لیں اور ایک

عدد غائر کریں۔ شوکی نے پروفیٹر داؤد سے کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا تم مجھے مار ڈالو گے؟“

”ہاں! اور ہم تمہارا کیا کریں۔“

”نہی۔ نہیں۔ نہیں۔ مہجے نہ اورو۔“

”تم جابانی ہو۔ اسلام کی دینچ میں جھرا گھنپا ہے۔“

Malik ji

۳۹۶

نیر۔ میں ایسی جا بابت سے تائب تو نہیں ہو
سکا، لیکن آپ کو راز کی چند باتیں بتانے پر ضرور
آمادہ ہو چکا ہوں۔ شرط یہی ہو گی کہ آپ میری
جا بابت نہیں لیں گے۔

”ٹھیک ہے۔ نہیں لیں گے۔“

”دیکھ لیں۔ آپ کا وعدہ ایک مسلمان کا وعدہ ہونا
چاہیے۔“

”ہاں کیوں نہیں۔ تم نکو ذکر ہو۔“

”تو پھر نیکی۔ جو کچھ بھی ہوئے والا ہے۔ س۔
سم۔“

اسی وقت دو خانہ ہوئے۔ تھوڑی دیر پہلے جو
شخص ان پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس کے سر میں گولی
لگی۔ دوسری گولی بدوقیر داؤد کے ہاتھ کو چھوٹی ہوئی
گڑ گئی۔ رائفل ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اور وہ
ہاتھ کو پکڑتے ہوئے بیٹھ پڑے۔

اب اس رائفل کو پکڑنے کی کوشش کرنا۔

دو ہاتھ پھینکی ہو جائیں گے۔ ایک تیز آواز اٹھیں گی وہی
اصول نے دیکھا۔ حملہ آور فوراً اسی دم ٹوٹ پٹھا
تھا۔ آخری لمحے بھی اس کی آنکھوں میں حیرت اور خوف

دورانہ مکمل طور پر بند ہو چکا ہے۔ حضرت صلی علیہ السلام
اسکان سے ضرور نازل ہوں گے۔ لیکن حضور نبی کریم ﷺ
کے ایک امتی کی حیثیت سے وہ اگر اپنا نبوت کا ٹھنڈا
نہیں پیش کریں گے۔ اس دیر سے تم لوگ بالکل غلط ہو۔

اگر میرا مزید اطمینان کرا دیں تو شاید میں مسلمان ہو
جاؤں اور آپ کا ساتھ دے سکوں۔“

دونوں سوچ میں ڈوب گئے۔ اس بات کا امکان
تھا کہ وہ جان بچانے کے لیے چال چل رہے ہو، لیکن
بھی ہو سکتا تھا کہ واقعی اپنا جھوٹا بندہ ہی چھوڑنے کا ارادہ
کر چکا ہو۔ آخر انھوں نے اس پر محنت کرنے کی
طمان لی۔ یوں ہی اس وقت انھیں اور کوئی کام تو تھا
نہیں۔ بدوقیر داؤد اسے ختم نبوت کے بارے میں
تفصیل سے بتانے لگے۔ آخر دو گھنٹے کی محنت کے بعد
اس نے کہا:

اگرچہ آپ کوئی تحریری ثبوت پیش نہیں کر سکتے،
تو ہم آپ کی باتیں دل کو لگی ہیں۔

ہاں: اس جنگ میں ہم تحریری ثبوت پیش کر بھی
کس طرح سکتے ہیں۔ اگر کوئی نے جہالت دی تو پھر ہم
تحریری ثبوت ہی پیش کریں گے۔

Malik ji

نے کھڑے تھے۔

”کیا تم لوگ زندگی کی بے بیک نہیں مانگو گے؟“
 ”اگر ہمیں اس بات کا یقین ہو تا کہ تم ایسا کر سکو
 گے، تب بھی نہ مانگتے۔ ہمیں تو مانگنے کا علم صرف اللہ
 سے دیا گیا ہے۔ اور اب تو ہم یہ جانتے ہیں کہ تمہارے
 اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے۔ ان حالات میں تو ہمارا
 ہم کیا مانگیں گے۔“

”اچھا تو پھر یہ لو۔“

انہوں نے کہا اور ایک ساتھ چار رائفوں کے
 ڈریگز دب گئے۔

صاف صوفوں ہو رہے تھے۔ شاید اسے ایک فی صد بھی امید
 نہیں تھی کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ انہوں نے نظریں اٹھا
 کر فائر کی سمت میں دیکھا۔ وہاں چار جاپانی کھڑے
 تھے اور ان چاروں کے ہاتھوں میں رائفیں تھیں۔ اسی
 وقت ایک نے کہا:

”غدار تو ہو گیا ختم۔ اب ان لوگوں کو زندہ چھوڑنے
 کی کیا ضرورت ہے۔“

”ہاں! ٹھیک ہے۔ ایک ساتھ چار فائر کرو۔ تاکہ
 یہ ایک ساتھ دم توڑ دیں۔“

”شکل ہے۔ شو کی بولا۔“

”کیا مشکل ہے۔ ایک نے مزہ بنا کر کہا۔“

”یہ کہ ہم ایک ساتھ دم توڑیں۔ یہ صرف اللہ کو معلوم
 ہے کہ ہم کب مریں گے۔ تم لوگ نہیں جانتے۔“

”ہمیں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں۔“

دوسرے نے مزہ بنایا۔

”خیر۔ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔“

”چتا نہیں۔ کب سے تیار ہیں۔ شو کی نے کہا۔“

انہوں نے رائفیں بالکل ان کی طرف کر لیں۔ پروفیر

دادہ بھی اس وقت تک کھڑے ہو چکے تھے۔ دونوں سبز

Malik ji

”اس طرف سے دیکھو۔ ایک کار چل آ رہی ہے۔“ فلاؤق نے اشارہ کیا۔

”توہ جے تم سے۔ اسے بھی ایک کار کے ساحل کی طرف آنے کا یہ مطلب کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ جابانیوں کی کار ہے۔“ آفتاب نے جیسے کئے انداز میں کہا۔
”ڈوبان کے لوگ اس وقت ساحل کی طرف کیوں آنے لگے۔ یہ وقت تو ساحل کی طرف سے شہر جانے کا ہے، دیکھ نہیں دے۔ سورج غروب ہو رہا ہے۔“ فلاؤق نے اسے تیز نظروں سے دیکھا۔

”ہاں! دیکھ، ہاں، لیکن کیا شہر کا کوئی آدمی سورج غروب ہونے کے وقت ساحل کی طرف نہیں آ سکتا؟ آفتاب نے بھی اسے گھورا۔

”نہیں۔ اس لیے کہ۔ اس لیے کہ۔ اس لیے کہ۔“ فلاؤق اٹکنے لگا۔

”پانچ چھ مرتبہ تو کہو کم از کم۔“ آفتاب جمل گیا۔
”ایسا چھپ جانا چاہیے۔ میں خطرے کی بو محسوس کر رہا ہوں۔ اگر ہم خودی طور پر چھپ جائیں تو دیکھ لیں جائیں گے۔ فلاؤق کے لیے میں گھبراہٹ تھا۔“ خیر کو۔ تم بھی کیا یاد کرو گے۔

تختہ

”ہائیں! یہ ہم کس طرف نکل آئے؟ آفتاب نے جوکھا کر کہا۔
”پتھیں نہیں ہیں کیا۔ یہ سمندر ہے۔“ فلاؤق بولا۔

”لیکن ہمیں سمندر کی طرف نہیں۔ شہر کی طرف جانا تھا۔ جابانی اس وقت اگر کہیں ہو سکتے ہیں تو شہریوں میں گھسے ہوئے۔“ زکو ساحل کی طرف وہ آنے کی کوشش کریں گے۔ آفتاب نے منہ بنا کر کہا۔

”کوشش تو خیر ہم نے بھی نہیں کی اس طرف آنے کی۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جابانی بھی اتفاق سے اس طرف آ سکتے ہیں۔“

”ہاں کیوں نہیں۔ میں تو انہیں آتے ہوئے دیکھ بھی رہا ہوں۔“ فلاؤق مسکرایا۔
”نہیں۔ کک۔ کہاں ہیں؟ آفتاب چونکا۔

Malik ji

۳۶۷

ہیں۔ کو۔ پھلے نے کہا۔

پھر اس نے جیب سے ایک عجیب وضع کی بینک نکالی۔ اس کو آنکھوں پر لگایا۔ دوسری جیب سے ایک ٹمارچ نکالی اور پھر ٹمارچ کی روشنی کو ایک سمت میں لہرائے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سندھ میں کسی کو اشارے کر رہا ہو۔ وہ ایک منٹ تک اسی طرح اشارے دیتا رہا۔ پھر ادھر سے بھی ایک ٹمارچ کی چمک دکھائی دی۔

”میں نے لاپنج کی ٹمارچ کی روشنی کو دیکھ لیا ہے۔ اور بینک کی مدد سے جان لیا ہے کہ غلط روشنی نہیں دکھائی گئی۔“

”اس کا مطلب ہے۔ لاپنج جلد ہی سائل تک پہنچ جائے گی۔“

”یار۔ اب کیا کریں؟ فادوق نے سرگوشی کی۔“

”خاموش رہنے کے سوا ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔ آفتاب کے نہ بنایا۔“

”بتا نہیں۔ یہ دیکھ بھی کیوں مجھے جاپانی محسوس ہوتے ہیں۔“

”ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ڈوبان میں اس وقت

دونوں نے ناریل کے ایک درخت کے چمچے اوٹ لے لی۔ جلد ہی ایک سفید رنگ کی کار ان کے قریب سے گزر گئی۔ چند سیکنڈ بعد ہی وہ سائل پر رک جی تھی اس میں سے چمچے آدمی نکلے۔ شکل صورت سے انعام کے باشندے لگتے تھے۔ انھوں نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ پھر ان میں سے ایک نے عربی میں کہا:

”دور دور تک کوئی نہیں ہے۔ ہم لاپنج کو بلا سکتے ہیں۔“

”امتیاد کا تقاضا یہ ہے کہ ابھی چند منٹ اور صبر جائیں۔ دوسرے نے کہا۔“

”اچھا ٹھیک ہے۔“ آخر آج تک ہماری طلبی کیوں ہوتی ہے۔“

”یہ تو ہیڈ کوارٹر ہی جانے۔ وہیں ہل کر پتا چلے گا۔“

تیسرے نے کہا۔

”اب انتظار کرنا بہت مشکل ہو گئی ہے۔ دجانے یہ عظیم پروگرام کب شروع ہوگا۔“

”اگر مرزا خاموش رہے جاتے تو شاید آج ریمبرل شروع ہوتی تھی۔“

”میرا خیال ہے۔ اب ہم بلا دیر وقت ضائع کر رہے

Malik ji

۳۴۲

”آج تم میں محو یا آفت کی توجہ تو ملے گی نہیں
کر گئی۔“

”پتا نہیں! فاروق بڑا بڑا۔“

رفتہ رفتہ لاپنج نزدیک آتی چلی گئی۔ آخر ساحل پر
رک گئی۔ انھوں نے دیکھا۔ لاپنج بہت بڑی تھی۔ وہ
چھ آدمی فوراً لاپنج پر سوار ہو گئے اور لاپنج اسی طرف
بڑھنے لگی جس طرف سے آئی تھی۔ چھ آدمیوں کو انھوں
نے لاپنج پر بے کیبن میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔
ساتھ ہی وہ ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

”او۔ اب دیر نہیں کرنی چاہیے! فاروق بولا۔

”ہمیں دیکھا جا سکتا ہے۔ ابھی ٹھہرو۔“ آفتاب نے

کہا۔

”اس صورت میں لاپنج بہت دور نکل جائے گی۔“

آخر وہ ٹھیکے ٹھیکے درخت کی اوٹ سے نکلے۔ اور

ساحل تک پہنچ گئے۔ پانی میں داخل ہونے کے بعد

انھوں نے صرف سر ہر دکھ کر تیرنا شروع کر دیا۔

آج ان کے تیرنے کا امتحان تھا۔ وہ جن تندرست تیر

سکتے تھے۔ تیر رہے تھے۔ لیکن لاپنج کو یہ لو ان سے

دور ہوتی جا رہی تھی۔

صرف جاپانیوں کا دور دورہ ہے۔

”او۔ وہ دیکھو۔ لاپنج آ رہی ہے۔“

”کیوں ہماری سرگرمیاں ان سے نہ پہنچ جائیں؟“

”م۔ میں بھی تو یہی چاہتا ہوں! فاروقی مسکرایا۔

”کیا مطلب؟ آفتاب چونکا۔

”چپ کر دیکھتے رہنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

ہمیں خود کو ظاہر کر دینا چاہیے۔ تاکہ یہ لوگ ہمیں بھی

اپنے ساتھ لاپنج پر لے جائیں۔ ہم جان تو جائیں گے۔

ان کا یہ گرام کیا ہے؟“

”لیکن یہ ہمیں اپنے ساتھ کیوں لے جانے لگے۔“

آفتاب نے من بنایا۔

”تب پھر۔ ہم۔ ہم لاپنج کا تعاقب کریں گے۔“

”دماغ تو نہیں پل گیا۔ ہم اور لاپنج کی رفتار سے تیر

کیں۔ ناممکن۔“

”پلو۔ اس رفتار سے نہ سہی۔ کسی رفتار سے تو تیر

رہی سکتے ہیں۔“

”فائدہ کیا ہوگا۔“

”کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ فائدہ ہوگا یا نہیں۔ تجربہ ضرور

کرنا چاہیے۔“

Malik ji

۳۶

سے زیادہ دود نہ ہو۔ لیکن پانی کی چھالوں کی دھپ سے نظر
ڈا رہی ہو۔

”سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں؟“

”ہم اللہ کو یاد کرنے کے سوا کچھ نہ کر سکتے۔“

”تختہ۔ آفتاب تختہ؟“ فادوق پوچھا۔

”دماغ تو نہیں چل گیا۔ میں انسان ہوں۔ تختہ نہیں۔“

”اوہو۔ میں۔ میں تمہیں نہیں۔ اس تختے کو تختہ کہہ کر

کہا ہوں۔ فادوق نے پیر پیچ کر کہا۔

”ہائیں۔ تختے کو تختہ کہہ رہے ہو۔ جیسی دیکھ لو۔“

”ہاں نہ مان جائے۔ آفتاب بولا۔

”لگ۔ کون؟“ فادوق گویا گیا۔

”تختہ اور کون۔ یہاں ہمارے اور اس تختے کے علاوہ

اور ہے ہی کون؟“ آفتاب نے مزہ بنایا۔

”لیکن اگر ہم نے اسی تختے کو قوی طور پر پکڑ لیا

تو پھر ہمارا تختہ ضرور ہو جائے گا۔“ فادوق مسکرایا۔

”یہ تو ہوتا ہی ہے۔ تختہ یا تختہ؟“ آفتاب نے

چھٹا کر کہا۔

”جد ہو گئی۔ یہ فقط تو ہمارے پیچھے پڑ گیا۔ فادوق

کہا۔ اب ہمیں بھی اس کے پیچھے پڑ جانا پڑا ہے۔“

”ہم لاپنج سے نہیں جیت سکتے۔ آفتاب نے پتا کر کہا۔

”اور ہمیں جیتنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔“

تیرنے کا مقابلہ جادی رہا۔ پھر لاپنج اوجھل ہو گئی۔

لیکن وہ بدستور تیرتے رہے۔ اسی گنا تھا جیسے ان پر تیرنے

کا دورہ چڑ گیا ہو۔ اور پھر ان کے ہاتھ پیر ٹھل ہونے لگے۔

”ہم تیرتے ہوتے اتنی دود تو بھل گئے ہیں۔ لیکن

کیا واپس بھی جا سکیں گے۔ پیرا مطلب ہے۔ اسے پیر تو

ابھی سے ٹھل ہو رہے ہیں۔“

”اللہ مالک ہے۔ ایسی باتیں سوچ کر ہم اور بھی

حوصلہ ہار بیٹھیں گے۔“

”اچھا ٹھیک ہے۔ آفتاب نے کہا۔

”وہ تیرتے رہے۔ تیرتے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں

نے صوفی کیا۔ اب اور تیرنا ان کے بس کی بات نہیں رہی۔

”اب کیا کریں؟“ آفتاب نے فادوق کے تہرہ گواہ میں کہا۔

”اب میں کیا بتاؤں۔ پہلے تو میری بات مانی نہیں۔ آفتاب

نے ہل کر کہا۔

”اور لاپنج کا اب بھی دود اور کھل کوئی پتا نہیں۔“

فادوق بولا۔

”غیر۔ یہ تو ہمیں کہا جا سکتا۔ ہو سکتا ہے۔ لاپنج ہم

Malik ji

۳۸۰

وہ انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ تنک گئے۔ اور
چاند نکل چکا تھا۔ اور سمندر کی موجوں کی بندی میں اضافہ
ہوتا جا رہا تھا۔ لاپنج اوپر نیچے ہو رہی تھی، لیکن اور
ادھر نہیں جا رہی تھی۔

میرا خیال ہے۔ یہ انتہائی عجیب بات ہے اور
اس قدر عجیب بات کو معلوم کرنے کے فوراً بعد ہمیں
اپنے مرکز کا رخ کرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم آجہ جانیں
اور مرکز تک نہ پہنچ سکیں۔ آخر فائزوق نے ٹکڑا
انداز میں کہا۔

”میں بھی اسی لائنوں پر سوچ رہا ہوں۔“
”لیکن اس لاپنج کو سے جانا بھی غلط ہو گا۔ لے جانے
کی کوشش کرنے سے ان لوگوں کو معلوم ہو جائے گا۔ اب
میں ایک بار پھر تیرا ہو گا۔“

”اس وقت تیرا اور میں مشکل کام ہو گا۔“
”لیکن ہمیں یہ مشکل کام کرنا ہی ہو گا۔ ہو سکتا ہے
اگر پھر کوئی تھکا دینا ہو۔“

دونوں پانی میں آکر گئے اور ساحل کی طرف تیرنے
لگے۔ اور کسی نہ کسی طرح ساحل تک پہنچنے میں کامیاب
ہو گئے۔

ہوا۔

”یہ بے وقوفانہ انداز کس طرح لگا لیا؟“

”کی تم ان کے الفاظ بھول گئے۔ ان میں سے ایک
نے کہا تھا۔ آخر اچانک ہماری طلبی کیوں ہوئی ہے۔“
”کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ان کی طلبی اسی جگہ
ہوئی تھی۔ سمندر میں۔ آفتاب بولا۔“

”ان کے الفاظ کا تو یہی مطلب تھا۔ فائزوق نے
فوراً کہا۔“

”لیکن یہ بات عقل میں آنے والی نہیں۔ یہاں تو کسی
بیڈ کو اور کس نام تک نہیں۔ آفتاب نے نفی میں سر ہلایا۔“
”یہ ساتھی کا دور ہے۔ مجھے۔“

”اچھا ٹھیک ہے۔ مجھ گیا۔ اب یہ بتاؤ کہ سات کے
سات آدمی کہاں ہیں؟“
”سمندر میں۔ فائزوق بولا۔“

”تب پھر وہ سمندر میں میرے موتی تلاش کر رہے
ہوں گے۔ آفتاب نے کہا۔“
”نہیں۔ ان کو طلب کیا گیا ہے۔“

”خیر ہم ان کا انتظار کریں گے۔ آخر کو انہیں واپس
آنا ہی پڑے گا۔“

Malik ji

منٹ ملک ان کا انتظار کرے۔ اگر وہ نہ آئیں تو جا سکتا ہے۔ پندرہ منٹ کے انتظار کی قیمت بھی انہوں نے اسے ادا کر دی تھی۔ اور اس نے بخوشی شہرنا منظور کر لیا تھا۔

بچوں ہی وہ مرکز کے نزدیک پہنچے۔ ٹھٹھک کر رہ گئے۔ آنکھیں جرت اور خوف سے پھیل گئیں۔

مامل اسی طسرح وراں تھا۔ گیلے پکڑے اور گیلے جسم لیے وہ شہر کی طرف رواں ہوئے۔ اب انہیں مرکز کی طرف جانے کی جلدی تھی۔ شہری حدود میں پہنچ کر انہوں نے ٹیکسی پکڑی۔ ڈرائیور نے انہیں حیرت بھری نظروں سے دیکھا۔ آخر وہ رہ نہ سکا:

”بھلی کا شکار کھیل کر آ رہے ہیں کیا؟“

”آپ کا اندازہ اتنا غلط بھی نہیں ہے۔“ فادوق نے مسکرا کر کہا۔

”چلنا کہاں ہے؟“

”آفتاب نے سڑک کا نام بتا دیا۔“

”رات کے وقت آپ لوگ اس طرف جا کر کیا کریں گے۔“ وہ تو بے آباد علاقہ ہے۔ اور لوگ دن میں ہی ادھر نہیں جاتے۔ ڈرائیور نے کہا۔

”بھین ایسی ہی جگہوں پر جانے کا شوق ہے۔“

”اے شوق تو آپ کسے گیلے پکڑوں سے بھی ظاہر ہے۔“ اس نے مسکرا کر کہا اور ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ مناسب جگہ وہ ٹیکسی سے اترے اور اسے انتظار کرنے کے لیے کوکڑم کوڑکی طرف بڑھے۔ تاہم انہوں نے ڈرائیور کو سزاوارہ ادا کر دیا تھا۔ صرف یہ کہا تھا کہ وہ پندرہ

Malik ji

۲۸۳

"یہ بتانے کے لیے کہ اگر میں کسی غلطی سے میں کوڈ ہڑوں اور تم بہت ذکر سکو تو محسوس نہ کرنا۔"

"اچھا - محسوس نہیں کروں گا - اور کچھ۔"

"بس - حد کوئی بات نہیں - اب سنتو - میری تجویز کیا ہے۔"

اسی گروپ بندی میں ہر گروپ اپنی اپنی جھوکے

مطابقتی کام کرے گا - میری تجویز یہ ہے کہ ہم ایک

ٹیکسی میں پورے شہر کا ایک پکر لگاتے ہیں اور اگر

کوئی جاہلی نظر آجائے تو پھر نہایت خاموشی سے

اس کا تعاقب کریں گے - پھر موقع کی مناسبت سے جو

ہو سکا ، کر گزریں گے اور مکر کو جا کر اطلاع دیں گے۔

"جیسے منظور ہے۔" اشتقاق نے کہا۔

دونوں نے ایک ٹیکسی پکڑی اور محمود نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا :

"ہم اسی شہر کی سرکوننا چاہتے ہیں :

کیا آپ اسی شہر میں پہلی مرتبہ آئے ہیں؟

"ہاں! ہم خاص طور پر غیر مسلحوں کے علاقے دیکھنا

بست کریں گے۔"

"اچھی بات ہے : اس لیے کہ اس اور ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

"اور دُعا دیتا رہی کہ وہ کیجیے گا۔"

منظر

"اشفاق جی - میں ایک بات کہنے کے لیے بے چین ہوں،

لیکن اس ڈر سے نہیں کر رہا کہ تمہیں بُری لگے گی۔ محمود

نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

"آپ کی بات اور بُری لگے - یہ ہو ہی نہیں سکتا۔

اشفاق مسکرایا۔

"نہیں - میرا دعویٰ ہے کہ ضرور بُری لگے گی؟

"نہر - آپ فکر نہ کریں - اور بات کریں :

"خیر - سنتو - میں میدانِ عمل میں کوڈ پڑنے کا عادی

ہوں - جہاں خطرہ دیکھا - چھلانگ لگا دی - میرا خیال

ہے کہ آپ میرا ساتھ نہیں دے سکیں گے - لیکن میں

ہڑوں کی بات میں داخل نہیں دے سکتا تھا - اس لیے

گروپ بندی کے وقت کچھ نہ کر سکا۔

"پھر - اب کیوں کر رہے ہیں؟

Malik ji

۳۵۹

”بہت بہتر ڈرائیور نے کہا۔“

”رفقہ تیز کر دیں، اشتقاقی نے گھبرا کر کہا۔“

”جی۔ کیا مطلب۔ ایسی ابھی تو آپ کو رہے تھے کہ
رفقہ کم دیکھ لگائے۔“

”ہاں! اس وقت ضرور یہ بات کہی تھی، لیکن اب

میں آپ سے کو رہا ہوں کہ رفقہ بڑھا دیں۔ ابھی

ابھی ایک نیلی کار ہمارے قریب سے گزری ہے۔ آپ

اس کار کو دیکھ رہے ہیں۔ بس اس کے پیچھے ٹیکسی لگا

دیں۔ اشتقاقی جلدی جلدی بدلا۔ ٹھوہ نے اس کی طرف

عجیب سی نظروں سے دیکھا، پھر مسکرا دیا۔ شاید اشتقاقی

کو نیلی کار میں کوئی جاہلی بیٹھی نظر آگیا تھا۔

”آپ لوگ تو غصہ کی سیر کرنا چاہتے تھے۔ اب

یہ تعاقب کی کیوں سوچ گئی؟“

”اس نیلی کار میں ہمیں ایک عجیب آدمی نظر آ رہا

ہے۔ ہم چاہتے ہیں۔ اس سے بھی دو دو باتیں کر لیں۔

ہو سکے تو نیلی کار سے آگے نکل جائیں۔ تاکہ کار والے کو

تعاقب کا شہ نہ ہو۔“

”اچھا! اس لئے کہا اور جلد ہی وہ نیلی کار کے

پاس سے گزر گیا۔ انھوں نے ایک اپنی نظریں اس کی

پچھلی سیٹ پر بیٹھے آدمی پر ڈالی۔ انھوں نے فوراً ہی

جان لیا کہ وہ جاہلی ہی تھا۔ ایک نظر میں ہی انھوں نے

دیکھ لیا کہ وہ بہت قیمتی لباس میں تھا۔

اب ان کی ٹیکسی نیلی کار سے آگے تھی۔

ادھر گھنٹے بعد نیلی کار ایک ہوٹل کے سامنے روکتی

تھم آئی۔ پھر وہ جاہلی آ کر ہوٹل کے دروازے کی

طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازے پر کھڑے چمکیار

سے کچھ کہا۔ فوراً ہی چند سیر سے نیلی کار کی طرف

بڑھے۔ اور اس میں سے سامان اٹھا کر اس آدمی کے

پیچھے آ گئے۔ وہ اس وقت تک اندر داخل ہو چکا

تھا اور اب کواؤنٹر پر موجود تھا۔ ٹھوہ کچھ سوچ کر

نیلی کار کے ڈرائیور کی طرف بڑھا۔

”کیا یہ کار ان کی ہے۔ جو ابھی ابھی آ کر سے بڑھا؟“

اس نے کہا۔

”نہیں۔ یہ کار کے کی کار ہے۔ میرا عام طور پر

ایر پورٹ پر ہوتا ہوں۔“

”تو آپ ان صاحب کو ایر پورٹ سے لاتے ہیں؟“

”جی ہاں!“

”اور یہ کہاں سے آتے ہیں؟“

Malik ji

۳۵۵

اب میں اس نے ان کے ٹھک کا نام لیا تو وہ
کہا اٹھو۔

”اوپر اچھا۔ ان کے منہ سے نکلا۔

”اؤ بھئی۔ جلدی کرو۔ ٹھک نے اشتیاق کا ہاتھ پکڑا

اور ہوٹل کے دروازے کی طرف بڑھا۔ وہ بال میں آ
کر ایک میز پر بیٹھ گئے۔ آنے والا بابائی ٹوٹ گئی
رہا تھا، پھر اس نے یہ ٹوٹ کا وہ ٹکڑا لڑکے کے حوالے
کر دیے۔ جلد ہی بیرے اس کا سامان اُٹھائے لفٹ
کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اور وہ ان کے آگے چل رہا تھا
لفٹ میں سوار ہوا تو بیرے بھی اس کے ساتھ سوار
ہو گئے۔ پھر دروازہ بند ہو گیا۔ ان کی نظریں لفٹ
پر جم کر رہ گئیں۔ اور پھر انھوں نے جان لیا کہ

لفٹ ساتویں منزل پر ٹکی ہے۔ اب لفٹ نیچے آ
رہی تھی۔ وہ اُٹھے اور لفٹ میں سوار ہو کر ساتویں
منزل کا ٹین دیا دیا۔ پھر لفٹ سے اُترے۔ اور
برآمدہ جود کرتے چلے گئے۔ اسی وقت بیرے ایک کمرے
سے نکلے نظر آئے۔ گویا اس بابائی کو یہ کمرہ ملا تھا
محمود نے اس کمرے کے دروازے پر دھک دیا،
”کون؟ اندر سے آواز آئی۔

”لہدم۔ آپ سے ایک بات کرنا چاہتے ہیں۔

قدموں کی آواز سنائی دی۔ پھر دروازہ کھلا اور وہ اندر
داخل ہو گئے۔ انھوں نے کمرے کے درمیان میں بچی
مسہری دیکھی۔ وہ آدمی اس پر لیٹ گیا۔ شاید سفر نے
اسے تھکا دیا تھا۔

”آپ بہت تھک گئے ہیں شاید۔“

”ہاں! لیکن تم لوگ کون ہو۔ تم نے تو کہا تھا نام
ہیہ۔ یعنی ہوٹل کے بیرے۔“

”ہاں، میں بھی آپ بیرے ہی سمجھ لیں۔ محمود بولا۔

”لیکن کیوں سمجھ لوں۔ وہ کیا ہے؟“

”آپ باک اینڈ سے قشرٹ لاتے ہیں؟“

”ہاں! کیا یہ کوئی جرم ہے۔ اس نے طنز بھری

میں کہا۔

”جی نہیں۔ جرم تو نہیں۔ ہم بھی وہیں کے ہیں۔“

محمود بولا۔

”اچھا۔“

آخر ہمارے ٹھک سے لوگ دھوا دھڑکیاں پکڑا آ

رہے ہیں۔ اشتیاق کے منہ سے نکل گیا۔

وہ خود سے ہونکا، پھر فوراً ہی سنبھل گیا اور بولا

Malik ji

”یہ اور ہوتے۔ تیر۔ یہ کیجیے۔ ہم نے اتھ اور آٹھا دیے۔ اور کوئی حکم: محمود نے طنز کیجیے میں کہا۔ اشفاق کے چہرے پر غور کے آثار صاف دیکھے جاسکتے تھے۔
اب بتاؤ۔ تم کون ہو؟
”جو تم۔ اگر تم نے سو نہ کھولا تو میں پولیس کو بلا لوں گا۔“

”اچھی بات ہے۔ بلا کیے پولیس کو: محمود نے کہا۔
”مخبر کیوں نہیں۔ لاتوں کے ٹھوٹ باتوں سے نہیں مانتے۔“
”کہا کر اس نے گھنٹی کا بٹن دبایا۔ دو منٹ بعد دروازے پر دستک ہوئی۔“

”چلے آؤ جی۔ دروازہ کھلا ہے۔ اس نے کہا۔
دروازہ کھل گیا اور ایک ریزلنڈ داخل ہوا۔ اس میں سے ایک تھا جو اس آدمی کو آہر پہنچانے آئے تھے۔ اندر کا منظر دیکھتے ہی اس کے سر سے نکلا۔
”اوسے۔ سسر نام وٹ۔ یہ کیا؟“

”یہ تو کے جیسے ہڈیاں کر رہے ہیں۔ شاید اٹھا لیں گے۔ ہم ہائی فوڈ کر رہے ہیں پولیس کو توں کر رہے۔
”اور۔ تو یہ بات ہے۔ جی کیجیے۔“

”ہمارے عوام اس ملک میں دلی چسپی لے رہے ہیں۔ پتا نہیں کیوں۔ خاصی طور پر اس شہر میں۔“

”ہمارے عوام نہیں۔ صرف جابانی لوگ۔ آپ بھی جابانی ہیں نا۔“

”وہ ساکت رہ گیا۔ چند لمحوں تک ان دونوں کو کھا جانے والی نظروں سے گھورتا رہا، پھر ساپ کی طرح پھسکارا۔
”ت۔ تم لوگ کون ہو؟“

”میں جناب۔ یہ نہ پوچھیں۔ اشفاق مکرایا۔
”کیوں۔ کیا بات ہے۔ یہ کیوں نہ پوچھیں؟“

”چلتے آپ بتائیں۔ آپ کس سلیٹ میں یہاں تشریف لائے ہیں؟“

”سوال یہ ہے کہ میں آپ کو کیوں بتاؤں؟“
”ہاں واقعی۔ یہ بہت اہم سوال ہے۔ انا اہم گروہ اس کا جواب نہیں دے سکتے۔ محمود نے کہا۔

”یہ کیا بات ہوئی۔ وہ بات اہم کس طرح ہو گئی جس کا جواب آپ نہیں دے سکتے۔“

”اتھ اور آٹھا دو۔ مجھے تم سے خطرہ نہیں ہو رہا ہے۔ اس نے اچانک کہا اور پھر اس کے دماغ میں ہستہ نظر آیا۔“

Malik ji

۳۱۳

”اچھا میں سمجھ لی۔ یہ مرزا غاسر کے ساتھی ہیں؟“
 ”جی ان! یہی بات ہے۔ کیا یہ آپ کو بھی عجیب نہیں
 محسوس ہو رہا کہ یہ لوگ اس قدر تعداد میں یہاں کیوں
 آ رہے ہیں؟“

”عجیب ضرور ہے، لیکن قابل اعتراض نہیں، کیوں کہ
 حکومت کی طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے۔“
 ”کیا اب آپ یہ جانتا ہند نہیں کریں گے کہ یہ لوگ
 ادھر کیوں آ رہے ہیں؟“

”مسٹر تام لوٹ۔ کیا آپ جتنا ہند کریں گے۔ ویسے
 اتنی سی بات کے لیے انھیں گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔“
 ”اگر آپ کہتے ہیں تو بتا دیتا ہوں۔ تام لوٹ نے
 من بتایا۔“

”تو چہر۔ آپ بتا ہی دیں۔“
 ”ان کی حکومت ہم لوگوں کو بہت تنگ کر رہی ہے،
 ہم آزادی سے سانس نہیں لے سکتے۔ ملاں کو تو تنگ
 ہمارا بھی ہے، کہیں اپنے حقیرے کے مطابق گڑواہ
 زندگی گزارنے کی اجازت نہیں۔ ہم بے طرف طرف سے
 ظلم و ستم توڑے جا رہے ہیں۔ ان حالات میں حکومت
 لیڈروں نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم یہاں آکر آہ و
 بچہ

گرفتار ہو جائیں گے۔“
 ”اگر انھوں نے کوئی ٹرم کیا ہے تو ضرور گرفتار کیے
 جائیں گے، نکر نہ کریں۔“ انسپکٹر نے پھر کہا۔

”اچھا نہیں کرتا۔ فکر۔ اب آپ ان سے پوچھیے نا۔
 یہ مجھے اوٹ پٹانگ باتوں سے کیوں پریشان کر رہے تھے،
 اور اس کا انھیں کیا حق پہنچتا ہے؟“
 ”اچھی بات ہے۔ پوچھتا ہوں۔ یہ کہہ کر انسپکٹر ان کی
 طرف مڑا اور بولا:

”ہاں جی۔ کیا ماجرا ہے؟“
 ”یہ ہمارے ملک کے ہیں۔ ہم ان سے صرف یہ بات
 پوچھنے کے لیے یہاں آ گئے تھے کہ ہمارے ملک کے
 ایک خاص طبقے کے لوگ دھڑا دھڑا دھڑا مان میں کیوں آ
 رہے ہیں۔“

”بات واضح نہیں ہو سکی۔ یہ آپ دونوں کے خیال
 میں کون ہیں؟“

”ہمارے ملک میں ان لوگوں کا ایک مرکز ہے۔ اور
 اس مرکز کا نام ہے وادی مر جان۔ اس وادی کے لوگ
 حضور نبی کریم ﷺ کے بعد ایک شخص کو نبی مانتے
 ہیں۔“

Malik ji

۳۹۹

جمل کو کہا۔

”میں چاہتا ہوں۔ مجھے تنہا چھوڑ دیا جائے۔“

”بہت بستر۔ آئیے جیتی بیٹیں۔ یہ آپ کو کچھ نہیں بتانا چاہتے۔“ انپیکٹر ہوا۔ اور کہ اس کے ساتھ باہر نکل آئے۔
 روم سے میں کچھ دور تک قدم اٹھانے کے بعد انپیکٹر نے کہا:

”آپ نے بہت اچھے انداز سے باتیں کیں۔ مجھے خوشی ہوئی۔ یہ لوگ مجھے بھی ایک اٹکھ نہیں سمجھتے۔
 غیر آپ فکر نہ کریں۔ ان کی نگرانی اب میں خود کروں گا۔“

”بہت بہت شکریہ۔ لیکن ہم چاہتے ہیں کہ آپ ان صاحب کی نگرانی کی جیسے اجازت دے دیں۔ ہم انہیں پریفشان نہیں کریں گے۔ بس فور سے نگرانی کریں گے۔“
 ”ابھی بات ہے۔ اجازت ہے۔ اور اب یہ بھی چلوں گا۔“

یہ کہہ کر وہ تیز قدم اٹھا چلا گیا۔ جیسا بھی اس کے پیچھے تھا۔

”کو بھئی واپس بیٹیں۔ ہم اس کے ساتھ والے کمرے سے اس کی نگرانی کریں گے۔“

جائیں، کیوں کہ یہاں کی حکومت کو ہم پر۔ اور ہمارے عقیدے پر کوئی اعتراض نہیں۔ اور یہاں کے صدر ہمارے مرزا خاسر کے دوست بھی رہے ہیں۔
 ”وہ دوستی ختم ہو چکی ہے۔“

”تھک۔ کیسے؟“

”اس طرح کہ مرزا خاسر مرزا جا چکا ہے۔ ہمارے ایک عالم نے صدر صاحب کے سامنے پیش ہو کر ان لوگوں کے چھوٹے ہونے کا ثبوت پیش کیا تو یہ لوگ ہلکے ہلکے۔ اور بیگال نے انعام کی سرحدوں پر جنگ شروع کر دی۔ ان حالات میں بھی یہ لوگ اس ملک کے بھی وفادار کس طرح ہو سکتے ہیں۔ جب کہ بیگال کی فوج میں یہ لوگ بھی کافی تعداد میں شامل ہیں۔“

انپیکٹر کا ذرا خاموش کی طرف ہو گیا، اس نے سرو آواز میں پوچھا:

”مشر نام لوٹ۔ ان کی باتیں درست ہیں یا غلط ہیں؟
 آپ کیا کہتے ہیں؟“

”میں کہ یہ اوٹ پٹانگ باتیں کہہ رہے ہیں۔ لیکن اس کا ثبوت کیا ہے۔ مجھے تو ان کی باتوں میں ایک بات بھی اوٹ پٹانگ محسوس نہیں ہوتی۔“ انپیکٹر نے

Malik ji

۳۶۰

ہو کر کہا۔

”لیکن سوال یہ ہے کہ آپ ان صاحب کی نگرانی کیوں کرنا چاہتے ہیں۔ کسی کے غیب ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ اس کی نگرانی شروع کر دی جائے۔“

”آپ ٹھیک کہتی ہیں، لیکن عجیب ہونے کی تفصیل کچھ اور ہے۔ پہلے ذرا ایک نظر ہم دیکھ لیں کہ وہ صاحب کیا کر رہے ہیں۔ اس کے بعد ہم آپ کو اطمینان سے تفصیل سنائیں گے۔“

”اور آپ ان صاحب کو ایک نظر کس طرح دیکھیں گے۔ لڑکی نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

”یہ کام ہمارا ہے۔ بس دیکھتی جائیں۔“

”دیکھ تو خیر میں دہی ہوں۔ وہ مسکرائی۔“

انہوں نے درمیانی دیوار میں بسے دو شیشے دان کے نیچے میں دھکی، پھر تھما دالا۔

”چلو اشتاق۔ اپنے بے قد کو آواز۔“

اشفاق میز پر پرہیز، لیکن اس کا سر دشنام ان سے نیچے رہ گیا۔

میز پر ایک کرسی دنگنا ہو گی۔ محمد بڑبڑایا کرسی دھکی گئی۔ اب اشتاق پٹیلے میں بے پردہ پھر

نے اور اگر ساتھ والے کمرے میں کوئی ٹھہرا ہوا ہو۔ اشتاق نے کہا۔

”ہم اس سے اجازت لے لیں گے۔“ محمود مسکرایا۔ وہ ساتھ والے کمرے کے دروازے پر آئے۔

دروازہ اندر سے بند تھا۔ دستک کے عراب میں ایک نوجوان لڑکی نے دروازہ کھولا۔

”ہمیں آپ سے کچھ کام ہے۔ کیا آپ ہمیں اندر آنے کی اجازت دیں گی۔“ محمود بولا۔

”ضرور۔ کیوں نہیں۔“ اس نے خود آگیا اور پیچھے ہٹ گئی۔ وہ اندر داخل ہو گئے۔

”آپ کے ساتھ واسطے کمرے میں ایک عجیب آدمی آیا ہے۔ ہم اس کی نگرانی کرنا چاہتے ہیں اور نگرانی کا کام آپ کے اس کمرے سے ہو سکتا ہے۔“ محمود نے آہستہ آواز میں کہا۔

”آپ کا مطلب ہے۔ جاسوسی۔ لڑکی کی آنکھوں میں چمک لہرائی۔

”ہاں۔ شاید آپ کو بھی جاسوسی سے دل چسپی ہے۔“

”کوئی ایسی ویسی۔“

”بہت خوب۔“ تب تو بن گیا کام۔ اشتاق نے خوش

Malik ji

ایک اور چیز

کڑھی ہر۔ اس کو منہ روشن دان کے بالکل سامنے آ گیا۔ یہ اسی نے تمام لوٹ کے کمرے میں دیکھا اور ہر دمک سے وہ گیا۔ اس کے قدم لڑا کھڑا گئے۔ دوسرے ہی لمحے وہ حرام سے بچے گرا۔ محمود کے چہرے پر غصے کے آثار نمودار ہوئے۔ اس نے آؤ دیکھا تاؤ۔ خود میز اور کڑھی پر چڑھ گیا اور دوسری طرف دیکھا۔ اس کی حالت جی جھپ ہو گئی، تاہم وہ گرا نہیں۔ پڑ سکون انداز میں نیچے اتر آیا اور اشفاق کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

رات کا کافی جھگڑا گزر چکا ہے۔ اور ہم کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکیں۔ خالی ہاتھ مرکز کی طرف لوٹ جانا چھ اچھا نہیں لگتا۔ فریاد نے قدم اٹھاتے ہوئے کہا۔

تو مرکز کی طرف جانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ جب تک کوئی کامیابی حاصل نہ ہو جائے، ہم نہیں جائیں گے۔ فرحت نے بڑھرم بھے میں کہا۔

یہی تو مشکل ہے۔ یہاں کامیابی کے امکانات دور دور تک نظر نہیں آتے۔

نیکوں میں تو ہم بہت دور نکل آئے ہیں۔ یہاں تو دور دور تک کوئی افسانہ نظر نہیں آتا۔

”ماروں جہا آسمان اور تاروں کے درمیان روشن پائندہ تو۔ تو۔ اور۔ یہ۔ یہ کیا۔ فریاد کہتے کہتے ٹوک گئی۔ اس کی نظریں آسمان کی طرف اٹک کر رہ گئیں۔

Malik ji

”جھے بھی دکھا دو۔ تم نے کیا دیکھا ہے۔ کیا کوئی ستارہ
ٹوٹنے دیکھ لیا ہے۔ فرحت بولی۔
”نہیں۔ ستاروں کا ٹوٹنا تو کوئی عجیب بات نہیں۔
ٹوٹتے ہی رہتے ہیں۔“ فرزاد بڑبڑائی۔

”تب پھر؟“
”پھر یہ کہ تم خود دیکھ لو۔“
فرزاد نے انگلی سے اشارہ کیا۔ ”دور بہت دور۔
بہت بلندی پر کوئی سفید سا دھبہ نظر آرہا تھا۔
”یہ تو کبھی بادل کا ٹکڑا ہے۔“ فرحت نے منہ بٹایا۔
”نہیں۔ بادل کا کوئی ٹکڑا میں نے آج تک اس
تدرگول نہیں دیکھا۔ دوسری خاص بات میں یہ محسوس
کہ وہی ہوں کہ یہ چیز برابر نیچے کی طرف آ رہی ہے،
بادل نیچے آتے ہوئے محسوس نہیں ہوا کرتے۔ دائیں یا
بائیں جاتے محسوس ہوتے ہیں۔“

”یہ بات تمہاری ٹھیک ہے۔“ فرحت نے تسلیم کیا،
”ان کی نظریں اس ٹکڑے پر بھی رہی۔“ فرحانہس یکنڈ
بید ٹکڑا چلتے گی نسبت، راناظر آئے لگا۔ چلے اگر وہ دھبہ
تھا۔ تو اب تعالیٰ نظر آرہا تھا۔
”ارے۔ کبیں یہ اڑن طشتری تو نہیں۔“ فرحت پتائی۔

”اوی! ہر مکتے ہے۔ دنیا کے ساتس دان ایک تو ان
اڑن طشتریوں کا راز نہیں معلوم کر سکے۔“ فرزاد نے منہ بٹایا۔
”شاید اب وقت آگیا ہے۔“ ان کا راز معلوم کر لینے
کا۔ فرحت بولی۔

”ارے م۔ مگر۔ نہیں۔ نہیں۔“ اڑن طشتری نہیں
ہر مکتے۔
”اڑن طشتری نہیں ہے۔ توہ کیسے؟“
”یہ۔ یہ گھوم نہیں رہی۔ مگر یہ اڑن طشتری ہوتی تو
گھوم رہی ہوتی۔“

”بات تمہاری ذہنی ہے۔“ حیر دیکھتے ہیں۔ ”کیا بلا ہے،
نیچے آتی تو ہمارے سروں کی طرف ہی محسوس ہو رہی ہے۔“
”دونوں کے سر اوپر آئے۔“ رہے۔ ”وہ چیز اب کافی
بڑی ہو گئی تھی۔ اب بڑا سا سفید تعالیٰ نظر آئے لگی
تھی۔“

”وہ تو اس میں کوئی آواز ہے۔“ لہجری۔ ”بہت انداز
میں نیچے آ رہی ہے۔ اور ہم ابھی تکہ انہیں جاننے کے
کر رہے کیا بلا ہے۔“ فرحت بولی۔
”لیکن جتنی۔“ ہوا دکھاؤ نہ غلط تھا۔ ”وہ ہمارے سروں
پر نہیں گرے والی۔“ میرا خیال ہے۔ ”کیوں دور ہمارے“

Malik ji

۴۰

گرسے گی۔ گرنے کا رخ اب صاف نظر آ رہا ہے۔

"تب پھر ہم یہاں کیوں کھڑی ہیں۔ آؤ ہم بھی چلیں۔"

"اچھا تو پھر آؤ۔ جگہ چلیں گی۔ آؤ دوڑیں۔ ہو سکتا

ہے۔ یہ اتنی نزدیک نہ گرسے۔"

وہ اس وقت شہنشاہی حدود سے بہت دور تھیں اور یہ

ایک ہینڈل سا میدان تھا۔ درختوں کا تو دور دور تک

نام و نشان نہیں تھا، البتہ مٹی کے ٹیلے ضرور ادھر ادھر

موجود تھے۔ وہ اس سمت میں دوڑنے لگیں جس سمت

میں اس چیز کے گرنے کا اندازہ لگا چکی تھیں، پھر ان

کی رفتار بڑھ گئی کیونکہ وہ چیز بہت نیچے آ چکی تھی

اور کسی آن بھی گرنے کے قریب تھی۔

"کاش ہم اسے گرتے ہوئے دیکھ سکیں۔ فرزانہ بڑھائی۔"

"یہ اسی صورت میں ممکن ہے۔ جب ہم اور تیز دوڑیں۔"

فرحت بولی۔

دونوں نے رفتار بڑھا دی۔ اب وہ سر بہ دیر دو

کر جاگ رہی تھیں۔ ایسے میں اگر کوئی انہیں دیکھنے والا

ہوتا تو ضرور انہیں پاگل قرار دیتا۔

اپنا مک وہ چیز ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

"وہ۔ وہ گر گئی فرزانہ! فرحت نے حسرت زدہ الفاظ میں

کہا۔

"اں! افسوس! ہم اس کو گرتے ہوئے نہیں دیکھ سکے۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔ ہم اس جگہ تک تو ضرور جاتیں

گی۔ جہاں وہ گری ہے۔"

"وہیے مجھے حسرت اس بات پر ہے کہ اس کے گرنے

کا رفتار اس قدر کم کیوں تھی؟ فرزانہ نے کہا۔

"اس کا وزن بہت کم رہا ہوگا۔ فرحت بولی۔

"ہجوں۔ دھانے کی بات ہے۔ میں بہت گھبراہٹ

لہوس کر رہی ہوں۔"

"اور میں سوچ رہی ہوں۔ کاش اس وقت ہمارے

ساتھ یہ دھنسل انگل ہوتے۔ وہ ضرور ہمیں بتا سکتے تھے

کہ یہ کیا چیز ہے۔"

"دوسے دن۔ یہ کوئی شہاب ثاقب ہی تو ہو سکتا ہے؟"

فرزانہ نے چونک کر کہا۔

"شہاب ثاقب سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں، کیونکہ وہ ہوائی

دھڑ سے وہ جیسے ہوئے ہوتے ہیں۔"

اور اٹھا یہ بات تو ناقص ٹھیک ہے۔

شہاب ثاقب کے گرنے پر مجھے ابھی ابھی ایک

خیال آیا ہے اور تو یہ کہ اللہ تعالیٰ جیہ کسی قوم کو پھروا

Malik ji

۴۶

”اٹھتے کے وقت تک ہر گروپ سرگز پینچ جاتے۔ فرزاد بٹے
جلدی جلدی کیا۔“

”اگر تم کہتی ہو تو میں اٹھ جاتی ہوں۔ لیکن ہمت
نہیں ہے۔“

”ہمت نہیں ہے۔ تب بھی اٹھنا ہو گا۔“

دونوں آئینوں اور مراکھڑا ہتے قدموں سے چلتے گئیں۔

گرتے پرستے ہوئے جاتے کئی دیر تک چلتی رہیں۔ لیکن اس
چیز کے گرنے کے کہیں آثار نظر نہ آئے۔ اچانک فرزاد چونکا۔
”تھ۔ تم نے کچھ سنا فرحت؟“

”ہاں شاید۔ کھیوں کی جھینسا ہٹ سنائی دے رہی ہے۔
فرحت نے فوراً کہا۔“

”ہاں! یہ فرد انسان کی آوازیں ہیں۔ ہو سکتے ہیں۔ کچھ

لوگوں نے اس چیز کا گرتے دیکھ لیا ہو۔ اور وہ اس کی
طوفان دہ پرستے ہوں۔ جیسے ہم! فرزاد نے جلدی سے کہا۔

”تو ٹھیک ہے۔ ہم بھی ان آدمیوں کی سمت ہیں۔“

یہ جملہ دہتے ہیں۔

دونوں چلتی رہیں۔ ”اور میرا اصرار ہے کہ تم لوگوں

کو ایک جگہ جمع کر لیا۔“

”اس کو مطلب ہے۔ یہاں سے آبادی نہ لے کر آنا ہے۔“

کی ضرورت میں عذاب دیتے ہیں تو شاید وہ پتھر شہاب
مقابلہ ہی ہوتے ہوں گے، جو گناہ گاروں پر ہوتے ہیں۔“

”اور ہاں! یہ بات کہی جا سکتی ہے۔ خیر ثابت ہوا
کہ ہم نے جس چیز کو گرتے دیکھا۔ وہ شہاب مقابلہ نہیں
ہو سکتی۔“

”کچھ نہ کچھ تو ہو گی ہی۔ اور آج رات ہم یہ جان
کر رہیں گے۔“

وہ دوڑتے دوڑتے تھک گئیں۔ یہاں تک کہ بے دم
ہو گئیں اور آہستہ آہستہ چلتے پر مجبور ہو گئیں۔ پھر اس طرح
قدم اٹھانا بھی ان کے لیے مشکل ہو گیا اور وہ ایک ٹیلے
کے پاس بیٹھ کر سو پڑے۔ اسی وقت ایک لڑکا
طیادہ ان کے سروں پر سے گزرا۔

”اوہو۔ کیا بیکال لڑکا! عیاد سے بھی جنگ میں جھک
رہا ہے۔“

”ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔“ فرحت بولی۔

”اتھو ہم کب تک بیٹھے رہیں گے۔ اب ہمیں اٹھ

جانا چاہیے۔ ایسا نہ ہو، وہ انکل آئے۔ اور ہم اس چیز
تک نہ پہنچ سکیں۔ اس ضرورت میں ہم اٹھتے کے وقت
مراکھڑا نہیں پہنچ سکیں گے۔ جب کہ ہدایت یہی ہیں کہ

Malik ji

۴۰۰

اور وہ چیز ہمیں گوی ہے۔ فرزانہ بولی۔
 وہ جرم کے قریب پہنچ گئیں۔ لیکن کسی جگہ سے بھی آگے
 جانے کا راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ لوگ بہت زیادہ تعداد
 میں تھے۔ اور ایک دوسرے پر چڑھتے ہوئے تھے۔ ایسے
 ہیں ان کی کیا والی گنتی۔ فرزانہ نے دوسرا آدمہ دیکھا، پھر
 بولی۔
 "آؤ فرحت۔ بڑوں کام نہیں پٹے گا۔"

دونوں ایک دہشت کے پاس پہنچ گئیں۔ درختوں کا جنگل
 بہت پہلے شروع ہو چکا تھا۔ دونوں اس اونچے درخت
 پر چڑھنے لگیں۔ ابھی تک کسی نے ان کی موجودگی کو محسوس
 نہیں کیا تھا۔ شاید انہیں مڑ کر دیکھنے کی فرصت ہی نہیں
 تھی۔

دونوں نے آؤ دیکھا داناؤ۔ اس اونچے درخت پر
 چڑھتی چلی گئیں۔ یہاں تک کہ کافی اونچائی پر پہنچ گئیں۔
 اب انہوں نے لوگوں کے دائرے کے درمیان دیکھا۔
 وہ حیران رہ گئیں۔ لوگوں کے درمیان کوئی اثر
 منتشر نہیں تھی۔ نہ کوئی خدائی نادر چیز جو دیکھنے سے
 وہ تو ایک اور ہی چیز تھی۔ ایک عجیب چیز۔ ملک۔ ملک
 بنا ہوا ایک انسانی ہت۔

لیکن شاید آج ایسا ہو گیا ہے۔ فرحت مسکرائی۔
 "یہ۔۔۔ کیسے ممکن ہے۔ ہم کس طرح یہ بات مان لیں
 کہ آج ایسا ہو گیا ہے۔ شک ہرگز کرنا ہوا ایک حد
 اضافی خدوخال والا بہت آسمان کی طرف سے زمین پر آ
 کر گر رہا ہے۔ لوگ اس بات سے کیا سمجھیں گے۔"
 ہم تو کچھ سمجھیں۔ یہاں لوگ اس بات
 سے اپنے مذہب کے چما ہونے کا فائدہ اٹھا کر لے رہے
 ہیں گے۔

اللہ اپنا رحم دلائے۔ وہ تو پتہ ہی حضرت یحییٰ
 علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا سمجھتے ہیں اور ایسا کہ انہیں کوئی

Malik ji

۴۱۰

” پتا نہیں۔ تیل دیکھو۔ تیل کی دھار دیکھو۔“

جلد ہی میدان صاف ہو گیا اور پھر پولیس کی کئی گاڑیاں وہاں آ کر ٹرکیں۔ انھوں نے بہت کے گرد گھیرا لائی لیا، پھر کچھ ماہرین اس کی طرف بڑھے۔ انھوں نے آلات وغیرہ سے بہت کا جائزہ لیا، پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

” یہ بہت اپنی نوعیت کے معاملہ سے عجیب ترین ہے۔“
 ”یہ خیال ہے۔ یہ انسانی لاشوں کا بنایا ہوا نہیں ہے۔“
 ”کیا مطلب؟“ وہ سب ایک ساتھ بارے۔

ادھر فرحت اور فرناز کھٹے میں رہ گئیں۔

”ہاں! یہ انسانی لاشوں کا بنایا ہوا نہیں ہو سکتا۔“
 ”یوں بھی یہ آسمان سے آیا ہے۔ ہم اس کو رصد گاہ سے دیکھتے رہے ہیں۔ آسمان سے کبھی بھی انسانی شکل دیکھنے والے جیسے نہیں گزرے۔“

”تب پھر یہ۔ کہاں سے آگیا۔ ایک دن۔“

”بات تو اب معلوم کی جاوے گی۔“ وہ سب سے کہا۔

”تو پھر اتنا انتظار۔“ پٹا بولا۔ اور پھر وہ آدمیوں نے اچھے بڑے کریمت کے اُٹھارے اور دونوں ہی اسے اٹھائے پھر

رہے ہیں۔ اس بہت کی وجہ سے اب کیا شوشے اُٹھتے ہیں، یہ شاید ہم اندازہ نہیں لگا سکتے۔“

”ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے یہ لوگ اس بہت سے خوف زدہ ہیں اور سوچ نہیں پا رہے کہ اس کا کیا کریں، یا اسے شہر کی طرف کسی طرح اُٹھا کر لے جائیں۔ فرحت نے لوگوں پر ایک نظر ڈالی۔

”ہاں! لیکن سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں۔ اگر ہم اسی طرح درخت میں اٹکی رہیں تو وقت ہر مرکز نہیں پہنچ سکیں گی اور ہمارے بارے میں خیال کر لیا جائے گا کہ کسی چکر میں الجھ گئیں۔ فرناز سے انھیں کے عالم میں کہا۔“

”لیکن جب تک ہم اس بہت سے تعلقات نہ کریں، واپس کسی طرح جا سکتے ہیں۔ فرحت نے اعتراض کیا۔“

”پھر۔ اس کا کیا حل ہو سکتا ہے۔ یہ لوگ تو نہ جانے

کب یہاں سے ہٹیں۔“

میں اسی وقت لوگوں میں ایک شور مچا۔ ساتھ ہی پولیس کی گاڑیوں کے سائرن بجنے لگے۔ بہت کے گرد گھومتے لوگ ادھر آدھر دوڑنے لگے۔

”یہ۔ یہ انھیں کیا ہوا۔ فرحت ہلکائی۔“

Malik ji

۴۱۲

میں اسی وقت انہوں نے قدموں کی آواز پر نہیں
پھر بہت سے دیہاتی لوگوں کو آتے دیکھا۔ شاید سرکاری
گھاڑیوں کو بھاتے دیکھ کر وہ پھر ٹوٹ رہے تھے۔
”یہ۔ کہیں ہمیں نہ پکڑ لیں۔“ فرزانہ نے پریشان ہو کر
کہا۔

”انہیں، ریساکرنے کی بجلا کیا ضرورت ہے۔“
”پھر بھی انہیں دواہر آکر ہونا چاہیے۔“ اچھی ان
لوگوں نے ہمیں نہیں دیکھا۔
”وہ ایک گھنے درخت کی اوٹ میں ہو گئیں۔ جلد
ہی انہیں یہ اوٹ فضولی محسوس ہونے لگی۔ کیوں کہ چاروں
طرف سے لوگ آ رہے تھے۔ اب درخت پر چڑھنے کا
وقت بھی نہیں رہا تھا۔ آخر فرزانہ نے سر جھٹک کر کہا،
”جو ہوگا۔ دیکھا جائے گا۔“

دونوں اب پھر اس جگہ کی طرف بڑھیں۔ جس جگہ
سے بہت اٹھایا گیا تھا۔

حیرت ہے۔ وہ لوگ بہت اٹھا کر لے گئے۔ لیکن
انہوں نے اس طرف توجہ نہیں دی۔ ”خج پتھر۔ لی ہیں“
بلکہ فرم ہے۔ یہاں تک کہ میرے ادا تمہارے قدموں
کے نشانات ہیں بالکل صاف ہیں رہے ہیں۔ سنیں اگر انہیں

گھاڑی کی طرف بڑھ گئے۔ بہت کو گھاڑی پر رکھا گیا۔ اور
پھر یہ قافلہ روانہ ہو گیا۔

”اب ہم کیا کریں؟“ فرحت بولی۔

”خود۔“ فرزانہ بولی۔

”خود۔ لیکن کس بات پر؟“

”چنے جو لوگ اس بہت کے گرد جمع تھے۔ وہ بھاگ کیوں
کھڑے ہوئے۔ وہ آسمان سے گرے والی ایک عجیب چیز
کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ حکومت کے آدمیوں کے آنے کی
وجہ سے انہیں بھاگنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ فرم تو تھے
نہیں۔ ہمیں اس بات پر خود کرنا چاہیے۔“ فرزانہ نے کہا۔

”جب کہ میرے خیال میں۔ بات عجیب نہیں۔ وہ لوگ
دور سے ہوں گے کہ کہیں پڑھیں ان کو گواہی کے پکڑ میں
نہ روک لے۔“

”بچوں! خیر۔ آؤ۔ اب نیچے آئیں۔“

دونوں درخت سے نیچے آ کر آئیں۔ اور اس جگہ کی طرف
بڑھیں۔ جس جگہ سے بہت اٹھایا گیا تھا۔ دوسرا لمحہ
حیران کن تھا۔ دونوں ایک ساتھ اچھلیں اور ایک ساتھ
ان کے منہ سے نکلا۔

”یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں؟“

Malik ji

۳۱۴

چھ لاشیں

"میں سامنے سے دو آدمیوں کو آتے دیکھ رہا ہوں۔
 آصف نے دودھ مرگ پر انگریز جھاتے ہوئے کہا۔
 "ان میں ایک بچے قد کا اور دوسرا چھوٹے قد کا ہے۔
 دھلاق نے خیال ظاہر کیا۔
 "اور میں تو یہ بھی کر سکتا ہوں کہ بچے قد والا بڑھا
 آدمی ہے۔ چھوٹے قد والا کوئی لڑکا ہے۔ آصف مسکرایا۔
 "لیکن ہم لوگ اس وقت جاپانیوں کی تلاش میں ہیں۔
 "تو کیا ہوا۔ یہ بھی تو جاپانی ہو سکتے ہیں۔ آصف
 نے مزہ بنا کر کہا۔

"اگر یہ جاپانی ہیں تو ہمیں ہر شیار پر جانا چاہیے۔
 بلکہ کسی درخت کی اوٹ میں ہو جانا چاہیے۔ تاکہ ہم
 نہایت کامیابی سے ان کا تعاقب کر سکیں۔
 وہ درخت کی اوٹ میں ہو گئے۔ دودھ سے آگے

نہیں بنا تو اس بہت کا۔ جب کہ وہ منگ مرگ کا بنا ہوا
 ہے۔ اور بہت جلدی سے پیچھے گرا ہے۔ ان حالات میں
 تو اس جگہ ایک گڑھا بن جانا چاہیے تھا۔ لیکن ہم دیکھ
 رہے ہیں کہ زمین پر قطعاً کوئی نشان نہیں ہے۔ کوئی
 گڑھا نہیں ہے۔ فرحت کیا یہ عجیب بات نہیں ہے۔
 "تت۔ تم صرف عجیب کر رہے ہو۔ میں تو کہتی ہوں
 یہ بات عجیب ترین ہے۔

لہذا اپنی وقت چاروں طرف سے آنے والے لوگ ان
 کے نزدیک آگئے۔ ان کی آنکھوں میں حیرت اور الجھن
 ان دونوں نے صاف محسوس کی۔

Malik ji

"نہیں۔ ابھی تک کوئی نہیں۔ اس بات کا میں بہت
محسوس ہے۔"

"اور ہم بھی ابھی تک کوئی کام نہیں دکھا سکے۔
مرا جانے باقی گروہوں کا کیا حال ہے؟ اخلاق بولا۔
"ابھی کچھ رات باقی ہے۔ کیوں نہ اب ہم اکٹھے ملیں۔
کیا یہ گروپ بندی کے تنازعوں کی خلاف ورزی نہیں
ہوگی؟" کھن سکڑا۔
"نہیں جیسی۔ اس ملاقات میں ہماری کسی کوشش کو
نمل نہیں ہے۔"

"اوہ ملیں۔ پارٹی میٹروں کو میں خود جواب دوں گا۔
تم لوگوں کو کوئی کچھ نہیں کر سکے گا۔ خان رحمان نے فیصلہ کن
انکار میں کہا۔

"سوال یہ ہے کہ چلیں کس طرف؟ اخلاق نے کہا۔
"بھئی ٹامس کرچیتے ہیں؟ آصت بولا۔

"ٹامس میں تو صرف دوستوں میں فیصلہ ہو سکتا ہے۔
"پچھلے دوستوں میں ٹامس کرچیتے ہیں؟ پھر باقی وہ ہیں۔
اس طرح جن سمتوں کے بارے میں فیصلہ ہو گا۔ پھر ان
میں بھی ٹامس کرچیں گے۔ کھن نے جدی جدی کہا۔
"جیسی واہ۔ ترکیب اچھی ہے۔"

والے لمحہ بہ لمحہ نزدیک آتے گئے۔ پھر وہ ایک ساتھ جگے،
"اڑے!۔۔۔ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ آصت کے
منہ سے نکلا۔

"توہیں جو میں دیکھ رہا ہوں؟ اخلاق بولا۔
"انکل۔ یہ آوازیں شاید پریوں کی ہیں؟ انہوں نے
کھن کی آواز سنتی۔
"نہیں جیسی۔ آوازیں موشے تو محسوس نہیں ہوئیں۔
"تو ذکر پریاں بھی تو ہوتی ہوں گی؟" کھن بولا۔
"ہم پریاں یا پرے نہیں۔ آصت اور اخلاق ہیں۔
آصت نے جملہ کر کہا۔

"اڑے؟ خان رحمان اور کھن زور سے آچھے۔
"بھئی یہ کیا۔ یہ ہماری ملاقات یہاں کیوں ہو گئی؟
خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔
"تو پھر کہاں ہوئی چاہیے تھی انکل؟ آصت نے
نوردا کہا۔
"مگر میں۔"

"لیکن اس میں ہمارا کیا قصور ہے انکل؟ اخلاق بولا۔
"میں قصور کی نہیں۔ صرف ملاقات کی بات کر رہا ہوں۔
خیر تم سناؤ۔ کوئی کاردار انجام دیا۔ خان رحمان بولے۔

Malik ji

۴۷۸

”جو دیکھ لیتے ہیں۔ کیا مبالغہ ہے۔ یہ کون لوگ ہیں۔
اور کیا کر رہے ہیں؟“ خان رحمان نے کندھے اٹھکاتے۔

”وہ جہوم سے غزوہ دیکھتے ہوئے چلے گئے۔ گیت اب
انہیں صاف سنائی دینے لگا تھا۔ وہ سب علی کرگاہ رہے
تھے، لیکن گیت کے الفاظ اب بھی ان کے پتے نہیں پڑتے
تھے۔ وہ کسی غیر فاضل زبان کا گیت تھا۔

اور نزدیک ہونے پر انہوں نے دیکھا۔ ان لوگوں کے
ہاتھوں میں نیزے، بھالے، لاشیاں اور کلہاڑیاں چمک رہی
تھیں۔ وہ معمول کی دھمک پر معلق پھاڑ پھاڑ کر گیت گا
رہے تھے۔

”م۔ میں غلط محسوس کر رہا ہوں انکل۔ یہ گیت
غیریت کا گیت نہیں ہے۔ آصمت نے کابھی آواز میں کہا۔
”غیریت کا گیت نہیں ہے تو کیا مصیبت کا گیت ہے؟“
قبائلی لوگ ایسے گیت قربانی کے موقع پر گاتے
ہیں۔ وہ قبیلے جو انسانوں کی قربانی دیتے ہیں۔ انہیں جیت
پڑھا دیتے ہیں۔

”اے۔ آپ نے تو کیا انعام میں ہندو بھی دیا۔
ہیں۔“

”اس قسم کی قربانی صرف ہندو لوگ ہی نہیں دیتے

آخر لباس کے بعد وہ ایک سمت میں چل پڑے۔ بلد
ہی خان رحمان، لوٹے۔

”ایسا معلوم ہوتا ہے۔ ہم نے غلط لباس کیا ہے۔ یہ
تو ہم جنگل بیابان کی طرف نکل آئے ہیں۔“
”اب کچھ بھی ہو۔ چلے پیچھے انکل“ کمسن نے بے یمن
ہو کر کہا۔

”کیوں جی۔ تم کون پریشان نظر آ رہے ہو؟
”جی۔ جی۔ پتا نہیں۔ میں سمجھ نہیں سکا۔ ویسے بے یمن
محسوس ضرور کر رہا ہوں؟“

”اور اسی طرف بڑھتے کو جی چاہ رہا ہے؟ آصمت نے
پوچھا۔

”اے۔ کمسن بولا۔

”تب ہم اسی طرف چلیں گے۔“

ان کے قدم تیز تیز اٹھنے لگے۔ اور پھر انہوں نے
دور بہت دور بے شمار لوگوں کی موجودگی کو محسوس کر لیا۔
وہ چونک اٹھے۔

”ہائیں۔ یہ اتنے بہت سے لوگ اس جنگل میں کیا کر
رہے ہیں؟“ خان رحمان ہلکاتے۔

”معمول کی دھمک پر جنگی غیرت گا رہے ہیں؟“

Malik ji

تھا۔ اب اس گیت کی سہ اور موصول کی دھمک انہیں اپنی
 کن باتیں پر محسوس ہو رہی تھی۔ دو گئے کھڑے ہوتے جا
 رہے تھے۔ وہ کم از کم پانچ چھ سو آدمی تھے۔ اچانک گھٹ
 کی نظر چند مہذب آدمیوں پر پڑی۔ وہ شہری لباس میں
 تھے اور ان کے اعضاء میں ان گنت موتی نظر آ رہے
 تھے۔ جو انہوں نے دونوں باتوں میں بھرے ہوئے تھے۔
 "یہ موتیوں والے میری سمجھ میں نہیں آئے۔ آمت
 ڈھڑایا۔

جب کہ یہ بات بالکل سامنے کی نظر آ رہی ہے۔ ان
 جنگلی لوگوں کو ان موتیوں والوں نے ہی ان دونوں کو قربان
 کرنے پر اکسایا ہے۔ جیٹ ہڑمانے کے بعد یہ سب ان
 موتیوں کے حق دار ہوں گے۔ کھن بولے۔

"ٹھہرو۔ میں ایک نظامہ دکھاتا ہوں۔ خان رحمان بولے
 اور پھر انہوں نے موتیوں والے ایک آدمی کے سر کا نشانہ
 لے کر شریک بنا دیا۔ ٹاکر کی آواز گونگی۔ ساتھ ہی بیچ
 سنائی دی۔ وہ دھڑام سے گرا۔ موتی اس کے دونوں
 اعضاء سے نکل کر میدان میں پھیل گئے۔ دیکھ کر جنگلی
 لوگوں میں سے بہت سے ان موتیوں پر ہنسے پڑے۔
 انہیں یہ بھی خیال : ہم کونسی طرف سے گول بھی چلا

بکھ اور تباہی بھی دیتے ہیں۔ یہ ان پڑھ اور اُچھڑ ہیں۔
 بڑھے انکے ہندو اب ایسا نہیں کرتے۔

"اس کا مطلب ہے۔ یہاں کسی کو قربان کیا جا رہا
 ہے۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ خان رحمان سرد
 آواز میں بولے۔

"جدا ہم اتنے بہت سے مسلح آدمیوں کے مقابلے میں
 کیا کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس نے دس کے ایک ایک
 پستول موجود ہے۔
 کوئی پروا نہیں۔

"تو پھر کسی درخت پر چڑھ چلیے۔"

"ان : یہ ٹھیک رہے گا۔"

وہ ایک گھنے اور بڑے درخت پر چڑھنے لگے۔
 گیت نذر شور سے جلدی تھا۔ آخر وہ درخت کی چوٹی پر
 پہنچ گئے۔

اب جو انہوں نے دائرے کے دو میدان میں دیکھا تو
 سٹی گم ہو گئی۔ گڑی کے دو ستون زمین میں گڑے
 تھے اور ان ستونوں سے فرحت اور خزاں بندھی ہوئی تھیں،
 قربانیاں کھاس آدمی تیرکان باتوں میں پیے تیار کھڑے تھے۔
 تیروں کا تڑپ ان دونوں کی طرف تھا۔ گیت ابھی تک جاری

Malik ji

۲۲۲

ہم۔ ہم سوچ رہے تھے کہ اس طرح اچانک آجائیں گے۔ فرزانہ چکی۔

"کوئی بات نہیں، اب سوچ لو، وہ مسکرائے۔

لیکن ذرا آہستہ گواز میں سوچنا۔ فرحت بولی۔

خان دھماکا مسکرایا۔ انہوں نے جلدی جلدی دونوں کو کھول ڈالا اور پھر دو تینوں اسی درخت پر چڑھ گئے۔ درخت گھٹے پتوں سے بھرا پڑا تھا۔ اور وہ ان پتوں میں بھول چکے تھے۔

ادھر موتیوں کے لیے لڑائی شدت اختیار کر گئی تھی۔ وہ اب ایک دوسرے پر بزدل اور بھالوں سے جھلے کر رہے تھے۔ اور یہ لوگ دوخت پر ساکت بیٹھے اس خنریز لڑائی کو دیکھ رہے تھے۔ اس وقت تک کتنے ہی جنگ شہ پر لڑی ہو چکے تھے۔ ان کے جسموں سے بہنے والا خون انہیں ساٹ نکال دے رہا تھا۔

کہیں یہ سب لڑتے لڑتے مرنے پائیں۔ لیکن لڑائی جو لوگ دوسروں کو لے ڈوبی تھے موت کے گھاٹے آتے رہے۔ ان سے ہم کیوں بے رحمی کر رہے۔ آج کل یہ مرنے لگا رہا۔

"اور یہاں ہے۔" انہیں شکل دے سکتا ہے۔ یہ لڑ

گئے تھے۔ اسی وقت خان دھماکا دوسرے کا نشانہ بن چکے تھے۔ دوسرا بھی گرا۔ اس کے موتی بھی ڈوب کر ایک لڑکے چلے گئے۔ باقی موتیوں والے بوکھلا کر بھاگے اور لوگوں کے ملتے ہیں سے نکل کر ایک طرف گئے۔ لیکن خان دھماکا انہیں کب چھوڑنے والے تھے۔ انہوں نے اوپر سے چار غار اور کچے اور باقی چار بھی دوڑے ہوئے اوندھے منہ گرے۔ ان کے جسموں سے گرنے والے موتیوں کی طرف بھی جنگلی دوڑ پڑے۔

اب موتیوں کے لیے چھینا چھٹی ہونے لگی۔ پھر اس چھینا چھٹی نے خوف ناک صورت اختیار کر لی۔ دولت کی ہلک لے انہیں اندھا کر دیا تھا۔ ان میں لڑائی بھڑائی شروع ہو گئی۔ نویت، اماں، ایک پہنچی کو وہ مرنے مارنے پر تکی گئے۔

اب موقع ہے فرحت اور فرزانہ کو کھول دینے کا۔ یہ لوگ ان کی طرف بالکل متوجہ نہیں۔ یہ خان دھماکا نے کہا اور نیچے اترنے لگے۔

خانیچہ اتر کر بے کھنگام فرزانہ اور فرحت کی طرف دوڑے۔ انہیں دیکھ کر ان دونوں کی آنکھیں میٹ اور خوشی سے چمکنے لگیں۔

Malik ji

وقت آمنت بولا:

”ایک منٹ۔ ہم ایک ضروری کام چھوڑ دیے ہیں۔“

”کہتے ہیں تو ان لاشوں میں سے ایک ہر جگہ

گھبرا۔ باقی بھی سمجھ گئے کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے! چنانچہ

وہ بھی آگے بڑھے اور لاشوں کی تلاشی شروع کر دی۔

ایسے میں ایک لاش کے پیچھے دبا ہوا ایک سوئی خانہ دھان

کو نظر آ گیا۔ انھوں نے سوئی اٹھا لیا اور اس کا نوڈ

سے جاکڑ لیا، اچانک ان کے منہ سے نکلا:

”اورے! یہ۔ یہ تو جھلی ہے!“

”ان لوگوں کو جھلیوں کے لیے اصلی میرے سوئی خانے

کی ضرورت بھی کیا تھی۔ جب کہ نقل سے کام چل سکتا

تھا! فرحت نے منہ بنایا۔

”اور۔ اور یہ لوگ جھلی موتیوں کے لیے ایک دوسرے

کا خون بہاتے رہے“ کھن بولا۔

”ان اور کیا کرتے۔ عقل سے بیہوش شہرے

فرزاد مسکرائے۔

انھوں نے لاشوں کی تلاشی لی۔ ان میں سے ایک

کی جیب سے ایک سیاہ رنگ کا نوئی آؤ نکلا۔ لیکن،

سمجھ نہ سکے کہ وہ کیا چیز ہے۔ عجیب قسم کا تھا۔ ایک

بھی نہیں کر سکتے۔“

”اسی وقت جھلیوں میں سے ایک نے بیچ کر کہا:

”اورے۔ وہ۔ وہ لڑکیاں کہاں چلی گئیں؟“

”ایک لخت ان کے ہاتھ رک گئے۔ مزکمل گئے۔“

انھوں نے چاروں طرف دیکھا۔ پھر ایک نے کہا:

”اور۔ اور وہ خاترگن نے کیے تھے۔“

”جن لوگوں نے خاک کیے تھے۔ بس وہی انھیں پھڑا

لے گئے۔ ہم آپس میں ملاتے رہے اور وہ اپنا کام کر گئے۔“

”اعت ہے ہم پر۔ آؤ انھیں اور آدم تلاش کریں۔“

”وہ اب چاروں سمتوں میں دوڑنے لگے۔ یہاں تک

کہ اس میدان میں ایک بھی آدمی نہیں رہ گیا۔ بس چھ

لاٹیں ضرور پڑی رہ گئیں۔“

”کیا خیال ہے انکل۔ اب ہم آخر بائیں آمنت نے

کہا۔

”کیوں نہ ابھی ہم کچھ دیر اور ٹھہر جائیں۔“ خانہ دھان

بولے۔

”وہ دیکھ رہے۔ لیکن کوئی جنگل اس طرف آتا نظر

نہ آیا۔ آخر درخت سے اترے اور اس سمت میں

بڑھے جس طرف سے خانہ دھان وغیرہ آئے تھے۔ اسی

Malik ji

۴۲۷

اگر وہ سب کے سب مارے نہ جاتے تو ہم ان کا تھک کر رہتے۔
اس صورت میں شاید کوئی کامیابی میں حاصل ہو جاتی؟
"میں گروپ ایک جگہ جمع ہو گئے۔ اور کوئی کارنامہ بھی
نہیں کیا۔"

"خیر۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ باقی پانچوں بھی کوئی کام
دیکھ کر موٹتی ہیں یا نہیں؟"

"ارے۔ مگر۔ تم دونوں یہاں کس طرح پہنچ گئی تھیں
اور ان جنگیوں کے ہتھے کس طرح چڑھ گئی تھیں؟" خان رحمان
چوٹے۔

"جلدی کہانی بہت عجیب ہے۔" فرحت سکراتی۔
"ہائیں۔ تو پھر سنائیے؟" عجیب کہانیاں ہی تو سننے
کے لیے ہم پیدا ہوئے ہیں شاید؟
"یہ تو خیر غلط ہے۔ انسان پیدا کیا گیا ہے اللہ کی
عبادت کے لیے۔"

فرزانہ۔ جلدی سے اپنی عجیب کہانی سنا دو۔
اور دونوں نے آسمان سے ٹکرانے والی چیز کے
بارے میں انہیں بتا دیا۔

"میرٹ ہے۔" کیا وہ بہت اچھا ہی لگا رہا تھا۔
"ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ اس کو وہ آنکھیں

مثلث نما ڈٹکا سا بنا ہوا تھا۔ جس کے نوک دار سرے
سے کسی چمک دار وحشت کی ایک تاریک سی صلاح نکل رہی
تھی۔ اس میں ایک بٹن بھی لگا ہوا تھا۔ آصفت نے
سوچے سمجھے بغیر اس بٹن کو دبایا، لیکن کچھ بھی نہ
ہوا۔

"پتا نہیں یہ کیا ہے؟"
"پرو فیسر انکل بتا سکیں گے۔ اب ہم یہاں سے
نکلنے کی کوشش کرتے ہیں؟"
"وہ بچتے بچتے وہاں سے روانہ ہوتے۔"

"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اس جنگل میں اتنے جنگلی
کہاں سے آ گئے۔ یہ تو ایک ترقی یافتہ ملک ہے۔ کیا
حکومت ان تمام کو ان جنگیوں کے بارے میں کچھ معلوم
نہیں؟" خان رحمان برڑا راستہ۔

"اس سوال کا جواب ہم کبھی معلوم کر لیں گے۔ اس
وقت ہمیں صرف اور صرف مرکز پہنچنے کی جلدی ہے۔" آصفت بولا۔
"کیوں کیا ہم کوئی کامیابی حاصل کر چکے ہیں؟ کم
لے سواری لے لے میں کہا۔"

"پتا نہیں۔ اس کو کامیابی کہا جاسکتا ہے یا نہیں۔
جہاں تک میرا اندازہ ہے۔ جوتیوں والے داخلہ جاتی تھے،

Malik ji

نکسار کر کہا۔

ان کا سفر جاری رہا۔ آخر وہ شہری حدود تک پہنچ گئے۔

"یہاں سے ہم وہ ٹیکسیوں میں چلیں گے۔ کیا خیال ہے؟" آصفت بولا۔

"اس سے نیک خیال تو اس وقت کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔" فرزانہ نے غور سے جواب دیا۔

"میرے خیال کو اس قدر نیک کہنے کے لیے شکریہ فرزانہ! آصفت بولا۔

"ہائیں! یہ ہے میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ کمسن نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

"کیا دیکھ رہے ہو؟ آصفت نے مزہ بنایا۔

"تم بھی دیکھ سکتے ہو۔ کوئی پابندی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے انھیں بھی عطا فرما رکھی ہیں۔ کمسن نے کہا۔

"جتنے واہ۔ تم لوگوں کو بھی جواب دینے آگئے آخر؟" علان رحمان ہنسنے لگا۔

"لیکن جیسی۔ تم نے دیکھا کیا تھا؟

"میری انگلی کی سیدہ میں دیکھیے۔ آپ جن دیکھ رہے تھے کمسن بولا۔

نے مل کر اٹھایا تھا۔

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ کافی دیر تھا۔ اور گرا بھی بہت اونچائی سے تھا۔ اس قدر اونچائی سے کہ

پچھلے پہل وہ فرزانہ اور فرحت کو ایک دھڑکنے سا نظر آ رہا تھا۔ تب تو یہ بہت عجیب بات ہے۔"

"لیکن اس عجیب بات کا ہمارے موجودہ کہیں سے بھلا کیا تعلق ہے؟

"موتیوں والے جاہانی تھے۔ اس بات کو چوتھو نظر دیکھا جائے تو کوئی تعلق بن بھی سکتا ہے؟"

"لیکن سب سے بڑی آنکھیں والی بات یہ ہے کہ زمین پر ریت کے گرنے سے کوئی گڑبھا کیوں نہیں بنا۔ یہ تو بالکل ایسا ہے۔ جیسے وہ کافد کا بنا ہوا تھا۔ فرحت

جلدی جلدی بولی۔

"اور وہ کافد کا بنا ہوا نہیں تھا، کیوں کہ ہم نے اسے حرکت کرتے نہیں دیکھا۔ کافد کی بنی ہوئی کوئی چیز اس شکل ہوا میں حرکت کیسے بغیر نہیں رہ سکتی تھی؟

فرزانہ نے کہا۔

"نابہت ہوا کہ ہم بھی مرکز واہوں کے لیے ایک عجیب ترین بات تو لے کر جا رہے ہیں۔ علان رحمان نے

Malik ji

۳۲۰

ان کی نظریں ایک ساتھ اس کی انگلی کی سیدھ
میں اُلٹے گئیں۔ واقعی ایک مد درجے عجیب نظارہ ان
کے سامنے تھا۔ لیکن پھر اس عجیب نظارے میں بے پناہ
خوف بھی شامل ہو گیا۔ اور یہ خوف ان سبھی نے محسوس
کیا۔

تغائب

”اوہو۔ سٹر بارڈائی۔ یہ تو آپ ہیں۔“ ٹپکڑ کامران دھڑا
نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

”اں ! میں ہی ہوں۔ میں بھی آپ لوگوں کو پہچان
چکا ہوں۔ مجھے حیرت ہے۔ آپ نے اس خالی ہوٹل میں
آسنے کی ضرورت کیوں محسوس کی؟

”ہمارا اندازہ تھا کہ ہوٹل خالی ہونے کے باوجود۔
خالی نہیں ہو سکتا، اس میں ایک دو بھابی ضرور
موجود ہوں گے۔ اور دیکھ لیں، ہمارا اندازہ قاطب نہیں
ٹکلا۔“

”ہوں؟ اب آپ لوگ کیا چاہتے ہیں؟

”کیا پولیس کے علم میں ہے کہ آپ اندر موجود ہیں؟
”نہیں؟“ اس نے کہا۔

”اس کا مطلب ہے۔ اس ہوٹل میں داخل ہونے کا

Malik ji

ان بائبل:

لیکن کس طرح؟ انیکٹر کاہن ان مرزا بولے۔
 "اس کمرے کو آپ کیا سمجھتے ہیں۔ نکالے اپنے
 ہستول۔ اور کیسے نمہ پر فائز۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا
 کہ کہاں کھڑے ہیں۔ ہر جب آپ کے ہستول جے کار
 ثابت ہو جائیں تو آپ خود بھی میری طرف بڑھنے کی
 کوشش کیسے کیا۔ میری طرف مڑ جائیں گے تو جان لیجیے گا
 کہ آپ بددی طرح میرے قبضے میں ہیں۔ کیوں کہ اس
 کمرے سے واپسی بھی میری مرضی کے بغیر نہیں ہو سکتی
 ان۔ واپسی کا بس ایک ہی راستہ ہے۔ اور اس راستے
 سے آپ دونوں کو جانے کی اجازت ہے۔ اب آپ یہ
 جاننے کے لیے بے چین ہو گئے ہوں گے کہ وہ راستہ کون
 سا ہے۔ آپ بائیں طرف کھلی کمرہ کی کو دیکھ رہے ہیں۔
 وہاں۔ اس ملک جائے اور بچے چلا گئیں گا۔ کیسے۔
 وہاں شادی ہے کہ اور بچائی کی وجہ سے خوف زدہ ہو
 جائے گا۔ وہاں آپ چلا گئیں نہیں گئے کیسے گئے اور
 اس صورت میں میرے ڈنکوں مڑا ہو گا۔ میرے انہیں
 ان کی طرف ہر سمت بڑھ گئی تو دریا چلنے کی قسم لی
 لی۔ اب فیصلہ آپ کے اچھے میں ہے۔ کون سی سمت

کوئی اور راستہ بھی ہے۔ انیکٹر جیشہ بولے۔

"اس میں کیا شک ہے۔ باڑائی شکر اے۔

لیکن سڑاڑائی۔ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟

"مرزا خاسر کے بعد میں پارٹی اچھا راج ہوں اور سب

کو میں کسٹروں کر رہا ہوں۔ سب لوگوں کو کھلا دل کرنے

کے لیے میری یہاں موجودگی بہت ضروری ہے۔"

"اور۔ تو یہ بات ہے۔ انیکٹر غصہ پاؤنگے۔

اب انھوں نے کمرے کا جائزہ لیا۔ اس میں سائنسی

آلات اور عجیب و غریب مشینیں نصب تھیں۔ شاید یہ کمرہ

پیغام رسانی وغیرہ کے لیے بنایا گیا تھا۔

"پچھلے۔۔۔ بات تو سمجھ میں آگئی۔ اب یہ بھی بتا

دی کہ یہ سب کچھ کیا ہے؟

"مرزا خاسر کو مفرد معلوم تھا۔ لیکن وہ مرچکے ہیں۔

"ہم آپ کی بات پر کس طرح یقین کر لیں۔"

"اس طرح کہ اس وقت میں آپ کے قبضے میں

نہیں۔ آپ دونوں میرے قبضے میں ہیں۔ جس کا ثبوت

میں ہی دیتے ہی والا ہوں اس نے شرح آواز میں کہا۔

"کیا کہ۔ ہم آپ کے قبضے میں ہیں؟ انیکٹر جیشہ

کے لہجے میں حیرت تھی۔

Malik ji

ہو گئی۔ ان کا جی چاہا، ایکڑ سے نوچ کر بیسک دیں، لیکن اس سے جی کیا ہوتا۔ ہوا تو بدوار گرم ہو رہی تھی، کدھری طرف بارشانی مڑے سے، بیٹھا تھا۔ شاید وہ نوا اس کی طرف نہیں جا رہی تھی۔ اور پھر وہ دونوں کھڑکی کی طرف بڑھنے پر مجبور ہو گئے۔

کیوں ایکڑ صاحبان۔ اب خود بخود کھڑکی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اب ذرا آواز دیں تا اپنے ساتھیوں کو اپنے ہمدردوں کو۔ اپنے عزیزوں کو۔ دوستوں کو۔ کون ہے جو آپ کو مرنے سے بچا سکتا ہے؟

اللہ آدھوں نے ایک ساتھ کہا۔

غلط خیال ہے۔ اور اب اس غلط خیال کو دل میں مارتے۔ آپ کھڑکی چلا لگ جائیں۔ اور اپنی بہت زیادہ ہے۔ نیچے گرتے ہی آپ کی ہڈی پسلی ایک ہو جائے گی۔ آپ ہی کھڑکی کے قریب آجائیں۔ اور اسی دل خوشی کا نظارہ کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ ایکڑ کا مران مزا نے جل کر کہا۔

شاید اب آپ کو بعد پر فتنہ آ رہا ہے، لیکن اس فتنے سے جسم اور بچے گا۔ جلی میں کی تو ہونے سے رہی۔

ہند کرتے ہیں: وہ کہتا چلا گیا۔

جن موت سے آپ ہمیں ڈرانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ وہ آپ کے قبضے میں ہرگز نہیں ہے۔ وہ ہمارے اللہ کے قبضے میں ہے۔ انیکڑ جمید پڑ سکون انداز میں بولے۔

جب تم سر رہتے ہو گے تو جان لو گے کہ تمہارا خیال کسی حد تک غلط تھا۔ لو نہیں اپنا پروگرام شروع کرنا چوں۔ یہ کہہ کر اس نے ایک بٹن دیا۔

فورا ہی تیز گرم ہوا کا جھوکا ان کے چہروں سے ٹکرایا۔ اور پھر گویا کمرے میں گرم ہوا کا طوفان آگیا۔

ان کے جسم پٹنے لگے۔ مساموں سے پسینہ چھوٹ لیا، سانس لینا دشوار ہو گیا۔ چہرے سرخ ہو گئے۔

اب کیا خیال ہے؟ بارشانی مسکرایا۔

مشر بارشانی۔ یہ تم اچھا نہیں کر رہے۔

آپ لوگوں کے لیے صحت اور صرف ایک راستا ہے، اور وہ یہ کہ اس کھڑکی سے نیچے کو جاؤ۔ اگر ایسا نہیں کریں گے تو کہاب بن جاؤ گے۔ ستم کہاں؟ اس نے ہنس کر کہا۔

چند سیکنڈ میں ہی گرمی ان کے لیے ناقابل برداشت

Malik ji

۴۲۶

ہے یا نہیں۔

"نہیں؟ یہ لوگ آپ دونوں کو کس طرح پہچانتے ہیں، اگر انہوں نے آپ لوگوں کو انہوں پر روکنے کی کوشش کی تو خود بھی ساتھ میں گئے۔"

"پہلے تو آپ صرف اس بات کو مان لیں کہ نیچے اس وقت ہمارے ساتھی موجود ہیں۔ اور جب ہم اوپر آئے تھے اس وقت کسی ایک کو بھی نیچے نہیں چھوڑ کر آئے تھے۔"

"چلو یہ بات میں مان لیتا ہوں۔ اب آپ چلا لیں کب لگا رہے ہیں؟ اس نے طنز پر لہجے میں کہا۔

"ابھی۔ اسی وقت۔ لیکن اس لمحے آپ کو بتانا چاہتے ہیں کہ آپ لوگ صریح غلطی پر ہیں۔ خود ہی کریم اللہ علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کے سب سے آخری نبی ہیں۔ وہ اٹ تیسلم کر کے آپ نے صفت اور صوف جہنم میں اپنی بیٹیوں کرا لی تھیں۔ یہ دیکھیے۔ ہم چلے۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی۔ پہلے انکسٹریٹمنٹ نے جھانک لگائی، کیوں کہ ایک ہی وقت میں دونوں کا جھانک لگا، نظر آگیا تھا۔ اس صورت میں ان کے ساتھیوں کو زیادہ حتمیت برداشت کرنا پڑی۔ اور انہوں نے جھانک لگائی۔

"ہم قہقہہ نہیں کھاتے۔ قہقہہ حرام ہے۔ انکسٹریٹمنٹ بولے۔
"میں یہاں بیٹھے بیٹھے ہی آپ لوگوں کو گرتے ہوئے دیکھ سکتا ہوں۔ اس نے کہا۔
"وہ کیسے؟ دونوں ایک ساتھ بولے۔

"وہ دیکھیے۔ چت پر ایک آئینہ نصب ہے۔ اس آئینے میں نیچے گرنے کا منظر بالکل صاف دکائی دے گا۔
"ٹھیک ہے۔ اب آپ اپنا دل خوش کریں۔ ہم خود کو اپنے اللہ کے حوالے کرتے ہیں۔"

"اوداع۔ اب آپ لوگوں سے ملاقات کا کوئی امکان نہیں رہا۔ دوسرے نظروں میں آپ لوگ ہمارے راستے کا ہتھ نہیں بن سکیں گے۔ یا یوں کہیں کہ دوڑے نہیں آٹکا سکیں گے۔"

ادودہ دونوں جھانک لگانے کے لیے تیار ہو گئے۔ انہوں نے ایک نظر نیچے ڈالی۔ اور پھر بڑی طرح چونکے۔ گردنیں گھما لیں تو بارشانی کے چہرہ پر بھی جرت کے آثار نظر آئے۔ کیوں کہ اس کی نظریں آئینے پر جمی تھیں جو انہوں نے نیچے دیکھا تھا۔ وہی اس نے بھی دیکھ لیا تھا۔

"اب کیا خیال ہے۔ مضر بارشانی۔ یہ اللہ کی قدرت

Malik ji

۳۴۸

ہی کہا :

" فردا یہاں سے ہٹ جائیں۔ دھوئیں کی کیر آ رہی ہے ۔"

وہ گھبراہٹ کے عالم میں ہٹ گئے۔ اسی وقت دھوئیں کی کیر زمین سے اُگرائی۔ ایک دوزخوار دھوا کا ہوا اور زمین میں گہرا گڑھا پڑ گیا۔

وہ حیرت زدہ رہ گئے۔ نظریں اوپر اٹھائیں، لیکن کھراکی میں انہیں بارشانی نغمہ نہ آیا۔ اسے کھڑکی تک آئے کی ضرورت بھی کیا تھی۔ وہ تو اپنی گڑھی پر بیٹھے بیٹھے نگاہ کر چکا تھا۔

انہوں نے وہیں سے یعقوب باکو قوں کیا۔ سلسلے طے پر انیکٹر جھیند بولے :

" ایرو مشر یعقوب با۔ انیکٹر جھیند بول رہا ہوں۔ ہوشی غمازہ بد اگرچہ اس وقت بدلیں کا قید ہے۔ لیکن درجہ نشہ ایسا نہیں ہے :

" جی۔ کیا مطلب؟ یعقوب با نے جہان جو گھبراہٹ

ہوشی کا نتیجہ اب بھی ہوشی میں ابھرا ہے۔ اس دماغ سے اپنے آدمیوں کو گھبراہٹ کر رہا ہے۔

"۔۔۔ کیسے ہو سکتا ہے۔"

ادھر نیچے کھڑے ان کے ساتھیوں نے اپنے ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ سب کے ہاتھ آپس میں مل گئے۔ ہاتھوں کا ایک پیالہ سا بن گیا۔ انیکٹر جھیند اس پیالے میں گرے اور وہ نیچے جھکتے چلے گئے۔ ان کے ہاتھوں کو سخت دھکا لگا تھا۔ لیکن وہ پہلے ہی اس دھکے کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہو چکے تھے۔

انیکٹر کامران مرزا نے انیکٹر جھیند کو بغیر ت زمین پر اترتے دیکھا تو مسکرا دیے اور ہڈائی سے بولے :

" تم نے دیکھا مشر ہڈائی۔ اللہ نے ہمیں کس طرح بھاری۔ صرف انیکٹر جھیند کو۔ میں آپ کو اس قابل دہنے ہی نہیں دوں گا کہ چھلانگ لگا کر پتھریں سکیں۔ یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے ایک ہاتھ ایک ٹین کی طرف اڑھا دیا۔ انیکٹر کامران مرزا اب ٹوک نہیں سکتے تھے۔ ادھر انہوں نے

چھلانگ لگائی۔ ادھر دھوئیں کی ایک کیر ان کی طرف بڑھی۔ لیکن ان کے گرنے کی رفتار دھوئیں کی کیر کی رفتار سے زیادہ تھی۔ اس لیے وہ دھوئیں کی کیر سے پہلے نیچے پہنچ گئے۔ اس دوزخوار ان کے ساتھی ان کے لیے بھی ہاتھوں کا پیالہ بنا چکے تھے۔ بلکہ اب ان میں انیکٹر جھیند بھی شامل ہو چکے تھے۔ انہوں نے زمین پر پاؤں رکھتے

Malik ji

۴۴

”آپ چیک کر لیں۔ وہ تیسری منزل کے کمرہ نمبر تین میں موجود ہے۔“

”اچھا۔ میں ابھی اسے گرفتار کر آتی ہوں۔“

”شاید یہ کام اتنا آسان نہیں ہو گا۔“ وہ بولے۔

”کیوں۔ ایسی کیا بات ہے۔“

”اندازہ ہے ہمارا۔ بہت سوچ بچ کہہ کر اسے گرفتار

کرنے کی کوشش کیجئے۔ بہتر ہو گا کہ اپنے ساتھ کسی سائنسدان کو لے جائیں۔“

”اوہو۔ تم۔ تو کیا۔“ یعقوب ہلکائے۔

”اے اوہ اس وقت سائنسی ایجادات کے حصار میں

بیٹھا ہے۔“

”یہ بتا کر آپ نے انسان کیا۔ اور ہم لوگ بے مہر

میں مار کھا جاتے۔“

”بلکہ میرا تو خیال ہے۔ آپ خیر واد ہوئے کے بعد بھی

کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ انھوں نے کہا۔“

”مگر ایسی بات ہے تو پھر آپ اس مہم میں ہمارا

ساتھ کیوں نہیں دیتے۔“

”اس لیے کہ ہم بہت معروف ہیں۔ اور دوسرے یہ

کہ ہمارا ایک خیال اور ہے۔ اس خیال کی بنا پر ہم

آپ کا ساتھ نہیں دے سکتے۔“

”وہ خیال کیا ہے۔“

”یہ کہ بارڈائی آپ کے آنے سے پہلے یہاں سے

رخصت ہو چکا ہو گا۔“

”اور۔ اچھا۔ آپ مجھ سے فون پر معلومات حاصل

کر لیجئے گا۔“

”مزدور۔ کیوں نہیں۔ انھوں نے کہا اور ویسویو دکھ دیا۔

انپیکٹر کا مرن مرزا اور انپیکٹر جمشید نے ایک نظم اپنے

ساتھیوں پر ڈالی اور پھر انپیکٹر جمشید بولے۔

”تمہیں یہاں دیکھ کر حیرت بھی ہو تی اور خوشی بھی

اور ہمیں شکریہ بھی ادا کرنا چاہیے۔“

”شکریے کی تو خیر کوئی مزدور نہیں آقا جان۔“ فریاد

نے شرما کر کہا۔

”اور اب ہمیں مرکز کی طرف روانہ ہو جانا چاہیے۔“

انپیکٹر کا مرن مرزا بولے۔

”ہاں۔ ٹھیک ہے۔“

وہ واپس سے روانہ ہوئے۔ لیکن جلد ہی انھوں

نے محسوس کر لیا کہ ان کا استقبال ہر جگہ ہے۔ اور ان

وقت دو ٹینکروں میں سوار تھے۔ انھوں نے ایک دوسرے

مالک جی

Malik ji

۴۴۰

انہوں نے نہ صبر نہ دیکھ لیا تھا۔ بلکہ پہچان بھی ہوا تھا۔
وہ بارٹانی تھا۔ گویا وہ ہوٹل سے اسی ان کے تعاقب
میں لگ گیا تھا۔

کافی دور نکل کر وہ پٹا۔ چاروں طرف نظر دیا
دوڑائیں۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔ شاید
سوچ رہا تھا کہ وہ لوگ کہاں غائب ہو گئے۔ آخر انیسویں
جمشید کی آواز ابھری۔

”شاید ایک ہماری تلاش میں ہیں مسٹر بارٹانی۔“
وہ زور سے اچھلا۔ اور اسی وقت انیسویں جمشید اس
کے سامنے آ گئے۔

”نمبردار۔“ فتح اوپر اٹھا دوڑ بارٹانی غرایا۔

”وہ آ رہی ایک پتھر اس کے ہاتھ پر آ کر لگا۔ اور
اس کا جملہ پروا ہوا اور ہسپتال ہاتھ سے نکل گیا۔
آصف نے فوراً درخت کے نیچے سے نکل کر ہسپتال اپک
یا۔“

”وہ پتھر کس نے مارا تھا؟ انیسویں جمشید نے۔“

”مم۔“ ملتا ہے۔ اتفاق پکڑا۔

”بہت خوب۔“ اچھا نشاط تھا۔ اس مسٹر بارٹانی۔ اب

آپ کیا کہتے ہیں۔ آپ ہم عربوں کا تعاقب کیوں کر رہے

کی طرف دیکھا۔ اور پھر آنکھوں ہی آنکھوں میں فیصلہ کیا
گیا کہ مرکز سے کافی فاصلے پر ہی تعاقب کرنے والے
سے نیٹ لیا جائے۔ چنانچہ پروگرام کے مطابق جنگل
میں ایک جگہ ٹیکسوں کو رکھا گیا۔ ڈرائیوروں کو کرایہ
بھی دے دیا گیا۔ اور خود وہ جنگل میں گھس گئے۔ آگے
نہک بڑھتے چلے گئے۔ پھر وہ فتن کی اوٹ پھنس گئے۔ یہاں
ملکا کر ایک ایک کر کے سب نے اوٹ لے لی۔

اب وہ انتظار کر رہے تھے۔ آخر قدموں کی آواز
سنائی دی۔ کوئی بہت احتیاط سے قدم اٹھا رہا تھا۔
ان کے دلی دھک دھک کرنے لگے۔ نہ جانے۔ آنے والا
کون تھا۔

اب انہوں کو وہ آنے والے کو نظر نہیں آرہے
تھے۔ اور وہ انہی کی تلاش میں تھا۔ اس لیے وہ بھی
شدید الجھن کا شکار ہو چکا تھا۔

وہ ایک درخت کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس درخت
کے نیچے آصف چھپا ہوا تھا۔ آصف نے بھی ساتھ ساتھ
مرگت شروع کر دی اور جب وہ درخت سے آگے نکل گیا
تو آصف درخت کے نیچے آ گیا۔ اسی طرح تمام ساتھی
اپنی جگہ بدلتے چلے گئے۔ تعاقب کرنے والے کو اب

Malik ji

تھے۔

"تو جانتا چاہتا تھا کہ تم لوگ کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ اور آئندہ تمہارا پروگرام کیا ہے؟"

"خیر۔ ایک بات تم دیکھ چکے۔ دوسری سے محروم رہ گئے۔ ہم کر رہی کیا سکتے ہیں۔ اب آپ بتائیں۔ یہ سب مشورہ کیا ہے؟ انسپکٹر کامران فرزا بولے۔

"یہ سب فرشتوں کو بھی نہیں معلوم۔ میں تو اس شہر میں موجود جانوں کو کنٹرول کر رہا ہوں۔ انہیں احکامات میرے ذریعے سے مل رہے ہیں۔"

"اور آپ کس سے احکامات وصول کر رہے ہیں؟ انسپکٹر جشیہ بولے۔

"انہوں نے میں نہیں بتا سکتا۔"

"گرا جانتے ہیں۔ بتائیں گے نہیں۔ اخلاق نے اسے

گھورا۔

"ہاں ابھی بات ہے۔ کیوں کہ ایسی باتیں بتانے کی سزا جیسا کہ موت کی شہادت میں ملتی ہے۔"

"اور یہاں جو موت آپ کو ملے گی۔ اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"وہ اس قدر جیسا کہ نہیں ہو سکتی۔ ان کی سزائیں تو

بالکل غیر انسانی ہوتی ہیں۔ آپ تو وہ سزائیں دے رہے ہیں نہیں سکتے۔ یہ بات ابھی طرح جانتا ہوں۔ اور پھر۔ موت سے پہلے تو آپ لوگ مجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔"

"اور ہوا چھا۔ یہ بات بھی ہے۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"ہاں! یہ بات تو پہلے ہے۔"

"ذرا ہم بھی تو نشیں۔ پھر کس کس طرح سزا دیتے ہیں؟ مثال کے طور پر وہ مجھے ایک کونسی سے جکڑ دیں گے۔"

پھر زخموں کے ذریعے میری انگلیوں کے ناخن ایک ایک کر کے انگلیوں سے الگ کر دیے جائیں گے۔ یعنی جڑ سے کھینچ لیے جائیں گے۔ اور اس کے بعد انگلیوں کے زخموں پر جب تک میں چہرہ کا جائے تو کیا تکلیف ہوتی ہے۔

اس خیال سے ہی دو ٹوکے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور پھر اسی حالت میں آدمی سک سک کر مر جاتا ہے۔"

"واقعی بہت جھانک طریقہ ہے۔"

"ایک اس سے بھی ہولناک طریقہ ہے۔ اس کے کاتب کو کہا۔

چند وہ بھی سنا اور۔

"ہاں! کا پورا جب اسے اچھا رہا ہے تو اس کی لوگ

Malik ji

بہت تیز ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ ہنس کا پورا بالکل
سیدھا اٹھتا ہے۔ اب جس کو مرزا دیتا ہوتی ہے اس
کو ایسے جلد سے کہ اوپر ٹٹا دیا جاتا ہے۔ جس نے
ابھی ابھی زمین سے سر اٹھایا ہے۔ اور زمین میں
بٹھیں گاڑ کر اس کے لٹخ اور پیر ان بیٹوں کے ساتھ
دیسوں کی حد سے بکڑ دیے جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ
وہ زمین سے اپنا دھڑ اٹھا نہیں سکتا۔ اور ہنس کا
پورا اوپر اٹھتا ہے۔ اور اس کے جسم کو چوٹے لگتا
ہے۔ پھر وہ جسم میں چید کرتا ہے۔ اور پل پل بڑا ہوتا
رہتا ہے۔ یعنی اس کے جسم میں چید کرتا آگے بڑھتا
چلا جاتا ہے۔

"آں ان کے مزے سے نکلا۔"

اس شخص کی حالت کے بارے میں ہم تصور بھی نہیں
کر سکتے۔ اس کی جینیں آسمان سے ہاتھیں کرنے لگتی ہیں،
لہذا میں ایسی کسی موت سے پہلے ہی مر جانا پسند
کر دوں گا۔ آپ لوگ مجھے شوٹ کر دیں۔ بارگاہی یہاں
ملک کر کہ خاموش ہو گیا۔

"نیر۔ اس قدر آسان موت تو ہم بھی تمہیں نہیں
دیں گے۔ انپکٹر جمشید مسکراتے۔

"یہ معاملہ ہمارا ذاتی نہیں۔ پوری ملت اسلامیہ کا
معاملہ ہے۔ لہذا ہم مجبور ہیں۔ آپ جو کچھ بھی جانتے
ہیں۔ ہمیں بتادیں۔ اس صورت میں آپ کو کچھ نہیں
کہا جاسکتا۔"

"افسوس۔ ایسا نہیں کر سکتا۔"

"پلو جی خان رحمان۔ کامران مرزا۔ لڑکا دو اس کو
جی آٹا۔ یہ حضرت نہیں مانیں گے۔ انپکٹر جمشید نے تنگ
آ کر کہا۔

"آٹا۔ کیا مطلب؟"

"آٹے کا مطلب سیدھا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ آمت نے

کہا۔

خان رحمان اور انپکٹر کامران مرزا اس کی طرف بڑھے۔

"یہ۔ آپ کیا کر رہے ہیں؟ بارگاہی مسکرایا۔

"تعدادی موت کا سامان۔"

"اچھا۔ اب میں کچھ نہیں کہوں گا۔ موت اتنا نہیں

ہے۔ دازنم لوگ کبھی بھی نہیں جان سکا ہے۔ جب تک

کہ ہم کامیاب نہ ہو جائیں۔ اور ابھی اس کی کامیابی

Malik ji

جلدی سے بولی۔

”نہیں۔ میں اسے نجات کی انگوٹھی کہتا ہوں۔ ہم لوگ موت کی انگوٹھی کا نام دوں گے۔“

اتنا کہتے ہی اس کا ہاتھ منہ کی طرف چلا گیا۔ اس وقت وہ اس کا مطلب سمجھے، اپنے تماشہ اس کی طرف پکے۔ لیکن اتنی دیر میں انگوٹھی میں چھپایا ہوا سناٹا منہ اس کے منہ میں آٹ پکنا تھا۔

”دھت تیرے کی؟ آصف نے بتا کر کہا۔“

”یہ واقعی بُرا ہوا! امپکٹر جمشید، بولے۔“

”لیکن اب کیا کیا جا سکتا ہے۔ اب تو ہو گیا۔ آئیے“

اب ہمیں؟ آصف بولا۔

”پہلے اس کی تلاش تو لے لو۔“

خان رحمان نے آگے بڑھ کر بادشاہی کی تلاش لی۔

اس کی دوران آنکھوں میں اب تک حسرت نظر آ رہی تھی۔

جسم سرد پڑ چکا تھا۔ اس کے پیروں سے دودھ مر رہا۔

نہرویات کی چیزوں کے علاوہ اور کچھ بھی برآمد نہ ہو۔ اور ہم وہ مرکز کی طرف دھاڑ بولے۔

”ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے ان لوگوں کے سینے مالا“

”سے بے خبر۔ کسے کا تیرہ کر رہا ہے؟“ مکس بڑبڑایا۔

”میں بہت دیر ہے۔ ابھی تو مشق کی جا رہی ہے۔“

”مشق کی وضاحت ہی کر دو۔“

”نہیں۔ بالکل نہیں۔“

”تعداد سے بعد جا بیٹوں کو کون کنٹرول کرے گا؟“

”اب انہیں کنٹرول کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ انہیں“

ٹریننگ دی جا چکی ہے۔ اب تو دوسرا کام شروع ہونے“

والا ہے۔“

”دوسرے کام سے تمہاری کیا مراد ہے؟ فرصت نے“

پوچھا۔

”دوسرا کام۔ اس نے فوراً کہا۔“

”ہم سمجھ گئے۔ یہ حضرت باتوں کے نہیں۔ لاتوں کے“

ثبوت ہیں؟ آصف نے منہ بنایا۔

”نہیں۔ میں سوت کا ثبوت ہوں۔ آپ لوگ مجھے“

بات نہیں لگا سکتے۔ اس نے کہا، پھر بولا۔

”آؤ اسے پیادہ انگوٹھی۔ اب تیرا ہی سہارا رہ گیا“

ہے۔“

”انگوٹھی۔ کیا مطلب۔ یہاں تو دور دورہ۔ کیا کسی انگوٹھی“

کا نام و نشان نہیں۔ آگے گی کہاں سے۔ اس نے ہاں۔

کیاں تو کوئی سیلفائی انگوٹھی تو نہیں ہے۔ فرزانہ“

Malik ji

۴۵۰

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ ہم سے بہت خوف زدہ ہیں۔" انسپکٹر کا مرن مرزا بولے۔

ان کے قدم مرکز کی طرف اٹھتے چلے گئے۔ وہ سوچ رہے تھے۔ دہانے مرکز میں حالات کیا ہوں۔ وہاں وہ صوفیہ پروفیسر داؤد اور شوکی کو چھڑا آئے تھے۔ دونوں ہی لڑائی بھڑائی سے تیار تھے۔ اب انھیں محسوس ہو رہا تھا کہ کم از کم اس گروپ کو مرکز میں نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔

"مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے۔ جیسے۔ مرکز میں بھی کوئی نہ کوئی گڑبڑ ضرور ہو چکی ہے۔" یہ لوگ پوری طرح ہم لوگوں سے باخبر رہنے کی کوشش میں ہیں۔ بارشانی کا تعاقب کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ خان رحمان نے کہا۔

"جوں۔ شاید آپ شیکہ کو دے رہے ہیں۔ ہم بہت متوا ہو کر جھنڈ کی طرف بڑھیں گے۔" نگرہ کو "۔

اور پھر جھنڈ کے نزدیک پہنچ کر انھوں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔

سزا

نادوق اور آفتاب نے دیکھا کہ چار آدمی پروفیسر داؤد اور شوکی پر ہاتھیں اتارنے کھڑے ہیں اور ان کی انگلیاں دباؤ ڈال رہی ہیں۔ یہ دیکھتے ہی انھوں نے بھی کی سی تیزی سے اپنی جگہ سے چھلانگیں لگا دیں اور ان چاروں کی کمر سے ٹکرا گئے۔ چاروں سے اس طرح کہ وہ ایک دوسرے سے گدگد کھڑے تھے۔

ساتھ ہی چار خاتمہ ہوئے۔ لیکن چاروں بچوں کو اونٹ سے پھٹے گڑے تھے اور ٹریجر بعد میں دے رہے تھے۔ اس بچے گویاں زمین میں چھل گئیں۔ انھوں نے شوکی کی چھتکی آواز سنی۔

"وہ کیا ہے۔"

"لو اور سنو۔ مارا دم نے۔ اور تھوہ۔" لگا رہے ہیں۔ آفتاب نے مزہ بنایا۔

Malik ji

”اچھا تو۔۔۔ پھر۔۔۔ آپ لگا لیں نعرہ۔۔۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“

انھوں نے فوری طور پر رائٹنگوں پر قبضہ کر لیا ، پھر فادوق نے کہا :

”یہاں جو کیا رہا تھا ؟“

”تم لوگوں کے جانتے ہی کام شروع ہو گیا تھا۔۔۔ پروفیسر دادو بولے۔“

”حمد آدو کا۔ یا آپ لوگوں کا ؟“

”پہلے شوکی نے اور میں نے کچھ انتظامات کیے تھے ،

تاکہ درندوں وغیرہ سے محفوظ رہا جا سکے۔ پھر ایک عدد

حمد آدو آدو ہوا۔ اس کو بڑی مشکل سے اسلام کی طرف

توجہ دلائی ہی تھی کہ یہ چار آگئے۔ انھوں نے اس کا

کام تمام کر دیا۔ اور اب ہمارا کام کرنے والے تھے

کہ اللہ نے تم دونوں کو بھیج دیا۔ پروفیسر دادو جلدی ہلری

بولے۔“

”ایک بات رہ گئی۔ پہلا حمد آدو جس جگہ دادو بٹل

پر آدو ہو گیا تھا۔ لیکن ابھی اس کے منہ سے صرف

”مس۔ مس بھلا تھا کہ گولی کا نشانہ بن گیا ہے ہمارے۔“

زیادہ انھوں اس بات کا ہے کہ وہ اسلام قبول کرنے

”دشمنہ ہو گیا تھا ، لیکن کون سا ہوا سکا ؟“

”اوہ۔۔۔ واقعی۔ کاش وہ کلمہ پڑھ ہی لیتا ؟“

ادڈ کو اس کی نیت کا حال معلوم ہے۔ اب دادو

حال کو وہ مرتے وقت کیا کہنا چاہتا تھا۔ تو یہ بات

فرد طلب ہے۔ مس۔ مس سے بھلا کیا بتا ہے۔“

”مس۔ سنٹی میٹر کو کہتے ہیں۔ پروفیسر دادو بولے۔“

”ہوں اخیر۔ اس پر خود کیا جائے گا۔ پہلے تو آپ

دونوں بتائیں۔ کیا تیرا دکر آئے ہیں۔ شوکی نے کہا۔“

”کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ ہم باقی لوگوں کا بھی انتظار

کر لیں۔ ورنہ اس طرح تو ہمیں کئی بار بتانا پڑے گا۔“

جب کہ شاید ہم اتنے تیز مار کر آئے بھی نہیں۔“

”اوہ۔۔۔ یہ تو خوش کی خبر نہیں ہے۔ پروفیسر دادو نے

مڑ بٹایا۔“

”یہ ضروری نہیں۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے جس کا چابی کو

ہم غیر اہم خیال کر رہے ہوں ، وہ کوئی بہت بڑی

کامیابی ہو۔ فادوق نے جلدی جلدی کہا۔“

پہلے تو ہمیں ان چاروں کا بندوبست کرنا چاہیے۔“

ان لوگوں سے بھی تو ہم کچھ معلوم کر سکتے ہیں۔“

”پہلے ان کو پالنا ہو گا۔ پھر باتیں کریں گے۔“

Malik ji

۴۵۲

خادوق نے فوراً عجب میں اُستہ ڈالا اور پھر ہاتھ
باہر نکالتے ہوئے اس نے کہا :
" یہ ردا ریشم کی ڈوری کا گولا :"

اور انھوں نے ان چادروں کو اس سے جکڑ دیا۔
" اب ان کا کیا کیا جائے ؟"

" جب تک ہمارے سامنے نہیں آجاتے۔ ہم ان کی
تباہی کھلانے کی کوشش تو کر ہی سکتے ہیں :"
" لیکن اس کے لیے کوئی ترکیب تو سوچنا ہو گی :"

" ہاں کیوں نہیں۔ درختوں کی بیڑوں کے ذریعے ہم
انھیں درختوں سے اُلتے دکھا سکتے ہیں۔ اور ان کے سروں
کے نیچے دھیمی دھیمی آگ جلا سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان
کے سر ڈبڑیوں کی طرح کھولنے لگ جائیں۔ اس وقت ان
کی زبانیں فز جھلس گئی۔ شوکی نے ترکیب بتائی۔

" ترکیب بہت جان مار ہے۔ خادوق نے خوش ہو
کر کہا۔

" حق۔ نہیں۔ چادروں نے تھرا کر کہا۔

" تو پھر اسی طرح بتا دو دوستو! آفتاب مسکرایا۔

" لیکن کیا بتا دیں؟ ان میں سے ایک نے پوچھنا
کی طرح کہا۔

" ہاں : یہ بات بھی ہے کہ کیا بتا دیں :
" تم لوگ ہمارے نیچے کیوں پارے ہوئے ہو۔ کڑا کیا
چاہتے ہو :"

" افسوس ! ہم نہیں جانتے :
" ابھی معلوم ہو جاتا ہے کہ تم جانتے ہو یا نہیں :
" چوہ ہنسی۔ بیڑوں کے ذریعے دریاں تیار کریں : خادوق نے
کہا۔

انھوں نے دریاں تیار کیں اور پھر انھیں ایک ایک
کر کے اُلتے دکھا دیا :

" اب ہمیں ان کے سروں کے نیچے آگ جلانا ہے : خادوق
بولتا۔

" یہ۔ یہ علم ہے۔ ہم کچھ نہیں جانتے۔ کچھ بھی نہیں :
ان میں سے ایک نے چلا کر کہا۔

" چلانے کی ضرورت نہیں۔ اگر تم لوگ کچھ نہیں جانتے
تو پھر سروں کا جلتا اور کھولتا قبول کر لو۔ یہ سزاؤں لوگوں
کو دیا جاتے کی دہ سے اُلتا ہی رہی ہے۔

" آخر آپ معلوم کیا کرتا چاہتے ہیں۔ بیٹے واضح الفاظ
میں آتا تو بتا دیتا۔

" اچھا خیر۔ سنو۔ یہاں سے اور دُعا سے بڑے مساک

Malik ji

۲۵۱

نے ایک بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ دیکھ رہے ہیں؟
فادویٰ بولا۔

”افسوس! ہم نہیں جانتے۔“

”کیا تم لوگ جانتے ہو؟“

”بالکل نہیں۔“

”تم لوگوں کو ہمارے بارے میں کیا جہالت دی گئی ہیں۔“

”بس یہ کہ آپ لوگوں کو تلاش کر کے ہر حال میں ختم کر دینا ہے۔“

”تب تو تم لوگ ہمیں تلاش کر چکے۔“ اکتاب مسکرایا۔

”اب ہم آپ لوگوں کو کس طرح سمجھائیں۔ کہ ہم کچھ نہیں جانتے۔“

”تب پھر۔ یہ کس طرح جانتا تھا۔ جس کو تم لوگوں نے ختم کر دیا ہے۔“

”جانتے نہیں۔“

”تم لوگوں نے اسے کس کے حکم سے ختم کیا ہے؟“

”مسٹر دارمائی نے ہمیں اس کے پیچھے لگا دیا تھا کہ اس کی انگریزی کریں اور حفاظت بھی۔ اگر حفاظت نہ کر سکیں،

تو یہ کسی کو کچھ بتانے لگے تو فوراً گولی مار دی جائے۔“

لہذا ہم بہت دور سے اس کے تعاقب میں تھے۔“

”ہوں! ہو سکتا ہے، تم پنج بول رہے ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بالکل جھوٹے ہو۔ لہذا ہم ابھی ضرور جلائیں گے۔“ شوکی نے پتہ زور لے لیا۔

”پھر وہی آگ۔ آخر ہم آپ کو کس طرح سمجھائیں۔“

”جیسے بھی سمجھا سکتے ہیں، ضرور سمجھائیں۔ ورنہ پھر الزام ڈالی آگے۔“

”اُٹ۔ اب ہم کیا کریں۔“

”بھئی۔ یہ لوگ اس طرح نہیں مائیں گے۔ آگ جلاتا

ہی پڑے گا۔“ پرویز دادو نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

”انہوں نے ان کے سروں کے نیچے خشک لکڑیاں جمع کیں اور پھر لائٹر کے ذریعے آگ دکھانے کے لیے تیار ہو گئے۔“

”ان کے دھمکے اُڑا گئے، ٹھکی ہوئی حالت میں ان کے جسم پر تھر تھر کانپنے لگے، پھر ایک نے کہا:

”ٹھٹھ۔ ٹھٹھ۔“

”بہت خوب۔“ وہی بات۔ فادویٰ مسکرایا۔

”ہم لوگ صرف اتنا جانتے ہیں کہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے خلاف ایک ایسی سازش تیار کی گئی ہے۔“

”جس کے بارے میں آج تک کسی نے شاید غور نہیں کیا۔“

Malik ji

۳۵۰

بھی نہ سوچا ہوگا۔

”پتھر سازش تیار کرنے والوں نے کب طرح سوچ لیا؟
شوکی نے برا سا منہ بنایا۔

”ان کے علاوہ بات کر رہا ہوں۔“ اس نے بھی منہ
بنا کر کہا۔

”اچھا خیر۔ آگے چلو۔“

”آگے کہاں چلوں۔ کیسے چلوں۔ راستے تو تمام بالکل
بند ہیں۔“

”یہ لوگ کچھ نہ کچھ جانتے ضرور ہیں۔ لہذا کڑیوں کو
آگ دکھا دو۔“ پرو فیئر داؤد سرد آواز میں بولے۔

”ایک منٹ شہر میں۔ یہ۔ یہ کیا ہے؟“ شوکی نے ایک
طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

انہوں نے اس طرف دیکھا۔ خود رنگہاس میں سیاہ
دنگہ کی کوئی چیز پڑی تھی۔ اب انہوں نے جھک کر
دیکھا۔ ایک سکون کی شکل کا سیاہ ڈبہ دہان پڑا تھا۔
ایک لوگ سے باریک سا تار نکلا ہوا تھا۔ نیل طرف
اس میں ایک ٹپن بھی لگا ہوا تھا۔

”لاؤ میں دیکھتا ہوں۔“ پرو فیئر داؤد جلدی سے بولے۔
”انکل۔ کہیں یہ کوئی بم نہ ہو اور آپ کے ہاتھوں میں

بچت جائے۔ شوکی گھبرا گیا۔

”نہیں۔ یہ بم نہیں ہے۔“ وہ مسکراتے اور وہ ڈبہ ہاتھ
میں لے لیا۔ انہوں نے اسے الٹ پٹ کر دیکھا، پھر
ٹپن دکھایا، لیکن کچھ سمجھا نہ ہوا۔

”ایک منٹ شہر۔ ابھی آگ۔“ جلالہ انہوں نے
کہا اور بیٹھ گئے۔ چر جبب سے ایک ننھا سا اوزار نکالا۔
اور اس کے پیچ کھولنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ بھونکا ڈبہ
کھل گیا۔ انہوں نے دیکھا۔ اس کے اندر ایک مٹی
سی مشین لٹ تھی۔ اس مشین کو دیکھ کر وہ مسکرا دیے
اور بولے۔

”سٹو۔ یہ ایک آر ہے۔ ریوٹ کنٹرول آر۔ کسی مشین
وغیرہ کو کنٹرول کرنے والا آر۔“

”لیکن یہ کس مشین کو کنٹرول کرتا ہو گا؟“ فاضل
نے بے چینی کے عالم میں کہا۔

”یہ میں کبھی طرح بتا سکتا ہوں۔“ وہ بولے۔
”ان لوگوں نے جی یہاں گرہ لیا ہے، انہیں ضرور
معلوم ہو گا۔ کیونکہ یہ شوکی ان پاروں کی طرف ہوا
۔۔۔ یہ ہمارا نہیں ہے۔ ایک نے تجھ کو کہا
۔۔۔ اب یہ لوگ جھوٹ بولی رہے ہیں۔ اس بات پر

Malik ji

۳۰

میں یقین ہے۔ شوک بولا۔

”تب پھر انہیں اس وقت تک رکھا رہنے دو، جب تک اس آئے کے بارے میں نہیں بتا دیکھ گئے۔“

”بہت خوب۔ یہ ٹھیک رہے گا۔“ آفتاب نے کہا۔

”لیکن اس طرح دقت ضرور مٹائی ہوگی۔“ شوکی نے کہا۔

”ہاں! یہ تو ہے۔“

”تو پھر۔ اب ہم آگ کیوں نہ روشن کر دیں۔“

”چون ٹھیک ہے۔ لکڑیوں کو آگ دکھا دو۔“ پروغیر داؤد

نے حکم دیا۔

اور انہوں نے لائٹ کے ذریعے چیتے ایک دھن کے

سر کے نیچے آگ بھائی۔ وہ چلتا:

”نہیں۔ نہیں۔ ام۔ میں۔ میں جلی جاؤں گا۔“

”اگر تم اس آئے کے بارے میں بتا دو گے اور جرم

پاؤں، وہ بھی بتا دو گے تو نہیں جلاؤ گے۔ ہم اس آگ

کو بچا دیا گئے۔“ یہ لڑکے فادوق دوسرے کی طرف بڑھا۔

اور لکڑیوں کو آگ دکھا دی۔ انہوں نے سرکائی اور پانی پر

رکھے تھے۔ دوسرا بھی بیچا اٹھا:

”اُت! اُت تم لوگ کیا کر رہے ہو۔“

”یہ اس سے بہت کم ہے۔ جو تم لوگ ہمارے ساتھ

کوتے رہتے ہو۔“ آفتاب مسکرایا۔

اب وہ دوسرے کی طرف بڑھا۔ اور لکڑیوں کو آگ

دکھا دی۔ لکڑیاں بہت چھوٹی اور تھوڑی دکی گئی تھیں۔

سروں کو صرف پیش پہنچ سکتی تھی۔ اہل نہیں سکتے تھے۔ لیکن

اس کے باوجود ان کے رنگ اڑے ہوئے تھے اور جھوں

میں تھر تھری دوڑ رہی تھی۔ آخر جو تھے کے باری آگئی۔

اس سے پہلے کہ فادوق لکڑیوں کو آگ دکھاتا، اس نے

چلا کر کہا:

”شہر۔ میں بتانے کے لیے تیار ہوں۔“

”بہت خوب۔“ ٹوٹھر گئے۔ جلدی بتاؤ۔ کیوں کہ تمہارے

ساتھیوں کے سر اب لکڑیوں کا منظر پیش کر رہے ہیں۔

فادوق نے خوش ہو کر کہا۔

”کیا کر رہے ہو دن۔ جانتے بھی ہو۔ اس کی سزا

کیا ہے۔“ ایک نے چلا کر کہا۔

”اس سزا کا کیا کر دوں۔ جو یہ دیتے والے ہیں۔“

اس نے جلی کر کہا۔

”ہیں دیکھو۔ یہ ام۔ سزا نہیں جھٹک رہے۔ تمہارے

نیچے تو ابھی آگ جلی بھی نہیں۔“

”ہاں۔ میں آگ سے بہت ڈرتا ہوں۔“

Malik ji

۴۶۲

”جو جادو لگا۔ اور اگر میں بے ہوش ہو گیا تو پھر تم کس طرح
معلوم کر سکو گے؟“

”تم نگرہ کرو۔ ہم تمہاری بے ہوشی کا علاج کر لیں گے۔
فادوق نے شوح آواز میں کہا۔

اور پردہ پھر فادوق ہنس پڑے۔ میں اسی وقت انہوں
نے ایک آواز سنی :

”ہائیں۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟“

”وہ ایک ساتھ ٹہرے اور پھر ان کے مزے سے بکلا :
”ارے؟“

”ڈرنا بھی چاہیے ، لیکن اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو پھر
صرف ایک سے ڈرنا پڑے گا۔ ہر ایک سے نہیں؟“ شوکی
بول اٹھا۔

”کیا مطلب؟ وہ پوچھا۔

”سب مسلمان صرف ایک اللہ سے ڈرتا ہے۔ اور پھر اس
کی پختگی کی وجہ سے سب اس سے ڈرنے لگ جاتے ہیں۔
اور جو اللہ سے نہیں ڈرتا ، وہ باقی سب سے ڈرتا ہے۔“

”کیا ڈر ڈر لگا دکھی ہے۔ ہم نہیں ڈرتے۔ پہلے نے
کہا۔ اب ان تینوں کے سروں سے پسینہ آگ پر اگر کچھن جمن
کی آواز پیدا کر رہا تھا۔

”ہاں تو پھر۔ تم کیا کہتے ہو بھی؟“ آفتاب نے تنگ
آ کر کہا۔

”میں بتانے کے لیے تیار ہوں ، لیکن پہلے تم ان
تینوں کے سروں کے نیچے سے آگ بٹا دو۔“

”ایسا نہیں ہو سکتا۔ تم پال پل رہے ہو۔ فادوق نے
مزہ بنایا اور اس کے سر کے نیچے بھی آگ روشن کر دی۔

”ارے مرا۔ بھلاؤ اس کو۔ مم۔ میں۔ میں جانتا ہوں۔“
”پہلے تم بتاؤ گے۔ آگ بعد میں بجھائی جائے گی۔“

”آف۔ میں کہتا ہوں پہلے بھلاؤ۔ ورنہ میں بے ہوش

Malik ji

میں کہاں ہوں؟ اس نے غبرا کر کہا۔

وہیں۔ جہاں تھوڑی دیر پہلے تھے۔

توہ۔ توہ۔ اس کمرے میں جہاں کا آپ نے اشتقاق کو

اپنا گناہ یاد کیا۔

ہاں! جہاں تک چکا ہوں، لیکن بے ہوش ہونے سے

اہل ہال بچ گیا ہوں۔ اس نے کہا۔

آخر وہاں کیا ہے؟ مسافر نے کہا۔

آپ خود ہی اوپر چڑھ کر دیکھ لیں، لیکن منہ سے

آواز نہ نکالے گا اور آہٹ بھی نہ ہونے پائے۔ اس نے

دہلی آواز میں کہا۔

اچھا۔ اس نے کہا اور میز پر چڑھ گئی۔ پھر کرسی

پر۔ اور کمرے میں جہاں تک۔ دوسرے ہی لمحے اس کے

قدم بھی ٹکھڑا گئے اور وہ دھڑام سے گر گئی۔ کرسی بھی

میز پر نہ رہ سکی۔ اس طرح ابھی بھی آواز پیدا ہوئی۔

یہ کیا کیا آپ نے؟ محمود نے منہ بتایا

میں نے یا آپ نے۔ اتنا خوف ناک منظر دکھا دیا

اور پہلے سے کچھ بتایا نہیں۔ اس نے جمل کر کہا۔

اوسے۔ مگر۔ آپ بے ہوش نہیں ہوئیں۔ محمود مسکرایا

آپ بھی تو بے ہوش نہیں ہوئے۔ تصادم نے کہا۔

ڈیل اوہ

جتنی اشتقاق۔ یہ بڑی بات ہے۔ توہ تو اسی بات پر

بے ہوش نہیں جوتا جا رہے۔ محمود نے اسے ہلاتے ہوئے

کہا۔ اور اس کمرے کی مسافر ٹرکی انہیں حیرت بھری

منظروں سے دیکھ رہی تھی۔

آخر یہ بے ہوش کیوں ہو گئے؟

انہوں نے اس کمرے میں ایک عجیب منظر دکھا ہے۔

اور آپ نے۔ آپ نے نہیں دیکھا توہ منظر؟ اس

نے ہنسی۔

ہاں! میں بھی دیکھ چکا ہوں۔ محمود مسکرایا۔

تبا پھر آپ بے ہوش نہیں ہوتے؟

میرے بے ہوش ہونے کی رفتار ڈاؤنست ہے۔ محمود

نے کہا۔

اسی وقت اشتقاق نے آنکھیں کھول دیں۔

Malik ji

۴۶

یعنی دوسرے کمرے کے لیے میں تو ہی غسل خانہ تھا۔ ایک دن میں غسل خانے میں داخل ہوئی تو دوسرے کمرے میں کھینے والا غسل خانے کا دروازہ کھٹکا ہوا تھا۔ میں اسے بند کرنے کے لیے ہو آگے بڑھی تو میں نے بالکل ایسا ہی نظارہ دیا دیکھا۔ اور اس روز میں واقعی بے ہوش ہو گئی تھی۔

میں اشتقاق کے مزے سے نکلا۔ اسے محمود کے انداز سے کہے اس حد تک درست ہونے پر حیرت ہوئی تھی۔ ہم ابھی ہوٹل کے انکسپٹر کو بلاتے ہیں کہ کمرہ دہرے فون کا ریپورڈ اٹھایا اور انکسپٹر کے لیے کہا۔

پانچ منٹ بعد انکسپٹر اس کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے ناخوش گار لہجے میں ان کی طرف دیکھا اور بولا: "اب کیا ہے۔ کیا آپ دوسروں کو آرام نہیں کرنے دے سکتے؟"

"کب شوق سے آرام کریں۔ لیکن یہاں تو ایک بات سن کر۔"

"میں اپنے آرام کی نہیں۔ ان کے آرام کی بات کر رہی ہوں۔ اگلے کمرے کے مسافر کی طرف سے یہی بات۔ ہم نے ان سے باقاعدہ اجازت لی تھی۔ لا، ایس

"توہ اور بات ہے۔ لیکن آپ کو بے ہوش ضرور ہونا چاہیے تھا۔ محمود نے عجیب سے انداز میں کہا۔ اشتقاق بھی حیران ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ لڑکی نے بھی چونکا کر اس کی طرف دیکھا۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں مسٹر۔ اس نے پریشان ہو کر کہا۔

"یہ کہ آپ میرے اس ساقی سے زیادہ مضبوط اعضا کی مالک نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے جتنی عادت سے آپ کو بے ہوش ضرور ہونا چاہیے تھا، لیکن آپ نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے۔ اس لیے۔" محمود کہتے کہتے رک گیا۔

"اس لیے کیا؟" اس نے کھوتے کھوتے انداز میں کہا۔

"اس لیے۔ دوسرے کمرے میں جو نظارہ ہے۔ تو آپ کے لیے نیا نہیں۔ اس جیسا نظارہ آپ پہلے دیکھ چکی ہیں۔ یہی میں غلط کر رہی ہوں۔"

"حیرت ہے۔ آپ کے اس انداز سے پر۔ اس ذات پر۔ میں ایسا نظارہ پہلے بھی کر چکی ہوئی۔"

"آپ اس کی تفصیل سنا سکتی ہیں؟ محمود بولا۔

"ہاں! کیوں نہیں۔" وہاں ایک مرتبہ اس شہر میں پہلے ہی آئی تھی۔ مجھے ہو کر ہلا۔ اس کا غسل نماز مشرک تھا۔

Malik ji

انہوں نے انہی کو بلایا جلائے۔ چند منٹ بعد اسی نے
انہیں کھول دیں۔

"یہ کیا ہے؟" میں نے کیا دیکھا:
"جو آپ نے دیکھا۔ بالکل وہی ہم نے دیکھا۔ اشتقاق
اسی کے لیے میں بولا۔

"اب سوال یہ ہے کہ یہ سب کیا ہے۔ کیا ہم اس
کمرے کا دروازہ کھٹکتا ہیں؟"
"ہاں! یہ تو کرنا ہو گا۔"

"اوہ۔ تب تو ہمیں فوراً اس کمرے کے دروازے تک
پہنچ جانا چاہیے۔"
"ٹھیک ہے۔ آؤ۔"

تو باہر نکل کر مشرقی ٹوٹ کے دروازے پر آئے۔
عمود نے دنگ دی۔ ایک منٹ تک اشتقاق کوٹنے کے بعد
اس نے پھر دنگ دی۔ پھر دنگ دی۔ پھر دنگ پر وہ بے چین ہو گئے۔
"کیوں؟ یہ عجیب ہے۔" وہ کہتا ہے: "مسافر راکے نے بے چین
ہو کر کہا۔"

"یہاں ابھی آ رہے ہیں۔" عمود نے جلدی سے کہا: "ساتھ والے
کمرے میں داخل ہو گیا۔ اب جو اس نے روشن دہان
سے دوسرے کمرے میں جھانکا تو حیرت زدہ ہو گیا۔ کہہ

ہم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔"

"اب بتاب۔ یہ بات ٹھیک ہے؟"

"خیر۔ اب آپ لوگ کیا کہتے ہیں؟"

"ہم نے ساتھ والے کمرے میں ایک عجیب نظارہ
دیکھا ہے۔ ہم چاہتے ہیں۔ آپ بھی ایک نظر دیکھ لیں۔"
"اور ساتھ والا کمرہ وہی ہے؟" اس نے کہا۔

"بالکل وہی ہے۔ لیکن اس کا نظارہ اب وہ نہیں ہے۔"
"یہ نہیں۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ آپ نے اس کمرے
میں وہ نظارہ کس طرح دیکھا؟"

"میز کے اوپر کرسی رکھ کر اور پھر کرسی پر کھڑے ہو
کر اشتقاق مسکرایا۔"

"اوہ! انہی کے منہ سے نکلا۔ پھر اس نے گری ہوئی
کرسی آٹھا کر میز پر رکھی۔ اور اس پر کھڑے ہو کر
دوسری طرف دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے قدم بھی
ٹوٹ کر گئے۔ وہ دھڑام سے گر ا۔ اور بے ہوش ہو گیا۔"

"حیرت ہے۔ انہی صاحب بھی بے ہوش ہو گئے۔"
"مسافر کے منہ سے نکلا۔"

"انہوں نے بھی یہ نظارہ پہلی مرتبہ دیکھا ہے۔"
عمود مسکرایا۔

Malik ji

۳۵۰

یا کھلے غالی پڑا تھا۔ وہ ان لوگوں کے پاس آیا اور بولا،
”مکرہ غالی ہے۔“

”اوہ۔“ ان کے منہ سے نکلا۔

”لیکن یہ۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟“ انہی بکتر بولا۔

”کیا کس طرح ہو سکتا ہے؟“

”چند منٹ میں ہی وہ بکتر لگ گیا۔“

”یہ اتنا مشکل کام نہیں۔ بہر حال آپ اس دروازے کو کھول دیجئے۔“

بوٹل کی دوسری چابی سے دروازہ کھولا یا گیا اور وہ اندر داخل ہوئے۔ مکرہ بھائی جہاںیں کر رہا تھا۔ مسٹر تام لوٹ کا کہیں تام و نشان تک نہیں تھا۔ اور ان لوگوں نے جو نظارہ مکرے میں دیکھا تھا، وہ ان کی آنکھوں میں اب تک باچ رہا تھا۔

①

”آپ ایک کام کریں؟ محمود انہی بکتر کی طرف نظر دیا۔

”کیا؟“ اس نے کہا۔

”کاؤنٹر سے معلوم کریں۔ کیا انہوں نے مسٹر تام لوٹ

کو بوٹل سے باہر جاتے دیکھا ہے؟

”اچھا؟“ اس نے کہا اور فون کا دیسیور آٹھایا۔ ”ایک نمبر لکھا کر اس نے کہا۔“

”بیلہ جانی۔ کیا تم نے مسٹر تام لوٹ کو بوٹل سے باہر جاتے دیکھا ہے۔ اچھی چند منٹ پہلے؟“

”کیا کر رہے ہیں جناب۔“ وہ تو اپنے کمرے میں ہی ہیں۔ ابھی ابھی تو انہوں نے فون کر کے کچھ چیزیں منگوائی ہیں۔ اور پورا چیزیں لے کر یہاں سے اوپر کی طرف جا چکا ہے۔“

”برا۔ ابھی یہاں نہیں پہنچا۔ اور مسٹر تام لوٹ اپنے کمرے میں نہیں ہیں؟“

”ادھر ادھر ہوں گے۔ باتو دو مخ میں دیکھ لیں۔“

”باتو دو مخ کا دروازہ کھلا پڑا ہے۔“

”جیسا بات ہے؟ کوکر بلو۔“

”کیوں تو پچھلے دروازے سے نہ نکل گیا ہو؟ اشتقاق نے نیال الایا۔“

”اے! یہ بھی چیک کر بیٹے ہیں! اس نے کہا اور۔“

”دوسرا نمبر لکھا یا، پھر بولا۔“

”نیکو تا سم بول رہا ہوں۔ کیا آپ یہاں سے چند

Malik ji

۴۶۱

”بہت بہت شکریہ“

الیکٹرک نے فون کیا۔ تھوڑی دیر بعد تلاشی شروع ہو گئی۔ اس کام میں ایک گھنٹا لگ گیا، لیکن اس شخص کا کوئی سراغ نہ لگ سکا۔ اب وہ پھر ایک جگہ جمع ہوئے۔

”اب آپ کیا کہتے ہیں؟“ الیکٹرک بولا۔

”اگر اسے کسی دروازے سے باہر جاتے نہیں دیکھا گیا تو پھر وہ ضرور ہوٹل میں ہی موجود ہے۔“ محمود نے کہا۔

”وہ کیسے؟“ اب تو ہم تمام کہنے دیکھ چکے ہیں۔
”اس کے باوجود وہ کسی کمرے میں ہو سکتا ہے۔“
ایک آدمی دو کمرے بھی تو بک کر سکتا ہے۔
”میری معلومات کے مطابق۔“ مشرانام لوٹ لے ایک کمرہ ہی بیک کر آیا تھا۔

”اپنے لوگوں کے علم میں لائے بغیر بھی ایک آدمی وہ کمرے بک کر سکتا ہے۔“ محمود نے مزید بتایا۔
”وہ کیسے؟“ الیکٹرک نے حیران ہو کر کہا۔

”خاص کیسے۔“ ایک صاحب آئے۔ انھوں نے ایک کمرہ کرائے پر لیا۔ اس کمرے میں اپنا سامان رکھا، چٹائی

منڈ، پہلے کوئی صاحب باہر نکلے ہیں۔

”جی نہیں۔“ آدھ گھنٹے سے کوئی صاحب اس طرف سے باہر نہیں گئے۔ اس نے جواب میں کہا۔
یہ جواب سن کر وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

”میرا خیال ہے۔“ وہ شخص ابھی ہوٹل میں ہی کہیں چھپا ہوا ہے۔“ محمود نے کہا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“ وہ کہاں چھپ سکتا ہے؟
”کبھی دوسرے کمرے میں۔“ اشتیاق نے فوراً کہا۔

”وہ کیسے۔“ زیادہ تر کمرے کرائے پر چڑھے ہوئے ہیں، اور جو خالی ہیں۔ ان کے دروازوں پر تالے لگے ہیں، ان حالات میں وہ کبھی دوسرے کمرے میں کسی طرح ہو سکتا ہے۔“

”ہم بھی تو تھوڑی دیر پہلے ان کے کمرے میں تھے۔“ محمود نے لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

”آپ کا مطلب ہے۔“ اس نے آپ کی طرح کسی کمرے میں پناہ لی ہے۔“

”ان اس کے علاوہ ہم اور کیا کر سکتے ہیں؟“

”نہیں۔“ چیک کیسے پڑتے ہیں۔ لیکن کمرے بہت ہیں، مجھے اپنے ماتحتوں سے بھی مدد دینا ہو گی۔“

Malik ji

۴۴

"تو پھر آئیے۔ یہ کام شروع کرتے ہیں۔ انیکٹر بولا۔
 "اس کام میں کوئی دیر لگ جاسکتی گی۔ اس دوران
 اگر وہ اپنے کمرے سے نکل کر ہوٹل سے باہر نکل جائے تو؟
 "اس کا مطلب ہے۔ ہم اس کو تلاش نہیں کر سکتے۔
 انیکٹر نے حالیہ سائنہ انداز میں کہا۔
 "ضرور کر سکتے ہیں۔ ہوٹل سے باہر نکلنے کے کچھ
 دروازے ہیں؟ محمود نے پوچھا۔
 "صرف دو۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے۔ انیکٹر صاحب آپ ایک گھنٹے
 کے لیے دونوں دروازے بند کر دیں۔ اور یہ اعلان کر
 دیں کہ ایک خطرناک مجرم کو پکڑنے کے سلسلے میں ایسا کیا
 گیا ہے۔ کوئی بھی اعتراض نہیں کرے گا۔ اگر کسی کو
 کوئی بہت ضروری کام ہو تو چلتے ہم سے ملاقات کر
 لے۔ پھر پتلا جائے۔"

"رہت اجیہا ترکیب ہے۔ اس ہوٹل کے انیکٹر آپ
 کو دانا چاہتے۔ دیکھتے۔
 "شکریہ۔ مجھے ہوٹل کا انیکٹر لگے گا کوئی شہری نہیں
 ہے۔ گھر لے گا۔"

جذہ منٹہ میں انیکٹر قاسم نے یہ انتظام سہا کر دیا۔

جیب میں ڈالی اور ہوٹل سے نکل گیا۔ باہر جا کر اپنا
 طریقہ تبدیل کیا، پھر ہوٹل آیا اور ایک اور کمرہ کرائے
 پر حاصل کر لیا۔ اب وہ شخص ہوٹل میں موجود ہے۔
 اس کے پاس دو کمرے ہیں۔ وہ ایک کمرے سے نکل
 کر صرف چند منٹ میں دوسرے کمرے میں جا سکتا ہے
 اور اگر میک آپ کا باہر ہے۔ تو پھر تحلیل بھی تبدیل کر لے
 گا۔

"اوہ۔ اوہ۔ انیکٹر کے مزے حیرت کی زیادتی سے
 نکلا۔"

"ڈیل اوہ کے لیے شکریہ۔ محمود مسکرایا۔"

"ہر ملکتا ہے سڑک تمام فرٹ کا کوئی ساتھی پہلے سے
 یہاں موجود ہو اور اس نے وہ کمرے لے رکھے ہوں۔
 اب اس سے ایک کمرہ سڑک تمام لوٹ کو دے دیا ہو؟ اشفاق
 نے کہا۔"

"لیکن اب ہم یہ کس طرح جان سکتے ہیں کہ وہ کمرہ
 کد کون سا ہے؟ انیکٹر نے کہا۔"

"یہ کام مشکل اور تکلیف دہ ضرور ہے۔ ناممکن نہیں۔
 ہمیں خود ایک ایک کمرہ چیک کرنا ہو گا۔ لیکن کام لوٹ
 کو میک آپ کے باوجود ہم پہچان لیں گے۔"

Malik ji

۴۷

"آپ کا مطلب ہے۔ آپ نے میرے کمرے کا میز پر ایک انسان کے پیٹ کو چاک دیکھا تھا اور یہ ہے اعتراض باہر نکلی ہوئی تھیں۔"

"اں بالکل۔ اس لاش کا پیٹ چاک تھا اور اعتراض باہر نکلی ہوئی تھیں۔ لیکن آپ ہمارے سامنے کمرے میں تنہا داخل ہوئے تھے۔ آپ کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ پھر آخر کیا چک رہے؟"

"چکر بہت سیدھا سا اور صاف ستھرا ہے۔"

"چکر بھی کبھی سیدھے اور صاف ستھرے ہو سکتے ہیں۔"

اشفاق نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں کیوں نہیں۔ جب میں وضاحت کر رہا تھا تو آپ فوراً میری بات مان لیں گے۔ اس نے کہا۔"

"تو پھر وضاحت کر دیں۔ ہم اس وضاحت کے لیے بہت جلد جانیں ہیں۔"

"بہت جلد۔ آپ نے اپنے خیال میں واقعی ایک بہت بولناک منظر دیکھا تھا۔ لیکن داخل اس میں ہونے کی جگہ کو بھی نہیں تھی۔ اور اس کی وضاحت بہت کچھ نظر دینے کا دھوکا تھا۔"

"نظر دینے کا دھوکا کیا مطلب۔ کیا آپ پتلا دم کے

اب انہوں نے ایک ایکہ کمرے کے مسافرتی ملاقات شروع کی۔ بہت جبر آزما کام تھا۔ لیکن ان پر اس آدمی تک پہنچنے کا شوق سوار تھا۔ اس لیے یہ کام مشکل نہیں لگ رہا تھا۔ اب چونکہ پورے ہوٹل میں خطرناک مجرم والی بات سب کو معلوم تھی۔ اس لیے کوئی مسافر بھی اعتراض نہیں کر رہا تھا۔ اور پھر ایکہ کمرے کا دروازہ کھلتے ہی وہ دھک سے رو گئے۔ کمرے میں مشرقی لٹ اپنی اصل شکل صورت میں موجود تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی انہوں نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا اور چٹخنی لگا دی۔

"زندگی میں پہلی بار مدد دے حیرت محسوس کر رہا ہوں۔"

انہوں نے تمام لوٹ کی کواڑ کھنی۔

"مجھے صاف کر دیں کہ آپ کو مدد دے حیرت زدہ ہونے کی تکلیف دی؟ محمد بولا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔ تشریف دیکھئے۔ اس نے سسکا کر کہا۔"

وہ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"مشرقی لٹ۔ ہم نے آپ کے کمرے میں ایک بولناک منظر دیکھا تھا۔ آپ اس منظر کی کیا وضاحت کرتے ہیں۔"

انکیڑ تھام بولا۔

Malik ji

۳۸

ماہر ڈیرا۔

”نہیں۔ یہ اور معاملہ ہے۔ اس نے فوراً کہا۔
”کیا۔ آپ بنا کیوں نہیں دیتے؟ انیکٹر قاسم بے چین

تھا۔

”نہیں دراصل ایک بین الاقوامی مداری ہوں۔
”کیا! ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

آزمائش

”اضوں نے دیکھا، ان کے آٹھ ساتھی چلے آ رہے تھے۔
شوکی نے انہیں جلدی جلدی گن ڈالا، پھر بولا:
”آپ صرف آٹھ ہیں۔ اور چار ہم۔ بارہ ہو گئے۔
جب کہ ہماری مکمل تعداد چودہ ہے۔ دو کہاں رو گئے؟
”اُن! محمود اور اشفاق رحمان سے ساتھ نہیں ہیں۔ شاید وہ
کہیں لمبے الجھ گئے۔ ہر حال وہ بھی آ جائیں گے۔ چلے
تو تم یہ بتاؤ۔ کیا رو رہا ہے؟ انیکٹر جمشید نے جلدی
جلدی کہا۔

فادوق نے جلدی جلدی تفصیل دہرا دی۔
”اچھا تو پھر ان کے سروں کے نیچے چلنے والی آگ
بجھا دو۔“

”جی۔ کیا فرمایا۔ بجھا دیں۔“
”اُن! بجھا دو۔ ہم اس قسم کی کوئی تکلیف کسی

Malik ji

انسان کو نہیں دے سکے۔ آگ کا عذاب دینا افر تھائی
نے اپنے لیے مخصوص کر رکھا ہے۔ انھوں نے کہا۔
”اوہ۔ جب تو ہمیں معاف کر دیں۔ آفتاب نے گھبرا
کر کہا۔

”کوئی بات نہیں۔ یہ کام تم سے لاطمی میں ہوا ہے۔
انیکٹر کا مردان مرنا نے کہا۔

آگ بجھا دی گئی۔ لٹکے ہوؤں میں سے ایک لے کہا:
”آپ۔ آپ لوگ بہت نیک ہیں۔

”نیک تو خیر یہ چاروں ہی بہت ہیں۔ بس راز معلوم
کرنے کے لیے جے جین ہو گئے۔ وہ آکر کہاں ہے پروغیر
صاحب؟

”یہ دہ۔ میری جیب میں: انھوں نے کہا اور آکر
نکال کر ان کے سامنے کر دیا۔ وہ اس کو دیکھ کر زور
سے آچھلے۔

”ارے! یہ تو بالکل ویسا ہی ہے: ان میں کئی ایک
کے منہ سے نکلا۔

”بالکل ویسا کیسا: غاروق بولا۔

انھوں نے دوسرا آکر نکال کر ان کے سامنے کر دیا۔
سب نے دیکھا۔ ان میں کوئی فرق نہیں تھا۔

”ہم اپنی اپنی کمائی بعد میں منائیں گے۔ پچھلے ان
پادروں سے بات کر لیں: انیکٹر جمشید ان کی طرف بڑھے:
”ہاں جیسی۔ اس آئے کے بارے میں کیا کہتے ہو؟
”کچھ بھی نہیں: وہ ایک ساتھ بولے۔

”اگر تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تو
پھر یہ تمہارے پاس کیوں تھا؟

”یہ ہمارے پاس نہیں تھا۔ گھاس پھوس میں بڑا
تھا انھیں۔

”ہاں! یہ ٹھیک ہے۔ لیکن یہ گرام میں سے کسی کی
جیب سے ہی ہو گا۔ یا پھر۔ یا پھر۔ غاروق کہتے کہتے
رک گیا۔

”کیا ہو گیا ہے جیسی: فرزانے جھٹکا کر کہا۔

”یا پھر اس مرنے والے کی جیب سے ہی تو گر
سکتا ہے۔

”اوہ ہاں۔ بالکل یہی بات ہے۔

”پھر ایسی ہی خیال ہے۔ تم لوگ اس آگے لے جاؤ
میں کچھ نہیں جانتے۔“ انیکٹر کا مردان مرزا نے استغرا کر کہا

”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بالکل: غاروق بولا

”ٹھیک ہی کر دہا ہوں۔ اب میں تم سے یہ جیسا

Malik ji

یہ کیا مطلب؟

"میں دراصل انھیں خوش فہمی میں مبتلا کر کے یہاں سے رخصت کرنا چاہتا تھا۔ اور ایسا نہیں کر چکا ہوں۔ اب فادوق اور آصفت ان کا کامیاب تعاقب کریں گے اور معلوم کریں گے کہ یہ کہاں جاتے ہیں اور کیا کرتے ہیں۔" وہاں ہو جاؤ جی اور یہیں لوٹ کر آنا ہے۔

"آپ نے میرا اور آصفت کا نام لیا ہے نا؟ فادوق بولا۔

"ہاں! جن کا نام لیا، وہی چلے جائیں۔ باتوں کا وقت نہیں ہے انھوں نے سرد آواز میں کہا۔

دونوں دوڑ پڑھے۔

"اب تم لوگ بتاؤ۔ میں نے فادوق اور آصفت کو کیوں بھیجا۔ جب کہ گروپ فادوق اور آصفت کا تھا۔

"تاکہ آصفت اپنی کارگزاری سنا سکے۔ اور اخلاق اپنی "فرحت سے خوراک لے۔

"بہت خوب! یہی بات ہے۔ میں نے سوچا اگر یہ ایک گروپ کو بھیج دیا تو اس گروپ کی کارگزاری نہیں سنی جاسکے گی۔

لیکن فادوق اور آصفت بے چارے تو سارے مالک

ہوں۔ اگر ہم تم لوگوں کو جھڑ دیں تو تم کہاں جاؤ گے؟

"اپنے اپنے گھر۔ ایک نے کہا۔

"کیوں۔ کیا اپنے اس بارشانی کو یہ نہیں بتاؤ گے کہ تم لوگ کیا کچھ کر آتے؟ انیکٹر جھینڈ ہوئے۔

"ہاں! یہ ضرور بتائیں گے! ایک نے فوراً کہا۔

"بہت خوب۔ بس ہمیں یہ بتا دیں کہ مشرب بارشانی سے کس طرح ملاحظات کرو گے۔

"ملاحظات کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم فون کریں گے۔ دوسرے نے کہا۔

"اب تم یہ نہیں کر سکتے کہ تم لوگوں کو فون نمبر معلوم نہیں۔ بس وہ نمبر ہمیں بتا دو۔ پھر تم آزیاد ہو۔

"یہ وعدہ جوتا ہی ہو سکتا ہے! ایک بولا۔

"نہیں۔ ہم جبراً وعدہ نہیں کرتے۔

"ٹھیک ہے۔ ان کا نمبر ۹۶۲۱۱۱ ہے۔

"بہت بہت شکریہ۔ ان لوگوں کو کھول دیا جائے۔

انیکٹر جھینڈ لے کر کہا۔

"انھیں کھول دیا گیا۔ اور پھر وہ دہلی سے دوڑ پڑے۔

"اب یہ دل ہی دل میں خوش ہو رہے ہوں گے کہ ہمیں خوب سب سے وقت ملایا۔"

Malik ji

۲۸۳

نہیں من میکیں گے:

”بیب وہ لوٹ آئیں گے تو انہیں تفصیل سنا دی جائے گی۔“

”تو کیا اب ہم لوگ ایک دوسرے کی کاغذ بازی کی تفصیل سنیں۔“

”یکس بیسی۔ ابھی محمود اور اشتاق نہیں لوٹے۔“ پروفسر داؤد بولے۔

”اے جانے دو کب لوٹیں۔“

”لیکن ہمیں ان کا اشتہار تو کرنا ہی ہو گا۔“ خان دھان نے کہا۔

”تب پھر اس طرح تو ہمیں غارتی اور آصت کا بھی اشتہار کر لینا چاہیے۔“

”یہ اس وقت ایک کان چاڑ دینے والا دھمکا ہوا وہ روز کر رہ گئے۔ پھر سبیل کر انیکٹر جمیڈ نے کہا:

’اؤ! یہ کڑا کر دو دوڑ پڑے۔‘

سب ان کے پیچھے دوڑے۔ بے تحاشا دوڑتے ہوئے وہ ایک ہلکے رنگ کے اور پھر انہوں نے ایک ہولناک منظر

دیکھا۔ چار آدمیوں کے بدنچے اڑ گئے تھے۔ ان کے جسموں کے ٹکڑے اہم اہم کچھ بے ہوش تھے۔ غارتی اور

آصت ان سے کافی فاصلے پر بالکل بے ہوش پڑے تھے: ”یہ اس لیے ہج گئے کہ ان سے ابھی کافی فاصلے پر تھے۔ اگر یہ ان کے نزدیک پہنچ گئے ہوتے تو ہمیں ان کے جسموں کے ٹکڑے تلاش کر کے جمع کرنا پڑتے۔“

انیکٹر جمیڈ بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

”لیکن اس دھمکے کا مطلب تو یہ ہے کہ دشمن ہمارے اس پاس ہی کہیں موجود ہے۔“

”ہاں! یہ پھر خود انہوں نے اپنے آپ کو ہم مار کر ختم کیا ہے۔“

انہوں سے چادوں طرف کا جائزہ لیا، لیکن وہ دور تک کسی کی موجودگی کے آثار نظر نہیں آئے۔ آخر انہوں نے غارتی اور آصت کو آٹھایا اور مرکز کی طرف پل

پڑے۔ وہ ابھی تک بے ہوش تھے۔

”ہمیں دشمن کے حملے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔“ مرکز میں پہنچ کر خان دھان بولے۔

”کیا مطلب تو پروفسر داؤد خود آ بولے۔“

”ان چادوں میں اتنی ہمت نہیں ہو سکتی کہ خود کو ہم مار کر ہلاک کر دیں، اگر انہیں ایسا کرنا تھا تو یہ لوگ یہ کام یہاں کرتے، تاکہ ان کے ساتھ

Malik ji

۴۰۰

”پاکل خاموش رہتا ہے۔ انہیں جھنڈ تک پہنچ جانے دو۔“ پہلی گھڑا کسانا دی۔

اوم خان رحمان اور ان کے ساتھی بدیشان ہو گئے کہ آنے والے کون ہیں۔ کہیں محمود اور اشفاق تو نہیں ہیں۔ اگر وہ جھنڈ میں چلے آئے۔ اور ہمد آدوس نے جان لیا کہ وہ ان کے ساتھی ہیں۔ تو سارا دغا می منصوبہ ناکام ہو جائے گا۔ انہوں نے نظریں اس سمت میں گڑا دیں۔ آنے والے ابھی بہت دور تھے اور کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ کون ہیں۔ آخر وہ نزدیک آ گئے۔ اب انہوں نے ان دونوں کو دیکھا۔ اور اپنی سنی گم ہوتی محسوس کی۔



”آپ کا کہنا ہے کہ آپ ایک مداری ہیں۔ یعنی لوگوں کو حیرت انگیز کرتے ہیں۔ دیکھا کہ پیسے کاتے ہیں۔ محمود کے لیے میں حیرت تھی۔

”میں عام قسم کا مداری نہیں ہوں۔ مجھے تو بڑے بڑے بدو گروہوں میں اپنے کمالات دکھانے کا موقع

ملا ہے۔ اس نے کہا۔

”لیکن ہم نے جو دیکھا۔ اس کی کیا وضاحت ہے؟“ آپ نے جھلا کیا دیکھا تھا۔ وہ بولا۔

”یہ کہ ایک شخص کا پرٹ چاک تھا اور وہ آپ کے کمرے کی میز پر مردہ پڑا تھا۔“ اور میں کمرے میں کہاں تھا۔ وہ مسکرایا۔

”آپ ہمیں نظر نہیں آتے تھے۔ ہم نے بھی اندازہ لگایا کہ اس شخص کو آپ نے قتل کر دیا ہے۔ اور خود قتل خانے میں جا کر اپنے ہاتھوں وغیرہ پر لگ جانے والے ٹخن کو دھو رہے ہیں۔ لیکن جب ہم دنگ دی تو آپ نے دروازہ نہیں کھولا۔ ہمیں بوتل کی چابی سے دروازہ کھولنا پڑا۔ لیکن کمرہ بالکل خالی تھا۔ ہم اور جی حیران ہو گئے۔ پھر کافی کوشش کے بعد دم نے آپ کو تلاش کر ہی لیا۔ اور اب آپ کو رہے ہیں کہ جو کچھ ہم نے دیکھا۔ وہ نظروں کا دھوکہ تھا۔ آخر یہ کس طرح ممکن ہے۔“

”اچھا۔ تو پھر میں آپ کو وہی نکلاد۔ ایک بار پھر دیکھا دیتا ہوں۔“ اس نے کہا۔

اور ان کے سامنے فرش پر لیٹ گیا۔ بہت

Malik ji

۳۹۱

پھر تڑپنا کہ اس کے کمرے سے بھل آئے۔ ان کے پیچھے مشاعرہ لڑکی باہر آ گئی۔ اسے اس کے کمرے تک پہنچا کر وہ جوش سے بھل آئے۔

"اب ہمیں مرکز پہنچنے کی فکر کرنی چاہیے۔ اشتاق بولا۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے گا۔"

پھر ایک ٹیکسی میں مرکز کی طرف روانہ ہوئے۔ اچانک محمود زور سے چڑکا۔

"جی اشتاق۔ ہم ایک بات بھول گئے۔"

"اور وہ کیا؟ اشتاق جلدی سے بولا۔

"اگر مشرقی نام لوٹ صرف ایک بلدی ہے۔ تو ہونٹ بھاد میں اس کے پاس دو کمرے یکوں ہیں۔ اور دوسرا کمرہ اس کے لیے کسی نے ٹیکہ کر دیا۔"

"اور اُن۔ باتیں۔ یہ تو بہت اہم معلوم ہے۔"

اور اس کا مطلب ہے۔ نام دت ضرور نکلا۔ پھر میں ہے۔ ہم نے نفس کی۔ جو اس کے کرتب کے چکر میں پڑ گئے اور اس کی نگرانی کا بھالہ دل سے نکل گیا۔ بلکہ اب تو میں یہ جی سمجھتا ہوں کہ اس نے یہ کرتب جان اور مرکز شروع کیا تھا۔ اس نے

۳۹۰

سے کھڑا اٹھا دیا۔ پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو پیٹ کے درمیان میں رکھ کر دائیں بائیں زور لگایا۔ فوراً انھوں نے دیکھا۔ اس کی آئیں باہر نکل آئیں اور وہ لڑ کر وہ گئے۔ ساتھ ہی اس نے قہقہہ لگایا۔

"دیکھ لیں۔ بالکل وہی نظارہ ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں کہ بالکل وہی نظارہ ہے۔ لیکن یہ کیا ماجرا ہے؟"

"یہ آئیں مستحضر ہیں۔ جلد کے رنگ کے پلاسٹک بیگ میں انھیں بند کر کے پیٹ کے ساتھ چپکا دیا جاتا ہے۔ پلاسٹک بیگ درمیان میں سے کھل بھی سکتا ہے اور بند ہی ہو جاتا ہے۔ یہ دیکھیے۔"

یہ کہہ کر اس نے آئیں پیش اور بیگ کے کھلے سروں کو آپس میں ملا دیا۔ اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"معاف سمجھیے گا سڑھام ڈٹ۔ آپ تو واقعی بہت کام کے ٹوپی ہیں اور ضرور اپنے فن کے ذریعے بہت دولت کما رہے ہوں گے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں۔ اس نے فوراً کہا۔"

"آپ۔ آپ یہ کام مجھے نہیں سکھا سکتے! انیکڑھام بولا۔ محمود اور اشتاق نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا۔

Malik ji

۴۹۲

اس کا مطلب ہے۔ وہ قرار ہو گیا۔ محمود بڑبڑایا۔
 "اے! مجھے بے ہوش کرنے کے بعد وہ یہاں کیسے
 رک سکتا تھا؟ اس نے کہا۔

"اور اس نے آپ کو بے ہوش کس طرح کیا؟
 "شاگرد بتانے کے چکر میں۔ اس نے کہا تھا۔ کہ
 چلتے ہیں اس کی آزمائش پر پورا آئیں۔ پھر وہ خود گریس
 لگا کر مجھے شاگرد بنا سکتا ہے یا نہیں؟

"ہوں! پھر اس نے آپ کی آزمائش کس طرح کی؟
 "ایک ڈومال منگھا کر۔ اس نے کہا تھا کہ اگر میں
 وہ ڈومال سوگھ کر بے ہوش نہ ہو گیا تو مجھے اپنا
 باقاعدہ شاگرد بنا لے گا۔

"ہم سمجھ گئے۔ اچھا جواب۔ اب ہم چلتے ہیں۔" محمود
 نے کہا۔

وہ انیکٹر قاسم سے نزاحت ہو کر باہر نکل آئے۔
 اب ہسٹل میں ٹوک کر کیا کرتے۔

اب ہم مرکز کا رخ کیسے پھرتے ہیں۔ یہی مناسب
 ہے۔

"اے۔ لیکن۔ میں جھوک سہی کر رہا ہوں۔" اشفاق
 ہلکایا۔

اندازہ لگا لیا تھا کہ اب ہم چپ کر اس کی نگرانی کریں
 گئے۔ یا پھر اس کے کمرے سے باہر ہونے والی باتیں
 سن لی ہوں گی اور یہ چال چلی۔ لیکن سوال یہ ہے
 کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔ کیا وہ ہمیں پہچانتا تھا اور
 یہ سارا چکر اس نے اپنا پیچھا چھڑانے کے لیے کیا تھا؟
 "ہم اب بھی اس کو چیک کر سکتے ہیں۔ ابھی تو ہم
 اس سے زیادہ غاصبے پر نہیں ہیں؟ اشفاق جلدی سے بولا۔
 "ہوں ٹھیک ہے۔ آؤ۔ واپس چلیں۔" محمود نے کہا اور پھر
 انیکسی ڈرائیور کی طرف ہوا۔

"ڈرائیور صاحب۔ ہم جس جگہ سے بیٹھے تھے۔ ہمیں واپس
 وہیں لے چلیے۔"

"بہت بہتر" اس نے کہا اور انیکسی موڑ دی۔

آخر دونوں پھر ہسٹل پہنچ گئے۔ وہ سیدھے اوپر پہنچے،
 تمام نوٹ اپنے چپٹے کمرے میں نظر نہیں آیا۔ وہ
 دوسرے کمرے تک پہنچے۔ کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ اور
 فرش پر انیکٹر قاسم بے ہوش پڑا تھا۔ تھوڑی دیر کی
 کوشش کے بعد انیکٹر قاسم ہوش میں آ گیا۔ انھیں دیکھ
 کر ہنہ سسکایا۔

"وہ مجھے بھی دھوکا دے گیا۔"

Malik ji

”آؤ۔ ہوٹل بہار سے ہی کھانا کھاتے ہیں۔
 ”نہیں۔ اب یہی اور ہوٹل سے کھانا کھائیں گے۔“

اشفاق نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

دونوں ایک شان دار ہوٹل میں داخل ہوئے۔ انھوں نے شان دار قسم کے کھانے کا آرڈر دیا اور ڈش کر کھایا۔ پھر محمود نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور دھک سے وہ نکلا۔

محمود کی جیب میں بٹوہ نہیں تھا۔ اور شاید ٹیکسی ڈرائیور کو بل ادا کرنے کے بعد بٹوے کو جیب میں ڈالتے ہوئے نیچے گرا بیٹھا تھا۔

”یار اشفاق۔ آج بل تم ادا کر دو۔ میرا بٹوہ کہیں گر گیا ہے۔“

”مركز سے چلتے وقت سفر خرچ آپ کو ملا تھا، مجھے نہیں۔ میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔“

”اب صرف ایک ہی طریقہ رہ گیا ہے۔ محمود نے کہا۔
 ”اور وہ کیا؟“ اشفاق جلدی سے بولا۔

”یہ کہ ہم ہوٹل کے کسٹمیکر کی جیب پر ہاتھ صاف کر دیں؟“

”اسے باپ دے۔ پیچ۔ چوری۔“ اشفاق گھبرا گیا۔

”لیکن۔۔۔ تو بہت خطرات ہو جائیں گے۔“

”کوئی نہیں ہوگی۔ تم سید سے اس لیے آدمی کے پاس جاؤ اور اس کا بٹوہ جیب سے نکال لاؤ۔“

”وہ۔۔۔ وہ بھلا مجھے کیوں نکالنے دے گا؟ اشفاق نے گھبرا کر کہا۔

”بہت شریف آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اسے آدمی شریف ہی ہوتے ہیں۔“

”اں؟ یہ تو سیر ٹھیک ہے۔ میں بھی شریف ہوں۔“ اشفاق نے شرار کر کہا۔

”تو پھر جاؤ نا۔ جاتے کیوں نہیں؟“

”یہ۔۔۔ کام آپ کیوں نہیں کر لیتے۔“

”دیکھو بھائی اشفاق۔ جھوک نہیں لگی ہوئی تھی۔ یہ کام بھی تم کرو گے۔“

”اچھا۔ لیکن اگر میں پکڑا گیا تو مجھے الزام دے دیجیے گا۔“

”فکر کرو۔ میں الزام دیتے ہیں۔ بہت لمبے ہیں۔ محمود مسکرایا۔

Malik ji

ایک آواز گونجی :

• حاضرین - میں لوگوں کو کمالات دکھا کر روزی کما رہا ہوں - اگر آپ اجازت دیں تو ایک حیرت انگیز کمال آپ لوگوں کو بھی دکھا دوں گا - آپ نے اتنا حیرت انگیز کمال پہلے کبھی نہیں دیکھا ہو گا :

• سب لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے - ادھر ان دونوں کے بیروں تلے سے زمین نکل گئی ایکوں کا یہ آواز تمام گٹ کی تھی - اور پھر انہوں نے اسے دیکھ بھی لیا - وہ ان سے کافی فاصلے پر بیٹھا تھا - اسی وقت میرا ان کے قریب آ گیا -

• "بل لے آؤ جی - لیکن ذرا جلدی -"

• "او کے سرے اس نے کہا اور چلا گیا -"

• "فرور ضرور دے جے تھاڑ آواز ہی اُبھرے -"

• یہ جو سامنے ایک صاحب بیٹھے ہیں - میں ان کی جیب سے بڑھ اسی طرح نکال لکھا ہوں کہ خود انہیں کمانوں کا نمبر نہیں ہو گی - کیا خیال ہے - یہ کمال دکھایا جائے گا :

• "خود کہیں نہیں آگے رہے -"

• "نہیں جباب - آپ اسی طرح بیٹھے رہیے - جیب کی

اشفاق اپنی بیگ سے اٹھا اور اس کی طرف بڑھنے لگا - اس کا منہ دوسری طرف تھا - نہ جانے کیا بات تھی - اشفاق اس کی طرف بڑھتے ہوئے بہت خوف محسوس کر رہا تھا - ادھر محمود کی نظریں اشفاق پر بھی تھیں اور وہ محسوس کر رہا تھا، اس نے اسے پیچ کر غلطی کی تھی - یہ کام اسے خود کرنا چاہیے تھا -

لیکن دوسرے ہی لمحے وہ حیرت زدہ ہو گیا - اشفاق بہت خوب صورتی سے لڑکھڑاکر اس سے ٹکرایا تھا - بیل کی سرعت سے اس کا بڑھ اشفاق کی جیب میں چلا گیا - وہ چند قدم آگے بڑھ گیا اور پھر اپنی سبز کی طرف پلٹ پڑا - اس کے گزری پر بیٹھتے ہی محمود نے کہا :

• "بہت خوب - تم نے کمال کر دیا اشفاق - میں تمہیں اتنا باہر چور نہیں سمجھتا تھا -"

• "اور اچھا ہی کرتے تھے - اب ہمیں بل ادا کر کے فوراً یہاں سے نکل جانا چاہیے - ورنہ یہ لہا آدمی فوراً تم پر ٹپک کرے گا -"

• "اں ! یہ بات تو ٹپک ہے - محمود نے کہا اور میرے کو اشارہ کیا - میرا ان کی طرف بڑھا ہی تھا کہ دل میں

نکلیں

۶

۵۵

Malik ji

۳۵۵

اشفاق گھبرا گیا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر
بند سیکڑا بند نکال دیا۔ ہاتھ میں بٹورہ موجود تھا۔
"اے۔۔۔ اے کیا۔۔۔ یہ تو واقعی میرا بٹورہ ہے؟" لہا آدھی
چلایا۔

"یہی میرا کمال ہے۔ اگر آپ لوگوں کو پسند آیا ہو تو
انعام دے سکتے ہیں۔ ورنہ نہیں۔"

لوگ جلدی جلدی آٹھنے لگے اور ہمام لوٹ کی میز پر
لوٹوں کا ڈیسر لگ گیا۔ ادھر پیرا ان کے سر پر آکھڑا
ہوا۔ اب وہ اس بٹورے میں سے تو اسے کچھ دے
نہیں سکتے تھے۔ لہذا اشفاق نے بٹورہ لیے آدھی کی فٹن
اچھل دیا۔ اور جیب سے کچھ نوٹ نکال کر بیرے کی
پلیٹ میں ڈال دیے۔ بیرے نے شکر یہ ادا کیا اور وہ
اٹھ گئے۔

باہر نکلتے ہی انھوں نے اپنی رفتار بڑھا دی۔ اور
ہوٹل سے دور جا کر ٹرے پر گئے۔ لیکن وہاں انھیں انعام
کا رد تھا۔

"اشفاق! ہمساری جیب سے رقم کیسے نکل آتی؟ تم
نے پوچھا۔"

"میں نے کام نوٹ کا ہر دو گرام ہاپٹے ہی جیب میں

فشتر ہاتھ ڈالے ہائے۔ میں یہیں بیٹھے بیٹھے آپ کی
جیب سے نکال لوں گا؟"

"یہ۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"
ہو گا۔ آپ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہو گا۔ نظر
دکریں۔"

اس نے نہ ہی سز میں کچھ بڑبڑانا شروع کیا۔ او
پھر قریباً دو منٹ بعد اس نے اپنا ہاتھ فضا میں فور سے
ڈال دیا۔ خود ہی اس نے کہا:

"نکل گیا۔ بٹورہ اس کی جیب سے نکل گیا۔"

"یہ۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کئی آوازیں ابھریں۔"

"میکوں جو کیوں نہیں سکتے؟ تمام نوٹ نے کہا۔"

"ہم آپ کے ہاتھ میں وہ بٹورہ نہیں دیکھ رہے؟"

"وہ میں نے ہوٹل کے ڈال میں ہی کسی دوسرے کی
جیب میں ڈال دیا ہے۔ تمام نوٹ نے شروع آواز میں
کہا۔"

ادھر محو اور اشفاق کا حال چٹکا تھا۔

"اوہ۔ اوہ۔۔۔ لوگ چلتا ہے۔"

"اے۔۔۔ خطاب۔ بٹورہ آپ کی جیب میں ہے۔ نکال لے۔"

بٹورہ۔

Malik ji

۵۰۰

باتر ڈال کر کچھ ٹوٹ اُتار دیا اندر بٹوسے سے نکال
لیے تھے۔

”جی واہ۔ یہ دعویٰ نا بات، محمود بخوش ہو گیا۔

”لیکن اب ہم اس وقت مرکز کی طرف نہیں جا سکیں
گے۔ پچھلے تمام ٹوٹ کو چیک کر لیں۔ اب تو ہماری تقریباً
میں ہے۔

”ٹھیک ہے۔

وہ تمام ٹوٹ کا انتظار کرتے رہے۔ آخر وہ باہر نکل
آیا۔ اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ وہ پچھلے ہی سے ایک
ٹیکسی پکڑ چکے تھے۔ تعاقب شروع ہو گیا۔ اور قریب
نصف گھنٹہ تک جاری رہا۔ آخر اگلی ٹیکسی ایک مکان
کے سامنے رک گئی۔ تمام ٹوٹ اُتر کر اس مکان میں داخل
ہو گیا۔ وہ جی ٹیکسی سے اُتر آئے۔

”اب کیا کریں؟ اشتاق ہو۔

”اللہ دے اور بندہ لے۔ ہم بھی مکان میں داخل
ہوں گے۔

دونوں آگے بڑھے اور مکان کے دروازے پر
پہنچ گئے۔ محمود نے پڑ سکون انداز میں دستک دی۔
ایک منٹ بعد ایک بوڑھے آدمی نے دروازہ کھول دیا

”مشرعام ٹوٹ میں۔

”جی۔ مشرعام ٹوٹ۔ یہاں اس نام کا کوئی آدمی نہیں
رہتا۔ اس نے جہان ہو کر کہا۔

”شاہد نام کے سٹیج میں کوئی غلط فہمی ہو گئی۔ وہ
ایک لمبے قد کے آدمی ہیں۔ سانولے رنگ کے۔

”اوہ اچھا۔ آپ لوگ منصور مرزا کی بات کر رہے
ہیں؟ اس نے کہا۔

”ہمیں تو انہوں نے اپنا نام تمام ٹوٹ ہی بتایا تھا۔
”وہ اوٹ پلاگ قسم کے نام رکھتا رہتا ہے۔ پھر آپ
لوگ آئیے۔ میں بتا دیتا ہوں۔

وہ اس کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ اور پھر ڈرائنگ
روم میں تمام ٹوٹ داخل ہوا۔ انہیں دیکھ کر مسکرایا۔

”اب یہاں کس لیے آئے ہو۔ تم نے دیکھ لیا کہ میں اس
طرح پہنچ گیا ہوں۔

”آپ کا طریقہ کار تو خیر ہم جان گئے۔ اب کیا کیل تو
ہر کوئی دیکھ سکتا ہے۔

”مگر مطلب۔ ہر کوئی کہہ طرح دیکھ سکتا ہے۔
مجھے میں حیرت تھی۔

”آپ نے صرف موقع سے فائدہ اُٹھایا۔ کون کر رہا ہے

Malik ji

۵۱۲

ساتھی کو بڑھ نکالتے دیکھ لیا تھا، لیکن اگر میرا ساتھی ایسا
 نہ کرتا تو اس صورت میں بھی ایسا کمال دیکھا جاسکتا ہے۔
 ”وہ نہ تو کیسے؟ تمام لوٹ نے حیران ہو کر کہا۔

”اس کے لیے صرف دو ساتھیوں کی ضرورت ہے۔ نہ
 بڑھ اڑانے نہ کوئی خطرہ مول لینے کی۔ آپ کے ایک
 ساتھی کی جیب میں ایک بڑھ ہو گا۔ دوسرے کی جیب
 خالی۔ آپ خالی جیب واسے کو مخاطب کر کے کہیں گے
 کہ میں آپ کی جیب سے بڑھ نکال کر کسی گلاب کی
 جیب میں منتقل کر دیتا ہوں۔ جب کہ بڑھ پہلے ہی اس
 آدمی کی جیب میں ہوتا ہے۔ اور اس طرح آپ کافی
 دولت کما لیتے ہیں۔ ہوٹل بھاد میں بھی آپ کے ساتھی
 موجود ہوں گے۔ کیوں ٹھیک ہے نا۔“

”تمام لوٹ ساکت رہ گیا۔ آخر اس نے کہا:

”ہاں! بالکل ٹھیک ہے!“

”بہت بہت شکریہ کو آپ نے تسلیم کر لیا۔“

”لیکن آپ لوگ میرے پیچھے کیوں پڑے ہو گئے ہیں۔“

ہوٹل بھاد سے بھی بچے آپ لوگوں کی دہر سے ٹھکرا پڑا۔

”وہ۔ وہ ایک مجبوری ہے۔“ محمود بولا۔

”کیسی مجبوری؟“

”آپ جاہانی ہیں۔“

”وہ ایک لمحے کے لیے چہرہ ساکت رہ گیا۔ آخر اس نے کہا:

”اچھا تو پھر؟“

”جاہانی دھڑا دھڑا اس شہر میں کیوں جمع ہو رہے

ہیں۔“

”پہ۔ پناہ نہیں۔ حکم ہی ملا ہے۔“

”یہ حکم دینے والا کون ہے؟“

”یہ حکم مرزا غلامرضا کا تھا۔ اس نے کہا۔

”اس کے علاوہ آپ ہمیں کیا بتا سکتے ہیں؟“

”اور کچھ نہیں۔ میں اپنے ٹھکانے میں بھی ایک ہادی

ہوں۔ یہاں بھی میں نے ہادیوں کا کام شروع کر دیا ہے،

میں اکثر یہاں آتا رہتا ہوں۔ جب بھی یہاں آتا ہوں،

ہادیوں کا کام شروع کر دیتا ہوں۔ یہی اور کوئی بات نہیں۔“

انہوں نے سوچا۔ وہ ٹھیک رہی کہ راستہ۔ تمام

جاہانیوں کو راز تو نہیں بتایا جاسکتا تھا۔ وہ بھی ان میں سے

ایک تھا۔ یہ سوچتے ہی محمود نے کہا:

”اچھا جناب۔ ہمیں اجازت دیجیے۔ ہم نے آپ کو

پریشان کیا۔ آؤ ہمیں ملیں۔“

وہ لوگ آٹھ کھڑے ہوئے۔ تمام لوٹ انہیں چھوڑنے

ماہنامہ

دروازے تک آیا ۔

" یہ مکان آپ کا ہے ؟ محمود نے مہمزی انداز میں پوچھا ۔

" نہیں ۔ یہ میرے دوست کا ہے ۔ " یہ وہ

بچوں ہی کو دروازے سے باہر نکلے ۔ تمام لوٹنے

دروازہ بند کر دیا اور فون کی طرف بھاگا ۔

ادھر محمود اور اشفاق نے ایک ٹیکسی لی اور مرکز کی

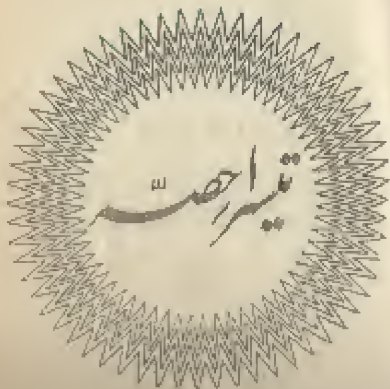
طرف دروازہ پر گئے ۔ مرکز سے کچھ فاصلے پر وہ ٹیکسی سے

اُترے ۔ اور آگے بڑھنے لگے ۔ اچانک محمود ٹھٹک گیا :

" خیر تو ہے ؟ " اشفاق چونکا ۔

" مم ۔ نہیں ۔ خطرے کی بو محسوس کر رہا ہوں ۔ "

Mailik Ji



Malik ji

سمند پر رشک

"خانِ رحمان۔ اب کیا کریں۔ اگر یہ دونوں ان کی زد پر آ گئے تو حملہ آور ان کے ذریعے ہمیں سامنے آنے پر مجبور کر دیں گے۔" انپکڑ جمشید نے سرگوشی کی۔

"جمشید۔ تم محمود کو کوئی خفیہ اشارہ دے دو۔" وہ اُن ! یہ ٹھیک رہے گا۔ انپکڑ جمشید نے کہا اور پھر مزے سے ایک خاص آواز نکالی۔ دوسرے ہی لمحے انھوں نے محمود اور اشفاق کو چپٹے دیکھا۔

"اے۔۔۔ یہ دونوں بیٹے کیوں گئے؟ دشمنوں میں سے کسی نے کہا۔ ان لوگوں کو بھی دشمن نظر نہیں آ رہے تھے اتنا ہم آوازوں کی مدد سے وہ اندازہ ضرور لگا سکتے تھے۔ کہ وہ کسی جگہ موجود ہیں۔

"وہ صرف بیٹھے ہی نہیں گئے۔ اب انظر بھی نہیں آ رہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے۔" ایٹ لگتے ہیں۔

بالائے سر دیا تو ہے نام اس کا آسمان

زیر پر آگیا تو یہی آسمان زمیں

اقبالؒ

Malik ji

۵۰۰

والی آواز گونجی۔ لیکن جواب نہ ملا۔

”یہ کیا ہو رہا ہے۔ کہیں ان لوگوں کو گھیرتے گھیرتے خود ہم تو نہیں گھر گئے۔ اورو۔ تھ۔ آکر کیا یہ لوگ جھنڈ سے نکل کر ادھر ادھر پھیل چکے ہیں۔ اور اب یہ ہیں۔ ہم ان کے گھیرے میں ہیں“ انہماج کے گھبراہٹ بھری آواز سنائی دی۔

”خود میں بات ہے نہ کوئی بولا۔

”تب چہرہ میں اب اس جھنڈ کو اپنا موردِ بنا لینا چاہیے۔ ورنہ وہ ایک ایک کر کے ہمیں ختم کر دیں گے۔“

دوسرے ہی لمحے انھوں نے حملہ آوروں کو ہاتھوں طوط سے جھنڈ کی طرف آتے دیکھا۔ اب وہ ان کا زور پر تھے۔ انھوں نے آواز دیکھا نہ سنا۔ فائرنگ شروع کر دی۔ وہ تڑپا تڑپا گرتے چلے گئے۔ صرف چند سیکنڈ میں میدان ان کے ہاتھ تھا۔

”گھمور۔ تم خبریت سے تو ہوتے غائب دھماکا بے چین ہو کر بلند آواز میں ہوئے۔

”ہاں انکل۔“ افسردہ دہریں۔ ہم دونوں بالکل خبریت سے ہیں۔

”اور ان چہرے کو کیا بنا۔“

”ٹھیک ہے۔ تم میں سے دو ان کی طرف جائیں۔ اور انھیں قابو کر کے لے آئیں؟“
”او کے سر نہ کھا گیا۔

انھوں نے اپنے مورچے میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ جیسے کرا رہے ہوں۔ اب کیا کریں۔ لیکن وہ اختلاف کرنے کے سوا کچھ ہی کیا سکتے تھے۔

پھر پانچ منٹ گزر گئے۔

”کہاں رہ گئے تم۔ ان دونوں کو قابو میں کیا یا نہیں اب تک۔ حملہ آوروں کے انہماج کے آواز گونجی، لیکن ان کی طرف سے کوئی جواب سنائی نہ دیا۔“ انکل کا سر ان پر زور سے ہلکا رہا۔ دوسروں کے چہروں پر بھی مسکراہٹ کے چھل مل گئے۔

”اس طرح کام نہیں چلے گا۔ تم میں سے چار جائیں۔ انہماج ختم کیا۔

”اُن کے سر۔“

چار آدمیوں کو محمود اور اشفاق کی طرف گئے پانچ منٹ گزر گئے۔ تو ادھر سے کوئی آواز آئی۔ نہ حملہ آوروں کو کوئی جواب ملا۔

”اب تم چاروں کہاں مر گئے جا کر۔“ انہماج کی جھنڈ

Malik ji

بدی ہی وہ ہوش میں آئے۔ لیکن پھر گھٹے کے بعد
انہوں نے اداۃ نگار کا انہیں کچھ ہی معلوم نہیں ہے۔

پھر انیکٹر جمید ہوئے۔

”تم لوگ مرتد ہو۔ ہم تم لوگوں کا کام تمام کرنا چاہتے
ہیں، لیکن اگر تم اسلام قبول کرو۔ تو ہم تم لوگوں کو
چھوڑ سکتے ہیں۔ تم لوگوں کو اس بات پر ایمان لانا
ہوگا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ
کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نبوت کا دواۃ ہمیشہ ہمیشہ
کے لیے بند ہو گیا۔“

وہ سوچ میں ڈوب گئے، پھر ایک منہ کہا:

”نہیں۔ مرنا بابائی ہی تھا۔ ہم اس کی نبوت سے
انکار نہیں کر سکتے۔“

”اس صورت میں تم لوگوں کو مرنا ہو گا، کیونکہ تم
کی مزا اسلام میں نکل ہے۔“

”کوئی پھندا نہیں؟“ وہ بولے۔

اب انہیں گولی سے ڈالنے کے سوا کوئی چارہ نہیں
تھا۔ انہوں نے ان کے سروں میں گولیاں ڈال دیں، ان
کے لاشے تھوڑی دیر توڑے اور پھر ساکت ہو گئے۔

”میرت ہے۔ آدمی بھوٹ پر بھی ڈٹ سکتا ہے۔“

”چھپے کے چھپے۔ بے ہوش پڑے ہیں۔“

”وہ کیسے؟ ان میں سے کئی ایک کے منہ سے نکلا۔“

”وہ اس طرح کہ ہم میں جگہ چھپے ہوئے ہیں۔“

اس جگہ بہت سے نوکیلے پتھر موجود ہیں۔ اس ہنم نے چھ
پتھر ان کی طرف اچھالے تھے۔ اور کچھ بھی نہیں کیا۔

”لیکن کیسے۔ پہلی مرتبہ تو غیر تم دو پتھر پھینک سکتے
تھے۔ لیکن دوسری مرتبہ چار آدمی تھوڑی طرف بڑھ رہے
تھے۔ ملاحظہ نے اعتراض کیا۔“

”تو ہمارے بھی چار ہاتھ ہیں۔ دو انہیں۔ محمود مسکرایا۔“

”اور دونوں ہاتھوں سے اچھالے گئے پتھر بھی نشانے
پر لگے۔“

”ہاں! اس بات پر مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔“

اشفاق کا نشانہ بھی بہت اچھا ہے۔

”خیر۔ اب ان لوگوں کو اٹھا کر کمز میں لے آؤ،
اگر یہ کچھ بتا سکے تو ٹھیک۔ ورنہ ان کو بھی گولی کا نشانہ
بنا دیا جائے گا۔“ انیکٹر جمید ہوئے۔

”گولی کا نشانہ بتانے سے پہلے ان لوگوں کو اسلام قبول
کرنے کی دعوت دینی چاہیے۔“ انیکٹر کا دل من مڑا ہوا ہے۔

”اوہ ہاں! واقعی۔“

Malik ji

۵۱۲

تھے اور اس وقت اگر فرصت کے کچھ لمحات میسر آتے تو
تم لوگوں کو باتوں سے پیٹ بھر لے کر اجازت دے دی
جاسکتے گی۔ انیکٹر کا مران مرزا نے منہ بنایا۔

باتوں سے بھی جھلا کبھی پیٹ بھرا ہے۔ مکمل بول پڑا۔
" تو پھر اپنی رُوح بھر لیتا؟ فرزا نے منہ بنایا۔
" رُوح بھی نہیں بھرے گی۔ کیوں کہ جیسی رُوح دیے
فرشتے۔ فرصت نے فوراً کہا۔

" آپ۔ آپ کتنا کیا چاہتی ہیں۔ میں سمجھا نہیں۔
مکمل نے پریشان ہو کر کہا۔
" کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔ آصفت گنگنا یا۔

" ہماری رُوحیں بہت پاک صاف ہیں۔ اور فرشتوں کے
بارے میں تو ہم کوئی بات سوچ بھی نہیں سکتے۔ مکمل
نے براہِ سامہ بنایا۔

" یعنی ہمیشہ۔ ان لوگوں نے تو تعدادی باتوں پر کان
نہیں دیا۔ خان رحمان ہنسنے۔

" کان ہوں تو دھری تا انیکٹر ہمیشہ جھوٹ کو لالے
" اٹکل۔ " آپ اپنی گواہیں ہمیں دے دیں؟ فرزا
شکراتی۔

" ہر سولے کی ساتوں کی بات نہیں ہر دہی۔ خان

" ہاں! شیطان کا یہی تو کام ہے کہ لوگوں کو جھوٹ پر
بھی کھٹے کرنے پر تیار کر دیتا ہے۔ اسلامی جنگوں پر
خود گرد۔ (ابو جہل جیسے لوگ عقل ہو گئے۔ اور تھے غفلت
پر۔ صاف ظاہر ہے۔ شیطان انہیں آخر وقت تک یہی
بتاتا رہا کہ تم غفلت پر نہیں جو۔

" ہوں۔ " تو ہوا۔ اب پہلے ان لاشوں سے چٹکا کاوا
حاصل کرنا ہو گا۔ اس کے بعد ہمارے مجلس جے گی۔ تمام
گر وہوں کی کارگزاروں پر خود کر کے کوئی نتیجہ نکالنے کی
کوشش کی جائے گی۔ انیکٹر کا مران مرزا بلدی بلدی بولے۔
" بالکل ٹھیک۔

لاشوں کو ایک کھائی میں چھینک دیا گیا۔ اب ان
سب نے اپنی اپنی کارگزاری نکالی۔ خود سے پوری تفصیل
سنی گئی۔ آخر خاموشی چھا گئی۔ جب خاموشی کو پورا ایک
منٹ گزر گیا تو خاموشی حیران ہو کر بولا۔
" کمال ہے۔ ہم نے پورا ایک منٹ خاموشی سے گزار

دیا۔ "۔
" تب تو یہ کارنامہ تعدادی زبان کا کیا جانے گا؟
" مران میری نہیں۔ آنا۔ اور مکمل کی زبانوں کا بھی۔
" پہلے ہم نتیجے پر خود کریں گے، پھر کوئی فیصلہ کریں

Malik ji

دھماکا مچا گئے۔

”نہیں جیڑی۔ اب تم ان کے آگے بند نہیں باندھ سکتے؟“
پروفیسر دادو نے نفی میں سر ہلایا۔

”خیر پروفیسر صاحب۔ ایسی بات بھی نہیں۔ بند تو ہیں
ایک سیکڑے میں باندھ سکتا ہوں؟ وہ بولے۔

”اس کا مطلب تو یہ ہے انکل۔ آپ بند باندھنے
میں بہت ماہر ہیں، شوکی نے حیران ہو کر کہا۔

”د جانے کیوں۔ مجھے ایک بہت بڑی کمی کا احساس
ہو رہا ہے۔ فرناز نے چونک کر کہا۔

”کس کمی کا۔ بلدی بتاؤ۔“

”انکل منور علی خان؟ اس لئے خود آگیا۔

”انکل منور علی خان؟ ان سب کے منہ سے ایک ساتھ

بگلا۔

ادھر پھر محنت کا سلسلہ طاری ہو گیا۔

”واقعی۔ ان کا خیال ہمیں بہت دیر بعد آیا۔“

”وہ اس وقت تو تیار تھے۔ جانے کسی جنگل میں
ہوں گے۔ کیا کہا جاسکتا ہے۔“ انیسٹر حکم ان مہمانوں

سہرہ آہ بھری۔ فرحت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

”ایک فرحت۔ تم تو روئے ملیں۔“

”اب۔ بویاؤ آگئے۔ وہ بولی۔

”دل چھوڑنا نہیں کرنا چاہیے۔ اس مہم میں وہ بھاری
ساتھ نہیں تو کیا ہوا۔ آئندہ سہی۔“

”ہاں! ہم نتیجہ نکال رہے ہیں۔ پروفیسر دادو نے
موتی پا کر کہا۔

”میں عرض کرتا ہوں۔ تمام گروپوں کی باہر گزاری کے
بعد نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہمارے پاس دو مبادئہ نکون نما

آئے ہیں۔ جن کے بارے میں پروفیسر صاحب کا بیان
ہے کہ وہ ریوٹ کنٹرول آئے ہیں۔ لیکن یہ کس چیز

کو کنٹرول کرتے ہیں، ہمیں نہیں معلوم۔ دوسری چیز ہوٹل
غماروں میں مہذا غاسر کی جگہ بارشانی کام کر رہا تھا۔

ہوٹل میں ایک کنٹرول روم تھا۔ اس کے ذریعے وہ
اپنے کام کرنے والوں کو کنٹرول کرتے رہے ہیں۔

اب بارشانی مریچکا ہے۔ ایک جاہلی کام لوٹ ہے۔
اسے کوئی اہمیت حاصل ہے یا نہیں۔ ہم کچھ نہیں جانتے۔

آسمان سے گرتی ہوئی ایک چیز دیکھی۔ نیچے گرنے پر وہ
لنگ مرکا۔ ایک ٹیٹ ثابت ہوئی۔ لیکن جب تین

بات یہ کہ جس جگہ ٹیٹ گرا تھا۔ اسی جگہ کوئی گڑب
نہیں پڑا۔ نہ کوئی نشان بنا۔ گویا وہ ٹیٹ روٹی کا

Malik ji

۵۱۶

”کیوں۔ جانے کو کیا ہے۔ کیوں نہیں جاسکتے۔ انپکڑ
بھید مسکرائے۔

”اب غادوق اور آفتاب ہمیں دلوں تک کبھی طرح لے
جاسکتے ہیں۔“

”اور ہاں واقعی۔ یہ تو ناممکن سی بات ہے۔ شوکانے
خود کہا۔

”ہرگز نہیں۔ یہ ناممکن سی بات نہیں ہے۔ غادوق
نے بڑا مان کر کہا۔

”ہاں! میرا بھی یہی خیال ہے۔ آفتاب بول اٹھا۔
”کیا خیال ہے۔ یہ بھی تو بتاؤ نا؟“ فرحت نے ہل
کر کہا۔

”زیادہ جلتے جھٹنے کی کوشش دکھو۔ ابھی ہمیں بہت
کام کرنا ہے۔“ نصرت نے اسے گھورا۔

”تم اپنی فکر کو؟“ فرحت نے تڑسے کہا۔
”بس جی۔ ابھی یہ باتیں نہیں۔ اس غادوق تم

نے کیا کہا ہے۔ یہ بات ناممکن ہی نہیں! انپکڑ کاموں
مردا جلدی سے بولے۔

”ہاں کل انہیں نے جیسا کہا تھا۔
”آخر کیسے۔ سمندر میں کوئی ٹو میٹروں کے نکالت تو

تھا۔ لیکن وہ سنگ مرمر کا تھا اور اس کو دو آدمیوں
نے اٹھ کر اٹھایا تھا۔ اس جہت کے بارے میں ہم
یقیناً باکے ذریعے امد گاہ سے رپورٹ لے سکتے
ہیں۔ یہ لوگ۔ یعنی ہمارے دشمن ہمیں ہر حال میں
نعمت کر دینے پر تیار ہوتے ہیں۔ اور سب سے آخری
جز ہے۔ سمندر میں لاپنج۔ لاپنج پر موجود جابانی۔
لیکن۔ پھر لاپنج تو سمندر میں موجود نلی۔ جابانی اس پر
نہیں تھے۔ یہ بات قدرے عجیب ہے۔ یہاں تک کہ
انپکڑ کامران مرزا خاموش ہو گئے۔

”قدرے کیوں کیوں۔ بہت عجیب کیوں نہیں۔ نمٹو لولا۔
”قدرے اس لیے کہ شاید اس لاپنج پر غوطہ خوری کے
لباس موجود رہے ہوں اور وہ ان کو پسینے کو سمندر میں
اُتر گئے ہوں۔ لیکن اگر لاپنج پر غوطہ خوری کے لباس
نہیں تھے تو پھر یہ بہت عجیب بات ہے۔ وہ لوگ کہاں
گئے۔“

”میرا جی چاہتا ہے۔ سارا کام چھوڑ کر سمندر میں
ہم اس جگہ چلیں۔“ خانہ و خانہ بول اٹھے۔

”لیکن افسوس۔ ہم اب اس جگہ تک کس طرح جاسکتے
ہیں؟“ فرحت نے حسرت سے لہجے میں کہا۔

Malik ji

118

کہا اور آپ لانچ وغیرہ پر جائیں گے۔ فادائق نے کہا۔
کہا۔

• نصیب اپنا اپنا: فرست شروع انداز میں بولی۔
• لیکن اگلے۔ یہاں ایک اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ شوکی
نے کچھ سوچ کر کہا۔
• میری بات میں اور تمہیں اعتراض نظر نہ آئے۔ یہ کیسے
ہو سکتا ہے؟ فادائق نے اسے گھورا۔
• یہ بات نہیں۔ کوئی اور یہ بات کرتا تو میں یہاں ہی
کہتا: شوکی نے جلدی سے کہا۔

• اچھا خیر۔ تم بھی اپنا اعتراض پیش کرو۔
• ہوا کے رخ کا کیا کریں گے۔ جس وقت یہ لوٹے
تھے۔ برا ان کے مخالفت تھی یا موافق؟
• موافق۔ دونوں نے ایک ساتھ کہا۔

• اگر اب مخالفت ہوئی تو کیا کریں گے؟ شوکی بولا۔
• یہ بھی کچھ مشکل نہیں: انیکڑ جیٹھو شکوے
• جی۔ کیا فرمایا۔ کچھ مشکل نہیں۔ لیکن کیسے؟ شوکی نے
جواب نہ کوئی کہا۔

• "بھئی ہم ان کی افتاد دونوں طرف سے فٹ کریں
گے۔ اور اس کا فرق دیکھ لیں گے۔ اس کے مطابق

گئے ہوتے ہوتے نہیں دیکھیں بولا۔

• بات دراصل یہ ہے۔ لیکن کہ تم عقل سے بالکل پیدل
ہو۔

• اور۔ اچھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا۔ لیکن گہرا گیا۔

• پھر قریبی۔ میں نے کہا ہے۔ پہلے کام کی بات
انیکڑ جیٹھو سر آواز میں بولے۔

• میں عرض کرتا ہوں۔ ہم ساحل سے اس جگہ تک
تیر کر گئے تھے۔ اس وقت تو خیر ہمیں نہیں معلوم تھا
کہ کہاں تک جانا ہے۔ لیکن واپسی پر ہمیں معلوم تھا
کہ کہاں تک جانا ہے۔ اس لیے جب ہم نے تیرنا شروع
کیا تو گھڑی پر وقت دیکھ لیا تھا۔
• اسے ان کے ذمے جھکا۔

• یہ ہوئی نہ بات؟ خان رحمان چپکے۔

• واقعی۔ ماننا پڑتا ہے۔ ہر دیکھ دافو بولے۔

• گویا تم اتنا ہی وقت تیر کرے کہو گے کہ ہے
وہ جگہ۔ انیکڑ جیٹھو سوچ کے انداز میں بولے۔

• جی ہاں بالکل۔

• میرا خیال ہے۔ یہ تجربہ کر ہی لینا چاہیے۔

• اس۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ہمیں تیر کر جانا ہو

Malik ji

۵۶۰

ان سے تھیروا لیا جائے گا:
"بھئی داد۔ یہ تو ریاضی کا سوال بن گیا۔ آصف نے
کہا۔

"ہاں: اب سوال یہ ہے کہ کب چلا جائے؟
"ابھی اور اسی وقت: انپکڑ کامران مرزا نے کہا۔
اسی وقت ان کے سروں پر سے لڑا کا لیا دے گئے
گرج کے ساتھ گزرو گئے۔

"نہ جانے بیگال کیا کر کے رہے گا:
"اگر انعام کی حکومت جا بانوں کے خلاف کوئی قدم
ڈاٹھاتی تو بیگال اس پر حملہ د کرتا:
"لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اب ان کے حملے
میں تیزی آتی جا رہی ہے۔ فرحت رزاراتی:

آخر وہ ساحل کی طرف رواں ہوئے: لیکن ساحل
سے بہت پہلے انھیں طغری کے جوانوں نے روک لیا:
"آپ لوگ آگے نہیں جا سکتے:
"کیوں خباب۔ آگے کیا ہے؟

"ابھی تھوڑی دیر پہلے سمندر میں بھی رڑائی چھوڑ چکی
ہے۔ اور اب بیگال سے تینوں سارڈوں پر رڑائی ہو
رہی ہے۔ ہری: نقضانی اور: بحری۔

"اوه: لیکن ہمارا تو ساحل پر پہنچنا بہت خودری
ہے۔

"ناممکن۔ آپ لوگ ساحل کی طرف نہیں جا سکتے۔ وہاں
تو اب آگ برس رہی ہے۔

"ہوں۔ اچھا فیروز: انپکڑ جیشید نے کہا اود بیچے ہٹ
آئے۔

"یہ کیا ہوا۔ اس طسرج تو ہمارا پروگرام دھرا کا
دھرا رہ جائے گا۔ آصف نے کھوئے کھوئے اغاڑ میں
کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ ہم جنگ کے دکنے کا انتظام کریں
گئے: ہر دینسر صاحب: بوئے ر

"نہیں ہر دینسر صاحب۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ ہمیں حدود
میں جانا ہے۔ ہر مال میں جانا ہے۔

"مل۔ لیکن کیسے۔ کوئی راستہ۔

"یعقوب: ہا۔

"یعقوب: ہا: اسان ہیں: راستا نہیں جیشید: فلان: ہا

چکے۔

وہ شہری حدود میں آئے۔ اور یعقوب: کہہ کون کیا۔

"ہم ساحل پر جانا چاہتے ہیں۔

Malik ji

۵۲۴

”سائل پر تو اس وقت موت کا پہرہ ہے۔“

”میں دراصل سائل سے آگے سمندر میں جانا ہے۔“

انکیٹر جمشید نے کہا۔

”کوئی صورت نہیں۔“

”کیوں۔ کیا سیل کا پڑ کے ذریعے بھی ہم سمندر میں نہیں اتر سکتے؟“ انکیٹر جمشید بولے۔

”اس میں بھی احتمالی درجے کا خطرہ ہے۔ سیل کا پڑ کو بحری جنگل جیسا ذروں پر لگی لیادہ ممکن تو ہیں گرا دیں گا۔ دوسرے یہ کہ اگر سیل کا پڑ پنج کو سمندر کے اوپر پہنچ بھی جائے تو کیا آپ لوگ پانی پر چلیں پھر میں گئے۔“

”ہم نے یہ باتیں نہیں سوچیں۔ خیر ہم خود کریں گے۔ اور پھر آپ کو بتائیں گے۔“

”خود کر کے جی چکے حاصل نہیں ہو گا۔ جنگ بند ہونے تک آپ کو انتظار کرنا پڑے گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آپ سمندر میں کیوں جانا چاہتے ہیں؟“

”آپ کے سمندر پر ہمیں شک ہے۔ انھوں نے شکرا کر کہا۔“

”کیا کہا۔ سمندر پر شک۔“

”اگر حالات ایسے ہی ہیں۔“

”پتا نہیں آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ ہر حال میں ایک تجویز پیش کر لے کی پروڈیشن میں فروغ ہوں۔“

”بہت اچھی بات ہے۔ تجویز کیا ہے؟“

”سائل سے آگے سمندر میں پہنچنے کا ایک دوسرا طریقہ ہے۔ اور وہ ہے پہاڑی رات۔ دوسری طرف میں پہاڑ ہیں۔ آپ کو ان پہاڑوں پر چڑھ کر دوسری طرف اترنا ہو گا۔ باقی رہا سوال لایچ وغیرہ کا۔ تو ان حالات میں میں آپ کے لیے کوئی انتظام نہیں کر سکتا۔“

”بہت بہت شکریہ۔“ انکیٹر جمشید بولے۔

”اور شکریہ کس بات کا ادا کر رہے ہیں آپ؟“ یعقوب نے کہا۔

”اس بات کا کہ آپ دوسرے لیے ان حالات میں کوئی انتظام نہیں کر سکتے۔ لیکن آپ نے میں ایک رات تو بھی ہی دیا ہے۔“

”تمت۔“ تو کیا آپ پہاڑ کی طرف سے جاؤں گے،

”ہاں! جانا ہی ہو گا۔“

”نہا۔ نہیں۔ آپ نہیں جانتے۔ پہاڑ بہت خطرناک ہے۔ اس پر کوئی ماہر کوڑ پیا بھی جڑھ سکتا ہے۔“

Malik ji

۵۱۲

”اور ہمارے بارے میں بھی یہ خیال نہ کیا جائے۔“

زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ اس صدمہ میں ہم جان سے ناتھ دھو بیٹھیں گے، تو کیا ہوا، موت تو ایک دن آ کر رہے گی۔“

کوہ بیانی کا لباس پہنا گیا۔ چہرہ ہلک پر ہلک ٹھونکی جانے لگی۔

”میری ایک اور تجویز ہے: ایسے میں غرور کے مزہ سے بھلا۔“

”بتا دو تم بھی کوئی حرق نہیں“ غامق نے کہا۔

”ہم سب مل کر تھوڑی تھوڑی اونچائی طے کرتے جائیں، شاید پہلے آہا جان اور انکل تھوڑی اونچائی پر پہنچیں۔ پھر ہم لوگ دہاں۔ اسی طرح آگے۔“

”بھوکوں پر چڑھتے ہوئے انیکٹر جمشید اور انیکٹر کلام ان مرزا کافی اونچائی پر پہنچ گئے۔ اب حسام رحمان نے دھبے میں روئے کا آنکڑہ باندھا اور ان کی طرف اوجھال عیا۔ انھوں نے آنکڑہ دبوچ لیا۔ اور اس آنکڑہ کو بھتر میں گاڑ دیا۔ چہرہ ہلے۔“

”طمان رحمان۔ پہلے تم کیچنگ کو سنبھالی کا اندازہ لگا

اور دوسری طرف اُترنا تو اور بھی مشکل ہو گا۔“

”ہم بھی تھوڑی بہت کوہ بیانی کر لیتے ہیں۔“ انیکٹر جمشید نے کہا۔

”تھوڑی بہت سے کام نہیں چلے گا۔“

”آپ اس کی نگر داریں اور یہ بتائیں۔ ہم کوہ بیانی کا سامان کہاں سے حاصل کر سکتے ہیں؟“

”اس کا اختتام ابتر نہیں کر سکتا تمہوں۔“ یعقوب با نے کہا۔

”چلیے یہی کر دیں وہ مسکرائے۔“

اختتام میں یعقوب با نے کئی گھنٹے لگا دیے۔ آخر وہ پہاڑ کے دامن میں پہنچ گئے۔

”سب سے پہلے ہمیں اور انیکٹر جمشید اوپر جائیں گے،

اگر ہم چوٹی پر پہنچ گئے تو پھر باقی لوگوں کو آنے کی دعوت دی جائے گی، ورنہ نہیں۔“ انیکٹر کلام ان مرزا ہلے۔

”آپ لوگ تو میرے پہنچ جائیں گے۔ لیکن میں سوچ رہا ہوں۔ بے چارے شرمی برادرز اور چودھیر انکل کا کیا ہو گا۔“

”میں اتنا کمزور نہیں ہوں۔“ چودھیر داؤد نے اعلان

کیا۔

Malik ji

۵۲۱

لیکن پتھروں سے باتیں نہ شروع کروینا۔ فرحت بول
اٹھی۔

”بھروسہ لگاؤ تم سے فرحت اچھی طرح نہ فائدہ لے اسے
”مکا دکھایا۔

”خبردار۔ ہم اس وقت باتیں ہرگز نہیں کریں گے،
دو دن بیماری طاقت کم ہو جاسے گی اور اس وقت ہمیں
بیوردی طاقت کی ضرورت ہے۔“

”ابید کیا خیال ہے۔ پتلے کون جائے گا۔“

”سب سے پتلے نیچے ہیں جاؤں گا۔ اور سب سے
آخر میں آپ۔ ان کا حوصلہ بڑھانے کے لیے آپ کا یہاں
ٹھہرنا بہت ضروری ہے۔“ انیکٹر کامران مرزا نے کہا۔
”پتلے توں ہی سہی۔“

آنکڑہ بیماری طرح پھاڑ کے سر پر گھڑ دیا گیا اور
پھر در درمیری طرف چھینک دیا گیا۔ انھوں نے دسے
کو نیچے ٹپک سنبھلے دیکھا۔ پھر انیکٹر کامران مرزا نے
دسے دونوں ہاتھوں میں تھاما اور اس پر بھینٹے گئے۔

ان کے پھینکنے کی رفتار کافی تیز تھی۔ اوپر سے دیکھنے
والوں کو خوف شبہوں پر رہا تھا کہ وہ اب کسی آئینے
ہوئے یا شہر سے ٹکرائے کو اب ٹکرائے۔ لیکن وہ بغیر

لو۔ پھر بادی بادی اوپر آنا شروع کر دو۔ اور لوں۔
ہیں اب یہاں ٹھہرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہمیں آگے
کی تیاری شروع کر دینی چاہیے۔ تاکہ پھر آپ لوگ
درم پھینک سکیں۔“
”اچھا ٹھیک ہے۔“

اور اس طرح مسلسل چڑھائی جاری رہی۔ پھاڑ
واقعی دشوار گزار تھا۔ مگر ان سب کے حوصلے اس قدر
جواں تھے کہ دشوار گزاری دم توڑ گئی۔ اور وہ دس
گھنٹے کی مسلسل کوشش کے بعد چوٹی پر پہنچ گئے۔
اب جو انھوں نے نیچے دیکھا۔ تو پھر ہی سی آگئی۔
آنکھوں میں خوف دوڑ گیا اور پیروں تلے سے پھاڑ ٹپکتا
شعور ہوا، لیکن انھوں نے جلد ہی خود پر قابو پا لیا۔
”نیچے آؤ۔ زیادہ مشکل ثابت نہیں ہو گا۔ کیوں کہ
اب ہم چوٹی پر آنکڑہ گھاڑ دیں گے۔ اور ایک ایک
کو کے آرتے پتلے جاؤں گے۔“ انیکٹر کامران مرزا پھر کوشش
نیچے میں ہوئے۔

”اور راستے میں پتھروں سے ٹکرائے دل بھلائے
پتلے جاتیں گے۔“ فائدہ تو ٹکرایا

”ٹکرائے ہی رہتا ہے شک اور دل بھی بھلائے رہتا۔“

Malik ji

۵۶۸

بھیلتے چلے گئے۔ لیکن پھر اچانک انہیں دُک چانا پڑا۔
ان کی آنکھوں میں خون دوڑ گیا۔ رستے کو ایک ہاتھ سے
تھام کر انہوں نے دوسرا ہاتھ جیب میں ڈالا اور ہینول
نکال لیا۔ کوئی شخص نیچے سے اوپر آ رہا تھا۔

آوارہ لاپٹخ

چند لمبے لمبے وہ ٹھنکی باز رستے اوپر آئے شخص کو دیکھتے
رہے... وہ اپنی دھن میں مست اوپر چلا آ رہا تھا... ایک
پر ایک ٹھٹھکتا اور ایک ایک قدم اوپر رکھتا، پتھروں
سے روتا جھگڑتا برابر اوپر آ آ چلا گیا... وہ رستے کی
بالکل سیدھ میں نہیں آ رہا تھا... ورنہ کبھی کا رستے
کو بھی دیکھ لیتا اور انہیں بھی... وہ رستے سے چند
گزر دور تھا... لیکن چونکہ انپکنٹر جمفید اوپر تھے...
اس لیے انہوں نے اسے دیکھ لیا تھا، پیچھے سے آنے
والا اوپر ادھر ادھر آسانی سے نہیں دیکھ سکتا
تھا۔

اچانک انپکنٹر کمران مرزا کا دل بہت زور سے دھڑکا،
ہینول انہوں نے پھر جیب میں رکھ لیا... ان کے منہ
سے بے ساختہ نکلا۔

Malik ji

۵۲

اللہ

نہیں اس کی ضرورت نہیں پڑے گی... چلے تم نیچے لہر جاؤ۔

پھر میری طرف پھینک دینا؟

اوپر ہاں! یہ تمہیں دے گا؟

اوپر اوپر موجود ان کے ساتھی جہاں تھے کہ وہ کس

سے باتیں کر رہے ہیں... حاصلہ زیادہ ہونے کے سبب

وہ منور علی خان کو پہچان نہیں سکے تھے... ہاں! یہ

انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ کوئی آدمی نیچے سے اوپر

آ رہا تھا... وہ دیکھ کر ان سے باتیں کرنے لگ گیا

ہے:

پھر انہوں نے انسپٹر کامران مرزا کو تیزی سے نیچے جاتے

دیکھا... دوسرا آدمی اپنے جگہ پر رک گیا تھا... آخر انسپٹر کامران

مرزا نیچے جا اترے... انہوں نے اسے منور علی خان کی

طرف کر دیا... انہوں نے ایک باغیچہ سے جگہ کو بھٹا اور

دوسرے سے اسے پکڑنے کی کوشش کی... تیسری کوشش

پر رسا ان کے ہاتھوں میں آ گیا... اوپر کھڑے ہوتے

ساتھیوں کو جہاں کہ منور علی خان تھے انہیں ایک اشارہ

نہیں دیا تھا، لہذا انہوں نے ابھی اترنے کی کوشش

میں کی تھی، مگر پھر منور علی خان ان سے

پاس پہنچ گئے... پھر اوپر والوں کی آمد کو سلسلہ شروع

ہوا، جو آتے گیا، منور علی خان کو دیکھ کر انہیں پھینک

ہ گواڑ پیچے سے آنے والے کے کان میں پڑ

گئی... اس نے چونک کر اس سمت میں دیکھا اور پھر ان

انکھوں میں بھی جھرت دھڑ گئی... مزے سے آواز نکلی،

”کامران مرزا تم... آؤ منور علی خان کے

سوا کسی کی نہیں جو سکتی تھی۔

”ہاں میرے دوست... میں... لیکن میں تیرا بہن

ہمارے ملاقات کمال ہو رہی ہے۔

”میں ہم قدرت کی مہربانی کر سکتے ہیں... کیا بالکل تنہا

ہو کامران مرزا؟ منور علی خان بولے۔

”نہیں... سب لوگ اوپر چوٹی پر موجود ہیں۔

”اور تم نیچے کیا کرنے جا رہے ہو؟

”ہم یہیں کو نیچے جانا ہے... باری باری انہیں گئے۔

”اس کا مطلب یہ ہوا کہ میری اب تمہیں کی عنت ضائع گئی۔

”یہ تو نہیں کہا جاسکتا... ہو سکتا ہے... تم نیچے رہنے کی

مرورت میں کسی اور سمت میں نکل جاتے۔

”نیچے صرف محمد ہے۔

”تمہاری گمانی ہم سب آگئے ہیں... اب نیچے کا سفر

کیسے شروع کیا جائے... تمہیں دوبارہ کہیں نیچے کی طرف متوجہ

پڑیں گی؟ انسپٹر کامران مرزا بولے۔

Malik ji

گیا... جہاں رحمان کی باری آئی تو چلا اٹھے۔

”یہ کیا... میں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔“

”یہ خواب نہیں حقیقت ہے۔“

بچہ پارٹی تو اٹھیں دیکھ کر کھل ہی اٹھی۔

”ہم... میں نے دعا کی تھی... کہ اس سفر میں آپ

ہمارے ساتھ ہو جائیں۔“ فرحت نے آنکھوں میں آنسو

لا رہے ہوئے کہا۔

”تبی اللہ نے تمہاری دعا سن لی نہ پردیسر دلوں

سکرائے۔“

آخر میں انپکڑ جھشید اترے... اور منور علی خان کی

طرت دیکھ کر مسکرائے۔

”میں اب یہی سمجھ گیا تھا کہ یہ ضرور آپ ہوں

گئے۔“

”لیکن سوال تو یہ ہے کہ آپ سب یہاں کیا کر رہے

ہیں... جہاں تک میرا خیال ہے... ان پھاڑوں کے

دوسری طرت انعام کی حکومت ہے۔“

”اے! تمہارا خیال ٹھیک ہے منور علی خان... بیٹے

تم سناؤ... یہاں کیسے پہنچے۔“ انپکڑ کامران مرزا بولے۔

”جی ایک دوست ملک کے چنگل میں ان کی اجازت

سے شکار کھیل رہا تھا... پھر وہاں سے بھری جہاز میں سوار

ہوا، لیکن جہاز پر ایک ہم آ کر گرا... اس کے پدے

اڑ گئے... مسافر سمندر میں بہ گئے... میں جہاں جولاہا

پہنچ گیا... کھڑی کا ایک بڑا تختہ میرے ماتھے لگ

گیا تھا... درخت شاید میں اس وقت پھیلوں کی خوراک ہی

رہا ہوتا... انھوں نے جلدی جلدی کہا۔

”اب ہم مختصر طور پر اپنی کہانی آپ کو سننا چیتے

ہیں۔“ انپکڑ جھشید مسکرائے۔

منور علی خان بغور ان کی کہانی سننے رہے... پھر

بولے۔

”گویا ہم اس وقت سمندر میں اس جگہ جا، چاہتے

ہیں... جہاں لادوق اور آفتاب نے اس کالج کو دیکھا تھا۔

”اے! اس جیلے کے دشمن لاشے سے غائب تھے، گویا

وہ سمندر میں اتر گئے تھے۔“ سوال یہ ہے کہ کیوں...

انھوں نے سمندر میں اس جگہ غوطہ کیوں لگایا تھا...

کیسے وہاں کوئی جہاز نہ آئی ہو، جس میں کوئی بڑا

خزان سرخود ہو۔“

”ایسا ہی ہو سکتا تھا... کہا جا سکتا تھا... لیکن اب مالا

میں نہیں... اس کے گے۔“ سوال کسی قوائے کا چکر نہیں

Malik ji

کرنے کو ہم بہت کچھ کہہ سکتے ہیں: فاروق طبعی ہے۔
۵۱۔

میں خاموش... اس طرح بات دور نکل جائے گی۔ ایکٹر
بہتر نے لڑکا۔

ہاں باتوں میں میں بھی بڑی بات ہے کہ دور نکل جاتی ہیں:
فاروق نے منہ ہلایا۔

باتوں میں نہیں... تم میں... بے چاری باتوں کو محنت
میں پیغام نہ کرو... محمود نے اسے گھورا۔

تم تو اسے اس طرح گھور رہے ہو... مجھے کیا ہی کھا
جائے گا: آصفت نے مسکرا کر کہا۔

دیکھو... تم مجھے آدم غور کر رہے ہو: محمود نے جفا
کر کہا۔

محمود... صحت تم کو ہی نہیں... مجھے اور فریاد کو بھی کھا
لیا ہو تو... کیوں کہ ہم سب نے یہاں پہنائی ہیں: فاروق

دیر سے بولا۔
والہ انا مشہور... میں شاید جوں اسے محمود اچیل کر

سب کے رویان سے نکل گیا۔
آ آ... کیا یہ تم سے محمود ہے آ ہوں!

ابھی معلوم ہو جاتا ہے... کون کتنے پال رہی ہے۔

ہو سکتا... ہائی کسی اور چکر میں ہیں... اور وہ کوئی عام چکر
نہیں ہے... سمندر سے بھی گہرا چکر ہے۔ ایکٹر کا مرقا مرزا
ہوئے۔

سمندر سے بھی گہرا... تو کیا اصفیٰ نے اس لیے سمندر میں
چھو لگیں لگا لی تھیں:

اس بارے میں تو کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ایکٹر جمشید
ہوئے۔

سوال تو یہ ہے کہ ہم سمندر میں اس چکر کی طرح
پہنچ سکیں گے:

صحت اور صحت اور اسے کی بنا پر... اصفیٰ نے
کہہ دیا اچکائے۔

اور جانتی گے کیسے... کیا تیر کر... فرض کیا... تیر کر پہنچ
جی گئے... تو وہاں کیا ہوا پر طہری گئے: منور علی خان نے
جیڑاں ہو کر کہا۔

تم تو جانتے ہی ہو... ہم ایسی باتیں سوچنے کے عادی
نہیں ہیں... رہا شک ہوا ہے... محمد سمندر میں اس چکر

نکد نہ پہنچ سکے تو وہاں ادھر پہنچ جائیں گے... محنت ضرور
پہنچے کی نسبت زیادہ ہو گی... لیکن پہنچ جائیں گے... اور

ہم کو بھی کیا سکتے ہیں:

Malik ji

جیسا مہجوری کی حالت میں لڑنا بہتر ہے۔ انھوں نے گھبرا کر کہا۔

شوکی تم نے جواب نہیں دیا۔ صحت بولا۔

ہاں شیک ہے۔ لیکن نے قرار کیا۔

یہی شیک ہے۔ بات کو مکمل کیوں چھوڑتے ہو؟

ہم میں فرحت اور میں فزادہ کا ساتھ میں گئے۔ اس نے کہا۔

اور ان چاروں کے ساتھ بن گئے۔ فرحت اور

فزادہ مسکرائیں۔

بھئی یہ تو واقعی لڑائی ہوتی نظر آتی ہے۔ انیسٹر چھوڑ

نکر ملنے انداز میں بڑھاتے۔

ان لڑائیوں میں بھی تو عجیب بات ہے۔ بغیر ترازو

کے تم جانتی ہیں۔ فاروق بول اٹھا۔

نہیں بھئی۔ ہم اس جگہ اور ان حالات میں تمہیں آپس

میں ملنے نہیں دے سکتے۔ آپس میں تو کر ہمیشہ اپنی وقت

کم ہو جاتی ہے۔ اور دشمن ہمارے جو ہم سے پہلے ہی

حالت میں ہیں اور طاقت میں ہیں۔ ہمیں تو ان

حالات میں اپنی طاقت میں اضافہ کرنا ہے۔ نہ کہ کسی چیز

جو تم کے ایک دوسرے پر اثر اٹھائے۔ اس سے

نکھر بولا۔

ابن واقعی۔ پانی یہاں پہلے ہی موجود ہے۔ میں اس میں

اترنے کا دیر ہے۔ فاروق مسکرایا۔

اگر بات ہے تو میں صحت کا ساتھ دوں گا۔

فرحت تم کیا کہتی ہو۔ کیوں کہ ابھی تک میں نے کوئی

اعلان نہیں کیا۔ فزادہ اس کی طرف مڑی۔

یہ تو میں پاگل۔ اور ہم ہیں۔ ہمیں تو کبھی بھی

نہیں لڑتیں آپس میں۔ لیکن یہ بھائی ہی لڑتے ہیں۔

تو کیا ہمیں پاگل نہیں ہو سکتیں۔ لیکن کے لیے میں

حیرت منی۔

یہ تو ہو گئیں الگ آؤ۔ ہم دو دو ہاتھ کر لیں۔

شوکی براہِ روز۔ تم لوگ ہم چاروں میں کسی کسی کا

ساتھ ور گئے۔ محمود نے ان سے پوچھا۔

ہم۔ ہم۔ شوکی ہلکایا۔

ہاں! یہی تمہارے فرشتوں سے نہیں پوچھ رہا۔

فرشتے ویسے بھی آپس میں نہیں لڑتے۔ یہودی فرسٹر

خاؤر بول اٹھے۔

آپ کو بھی ارادہ ہے کیا اس لڑائی میں شرکت کا؟

تو یہ کہہ بھائی۔ میں تو دشمنوں سے بھی بہت

Malik ji

۵۴۸

”مگر کبھی نہیں ہیں۔“ اس وقت بولا۔

”میں نے بات تم سے نہیں... پہلے خان رحمان سے کہی ہے۔“

”کیوں کہ یہ فوجی ہیں، فرزند نے اسے گھورا۔“

”ان دفرانہ... میں تمہارا اشارہ سمجھ گیا... تم چاہتی ہو، ہم

وہاں پہنچ کر کسی جنگی لاپتہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں اور

میرا خیال ہے... ان حالات میں اس کے علاوہ کوئی ترکیب

ہو بھی نہیں سکتی،“ اس نے کہا۔

”تو پھر بسم اللہ کہتے ہیں،“ اس نے جلدی سے بولا۔

”اے شیک ہے... بسم اللہ الرحمن الرحیم،“ انپکٹر بخشید

نے کہا اور اللہ کھڑے ہوئے۔

سب نے ہم اللہ بڑی اور اس صحت میں قدم بٹھانے

لئے... جس طرٹ لڑائی ہو رہی تھی... آخر کوئی جھٹکنے تک سفر

کرنے کے بعد وہ اس جگہ کے نزدیک پہنچ گئے... جہاں

آگ اور دھواں کا کھیل جاری تھا۔

وہ چٹوڑ کے دریاں دیکھ گئے... اس غولہ باری کی رو

میں وہ بھی آ... آ سکتے تھے... جنگال کی طرف فوج کھینچا۔

سارے کے ساتھ شاملی سمندر میں لڑ رہی تھی... اس

کی فوج پناہ دینا کر رہی تھی... اور اور کوئی مدد کی

مغیرہ کہیں بھی نظر نہیں آ سکتی تھی... ان جنگال کے حوالہ

زیادہ مسلم کی بات ہی نہیں کہ ایک قوم انہیں میں لڑنے لگ

جاتے... انپکٹر کامران مرزا نے اچھی سیل فقرہ بھاڑ دیا۔

”اللہ... ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا اور پھر وہ

سمندر کی جھانگ کی طرح بیٹھ گئے۔“

”پتا نہیں کیا بات ہو رہی تھی اور کہاں چھوڑی تھی“

خان رحمان بولے۔

”میں ہو رہی ہو گی کچھ... میں سمندر میں اس جگہ

پہنچنا ہے۔“

”شیک ہے... سب سے بڑا سوال ہے کہ ہم جاہیں

کس طرح... سڑکی کے ایک بڑے تختے کے علاوہ ہمارے

پاس کچھ نہیں ہے... لیکن یہ حقہ ہم سب کو نہیں لے جاسکتا

”ہوں! واقعی... فور طلب بات یہی ہے؟“

”سیری سمجھ میں ایک تجویز آئی ہے،“ فرزند بولی۔

”چلو بنا دو... کوئی صحت نہیں،“ فرحت نے پڑھوں انداز

میں کہا۔

”اگر ہم پہاڑ کے ساتھ ساتھ پہنچ رہی... تو اس جگہ

کے قریب پہنچ سکتے ہیں... جہاں جنگ ہو رہی ہے۔“

”اللہ... اچھا... تو پھر خان رحمان چوٹے۔“

”میرا خیال ہے... آپ سمجھ ہی گئے کہ میں کیا کہنا چاہتا تھا۔“

Malik ji

۵۴

۱۔ کیا پتہ نظر؟ فاروق بول اٹھا۔

۲۔ ہاں آ گیا... تم سیریاں پڑھنا فریاد سکرانی۔

۳۔ جتن ہے میرا جوتا۔ فاروق نے بہت کو کہا۔

۴۔ ادھر محور کا نظریہ ایک سمت میں بھی متغیر

آخر اس نے کہا:

۵۔ ہوتا ہو... وہ ایک ایچ ہے... لیکن دوبارہ نہیں...

اس میں کچھ سوار بیٹھے ہیں اور اونچے ادھر کا رخ کر رہی ہے:

۶۔ اودھ ہاں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے ہیں

دیکھ لیا ہے؟ خان رحمان بولے۔

۷۔ تب تو وہ تیر کی طرح اس طرف آئیں گے... اور

۸۔ بولے بھی برساتیں گے: انٹیکٹر کا سران مڑا لے کہا۔

۹۔ جلدی کریں... ہمیں اس طرف پناہ لینا ہے کہ ان کا

کوئی گولہ ہم پر نہ بھٹ سکے... خان رحمان چلائے، اور

پھر ان سب کو ہدایت دیتے گئے۔

۱۰۔ جیسید... تم اس طرف دیکھ جاؤ۔ محور تم اس طرف

پروٹیسر صاحب... آپ کے بیٹے اتھریں بلکہ وہ ہے۔

۱۱۔ اور اس طرح سب ان کی اس نیک غلطیوں

۱۲۔ دیکھ گئے... پانچ لڑکے جو ایک آبی آبی آئے

ایسے میں خان رحمان نے کچھ ہی آواز دیا کہ:

بلکہ ہمارے عقب میں کچھ اونچیں ضرور موجود تھیں... لیکن اس

بلکہ تک جا، خار بھی کا گھر نہیں تھا۔

اسی وقت کئی ڈاکا لیا سے گھن گرج کے ساتھ

آئے اور انعام کی قوجوں پر گولے برساتے گزرتے گئے، آگ

اور دھوئیں کے بادل اٹھتے نظر آئے۔

۱۳۔ کیا انعام ان حالات میں زیادہ دیر جم سکے گا؟ خان رحمان

بڑبڑاتے۔

۱۴۔ تو کیا ان کی شکست کے آثار نظر آ رہے ہیں... خان

رحمان: انٹیکٹر بیشک ٹکڑے ٹکڑے ہیں بولے۔

۱۵۔ ان ایکوئٹر ان ڈاکا لیاؤں کے مقابلے میں انعام کے

۱۶۔ لیا سے نہیں آئے... یہ تو ممکن شکست کے آثار ہیں... ہونا

۱۷۔ چاہیے کہ اگر دشمن کے لیا سے آتے دکھائی دیں تو

۱۸۔ ادھر سے ان کے لیا سے اوپر آ جائیں... اور انھیں گولہ باری

۱۹۔ کرنے کی صحت نہ دیں... بلکہ نقصان ہی ان کا مقابلہ کیا جٹے

۲۰۔ لیکن ہم دیکھ چکے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا۔

۲۱۔ خیر... یہ تو جنگ کا معاملہ ہے... ہم اپنا معاملہ کس

۲۲۔ طرح حل کریں:

۲۳۔ ہم انٹیکٹر کرنے اور صبر کرنے کے سوا کیا کر سکتے ہیں

۲۴۔ کوئی آواز لاپتہ... محور گئے گئے مگر گیا۔

Malik ji

خان رحمان اب بھی خاموش رہے... آخر ایک منٹ گزر گیا... اور پھر انہوں نے آواز سنی:

”خاتون“

اس آواز کے ساتھ ہی ان کے سروں پر چٹانوں میں گرنے پھٹنے لگے... اچانک ایک تیز چیخ ابھری... ان کے دل دھل گئے... چیخ خان رحمان کی تھی... فوراً ہی ہلپکٹر جشید کی چیخ سنائی دی... اور پھر انہوں نے انہلکٹر کا رن مرزا کی چیخ سنی:

گولا باری طوفانی آواز کی تھی... چند سیکنڈ اور جاری رہی... اس دوران کئی چیخیں اور سنائی دیں، اور پھر... مکمل سناٹا چھا گیا... ایک لمحے کے بعد پھر گولہ باری شروع کی گئی... لیکن اس وقت جواب میں کوئی چیخ نہ گونجی:

”یہی کرو... وہ سب مارے جا چکے ہیں... آؤ ذرا دیکھیں... یہ کون لوگ ہیں؟“ لاپنج پر کسی نے کہا،

اور پھر لاپنج بالکل ساحل سے اٹھی... جس کے قریب فوجی لاپنج سے اترے اور چٹانوں کی طرف بے وہ لاشوں کی تلاش میں لگا پھٹے آگے بڑھتے چلے گئے... یہاں تک کہ کافی دور نکل گئے... اچانک ان کے سروں

پر مارے جا رہے... اس لاپنج پر تو غیارو شکن توپ بھی نصب ہے:

”توڑنے کی کیا ضرورت ہے... خود علی خان ہوئے۔“

”یہی ڈر نہیں...“ لاپنج دے رہا ہوں... خان رحمان ہوئے۔“

اب کہیں بڑوں کا آپس میں لڑنے کا پروگرام تو نہیں بن رہا؟ فاروقی بولا:

”خاموشی... اب وہ زیادہ نزدیک آ گئے ہیں... آواز سن سکتے ہیں... میرے علاوہ کوئی کچھ بات نہیں کرے گا...“ خان رحمان نے سرو آواز میں کہا،

”لاپنج مناسب فاصلے پر آ کر رک گئی...“

”خبردار... یہاں جو لوگ چھپے ہوئے ہیں... وہ سارے آجائیں... ورنہ ہم گولہ باری شروع کر دیتے ہیں...“

خان رحمان نے گو کوئی جواب نہ دیا... ان سب کے دل زور زور سے دھڑکنے لگے...

”جی صرت ایک منٹ انتظار کریں گے...“ وہ سروں سے بند کیے سامنے آجائے... تم لوگوں کو صرف گولہ مار کیا جائے گا... کہا کچھ نہیں جانتے گا... لیکن دوسری صورت میں موت تم سے چند قدم کے فاصلے پر موجود ہے... پھر کہا گیا،

Malik ji

۵۴۲

حالات میں وہ لاپنج لے کر فرار ہو چکا ہوتا۔
انہوں نے فوجیوں کی تلاشی لی اور اپنی ضرورت کی
چیزیں لے لیں... لاپنج پر پہنچے تو خشک خوار کا کافی ابار
نعر آئے... وہ اس پر فوٹ ہنسے... پتا نہیں کب سے کہنے
کو کچھ نہیں ملا تھا... اگر انہیں حقیقت انہیں نوک نہ دیتے
تو نہ جانے کس حد تک کہا جاتے... انہوں نے گھبرا کر
کہا تھا...

اگر ہم نے خوب پیٹ بھرے تو نیند کی آغوش میں
چلے جائیں گے... اور نیند ہمارے لیے نقصان دہ ہو گی۔
اس لاپنج والے دوسری ہاتھوں کو اٹھا دے کہ اتنے ہون
گئے کہ ہم نے اس طرح کچھ لوگوں کی نقل و حرکت محسوس کی
ہے... لہذا ہم اس طرف جا رہے ہیں... وہاں رکھنا... کوئی
اور لاپنج ان کی تلاش میں نکل آئی تو ہمارے لیے بڑی مشکل
ہو گا... لہذا اس سے پہلے ہمیں لاپنج کو اس طرف لے جانا
چاہیے جہاں ہم اطمینان سے اور پھر ایک بیلر کاٹ کر اس
بلد پہنچنے کی کوشش کر لی جاوے۔

پتہ مستقبل تھی... انہوں نے وچ بے فہم کیا اور
ہو گئے... لاپنج کی آواز ابھی سیٹ میں رہاں سے جھلکی
پھر کچھ کاٹ کر انہار سے کے مطابق اس بلد پہنچ گئے۔

پر فوجیہ پتھروں کی باتیں شروع ہو گئی... اور اس طرح
ہم توڑ پھڑ سے کہ انہیں مزہ نہ نہ کرنے کی حالت
بھی نہ مل سکی... میں گرتے چلے گئے... لاپنج پر ان
کو کوئی بھی آدمی نہیں ٹھہرا تھا۔
میں شیک ہے... میدان ہمارے ہاتھ میں تھا۔ خان خان
کی آواز سنائی دی، اور سب ان زخمیوں کی طرف
بڑھے۔

خان خان تصادی جعلی بیخ سنتے ہی میں بھی بیخ
پڑا تھا۔ تاکہ باقی لوگ بھی خودی طور پر سمجھ جائیں:
ہم تو بے دہ یہ سب... پروٹیسر ڈاؤڈ بولے۔
انہوں نے زخمیوں اور مرے والوں کا جائزہ
لیا... زخمی سب ہوسے تھے... لیکن مرے سب نہیں
تھے... چند ایک زندہ تھے... ان کے سینوں میں گولیاں
بارخ دی گئیں۔

اب ہم ایک صدمہ لاپنج کے ماتک ہیں اللہ کے مہربانی سے:
خان خان نے اعلان کیا۔

احتیاط سے... کہیں اس پر کوئی موجود نہ ہو۔
نہیں... میں دیکھ چکا ہوں... اگر اس پر کوئی موجود
ہو تو سب سے پہلے میں اس پر حمل کرتا... حدش الی

Malik ji

۵۴۰

جہاں انہوں نے دشمنوں کی ہانچ کھڑی رکھی تھی... لیکن یہ ان
کا صورت اندازہ تھا... جو غلط بھی ہو سکتا تھا۔
"اب... اب ہم کیا کریں...؟" پر دھیسر ہوئے۔
"مشکل یہ ہے کہ ہمیں یہ یقین نہیں کہ جگہ وہی ہے
یا نہیں۔" الیکٹرک حشد بڑھ رہا تھے۔
"اب یہ یقین کس طرح کیا جاسکے...؟" اس کی ترکیب تو فرزانہ
ہی چنا سکتی ہے۔ "الیکٹرک کامران مرزا مسکرائے۔
"یا پھر فرحت...؟" الیکٹرک حشد بڑھ رہا تھا۔
"اسی حالات میں جہاں دشمنیں جی گھاس چرے چلی گئی ہیں؟
فرزانہ نے منہ بنایا۔
"تب ان کا کیا فائدہ...؟" ضرورت پڑی تو گھاس چرے چلی
گئیں... اور وقت نہیں... انہیں کوئی... فائدہ نہ ملے گا کہ
کہا۔

"تو تم اپنی عقل کو ہاتھ مارو...؟" فرحت نے غصا کر کہا۔
"ہاں، کیوں نہیں...؟" ہم بھی عقل سے پیدل تو نہیں
ہیں۔ شوکی نے کہا اور اپنے سر پر درود سے ہاتھ دے
دارا۔

"ارے ارے... کیا؟" سوز علی خان گھبرا گئے۔
"اس وقت قبائلی طور پر ہاتھ مارنے کا کوئی فائدہ نہیں

ہوگا کہ انکی... اوسے ہاں... ترکیب تکہ میں آگئی۔
"بھئی واہ... تم نے آج فرحت اور فرزانہ کے بھی کواں
کاٹ دیے۔" پر دھیسر صاحب خوش ہو کر بولے۔
"ہاں... نہیں... تم... میری کیا مجال کہ ان بے چاریوں
کے کواں کاٹوں؟" شوکی گھبرا گیا۔
"بھئی عادیۃً کاٹ دیتے ہیں کوئی حرج نہیں؟" خان رحمان
مسکرائے۔
"جی... جی بہتر ہے...؟" مگر آپ کہتے ہیں تو کاٹ دیتے ہیں۔
"نہیں رہنے دو بھائی... ترکیب بتاؤ...؟" انہیں دہن سے گل
گئی تو مشکل سے قابو میں آئے گی... خود نے منہ بنایا۔
"ہاں یہ تو ہے... ہمارے ساتھ ایک مرتبہ ہو چکا
ہے؟"

"نیک... کیجئے؟" پر دھیسر راڈ بھلاستے۔
"ہاں ترکیب دہن میں اگر نکل گئی تھی... پھر کئی دن
نیک رہیں... ان کی طرف ہٹ کر نہیں آئی۔
"ابھی... میں کہتا ہوں... تم اس ترکیب کی فکر کرو۔
"مگر دائیں...؟" ترکیب ایسی بھی نہیں کر سکی جیسا
شوکی بولا۔

"اوجو... تو یہاں دیتے ہیں کیا اطمینان ہے؟"

Malik ji

۵۴۱

”جیسے... جس جگہ ہم اترے تھے... وہاں سے فاروق اور
آفتاب صاحبان کو تیرا جاگئے... پھر اتنی ہی دیر تک اس رفتار
سے تیرا... اس طرح ہم اتنا فاصلہ طے کر لیں گے، لیکن
چونکہ ہم اس جگہ سے آگے نہیں بڑھے تھے... اس لیے وہ جگہ
وہ ہرگز نہیں بدگئی، لیکن ہو گئی اس کی سیڑھ میں... خود
سیڑھ میں آگے بڑھنا کیا مشکل ہے... جب کہ ہم لڑائی
کا مقام دیکھ ہی چکے ہیں؟“

”اوہ... اوہ... ان سب کے منہ سے نکلا۔“

”دیکھیں دیرت اور خوشی سے پہلی گئیں... ترکیب
بالکل سادہ تھی... اور بالکل درست تھی، لیکن ان میں سے
کسی کو نہیں سوجھیں تھی... اور شوکی کو سوجھ گئی تھی۔“
”آج... آج شوکی نے مجھے اور فرحت کو مات دے
دی۔“

”تم دونوں کو ہی نہیں... ہم سب کو۔“

”ت... ت... تو یہ کیجیے... تو یہ شوکی نے مجھ
کو کہا۔“

”اور وہ سب سکرا دیے... تھوڑی دیر بعد شوکی کی
ترکیب پر عمل شروع کیا گیا اور اس طرح وہ میں مقام پر
پہنچے... وہ واقعی نہیں تھا... جہاں وہ لوگ پہنچے پہنچے۔“

”اب ہم یہ کڑ بکتے ہیں... مگر اس جگہ کے آس پاس
شروع ہیں۔“ فاروق نے اپنے جوتے کھینچے۔

”لیکن ہم ان گھنے کپڑوں کا کیا کریں؟“

”اصل علت واقعی اس ترکیب پر عمل کرنے میں ان کی سہولت
تھی... انہیں تیزا پڑا تھا۔“

”پہلے تو ان کے کپڑوں کا کوئی بندوبست ہونا چاہیے؟“
”نہیں... جلد مگر۔“

”پانچ کی محاشی لی گئی... کئی فوجی بڑے ایک بڑے رنگ میں
مل گئے۔“

”شک کپڑے تو مل گئے، لیکن ہیں تمہارے ساتھ سے
بہت بڑے۔“ محمد بولا۔

”کوئی بات نہیں... گوارا کر لیں گے... ہمارے کپڑے
آخر سوکھ ہی جائیں گے۔“

”مہندری جوا میں اتنی جلدی نہیں سوجھیں گے، بہت
بولا۔“

”کوئی بات نہیں... ہمیں سہر کرنا آتا ہے؟“

”سہر کر کے کے ساتھ ساتھ میں اور کیا کرتا ہے... ہے
یہ فیصلہ کر لیں۔“ خانی رحمان بولے۔

”لاپٹ پر دو آدمیوں کے لیے فوجی جوتے کا لباس مزین۔“

Malik ji

ہے کہ ہم اس رقت کہاں ہیں ؟ -
صبر اللہ کوۃ الشقاق بول اٹھا۔
ہاں ! واقعی ؟

اور وہ سب سرچ میں گم ہو گئے۔۔۔ نہ جانے کتنی دیر
گزر گئی۔۔۔ پھر انہیں سمندر میں ایک سراسیمہ دکھائی دیا۔
پھر دوسرا ابھرا اور انہوں نے انیکٹر کا مرزا مرزا اور
"انیکٹر جمشید" کو اوپر کھینچ لیا۔۔۔ چند لمحے تک وہ سانس لینے
رہے۔۔۔ آخر انیکٹر جمشید بولے :

اس جگہ۔۔۔ سمندر میں پانی کی سطح سے تھوڑا نیچے
ایک ستون سا موجود ہے ؟
سمندر میں ستون ؟
ان کے منہ سے نکلے۔۔۔

ہے۔۔۔ میں اور انیکٹر کامران مرزا ذرا سمندر کی خبر لے
آئیں ؟

سمندر کی خبر۔۔۔ جتنی واہ۔۔۔ یہ تو کسی ناول کا نام
ہو سکتا ہے ؟ فاروق خوش ہو گیا۔

"ہو سکتا ہو گا۔" آفتاب نے منہ بنایا،
"ٹھیک ہے جمشید۔۔۔ تم خبر لے ہی آؤ۔" فاروق دھاتی
نے کہا۔

منوں نے غوطہ خوری کے اور فاروق اور آفتاب نے
فریڈیل کے کپڑے پہن لیے۔۔۔ پھر انیکٹر کامران مرزا اور
انیکٹر جمشید سمندر میں کود گئے۔۔۔

"اللہ حافظ۔" ان کے منہ سے ایک ساٹھ نکلا۔

ان کے سر پہلے پہلے سے طیارے کبھی کبھار گزر رہے تھے،
ساحل پر ہونے والی جنگ کی آوازیں بھی کانوں میں آ
رہی تھیں، اور ان کے دو ساتھی سمندر میں اتر چکے تھے،
جب کہ وہ اس لاپرواہی پر جیسے سوتے اور ان کے چاروں طرف
سمندر ہی سمندر تھا۔۔۔ انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا۔

آسمان بالکل صاف تھا۔۔۔ چاند چمک رہا تھا۔۔۔ تاریک

تھے۔۔۔ ایسے میں محمود بڑبڑایا :

"ہماری زندگی بھی کس قدر عجیب ہے۔۔۔ کس کو معلوم

Malik ji

اور کھیاں اس ستون میں بہت دلچسپی لے رہی ہیں... اس کے
اور گمراہ ہیں... اس سے عکرا رہی ہیں :-

”اس طرح تو کوئی بڑی پھلی بھی ستون سے ٹکرا
سکتی ہے... کوئی وہیل...“

”جہاں تک میرا خیال ہے... ستون انسانی ہاتھوں
کا بنایا ہوا ملتا ہے... ان حالات میں ہمارے ہاتھوں کے
بھی اس امکان کے نظروں میں رکھا ہوگا :-

”آپ کا مطلب ہے... کوئی وہیل اس سے ٹکرا گئی
تو بھی اس کا کچھ نہیں بگڑے گا۔“ انجینئر جمشید بولے :-
”امرازہ ہی ہے... یقین نہیں :-

”سوال یہ جمشید... کہ سمندر میں وہ ستون کیوں ہے؟
دہم... میں جیسا کہ کہہ سکتا ہوں... اس سوال کا
جواب تو آپ دیں :- انجینئر جمشید مسکرائے :-

”میں دوں... مل... لیکن جھکی... میں کوئی سرگرم
نہیں ہوں :- پروفیسر پوچھتا ہے :-

”ایک سائنس دان تو ہیں... جکو چوٹی کے سائنس دان
خیر... چوٹی وونی کا تو میں ہوں... ہر حال میں

ظہر کرتا ہوں... مشکل یہ ہے کہ میں غلط فہمی نہیں
کہہ سکتا... اور اس ستون کو دیکھ کر بہت کچھ بتا سکتا

تارے چمک رہے ہیں

”اے! سمندر میں ستون؟“ انہوں نے کہا :-

”مل... لیکن... یہ کیا بات ہوئی انکس؟“ اہمت بولا :-

”ہم خود سوچ رہے ہیں کہ یہ کیا بات ہوئی...“

”انجینئر جمشید بولے :-

”کم از کم اس سے ہم ایک نتیجہ ضرور نکال سکتے

ہیں... اور وہ یہ کہ ہم غلط جگہ نہیں پہنچے :-

”اس ستون کی لمبائی کتنی ہے... یہ تو امرازہ لگایا

ہوگا آپ نے؟“

”سمندر کی یہ تک چلا گئی ہے :- انجینئر کا مران مرزا

نے بتایا :-

”اے... اور وہ بتا ہوا کس چیز کا ہے؟“

”شاید قلاب کے سلاخوں کا... یا پھر کسی اور وجہات کا

ہوگا... اس میں سے روشنی کی شعاعیں پھیلتی ہیں

Malik ji

۵۵۴

میں تھے... اور سمندر میں ایک روشن ستون موجود تھا... جس کے بارے میں انہیں کچھ اندازہ نہ تھا۔

پھر بہت دیر گزر گئی... وہ انتظار کرتے کرتے تنگ آ گئے... ان کی زبانوں میں کھلاہٹ ہونے لگی، لیکن پول کو وعدہ کر چکے تھے، اس لیے مجبور تھے... خاموش رہے... آخر پروفیسر راؤد نے سر اٹھایا اور بولے:

”مجھ پر ایک بات بتاؤ... کیا اس ستون میں میٹریل کا مٹاؤ بھی لگی ہیں؟“

”میرا خیال ہے کہ ہاں۔“
”میں بھی یہی کہتا ہوں۔“ انجینئر کامران مرزا نے فوراً کہا۔

”جب میں سمجھ گیا... گویا میں نے میدان مار لیا... سب لوگ تیار ہو جائیں...“ پروفیسر راؤد نے چر اسرار انداز میں کہا۔

”اچھا کیا فرمایا... تیار ہو جائیں... لیکن کس بات کے لیے؟“
”اس ستون میں داخل ہونے کے لیے۔“

”کیسے؟“
”میں نے اس میں کس طرح داخل ہو سکتے ہیں، محمود مجھے بتائیے۔“

”ان حالات میں بھی کچھ نہ کچھ تو بتانے کی کوشش کریں انکل۔“ محمود بے تاباً بولا۔

”ہاں ہاں سیکول نہیں... لیکن تم لوگ مجھے سوچنے کی ہمت دو۔“

”جتنی جی چاہے ہمت ملے میں انکل... ہم اس معاملے میں بہت فراخ دل واقع ہوئے ہیں۔“ فاروقی نے چمک کر کہا۔

”بہت بہت شکریہ... ہمت مانگنے سے میری مراد وہیل اور مٹی... پروفیسر بھی جواب میں مسکرائے۔“

”وہ بھی بتا دیں؟“
”سب لوگوں کو انکل خاموش رہنا ہو گا... درز ہیں سوچ نہیں سکوں گا۔“

”بہت بہتر... اب ہم اس وقت تک زبان نہیں ہاتھ لگے، جب تک کہ ہم اجازت نہیں دے دیں گے۔“
”شکریہ! انہوں نے کہا اور سوچ میں ڈوب گئے۔“
”ہاں وہ غافلانہ نظروں سے کبھی ایک دوسرے کو اور کبھی سمندر کی موجوں کو دیکھنے لگے... یہ لٹاٹ بھی عجیب تھے... ان کے چاروں طرف سمندر تھا... وہ ایک اچلی لڑائی

Malik ji

۵۵۴

پروفیسر داؤد نے جیب میں ہاتھ ڈال لیا... وہ سمجھے... کوئی چیز نکالنے والے ہیں... لیکن ہاتھ جیب میں ہی رہا...
پھر اصفیٰ نے کہا،
"وہ دیکھو... ستون ابھر رہا ہے"
کیا!!! وہ تیزی سے گھومے۔
اور ان کی آنکھیں حیرت سے پیٹ پڑیں۔



ستون سمندر کی سطح سے بلند ہو رہا تھا...
اچھا آہستہ وہ اوپر اٹھ گیا... اس کنارے میں سے روشنی
کی تیز شعاعیں پھوٹ رہی تھیں... ان کی آنکھیں اس کے
ساتھ ساتھ اوپر اٹھتی گئیں... یہاں تک کہ ستون کافی بلند
ہو گیا... ان کے سر نیچے کی طرف جھک گئے...
"اٹ مالک... کیا ہے" منور علی خان کے منہ
پر لکھا۔

"دنیا کا آفتواں عجیب" خان رحمان بڑبڑاتے۔
"میران بیہوش ہو رہا ہے۔ اب اس پر چڑھنا
ممنوع کہ وہ پروفیسر داؤد ہوئے۔"

"اگر ہم اس میں داخل نہیں ہو سکتے تو پھر ستون مڑے
کیوں ہے؟ پروفیسر مسکراتے۔
"ہپ کی بات سمجھ میں نہیں آتی؟
"ابھی آ جائے گی۔ جیش... وہ ستون ہماری لاپنج
سے کھٹے فاصلے پر ہو گا۔
"قریباً تیس پینتیس میٹر؟
"شکریہ... چار ہر بائیس... اور نور پر قابو رکھیں... ایسا
ہو کہ کوئی مارے حیرت کے سمندر میں گر جائے؟
"اوہو... تو کیا کوئی ایسی عروج بات ہوتے والی ہے
انکس؟ فرحت بولی۔

"اُن! بہت بڑا عروج سامنے آنے والا ہے؟ اصفیٰ
نے کہا۔
"اور آپ یہ بات اس قدر یقین سے کس طرح کہہ
سکتے ہیں؟
"اپنے انداز سے کی بنا پر؟

"جیسے آج جان... آج اگلے آپ کے کان کاٹ رہے
ہیں! غادوق مسکرایا۔
"ہاں جیسی... بات تو ہے... مجھے اپنے کانوں کی
غیر مت نگر نہیں آتی۔ وہ مسکرائے۔

Malik ji

पु.पु.

تاکہ انہیں اس پر ایمان نہ آئے۔
اس کے اندر داخل ہوتے کے لیے
اور وہ بولے۔

اور پھر خاں رحمان نے ہاتھ ستون کی طرف بڑھا
دی۔ نزدیک پہنچتے ہی انکسٹر جمشید اٹھے اور ہاتھ بڑھا کر
ستون کی ایک صلابت قدام لی۔۔۔ اور پھر قدم ادر ادر اٹھتے
چلے گئے۔۔۔

ہمیں انتظار کرنے کی ضرورت نہیں... سب لوگ چڑھنا
 مشروط کہ دی۔ یہ مفہوم لے لے۔
 گویا اس وقت ہمارا کمان آپ کے ہاتھ میں ہے؟
 آفتاب نولہ۔

۱۰۔ یہی سمجھو... لیکن متوں میں داخل جوتے ہی
میرا کام ختم اور تم لوگوں کا شروع ہو جائے گا۔" وہ
بولے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

وہ سب کے سب اور جڑ سے پھٹے گئے... یہ نظارہ کس قدر عجیب تھا... شاید انھوں نے اپنی زندگی میں ایسا کوئی نظارہ نہیں دیکھا... اور اگر ملک انشام کے کچھ لوگ یہ نظارہ دیکھ جاتے تو شاید حیرت سے مر رہی جاتے ہوتے۔

ایکٹر شیشہ اور ایکٹر کامران مرزا ستمیوں کے سرے پر چڑھ گئے۔
 "ہے... ہے تو ادھر سے شیشہ ہے... اب ہم اس میں داخل کس طرح ہوں... اوہ... سلاخوں کے اندر تو گولی شیشہ لگا ہے... گویا شیشے کا بنا ہوا ہے... اس کے ارد گرد فولاد کی سلاخیں ہیں؟"

۱۰ ادھر وہ حصہ بھی میں کھڑی گا... تم فکر نہ کرو۔
 کہ اگر پروفیسر صاحب نے پھر حبیب میں بات نہ ڈالا...
 اپنا تکستون کے ادھر سے ایک ڈھکنا سا اٹھ گیا اور بیٹے
 جانے والی سلاخیں نکل آئے تھیں... گویا تکستون کے اندر
 میں سلاخوں کی بیڑھی موجود تھی۔

وہ... کمال ہے۔ انیکٹر کا مرزا چلائے۔
انگل... آپ حبيب میں ہاتھ سے جا کر کیا کرتے
ہیں... جادو تو نہیں کر رہے۔ ہاتھ کے لمبے میں
کی صورت تھی۔

تیسری صفحہ۔ میں ہارو گر نہیں... موت کا سفر وہاں
ہوں۔ اور سائنس کی ایجادات کو دیکھ کر کچھ عجیب محال
سمجھتا ہوں۔

لیکن... وہ نتیجہ آپ کی جیب میں کہاں سے آیا۔
لیکن مجھے منہ سے نکلا۔

Malik ji

۵۶

تھی... تم لوگوں نے ہی تو دیا تھا۔ وہ بولے۔

اب انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کاران مرزا ستون کے اندر داخل ہو چکے تھے... اور نیچے اتر رہے تھے۔
باقی کچھ لوگ اوپر پہنچ چکے تھے اور کچھ ابھی چڑھ رہے تھے۔

ہم نے دیا تھا... یہ... یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟
انکس... ہم نے آپ کو کوئی نتیجہ ترجیح نہیں دیا... یوں بھی
نتیجہ کوئی دینے کا چیز نہیں ہوتی... وہ تو صرف
سننے سے تعین رکھتا ہے... جیسا کہ ہر سال بچوں کا نتیجہ
نکلتا ہے... اسی طرح ہر آدمی کا نتیجہ مرنے کے بعد
نکلتا ہے... جو اس کا آخری نتیجہ ہوتا ہے۔ شوکی کتا
چلا گیا۔

... آخری نتیجہ... یہ... یہ نام تو... فاروق نے
کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

یہی رہنے دو ناول کے نام کو... ہر وقت ناولوں کی
دنیا میں نہ گھومنا پھرا کر دو... کبھی حقیقت سے بھی کام
لے لیا کر... جب کہ اس وقت ہم حقیقت سے روچا۔
پس اسٹ نے منہ بنا کر کہا۔
بہشتا ہتر جناب۔ فاروق طنز سے لہجے میں بولا۔

ہاں! انکس... اب کیا کر رہے تھے؟

نیکول نہ ہم چلے اندر داخل ہو جائیں... اب کچھ
لوگ اندر ہیں... کچھ باہر... اس طرح کیا خاک مڑا اُسے گاتنے
کا۔ پروفسر بولے۔

ٹھیک ہے... ہیں کوئی اعتراض نہیں؟

”تو کیا آپ بتانے کا مڑا لینا چاہتے ہیں؟“

ہاں جی... کیا حرج ہے... مفت ہاتھ آئے تو برا
یا ہے۔ وہ مسکرائے۔

اگر ایک ایک کر کے وہ سب ستون ہیں انکس،
پروفیسر رائڈ پھر ہاتھ جیب میں لے گئے اور اٹھنا
ستون کے منہ پر فٹ بیٹھ گیا...

اب ستون جس طرح اوپر اٹھا تھا... اسی طرح
پکے جانے لگا۔ پروفسر رائڈ نے اعلان کیا۔

اوسے باپ دے ہاتھ میں نے گھبرا کر کہا
اور گنگا راجے تیار... انسپکٹر جمشید نے منہ اٹھ کر کے
دیا۔

ہاں! انکس تو ماہر ہے۔

لیکن اُسے سے حاصل کچھ نہیں ہو گا۔ محمد بولا۔

”ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔“

Malik ji

۵۶۲

۵۶۲

خیر ایسی بات بھی نہیں... میں یقیناً بوسے بغیر رہ سکتا ہوں۔
آفتاب مسکرایا۔

وہاں رہ سکتے ہو گے... سب سے اہم سوال تو یہ ہے کہ
پروفیسر ایلی جیب میں ہاتھ ڈال کر کیا کرتے رہے ہیں... کیوں کہ
میں نے اسے اس وقت بھی ہاتھ جیب میں لے جانے کے بعد سچ سچ
سے اجڑا تھا اور اس کا ڈھکنا بھی... پیر سنوٹ کو نیچے بلے
کھانے کے بلے بھی جیب میں ہاتھ ڈالا... ان کی جیب سے
بہت سا ماکارونا جادوگر کا قسطی فاروق نے بھٹا کر کھا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے... پائے زمانے کے جادوگر بھی
رامین سائنس دان قسم کی چیز بن گئے، لیکن چوں کہ اس زمانے
میں سائنس سے لوگ نااہل تھے... اب یہ ان کے کمریوں کو
جادو کا نام دیا گیا، افریقہ بڑھائی۔

نہیں... جادو ایک الگ چیز ہے... جادو سے دین میں
بہن کا ذکر تھا ہے اور اسے ظالم قرار دیا گیا، لیکن سائنس
کا ظلم حاصل کرنا حرام نہیں، اشتقاقی بلکہ علمی ہونا
سائنس کی چیز ہے۔ نیچے جادو، آٹا اور اٹھیں جلد عرصے
میں آٹا بھجے کوئی شے اٹھیں نیچے بلے کا سہارا ہو، ان
کے جادوں طرے سائنس کا دینی تھا... اس پانی کی رنگت رنگ
کی پھیلیاں تھیں... جھپٹائی اور بڑھی پھیلیاں، پیدائش اور موت۔

اسی وقت پروفیسر رازد پھر ہاتھ جیب میں لے گئے...
وہاں تک بغیر محسوس طور پر ستون نیچے اترنے لگا۔
... یہ... یہ تو واقعی نیچے اتر رہا ہے... شوکی نے کانپ
کر کہا۔

ہاں، جلد ہی ہم سمندر کے نیچے ہوں گے؟
... آہ... اور... اور ہم سائنس کس طرح لے سکیں گے؟
... سائنس... کی تم غلطی نہ کرو... اس ستون میں آکسیجن
موجود ہے؟

لیکن کب تک... آخر ختم ہو جائے گی؟
نہیں... بس کوئی بات نہیں... یہ ستون سمندر کے
پانی سے آکسیجن جذب کر رہا ہے اور کربن ڈائی آکسائیڈ
بہر نکلتا رہا ہے؟

... اوہ... اوہ... آپ تو آج بھی دو سمندوں کی سر
کار رہے ہیں۔ فاروق چمکا۔
... دو دو سمندر... کیا مطلب، پروفیسر رازد حیران رہ
گئے۔

ایک اصل سمندر... دوسرا حیرت کا سمندر۔ فاروق مسکرایا۔
... اور تیسرا اس ستون کا... آفتاب بولا۔
... تم اور مجھے بغیر وہ سب کو فاروق نے اسے گھولا۔

Malik ji

۵۶۳

دہی جی کو تم لوگ عاشق کہنے اور تمہل کرنے کی سوجھ
کوشش کرتے رہے ہو۔

تب بھر... اب تم لوگوں کا سر توڑ ڈالا جائے گا: دوسرا
دہلیٹ بولا۔

لیکن سر توڑنے سے پہلے میں یہاں کی سیر فرود کرا
دیجے گا... دروازہ صبر ہی رہے گی کہ اس نئی سرزمین کی
سیر نہ کر سکے: خادق نے منہ بنا کر کہا۔

یہاں تو اوٹ پٹانگ باتیں نہ کرو: فرزانہ نے جین
کر کہا۔

ایکوں... یہاں کیا ہے... اور یہ تم اتن جلی کیوں نہی
ہو۔

بطحی ہے میری بولی... فرزانہ نے پاؤں بچھا... جو
آفتاب کے پیر پر پورے زور سے لگا۔

یہ جوتی کو جلا نہی ہو... یا میرے پیر کا کچھ ٹکڑا
دہی ہو: اس نے فرزانہ کو گھبراہٹ۔

اچھا... صاف کرنا چھٹی... لیکن تنگ ہے نا ہاں...
ایک دوسرے سے میزبے تو کھڑے ہیں۔

تب پھر ان حالات میں پیر بھی کیوں بن جیسے: آفتاب

پھینچاں... وہ حیرت کے عالم میں اٹھیں دیکھنے لگے... اور سب
کے ذہنوں سے خادق کا سوال بھی غائب ہو گیا... یہاں تک
کہ خود پروفیسر بھی بھیرل گئے... اور پھیلوں میں تم ہو گئے...
ان سب کو ہوش اس وقت آیا جب انہیں ایک جھٹکا سا لگاؤ
ہو جھٹکا اس میں دھکا تھا کہ لٹ رک گئی تھی... لٹ یا سترن
کے دھکے ہی انہوں نے ایک دروازہ سترن میں دھکا... ایک بار
پھر پروفیسر دائرہ نے جب میں اٹھ ڈالا اور دروازہ کھل گیا،
اس وقت انہیں خادق کا سوال یاد آیا... لیکن اب پروفیسر
صاحب سے سوال کرنے کا وقت گزر چکا تھا... کیوں کہ...
دروازے کے دوسری طرف دو سو لٹ کھڑے تھے... دروازہ
کھلتے ہی ان میں سے ایک نے کہا،
اپنی شناخت کرائیے۔

وہ ساکت رہ گئے... اب شناخت کیسے کرائیں...
ایک ایک پیکٹر جمیل کے منہ سے نکلا،

میرے جگ رہے ہیں؟
کیا!! دہلیٹ نے چٹا کر کہا... پھر اس کے اٹھ میں
ایک عجیب وضع کا پستول نظر آیا۔

یہ ایسی پستول ہے... اس سے لکھنے والی ایک ہی
شعاع تم سب کو جلا کر راکھ کر دے گی... اب بتاؤ... تم

Malik ji

ہاں ہاں ہاں کی آواز سنائی دیتی۔

لیکن ابھی تک وہ اس سے سلام نہیں کیا ہم نے :
 "خیر... انہیں میرے پاس سے ڈر... میں ان کا بغور جاننا
 لینا چاہتا ہوں۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔
 "چلو مشن... ایک روپوٹ لے کر۔"
 "غور کیا کیوں نہیں... پہلے کے بے ہی تو یہاں آئے
 ہیں۔" فاروق مسکرایا۔

وہ ان کے آگے پہنچے گئے۔ سمندر کے نیچے
 یہ کوئی بہت بڑا منصوبہ تھا... ساری عمارت صرف ٹیشے کی
 تھی... ہر چیز ٹیشے کی اور شاید یہ ٹیشے ہلٹ پر ہوتے اور
 ہم چھوٹے تھے... یا پھر اس سے بھی کچھ زیادہ غریبوں والا
 اب ان کے ساتھ ایک گولڈن شاگر تھا... اس کے سرے
 میں غلٹ آلات نصب تھے اور ان آلات پر بوڑھے
 سائنس دان کام کر رہے تھے... یہاں قریباً دس سائنس
 دان موجود تھے... درمیانی جگہ سے گزرتے وہ اس کمرے
 سے نکلی آئے۔ اب وہ ایک برآمدے میں تھے... عمارت
 سے باہر اب بھی انہیں مچھلیاں ہی پھیلوں نظر آ رہی
 تھیں۔

فوری برآمدے کے دونوں طرف ہی کمرے تھے۔ ان

ہاں۔

"ان بات سے بھی شک ہے... خیر اب خیال رکھو گی"
 فرزانہ نے فوراً کہا۔
 "کوئی کام ہیں ہاں کی مرضی کے بغیر نہیں ہوتا یہاں"
 تب ہمیں ان سے ملا دین۔
 "میں ان سے بات کرنا ہوں... تم لوگ حرکت نہ کرنا، روپوٹ
 نے ہسٹری کو حرکت دے کر کہا۔
 "اوسے نہیں... ہمارا دماغ نہیں چھو گیا ہے؟
 "ہم لوگوں کا دماغ نہ بھرا ہوا ہو... وہ تو یہاں آ رہی
 نہیں سیکھتے؟ ایک روپوٹ ہوا۔
 "تو کیا... آپ کے پاس کو بھی دماغ بھرا ہوا ہے؟ کہیں
 کے نیچے ہی صورت تھی۔
 "میں غیر متعلق لوگوں کی بات کر رہا ہوں۔" روپوٹ نے
 ہنسا کر کہا۔

"خیر کرتے رہیں... ہمیں کیا اعتراض ہے۔"
 روپوٹ نے ذہن کا دھبہ اٹھا کر کہا۔
 "میلو ہاں... کچھ انہیں لوگ بچے... گئے ہیں... وہ آپ
 تک آنا چاہتے ہیں؟
 "لیکن... وہ یہاں تک کچھ نہیں گئے۔" دوسری طرف سے

Malik ji

نعم... ان سر پر ہمیشہ اور سبب آلات نصب تھے۔
میز کے دوسری طرف ایک تیلی دکان ٹکڑی تھی... اس کی
آنکھوں میں ایک تیز چمک تھی... وہ میز پر نظری جھکائے
منگولوں ونگ کے ایک آلے میں گم تھی۔

”یہ حاضر ہیں باس“ دو بوٹ نے کہا۔
اس نے چونک کر دیکھا... اور پھر گویا اچھل پڑی...
ادھر پہلے محمد اور دھنن زور سے چمکے۔ پھر چوٹی پادری
کے تمام اراکین... کیوں کہ انھوں نے اسے صاف پہچان
لیا تھا...

”تم... تم... انکسٹر ہشید وغیرہ ہو۔“
”کمال ہے... آپ نے ہمیں ایک اسپا میں نہیں
پہچان لیا ہے...“ انکسٹر جھپٹہ مسکراتے۔
”یہ کوئی کمال نہیں... یہاں ایک آپ زندہ چہرہ بھی
اصل نظر آتا ہے... اگر نہیں نہیں تو ایک دوسرے کو
دیکھ لو۔“

انھوں نے ہر ایک دوسرے کی طرف دیکھا تو
چہرے اصلی نظر آئے۔
”وہ کمال ہے۔“
”کیوں محمد... تم دیکھ سکتے ہو؟“

کے دروازے بند تھے... لیکن ان کے اندر بھی سائنس دان
بیٹھے نظر آ رہے تھے... وہ سب اپنے کاموں میں مصروف
تھے... آخر ایک کمرے کے دروازے پر پہنچ کر دو بوٹ
رک گیا... اس کمرے کے باہر برآمدے میں بھی کوئی اور
میز ابھی تھی اور اس پر ایک لمبے تدرک آدمی موجود
تھا... اس کا رنگ بالکل سرخ تھا... اور آنکھیں نیلی...
اس نے ان پر ایک نفوذ گوارہ نظر ڈالی... پھر بولا:
”تو یہ ہیں وہ ہیں جیسے ممالک؟“
”ہاں... انھیں باس کے کمرے میں جاتے ہیں۔“

بولا۔

”اگر باس نے حکم نہ دیا ہوتا تو ہرگز نہ جاتے دیتا،
لیکن اب مجبور ہوں۔“ اس نے کہا اور دروازے پر لگا
ایک جمن دیا۔
جیب بات یہ تھی کہ باس کے کمرے میں انھیں
کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا، شاید یہاں اندھا شیش
استعمال کیا گیا تھا...

جمن بستے ہی دروازہ کھل گیا... اور وہ اندر
داخل ہو گئے... دو بوٹ بھی ان کے ساتھ اندر داخل
ہوا... انھوں نے دیکھا... کمرے کے پتھروں پر ایک میز

Malik ji

ترجمہ ہوئے۔

”ہم ان صاحب کو جانتے ہیں... یہ اشعار ہیں؟“

”کیا؟“

”نیکو جشید اور نیکو کاران مرزا کی آنکھوں میں میرت
دور لگتی... پھر حیرت میں خوف بھی شامل ہو گیا۔“

مسکین کا نام

”بہت خوب اتم نے بھی بچے پہچان لیا... میں تم لوگوں
کی اب تک کی کارروائیوں سے پوری طرح آگاہ ہوں...
ہل ہل کی خبریں ملتی رہی ہیں مجھے...“ اشعار سے خوش
ہو کر کہا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ شوکی نے برا سامہ بنایا۔“

”کیوں... ہو کیوں نہیں سکتا؟“

”اگر آپ کو ہل ہل کی خبر ملتی رہی ہے... تو پھر
جاننے سے اس منار میں داخل ہونے کی خبر کیوں نہیں ملی؟“

”یہ تو تمہاری غلط فہمی ہے... جب ہم چاہیں، وہی
وقت سکریٹوں پر یہ دیکھ لیا جاتا ہے کہ سمندر میں کون
ہے... میں نے سمندر میں تم لوگوں کو لاپنج پریشے
دیکھ لیا تھا... اور جب ہر وہی سر صاحب نے ریورٹ
کنٹرول آفس کا بھی دیا...“

Malik ji

کیا! وہ چٹا اٹھے اور پروفیسر صاحب کی طرف گھوم گئے۔

”ہاں! ٹھیک ہے... یاد کرو... میں نے کہا تھا کہ یہ کسی چیز کا ریوٹ کنٹرول آلہ ہے۔ وہ مسکرائے۔ تو آپ جیب میں ہاتھ اس لیے لے جا رہے تھے۔ ہاں؟ انھوں نے مسکرا کر کہا۔

لیکن اس آلے پر تو صرف ایک بٹن ہے۔

”ایک ہی بٹن ہے یہ سب کچھ برا ہے۔“

”میں نے تم لوگوں کو دیکھ لیا تھا اور پوچھی پتار اور اٹھا میں نے تم لوگوں کو آنے کی اجازت دے دی... اگر ہم چاہتے تو ہمارے اوپر اٹھنے سے ہی روک دیتے، واصل ریوٹ کنٹرول آلہ بٹن دبتے ہی ہمارے روشن ہو جاتا ہے اور دوسرے کمرے پر سمندر کا منظر دکھائی دیتے لگتا ہے... پس میں نے ”دیا... تم لوگوں کو زیر سمندر دنیا دکھا ہی دی۔“

”ہول! لیکن اس دنیا کے پتلے میں ایک غلطی آپ لوگوں سے ہو گئی۔ پروفیسر واٹر پلاسے۔

”وہ کیا... کیا آپ کا اشارہ ہمارے غلط ہے؟“

”اے اے سمندر میں پانی کی سطح سے ذرا کم گہرائی

ہر کیوں رہتا ہے... اسے بھی سمندر سے بہت نیچے ہونا چاہیے تھا... تاکہ کوئی غلط فہمی کر کے بھی اس کا سراغ نہ لگا سکے۔ ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں... ہمارے سامنے والوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا... کہ ایسا کیا جائے، لیکن پوچھیں سکا... وہ ناکام ہو گئے اور اس ہینار کو سمندر میں ہی رکھنا پڑا... ورنہ یہ صرف سمندر میں پانی سطح تک ابھرتا... سمندر سے اوپر تک نہ ابھرتا... اس صورت میں سمندر کا پانی اندر داخل ہو جاتا۔“

”لیکن آخر... یہ دنیا یہاں بسانے کی ضرورت کیا تھی؟“

”خاک و جان نے منہ بنایا۔ ضرورت تھی... ہم یہ کام اوپر رہ کر نہیں کر سکتے تھے... اس صورت میں ہم بالکل محفوظ نہ رہتے... ہمارا آسانی سے سراخ لگا لیا جاتا۔“

”میرا تو اب بھی ہم نے لگا لیا ہے۔“

”نہیں! یہ کوئی محفوظ جگہ نہیں ہو... اگر دوسرے قوم لوگ سمندر میں آئے، دوسرے قوم لوگوں نے تمہیں دکھ لیا۔

”شمارہ نے نفی میں سر ہلایا پھر جلدی سے بولی۔ تم اس وقت میرے رحم و کرم پر ہو... اس دنیا کو تم بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔“

Malik ji

۵۷

منور منور... کچل نہیں... اشارے نہیں۔
 "جالتے سے چلتے ان سے دو دو ہاتھ کیوں نہ کریں۔ بہت

برلا۔

پہلے ہم امیر حاسے کا جائزہ لیں گے... اگر جانا مشکل نظر نہ
 آیا تو پھر دیکھ جائیں گے، اور ان سے دو دو ہاتھ کریں گے۔
 الیکٹرک جمشید نے کہا۔

اور پھر وہ واپس ٹرکے... اس کمرے سے نکلے... برآمدے میں
 آئے... پھر کمروں کو جھونک کے عین اسی جگہ آئے، جہاں دونوں
 روٹ کھڑے تھے... اور مینار کو دروازہ بند تھا... پروفیسر
 راول نے دیوٹ کنٹرول آئے کا بین دبا دیا... لیکن دروازہ
 نہ کھلا... انہوں نے بار بار کوشش کی... لیکن دروازہ نہ
 کھلا... جواب میں آخر اشارہ دے کہ قہقہہ انہیں سنائی دیا۔

یہ آکر صرف آٹھ کے لیے تھے، چلتے چلتے کے لیے ہوا کا
 ہم کھڑے ہیں... اس وقت بھی جتنے دروازے کھلے ہیں
 میرے اشارے پر کھلے ہیں... دروازہ نم رنگ... تو میرے
 کمرے میں سے بھی میں نکلی جکتے تھے۔
 "اوہ! ان کے منہ سے جھ

"اور ایک طرح سے بہت ہی برا کہ ہم لوگ یہاں
 گئے... اب کم از کم تم ڈروان گئے اور تو موجود ہیں

"اس رپورٹ کو مکمل دین کر اپنی پینول پٹا لے، پھر دیکھیں
 ہم کیا کرتے ہیں۔" منور نے بڑا سا منہ بنایا۔

"اوہ اچھا... یہ بات ہے... مکی... تم جاؤ۔"
 رپورٹ کچل کے بغیر مڑا اور کمرے سے نکل گیا... پھر
 دشمنیہ نے ایک اٹلے کی طرف منہ کر کے کہا:

"تم سب لوگ اس بات کو نوٹ کر لو... یہ جو جالے
 نے، ان بولے صفا یہاں آئے ہیں نا... ان میں سے کسی
 ایک پر بھی کوئی ہاتھ نہ اٹھائے... یہ پوری طرح آزاد
 ہیں... اگر یہ یہاں سے نکل سکیں تو روکنے کی کوشش
 بھی نہ کی جائے... سن لیا سب نے؟

"میں میڈم بیڈن آؤں گی ابھی۔"
 "اب کیا خیال ہے؟" اشارہ نے مسکرا کر کہا۔

"ہم اپنی جدوجہد کا آغاز کر رہے ہیں۔" آصف نے
 پر غم لہجے میں کہا۔

"میں تھوڑی کوششوں کو بالکل ایسے انداز میں دیکھوں
 گی جتنے کوئی طاقت ور انسان ایک بالکل خفصہ بچے کی
 کسی کوشش کو دیکھتا ہے... اور طاقت لیش ہے؟

"او کسے... آئیے پروفیسر صاحب... ہم یہاں سے پھرتے
 الیکٹرک کامران مرزا نے فوراً کہا۔

Malik ji

۵۷۷

ہوتا ہے... آپ لوگ لطف کے اس قدر نیچے کیوں پہنچ گئے ہیں؟ غرض نے مل کر کہا۔

ہم اپنے لطف کے نہیں... آپ لوگوں کے لطف کے لیے کہ رہے ہیں... آپ کو لطف نہیں آتے گا؟

تو پھر آپ ہمارے لطف کو ڈالیں بھاڑ میں؟

اگلی میں... اس نے حیران ہو کر کہا۔

بھاڑ میں جاتیں آپ... کیسے...؟ بے آپ کی سطوات

کا حال... پھر میں سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں... بیکٹ، ڈیل

روٹی وغیرہ کو پکاسنے کے لیے آپ لوگوں کے ان کیا چیز

استعمال ہوتی ہے؟

بڑے بڑے ادوں... اس نے کہا۔

لیں تو پھر ہم اس قسم کی چیز کو بھاڑ کتے ہیں۔

بہت مشکل سا ملاحظہ... بیب... ہارڈ۔

ہارڈ... نہیں بھاڑ... غرض نے کہا۔

جو گا... جیسے کیا... اس نے سہانہ کر کہا۔

حیر... ہم آپ کی عزت آ رہے ہیں... اچھا بھلا کر لیں۔

نہاں رحمان نے تنگ آ کر کہا۔

آؤ... آؤ... وہ ہل

اور پھر اس کے کمرے میں داخل ہوئے۔ اس کے چہرے

پر... اسی انجم کی حکومت، تو اس کی جہیں ڈر پیدا نہیں...

اس سے ہم بیٹ نہیں گئے؟

نہلک... کیا ہم واپس آپ کے کمرے میں آ سکتے

ہیں؟ شوکی جھلکی۔

ہاں... ضرور آ جاؤ... لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

پھر ہمیں... آپ ہیں اجازت دے چکی ہیں؟

میں تو کڑ چکی ہوں کہ اس دنیا کے اندر تم بائیں

آزار ہو... بس یہاں سے نکلتا میری مرضی کے بغیر، لیکن

ہے۔

ہوں... ہم سمجھ گئے... کیا اس پورے منصوبے کی

انچاس آج آپ ہیں؟ انکسٹرپٹیشن نے پوچھا۔

نہیں! اس منصوبے میں بہت بڑے بڑے دماغ

کام کر رہے ہیں... میں صرف یہاں کی انچاس ہوں۔

آخر یہ منصوبہ کیا ہے؟

الموس... بہت بات نہیں بتائی جا سکتی

کیوں؟ کیا آپ کا قبیلہ ہے... ہم یہاں سے نکلتے

ہیں کہ سیلاب ہو جائیں گے؟

نہیں... ایسا نہیں ہو سکے گا... اس کے باوجود ہم کچھ

نہیں بتا سکتے... ورنہ لطف نہیں آئے گا؟

Malik ji

۵۷۸

کشتہ ہلے۔

تو میرے بارے میں کیا خیال ہے؟ مزد علی خان سکرے۔
 نہیں... یہاں شکایتی دائرہ تک پہنچ بھی کام نہیں آئیں گے۔
 اورہ! تو پھر آپ کسی طرح مقابلہ کریں گے؟
 پتا نہیں... بس دیکھتے جاتیں:

انہوں نے کہا اور ایک ایک قدم اٹھاتے گئے۔
 ان کے ساتھیوں کے دل دھک دھک کرنے لگے۔ کیوں کہ
 اشرافیہ پورے اہلیان سے بیٹھی تھی... اس نے اپنے بچاؤ کے
 لیے کچھ بھی نہ کیا... آخر انکسٹر جنسید اس کے ہاتھ قریب پہنچ
 گئے... انہوں نے ایک دم اشرافیہ کی گردن کی طرف ہاتھ بڑھایا
 لیکن انہیں ہڈی لگا جیسے انہوں نے جرنی میں آگ سے آگے اڑا
 ہر... وہ ہلکا ہوا کر چمچے بنے... اگرچہ انہیں کوئی چوٹ تھیں
 اتنی تھی... لیکن وہ ہلکا ضرور لگتے تھے۔

بلک... کیا ہوا آگیا؟ اشرافیہ نے گھبرا کر کہا

بلک... کچھ نہیں... کوئی بڑا دشمنو کا جسم موبو نہیں

ہے۔

کیا کہا... جسم موبو کون سے... ان ہی سے کئی ایک بچے

ہے۔

اں اچھے ہاتھ ایسا محسوس ہوا تھا جیسے ہڈی نے جھرنی

پر خوش گوار مسکراہٹ تھی۔

تم لوگوں کی بے بسی پر مجھے ترس آ رہا ہے؟

کچھ دیر بعد اپنی بے بسی پر ترس کھانے کے لیے تیار
 رہیں: آداب نے جتنا کر کہا۔

رو میں اٹھ کر تم لوگوں کے سامنے آ جاتی ہوں... تاکہ
 تمہیں دھمکانے کی زحمت نہ کرنی پڑے؛ اشرافیہ نے اٹھ کر
 کہا۔

بہرگز نہیں... وہیں بیٹھی رہیے۔ انکسٹر کمران مرزا نے
 چمک کر کہا۔

کیوں... کیا ڈر گئے آپ؟ وہ بولی۔

نہیں... وہاں بیٹھ کر شاید آپ ہمارا ڈر نہیں سہ سکیں
 گی... اس لیے اٹھ کر ادھر آ رہی ہیں... آپ وعدہ کر
 چکی ہیں... کہ ہم ہر طرح آزاد ہیں اور یہاں کچھ بھی کر سکتے ہیں؛
 انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

خیر... بالکل سچی۔ اس نے کہا اور پھر اپنی کمرس پر جا
 بیٹھی۔

ہیں ان پر حکم کروں گا۔ انکسٹر جنسید ہلے۔

نہیں جنسید... مجھے تنہا کرنے کی اجازت دو۔

خان رحمان... یہاں قریب چھکندے نہیں ملیں گے۔ انکسٹر

Malik ji

۵۸۰

حیرت ورت گئی...

کیا آپ کی طرح ہم یہاں موجود کسی بھی شخص کو نہیں
چھ سکتے۔

ہاں! بالکل نہیں چھ سکتے۔ اس نے کہا۔

ہم علیٰ طوع و کرہ پر تجزہ کر کے دیکھنا چاہتے ہیں۔

غیر ضرور... کیوں نہیں؟ استاد نے کہا۔

وہ دوسرے کمروں کی طرف بڑے اور ایک ہی وقت
میں بہت سے سائنس دانوں کی طرف بڑے... لیکن کسی ایک کو
کسی نہ چھ سکتے...

اب... اب ہم کیا کریں؟ شوکی نے کانپتی آواز میں کہا۔

آؤ براہ راست میں چل کر سوچیں۔ غلطی درحالیہ ہوئے۔

سوچنے کے لیے اچھی جگہ تھوڑی کی؟ استاد کی آہنی کی
آواز سنائی دے گی۔

وہ براہ راست میں آ گئے... یہاں نہ مداخلت سے

نہ سائنس دانوں اور نہ استاد...

اس کا مطلب ہے... ہم پوری طرح سائنس پہنچے ہیں؟ غور

علیٰ نے کہا۔

نہ نہیں کیا جا سکتا، پروفیسر رازد نے کہا۔

تو ہم کیا کیا جا سکتا ہے، انپیکٹر جتوئیہ نے کہا۔

ہاں! اتنے دسے مارا ہوں... مطلب یہ کہ استاد کیسے اور موجود ہے،
یہاں اس کا مرث فکس موجود ہے؟

نہ ہی غلط ہے... انپیکٹر جتوئیہ؟

غلط کیسے؟ وہ نے کہا۔

میں گزشتہ پوسٹ کی حالت میں یہاں موجود ہوں...؟

دیکھو بھوت۔

یہ کہ کہ استاد نے میز پر سے ایک پلن اٹھائی اور اس

کی لوک اپنی انگلی پر دسے ماری... انہوں نے اس کی انگلی سے

خون کے چند قطرے نکل کر کمرے کے فرش پر گرتے دیکھے۔

اس خون کو انگلی سے چھو کر دیکھ سکتے ہو... کیوں کہ

یہ ہو سکتا ہے جسم سے بڑا جو چکا ہے... یہ تک کوئی بیڑ

سے جسم کے ساتھ ہے... تم اس چیز کو چھو بھی نہیں

سکر گئے۔

مگر فوراً ہلکا اور انگلی سے خون کو چھو کر دیکھا... غوی

اس کی انگلی پر لٹک گیا... اب تو ان کی آنکھیں حیرت سے اور

نئی پہیلی تھیں۔

پھر ہم آپ کے جسم کو چھو کیوں نہیں سکتے؟

نہ ہمارے سائنس دانوں کا کمال ہے۔ اس نے کہا۔

وہ سناتے میں آ گئے... غور پروفیسر رازد کے چہرے پر

Malik ji

کہا نہ کر چاہیں۔

بہت بھر... جب آپ لوگوں کا سونے کا پروگرام ہو...

میں یہ دیکھے گا... ہم یہی سوچا رہے تھے!

ایسے نہیں... میں خود تم لوگوں کو نیند کی ایک طرح دلا کر وہ ملے گا۔

اس کی کیا ضرورت ہے... ہم لوگوں کو نیند پہلے ہی بہت کڑی دیتی ہے۔ صحت جلدی سے ملے۔

مجھے بے وقت بنانے کی کوشش نہ کرو... میں تم لوگوں کو اچھی طرح جانتی ہوں۔ اشارے نے شاید مزہ بن کر کہا۔

اور پھر وہ سوچا میں ڈوب گئے... اسی طرح بہت دیر لگنے لگی۔ کچھ سہانے ذرا سے مکے... ایسے میں پھیر دلا کر

آواز ملانی دی:

اٹھارے... آپ سو تو نہیں گئیں۔

جب میں سو رہی ہوں گی تو آپ لوگ بھی نہیں جاگ رہے ہوں گے۔

تو پھر... یہ بت دی... کہانے کا کیا پروگرام ہے۔ کیونکہ

میں میری سوس کو ۲۰ ہوں۔

کہا نہ گے گا... ٹھیک کی ضرورت نہیں... اس حالت کی آپ لوگوں کو پوری طرح سیر نہیں کرائی گئی۔ یہاں پورا کو موجود

میں خود کر رہا ہوں... مجھے خود کی صحت دو۔ انہوں نے کہا۔

میں جیسے صحت اچھی... یہاں صحت کی کیا کمی ہے۔ لیکن نے کہا۔

شکریہ لیکن:

لیکن... کیا نام ہوا۔ اشارے کی آواز ملانی دی۔

لیکن ہم لوگ کریم کو کہتے ہیں... حضرت چوں کہ بہت صاف مشورت رنگ کے ہیں، لہذا گھر میں انہیں لیکن کہا جانے لگا۔ پروفیسر داؤد برسلے۔

قرین انہیں کریم کہوں گی۔ وہ ہنسی۔

کریم ہمارے نزدیک ہمارے مسجد کا نام ہے... وہ چم کریم ہے۔

اب کیا پروگرام ہے تم لوگوں کا۔ اس نے پوچھا۔

ہم آپ لوگوں سے ملنے اور یہاں سے نکلنے کے بارے میں خود کریں گے۔ مشورہ کریں گے، ہر ملکی انڈیا کریں گے۔ آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں۔

بالکل نہیں... تم لوگ پوری طرح آزاد ہو... ہاں جب ہمارے سونے کا وقت ہو جائے گا... اس وقت آپ لوگوں کو بھی سونا پڑے گا۔ لیکن کہ ہمارے سونے میں آپ کوئی

Malik ji

یوں لگتی گی... یہ جیسے انکل... یہ پیکٹ؟
یہ کہہ کر اس نے ہاتھ باہر نکالا... لیکن ان سب نے دیکھا،
اس کے ہاتھ میں ایک رہا کا پتہ تھا... جب خود اس نے پتہ
کو دیکھا تو بولا:

ااوہ... صاف کیجیے گا انکل؟

صاف کیا جی جی صاف کیا... تم جلدی سے پیکٹ نکالو؟
خالد نے ہاتھ پیرچھپ میں ڈالا اور باہر نکالا...
اس مرتبہ اس کے ہاتھ میں ہکٹ کا پیکٹ ہی تھا، پروفیسر صاحب
نے پیکٹ چھٹ لیا اور اسے کول ڈالا... لیکن ابھی ہی کا ہاتھ
سڑک کی طرف نکلا ہی تھا کہ ان کی نظریں شرمی پر جا پڑیں... شرمی
کی نظریں پیکٹ پر تھیں...

کیا تم جی سب کے سب شرمی؟

نہیں... انکل... شرمی بولا۔

میں تیرے گیا... ضرور تھیں جی شرمی سب کو بھی جانتے اور شاید
سب ہی طرح تم جی سب کو ہر حالت کر سکتے کے بارے میں جانتے ہیں۔
یہ ہکٹ تم جی کو شرمی... یہ انکل سنہ بھرائی ہوئی
نواز میں تھا۔

میں انکل... میں اتنی سب کو سمجھتی نہیں کہ شرمی شرمی

میں جی کہ وہاں ہوں... تم جی کہہ دو؟

ہے... اور مٹا بھی مٹا رہی ہیں... لیکن آپ لوگ ان میں سے
بھی کسی کا گھر نہیں بلکے سکتے۔

خیر... آپ کانا بھرائی؟

انہی کھانے کا وقت نہیں ہوا... وقت سے پہلے کھا نہیں

بھوایا جا سکتا... آپ کو انتظار کرنا ہو گا؟

ااوہ اچھا خیر... پروفیسر صاحب نے چڑھا منہ بنایا... ہرک

اور ان سے ہر حالت جی جی کے کسی طرح ہو سکتا تھا...

جی خالد... صاف کیا جی جی کا کیا حال ہے؟ انکل نے

کہا۔

سچ... خیریت سے ہے۔

تم میرا مطلب نہیں سمجھتے... اس میں ہر قسم کی چیزیں ہوتی

ہیں... کوئی کھانے کی چیز بھی تو ہوتی جاوے۔

ااوہ یہ بات ہے... آپ کو مایوسی نہیں ہو گی انکل۔

وقت... تو کچھ کھانے کو ہے۔

ہاں! ہکٹ کا ایکسچینج سنا پیکٹ؟

ااوہ تو وہاں... انکل نے بچوں کی طرح کہا۔

ابھی جیسے... خالد نے ہاتھ دیر چھپ لیا ہاتھ ڈال دیا۔

ایسی تو تم سے کچھ نہ ہو سکتا ہے اسے گھبرا۔

نہیں جانتا ہوں... پروفیسر صاحب کو سب کو سب جانتا ہے... دیر

Malik ji

اور پھر سکریں پر منظر گھومتے گئے... پہلے حنفیہ نظر کیا... پھر جنگ ہوتی دکھائی دینے لگی... بیگن اور انشام کی بکری جنگ لڑنے کی جنگ اور فضا کی جنگ... تینوں کے منظر باہمی باہمی دکھائی دینے لگے...

ابھی تک بیگن زبردست کامیابی حاصل کر رہا ہے... انشام نے غریب جیسے ہی کہا...

اس کا مطلب ہے... آپ کی ہمدردیاں بھی بیگن کے ساتھ ہیں؟

میں خود بیگن ہی ہوں... اس نے کہا...

یہ باہمی بیگن میں کیوں مر رہی ہیں؟

ہمارے ایکٹ ہیں... ہمارے لیے کام کرتے ہیں تو ہم ان کو فوٹ میں طرز میں کیوں نہ دیں... اور پھر فوٹ میں شامل ہو کر وہ طرلوں کا جو ستیا داس کر رہے ہیں اس نے جلدی جلدی کہا...

ابوں... وہ بڑا اے اور پھر کھانے کی فوٹ سے ہاتھ کھینچ جائے... کھانے کے بعد انہوں نے اس دنیا کی سیر کی... کئی بڑے بڑے شیشے کے ڈال نظر آئے... جن میں بیگن، انشام اور فضا کے ماہرین مجھے جھستے تھے... اور لوگوں نے انہیں ٹوٹواڑ ٹوٹواڑ سے دیکھا... لیکن سڑ سے کہہ نہ سکا... ان دنوں

نہیں پروفیسر انکل... یہی نہیں کھاؤں گا... آپ کے لیے میں... شکر نے کہا...

بھئی جھلڑنے کی ضرورت نہیں... بہت جلد کھانے کا وقت برائے واہ ہے... انشام کی آواز سنائی دی...

ہم جھلڑ نہیں رہے... تو ایک دوسرے سے محبت کی بات ہے... انشام بوجھد مسکرائے...

ایک لمحے بعد کہیں ہاکہ دن کے ساتھ برائے کے فوٹ پر بھی کھانے لا کر رکھ دیا گیا... بکٹ کے پکیٹ کی فوٹ نہ شکر نے ہاتھ بڑھایا تھا... پروفیسر صاحب نے...

پھر وہ کھانے پر فوٹ پڑے... ابھی اچھی طرح سیر نہیں ہونے تھے کہ انشام کی آواز سنائی دی...

کھانے کے بعد تم لوگ اس دنیا کا باقی حصہ بھی دیکھ لیتے ہو... کوئی پابندی نہیں ہے... ہمارے خواب اور اس دنیا کے خواب جو تم سے بڑے کر کے اگارت ہے... لیکن سونے کے وقت سے پہلے پہلے...

ہمارے پورے ہیں آپ کا پروگرام کیا ہے؟ آہستہ نے پوچھا...

ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا... اسے اس کے آہستوں... جنگ کا جائزہ بھی لے لیا جائے...

Malik ji

۵۹۰

سوڑے ہیں۔

۱۰: اپنی گھڑیوں پر وقت دیکھ لو۔۔۔ مہینہ... دن اور
تاریخ نوٹ کر لو۔۔۔ آٹا سے ٹھیک تین ماہ بعد تم
وقت جانو گے اور میں تم سے ملاقات کروں گی؟
وہ ٹیلہ کی داوی میں اترتے چلے گئے۔

تین ماہ بعد

اورے جانی کوئی ہے؟ فاروق نے ہلکے لگاؤ
بول دیا میں ہوں... اور تم بھی تو ہر۔۔۔ آفتاب ہوا۔
سنو پار میں لے ایک بہت بھانک خواب دیکھا ہے
ابھی ابھی اس خواب سے بیدار ہوا ہوں؟
میں بھی ایک حد بھانک خواب سے ہی بیدار ہوا
ہوں... آفتاب ہوا۔
بھیر... پچھلے تم میرا خواب سن لو... پھر میں تمہارا خواب سنوں
گا۔ فاروق نے کہا۔
اور اگر تم نے سنے سے انکار کر دیا۔ آفتاب بڑبڑایا
جو چدر کی سزا وہ تمہاری۔ فاروق نے کہا۔
تمہاری کڑ میری... دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا۔ آفتاب
جنت کر ہوا۔
نہیں... خواب کی وجہ سے ٹھیک نہیں لگ رہا۔ فاروق

Malik ji

۵۴۳

نے گھبرا کر کہا۔

”م... میرا بھی یہی حال ہے... خیر... تم خواب شروع کرو؛

آفتاب نہ نکلیا۔

”اچھا سفر... اور پھر اسی اشارہ کی بجلی نے ہمیں میں...:

خادوق نے خواب کے آخر میں کہا ہی تھا کہ آفتاب نے بات

کاٹ دی۔

”اسے... اسے... خیر دار۔“

”کھ... کیوں کیوں... کیا ہوا... کیا تمہیں اشارے کی بجلی

کے پر اعتراض ہے؟ خادوق گھبرا گیا۔

”ہیوں... میری طرف سے تو تم اسے اشارے کی بجلی کی

بھی بجلی کو... لیکن بات دراصل اسے ہے کہ میں تمہیں اپنا

خواب سنانے کی اہادیت نہیں دے سکتا... اپنا خواب سناؤ بیادیت۔

میرے خواب کا سہارا نہ کرو۔“

”اماغ خواب ہے تمہارا... خواب تو میں نے اپنی آنکھوں

سے دیکھا ہے تمہاری آنکھوں سے تو خیر نہیں... بہر حال خود میں

نے دیکھا ہے... تم کو کون ہرستے ہو... اس خواب کو اپنا خواب

بنا سنے والے؟

”لیکن میں نے بھی بالکل میں خواب دیکھا ہے... اس

طرف پر سکتا ہے کہ تم بھی بالکل میں خواب دیکھو؟

شش... شاید تم نے میرا خواب چھایا ہے؟

”و اور سفر... اب خواب بھی چلائے جیسے تھے، لیکن

کی آواز پہلی بار سنائی دی۔

”لیکن... یہ آواز تو میں انکس کی ہے... یہ کہاں سے

پٹ پٹ... خادوق نے حیران ہو کر کہا۔

پڑی نہیں... پڑا... میں انکس ہوں، بالائی نہیں، لیکن

بولا۔

”بھی میں نے آواز کی بات کی ہے... تمہاری نہیں... میرا

مطلب ہے تمہاری آواز کہاں سے ٹپک پڑی؟

”ہم شاید اس وقت ایک ہی کشتی کے سوار ہیں؟

”ارے ال... کشتی شاید کشتی کے بنی ہوئی ہے؟

”تم لوگ غلط سوچ رہے ہو... ہم کشتی کے اسی زمین

دور دنیا میں ہیں اور میں ماہ ایک سرے رہنے کے بعد اب

بیدار ہوئے ہیں۔“

”اٹ ایک... میں ماہ ہم سوسے رہے... چاہے ملک میں

تو میں مردہ خیال کر لیا گیا ہو گا۔“

”خیر ہم بھی پڑی نہیں... ہمیں اس قدر آسانی سے

مردہ خیال کر لیا جاسے، ایکٹیکٹ کھانا مرزا لکھے۔

”تو چرو... آواز بھیجے کہ سرور میں کھائے ساتھ کی... یہ

Malik ji

۵۹۴

صاحب کمان خانہ ہیں : شکر کی بولا۔

میرزا نہیں... شاید تم غمزدہ گناہاں سے... غمزدہ نے

اب انھوں نے اٹھ کر بیٹھے کی کرشمی کی... لیکن
نہیں : ہوا... شاید میں ماہ تک سوتے رہنے کی وجہ سے کمزور
پیدا ہو گئی تھی۔

میں موجود ہوں... اور تمہاری باتیں سن رہی ہوں : انھوں
نے ہنس کر کہا۔

اور شاید آپ ہماری باتوں پر ہنس بھی رہی ہیں : شکر
کو مرزا بولے۔

اں ایسا بات ہے... اپنی غمزدگی کا جائزہ سے... دیکھو
میں ماہ گزار گئی یا نہیں :

انھوں نے گھڑیوں کی طرف دیکھا... واقعی میں ماہ گزار گئے
تھے... اس علاقے سے یہ ان کی زندگی کا طویل ترین کیس کھلا سکتا
تھی جس میں ان کی زندگی کے میں ماہ تک شائع ہو گئے تھے،
یا کر ویسے گئے تھے... اچانک شکر نے کہا

لیکن... = بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے گھڑیوں کو تنہا
نے کر دیا گیا ہو۔

یہ ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی : انھوں بولے۔

میں ہم کمزوری کیوں محسوس کر رہے ہیں :

خوداک صرف اس حد تک ہی جاتی رہی کہ تم لوگ میں
زندہ رہ سکو... اور تمہارے پلو تبدیل کیے جاتے رہے... تاکہ
شکل نہ ہو جائیں...

بہت بہت شکریہ... آپ نے ہمارے لیے اس قدر
حکایت کی...

اب تم لوگوں کو اٹھ کر میرے کمرے میں لایا جائے گا
چند منٹوں تک تم لوگ پہلے پھرنے کے کسی حد تک تھکی ہو
سکو گے... کھل کمزوری دور ہونے میں تو خیر ابھی پانچ بجے گئے
ہیں گے۔

پھر برآمدے میں چند وہ بین آوی ڈال دیئے... انھیں اٹھا
کر اشارت کے کمرے میں لایا گیا... اشارت پر ہی طرح تردد تادہ
میں... جب کہ وہ ایک دوسرے کو گرجھایا ہوا رہے تھے، ان
کے رنگ زرد چمکے گئے... انہوں نے جتنا تھا جیسے برسوں کے
بہار ہوں۔

اب میں تم لوگوں کو جنگ کو منظر دیکھا جاسکتی ہوں۔

تین ماہ پہلے ملائے جاتے تھے جیسے کہ تم لوگ کر رہے
جنگ کو منظر دیکھا تھا... یاد ہے کچھ :

پانچ یاد ہے... جیگال کی فرسٹ انعام کر لگتے دینی

Malik ji

۵۹۹

مکمل ہے... ویسے ہمارے لیے یہ بات بہت خوشی کی ہے۔
نارن رحمان ہوئے۔

اور آپ کے لیے یہ حالات کیسے ہیں میں انصاف : فاروق
نے طنز یہ ہے میں کما۔

ہمارے لیے بہت تشویش ناک ہیں... ہم لوگ پرنٹن جو
کو رو گئے ہیں... لیکن عملی طور پر ہم کچھ نہیں کر سکتے کیوں کہ
ہم سے اس منصوبے پر عمل کرنا ہے... نہ کہ فوجی معاملات
میں داخل افغانی کرنا... فوجی معاملات فوجی ماہرین جانتے؟

ہوں... اور ان تین ماہ تک آپ لوگ کیا کرتے رہے...
کیا وہیں آپ کی پیادہی مکمل تھیں ہر گز... انٹیکسٹیشن نے پوچھا
ماہرین مکمل ہیں... میں آڈیو سننے کی دیر ہے؟

کیا مطلب... آرڈر ملنے کی دیر ہے... آپ کس سے
آرڈر وصول کریں گے؟

اس منصوبے کو متنبہ دیتے والوں کی طرف سے ہدایات
میں کی... جی تو عمل کرنے والوں سے ایک ہوں : انجمن
نے سکرا کر کما۔

ہوں... ہمارے ہمارے ہیں آپ لوگوں نے کیا فیصلہ کیا ہے
میں لوگ پورے طرف آواز ہو۔

آواز کو ہم نین او پلے ہی رہے۔

آؤ! تمہیں اس وقت...

لیکن انہوں نے اس وقت پوزیشن محفوظ ہے؟

کیا مطلب : وہ ایک ساتھ ہوئے۔

مطلب یہ ہے کہ اب مسلمان بیگال کی فوج پر کامی ضرب

لگ رہے ہیں اور یہ صرف ایک شخص کی وجہ سے ہو رہا ہے۔

صرف ایک شخص کی وجہ سے : ان کے بھائی میں نکال کی

حیرت مٹھی۔

ہاں : نہ جانے وہ کہاں سے آکر نظام کی فوج میں داخل

ہو گیا... میں جوشی وہ فوج میں آیا... حالات نے یکایک پٹہ کیا

اور بیگال کی شکست کے آثار نظر آنے لگے... یہ دیکھ کر بیگال

نے اور بھی کئی محاذوں پر جگ بھیڑ دی... لیکن اس شخص نے

اصل کی طرف سے ہر محاذ کی خبر لی اور بیگال کی کوئی پیش نہ

جانے دی... اب حال یہ ہے کہ یہ فوجیاتی فتح پر فتح حاصل کر

رہا ہے... اور اپنی قوم کا ہر دست ہر دوں چکا ہے... لوگ

اس پر ٹکے پڑتے ہیں... اس کے ڈوبوں میں ہانپتی اچھالتے

ہیں... اس کے ایک اشارے پر سر دھڑ کی بازی ہٹانے کے

پے تیار ہو جاتے ہیں... ماہرین کو کہنا ہے : اب اس کی اور

ہندو کبھی پورہ سرسالی پہنچے... لیکن میں اس کے

معاذ کوئی مثال نہیں مٹھی۔

Malik ji

اب آزادی کا مطلب یہ ہو گا کہ تم لوگ دلوں جا سکتے ہو۔

لیکن ہم اسی طرح کیسے جا سکتے ہیں۔۔۔ جب تک دنیا ہے مصوم نہ ہو جائے کہ آپ کا شعور کیا ہے۔۔۔ اور ہم اسی شعور کے کہ درہم درہم نہ کر دیں۔۔۔ اسی وقت تک واپس جانا ہمارے لیے ناممکن ہے۔ انیکشز کا مرزا مرزا نے منہ بنایا۔
ہاں ممکن کو ممکن بنانا میرا کام ہے۔۔۔ ٹکڑے نہ کرو۔ اشاریہ بولی۔

چنانچہ میں آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟

بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔۔۔ آخری بار اس زیر سمندر دنیا کی سیر کر لو۔۔۔ اس کے بعد تم لوگوں کو اٹھا کر باہر پھینک دیا جائے گا۔ اشاریہ نے کہا۔

اور پھر ان کے گرد میں کے قریب مسلح آدمی آ کر کھڑے ہوتے۔ ان کے ہاتھوں میں اپنی پستول تھے، اچانک انیکشز ہتھیر کے ذہن میں ایک خیال گزرا:
اگر ہم ایک ایٹمی پستول کسی طرح حاصل کر لیں تو۔۔۔ تو شاید ہم کچھ کر سکیں؟

یہ خیال آتے ہی انہوں نے انیکشز کا مرزا مرزا کی طرف دیکھا۔ فوراً ہی اشاریہ کی آواز سنائی دی:

میں اندازہ لگا سکتی ہوں کہ تم کیا سوچ رہے ہو۔۔۔ یہ کہ ایک جلد اپنی پستول ہاتھ لگ جائے۔۔۔ مثال۔۔۔ ایک پستول انیکشز چھینے کو دے دو۔

ہاں کے سن۔ ایک شخص نے قدرے جھجک کر کہا۔ اور پستول ان کی طرف برعصا دی اور غوراً ہی دوسرا پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔

انہوں نے کھسے کھسے انداز میں پستول سے لیا۔۔۔ اور پھر اسے چونے کی کوشش کی، لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

یہی میں دکھانا چاہتی تھی۔۔۔ پستول آپ لوگوں کے کسی کام نہیں آئیں گے۔ لیکن میرے آدمی ان کو ہاتھیں ہاتھ سے چٹا سکتے ہیں؟

کہا ان سے بچنے والی اپنی شعلات شیشے کی ان عمارت کو نقصان نہیں پہنچاتے گی، انہیں نے منہ بنا کر کہا۔
نہیں۔۔۔ اس نے فرمایا،

تو پھر۔۔۔ ان میں سے کس سے کیسے کہ پستول کسی دیوار کی طرف نہ گئے پڑے۔ کھین لیا،

میں سمجھ گئی۔۔۔ تم چاہتے ہو۔۔۔ میرے آدمی پستول چھین لو تم اس کو چونے کا طریقہ سمجھ جاؤ۔۔۔ خیر۔۔۔ یہ بھی کہہ دیکھو۔۔۔ مثال۔۔۔ پستول سے دیوار کی طرف نشانہ کر دو۔

Malik ji

ملا کر سکتے تھے... مطلب یہ کہ یہاں موجود تمام لوگ بائیں
سلاخیں... تم کچھ بھی کہو... ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گئے۔
اور ان کے منہ سے نکلا۔

امثال... انہیں باقی کمروں کی سیرا کر دو... پس حمارت
کی چھت پر تم انہیں نہیں لے جاؤ گے۔
کیوں... چھت پر کیا بات ہے؟

چھت پر کسی کو بھی جلنے کی اجازت نہیں ہے! احمدیہ
بول۔

آخر وہاں کیا ہے؟

منسوبہ کو ایک مزدوری حد چھت پر ہے... لیکن وہ
مگر انتہائی خفیہ ہے... کسی کو جاننے کی اجازت نہیں ہے،
۱۲ منسوبہ کے باغی مرے پر منصبہ کا شاق مرور یہاں آئے
گا اور کھردگی کا حمارت خود گرت گا۔

خیر... نہ دکھائیے چھت... ہم یہ ہمت ہو گی تو دیکھ لیں
گے۔

انہیں... ہم لوگ تو وہاں نے ابھی نہیں مار سکتے! احمدیہ
نے انہیں گرا کر بچے ہی تھا

پر ہم واقعی نہیں مار سکتے... اس نے مار دیا ہے نہیں
یہ... ضرور ہی سکاں

امثال نے فوراً پستول کا رخ دیوار کی طرف کیا... اور
وٹخ دبا دیا... پستول کی اٹل سے ایک شجاع تیر کی طرح نکل
اور دیوار سے ٹکرا کر بجھ گئی... اس نے دیوار کو کوئی نقصان نہ
پہنچایا...

اب یہ پستول مجھے دیں... انہیں کھارن مرزا نے امثال
سے کہا۔

امثال نے سوالیہ انداز میں اس طرف دیکھا جہاں طرف سے
احمدیہ کی آواز آ رہی تھی۔

دے دو... انہیں اپنا اطمینان کسے دو... احمدیہ بولی۔

اسی مرتبہ انہیں کھارن مرزا نے پستول لیا... اور ناکر کرنے
کی کوشش کی... لیکن شجاع نہ نکلی... اچانک انہوں نے پستول
امثال کے منہ پر کھینچ مارا... پستول بری طرح امثال کی طرف گیا۔
لیکن اس کے نزدیک پہنچنے ہی والی پٹا، اور اگر انہیں کھارن
مرزا ایک دم نیچے نہ بیٹھ جاتے تو پستول ان کے منہ پر
مکنا...

بہت غصہ... یہ تجربہ بھی ٹوب دیا... لیکن تم وہاں کو
ایسی ہی ہوتی ہو گی؟

امثال: تو خیر ٹھیک ہے، انہیں کھارن مرزا مٹوانے۔

اگر یہ پستول امثال کے منہ سے ٹکرا سکتا تو تم لوگ

Malik ji

۴۰۰

اپنے گھروں کا رخ کریں گے۔ ایشالی نے کہا۔

اور یہ آخری مرحلہ کب آنے والا ہے؟

چند روز تک، اس نے کہا۔

ابنیں کس طرح مسلم ہو گا کہ منصوبے پر عمل کیا جا سکے؟

انجیلز جمشید بڑھائے۔

بشرہ مسلم ہو جائے گا... فکر نہ کرو۔ ایشالی مسکرائی۔

سیر سے فارغ ہو کر وہ ایشوریہ کے کمرے میں

آئے گئے۔

تم لوگوں کو آزادی سہارک ہو... بھاری فراخ دلی کی داد

دو... کہ تم لوگوں کو خطرات کی قربی دشمن ہوتے ہوئے بھی

دیر یہاں سے واپس جاتے دیا جا رہا ہے۔

ہوں... بات تو خیر ضحیک ہے... اور آپ لوگ یہ

اس لیے کہ رہتے ہیں کہ تم آپ کے منصوبے کی کامیابی کو

دیکھ سکیں۔

ایشالی نے کہا۔

ایک سوال اور... اگر آپ اجازت دیں، تو... میں نے کچھ

سوچ کر کہا۔

بشرہ کیوں نہیں؟ ایشوریہ مسکرائی۔

جب آپ لوگ یہاں سے چلے جائیں گے، تو میرا مطلب

آپ جاؤ... تم لوگ تو شاید براہ مارغ پاٹ جاؤ گے...

جمشید سے ناکارہ ہوسے پڑے ہیں... لیکن زبانوں کے

چلنے کا حال دیکھا ہے۔ ایشوریہ نے ہل نہیں کر سکا۔

میں تو بھاری زبانوں کو کمال ہے، اور ابھی تو آپ نے

ان کا کمال دیکھا ہی نہیں... تو جب پہلے پڑائی میں تو افر

د... اور بندہ ہے... حال ہے... جو رنگ جائیں؟

ایشالی نے کہا... تشریف لے جائیے۔ اس

تے طرز پر لچے ہیں کہا۔

اور وہ ہیں آزادیوں کے لئے میں ایک ایک کر کے دیکھتے

پھر... واقعی ایک جھوٹی سی دنیا میں... یہاں ضرورت کی

ہر چیز موجود تھی... اگر کوئی چیز نہیں تھی تو سورج کی روشنی

وہ سورج کی روشنی کو کسی طرح انتظام نہیں کر سکتے تھے...

یہاں ان کی سائنس دھڑکی کی دھڑکی رہ گئی تھی کہ اس دنیا

میں ہادی خاندان بھی تھے... غل غلط بھی تھے... یہاں کے

کمرے بھی تھے... انکی اب ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہاں

کی ہر چیز کھینچ کر لی تھی... یہاں بندے چست تھے۔

یہ سائنس کیوں بندہ رہتے گئے ہیں؟

آخری مرحلے کے ذریعہ ہمارا کام یہاں تک ختم ہو

جائے گا... یہاں کوئی کام نہیں رہ جائے گا... لہذا ہم اپنے

Malik ji

۷۰۳

ہے... اس سمندر دور دنیا کو خیر باد کہہ دیں گے تو اس دنیا کا کیا رہے گا؟

”شاہر اسے تیار کر دیا“ ہائے لگا... کیوں کہ اس کے بعد اس کی قطعا کوئی ضرورت نہیں رہ جائے گی:

”شکریہ... مجھے اور کچھ نہیں پوچھنا“

”کیسے کو کوئی سوال کرنا ہے تو کہہ سکتے ہیں“: استاد نے اعلان کیا۔

”سوال تو نہیں... میں ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں: پروفیسر بلوڈ سرسری الفاظ میں بولے۔

”درخواست... کیسی درخواست“:

”ویسے آپ اس درخواست کو نا منظور بھی کر سکتے ہیں... مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا“

”درخواست کیا ہے: اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

”ہم میں ماہ تک صحتہ رہے ہیں... جب کہ ہم روزانہ نہانے کے عادی ہیں... ڈھان کی سرزمین پر پاؤں رکھنے سے پہلے چاہتے ہیں کہ ہم غسل کریں“:

”کیا درخواست ہوئی... اس میں الجھک کیسی... شرم سے غسل کر دینا اس نے کہا۔

”آپ سمجھیں نہیں... ہم سمجھتے ہیں: پروفیسر بولے۔

تو پھر... اس سے کیا ہوا ہے:

”ہم دوسروں کے سامنے ٹٹے نہیں ہوتے... لیکن آپ اس سکڑیوں کے ذریعے اس دنیا کے ہر گوشے کو دیکھ سکتے ہیں“:

”... اچھا... میں کچھ لکھتا... خیر... ہم لوگ غسل خانوں کو منظر نہیں دیکھیں گے“:

”لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے... میرا مطلب ہے... میں کیسے معلوم ہو گا کہ آپ نہیں دیکھ دیں...“

”جب پھر آپ کا اطمینان کس طرح ہو سکتا ہے: احمدیہ بولا۔

”اس طرح کہ ہم میں سے نصرت لوگ غسل کرنے چاہیں گے۔ نصرت یہاں ادھر ادھر موجود رہیں گے... اس طرح باقی نصرت نہا میں گئے۔“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں! اس نے کہا۔

”تہا بہت شکریہ۔“

”امثال... اس کے غسل کا بدو است کرد“: استاد نے کہا۔

”تھوڑی دیر بعد وہ پروفیسر صاحب کی فریڈ کے مطابق غسل کر رہے تھے... فادش ہونے کے بعد وہ پھر استاد کے کمرے میں آئے ہوئے...“

Malik ji

۶۰۴

... کیا... آپ تو جی پھر بے ہوش کیے تھے
رہی ہیں۔

اس حالت میں تم لوگوں کے لیے باہر جانا زیادہ مفید ہو
گا۔ اس نے کہا۔

اور پھر وہ گرتے چلے گئے... جوش میں آنے تو سمندر میں
دھبے سے... یعنی درخت کی دو کشتیوں میں... کشتیاں ساتھ ساتھ
رہی تھیں...

الگ... کہیں... یہ سب ایک خواب تو نہیں تھا۔ کتاب کی
آواز ابھری۔

اگر وہ سب کچھ خواب تھا تو ہم اس وقت درخت کی کشتیوں
پر کیوں سوار ہیں... وہیہ حقیقت کا پتا ڈھان میں چل کر گئے
گئے... کیا واقعی ہم تین ماہ تک مرسے رہے ہیں... اور کیا واقعی
وہاں جنگ کا نقشہ بدل چکا ہے؟

ان کی کشتیاں ساحل کی طرف بڑھتی چلی گئیں... ساحل پر
جنگ کے کوئی آثار نہیں تھے... اچھا ڈھان کے قریب سمندر
موجود تھی...

فرجیوں نے قرآن کی بات دانتیں تان دیں۔

اب میں تم لوگوں سے رخصت جاہلوں گی... اس نے اورنگ
اٹھائی۔

کیا ہماری ذمہ داری میں یا کہیں اس پاس طاقت ہو گی؟
کچھ کر نہیں سکتے۔ اس نے کندھے اچکا کے۔

اچھا تو پھر... ہم چلتے ہیں؟
نہیں ضرور... کیا سمندر میں وہ فابج موجود ہو گی؟ شوکی
گھبرا کر بولا۔

وہ تو تین ماہ پہلے کی بات ہے... لیکن تم لوگوں کو فکر
کرنے کی ضرورت نہیں... اس کا انتظام بھی ہمارے ذمے ہو گا۔
ہمارے پاس درخت کی کشتیاں موجود ہیں... جی ہاں سوئری بھی
لگی ہوئی ہیں مسلحہ کر ان کی برا خارج کر کے خنڈی سی
جگہ میں ان کو رکھا جا سکتا ہے؟

ااں اس کے دوران میں وہ کشتیاں دیکھ چکا ہوں۔ نیکٹر
تشید نے سر ہٹایا۔

اچھا تو پھر اب ہم رخصت ہوتے ہیں؟

اشارہ کے ان الفاظ کے ساتھ ہی ان پر چم لینے لگی
ہوئے تھی... اور اشارہ نے چند منٹ دبائے اور اسے ایسا
کہتے ہوئے انھوں نے سات رنگہ لیا... گویا وہ باہر نکلنے کے
طریقے سے بھی واقف ہو گئے تھے۔

Malik ji

۶۰۸

مالک کو جہاں پڑا۔

”اوہ! اچھا... خیر... ہمدرد صاحب! میں جانتے ہیں؟“

”وہ بھی شہید ہو چکے ہیں... اب تو ہمارے امیر

غازی فوجی ہی ہیں؟“

”اوہ... تب تو میں اپنی کھائی سالانہ پڑاے گی... ہم

غازی کو سنائیں گے؟“

”مردود ضرور ہم آپ لوگوں کو انہی کے سامنے پیش

کر دیتے ہیں؟ فوجی فوجی نے کہا۔

ایک گھنٹے کے بعد وہ ایک نورانی چہرے والے فوجی

کے سامنے قارئین پر بیٹھے تھے... معلوم ہوا، وہ کمری

ی بھٹنا پسند نہیں کرتا... اس کے چہرے پر ایک بائیں

تارسی تھی... جس میں ایک دو بال سفید تھے... اس

کی پیشانی کشادہ تھی... وہاں موجود تمام لوگ باادب بیٹھے

تھے اور حقیقت بھری نگرینوں سے اس کی طرف دیکھ رہے

تھے۔

”اے! فرمائیے... آپ لوگ کون ہیں... اور سندھ میں

کہاں سے آئے ہیں؟“

”کھائی بہت طویل ہے... اس میں وقت لگے گا

میرے پاس وقت ہے... آپ ٹکڑے کریں؟“

غازی!

”خیر... ہاتھ اوپر اٹھا دو... خیر...“

ان کے ہاتھ اٹھ گئے... کشتیاں ہوں ہی ساحل سے

نجا... فوجی ان کی طرف دوڑ پڑا۔

”کون ہو تم لوگ؟“

”مسٹر یوسف... میں جانتے ہیں؟“

”ایوب... اچھا اچھا... سابقہ حکومت کے وزیر خدیزہ

کے سیکرٹری... وہ تو شہید ہو چکے ہیں جنگ میں؟“

”کیا کہا... شہید ہو چکے ہیں؟“

”اے! زمان کا بچہ بچہ جنگ کی آگ میں کود پڑا

تھا... یہ ہمارے فوجی غازی کی وجہ سے ہوا...“

”انہوں نے کچھ ایسی دردناک سچائی سنائی کہ مذہم

بہاد پیدا ہو گیا... اور پھر سب کے سب لڑائی میں شریک

ہو گئے... بس پھر کیا تھا... جنگ کا پانسہ پلٹ گیا...“

Malik ji

۹۱۰

آپ میرے مہمان ہوں گے... لیکن جب تک تصدیق نہیں
ہو جائے... اس وقت تک آپ کہیں جانے کی کوشش نہیں
کر رہے گئے؟

لیکن جناب... تصدیق کرنے میں کیا دیر لگتی ہے...
ابھی لون کر لیتے ہیں:

نہیں... میرا ایک وفد آپ کے ملک جائے گا اور مارے
مہمان کی تصدیق کرے گا... آپ فکر نہ کریں، یہ کام تین روز
کے اندر امداد ہو گا... دراصل تمہاری کہانی کے مطابق آپ تین
ماہ تک سوتے رہے ہیں اور دنیا میں تین ماہ کے اندر ان
گت تبدیلیاں آ گئی ہیں... یہاں بھی یہی حال ہے... آپ
اور گرد کی خبروں سے بھی بے خبر ہیں... آپ صرت میں
دن انتظار کریں... ہم آپ کو تین ماہ کے اخبارات بھی
دے دیے جائیں گے... تاکہ آپ اس وقفے کے حالات اور
واقعات پر مطلع ہو سکیں:

اچھا... جیسے آپ کی مرضی... لیکن ہم ٹوسٹے ہیں۔
کیسے تین دن گزارنے سے پہلے وہ ایسے منصوبے پر
عمل پیرا نہ ہو جائیں؟ الیکٹرک قریب ہوئے۔

خود آپ کا ہی یہ کہا ہے کہ اسی مکان اور سہولت
کو تیار کرنا آسان ہے نہ ہو گا... لہذا پہلے ہمیں

آپ کے مہمانوں کے محسن کا نام ماننا پسند کریں

آپ مجھے غازی مہدی کو کہہ سکتے ہیں: وہ مسکرایا۔
اس کی مسکراہٹ سے بھی پھول ہلڑتے محسوس ہوتے
تھے۔ شکر ہے! میں اپنی کہانی شروع کرتا ہوں: الیکٹرک
بحر شہ نے کہا اور شروع سے لے کر آخر تک مختصر طور
پر کہانی دہرا دی... آمزودہ خاموش ہو گئے... غازی مہدی
کچھ دیر تک سوچ میں ڈوبا رہا... پھر اس نے کہا:
"پہلے تو ہمیں آپ کے ملک سے تصدیق کرنا ہو
گی... کہ واقعی آپ لوگ وہاں سے یہاں آئے تھے...
اس کے بعد ہم سمندر میں آپ کے سامنے چلیں گے
اور اس اختیار کو دیکھیں گے... پھر اسے تیار کر دیں
گے... یہی چاہتے ہیں نا آپ؟"

"اس کو تیار کرنا اتنا آسان نہیں ہو گا... بلکہ دشمن
نہیں بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی... یہ دیکھیں اور
ہوئے۔"

تو بعد کا اہم ہے... پہلے تصدیق:

ٹھیک ہے... وہ ہوئے۔

Malik ji

۹۱۲

داستان کا دور لوٹ آیا ہو... اس غازی نے تو یہاں کی
کھپا ہی پلٹ دی تھی... میسرے دن فجر کی نماز کے لیے
جاتے وقت غازی مہدی نے ان سے کہا:

”مذہ آج شام لوٹ آئے گا... آپ کو خوش ہو جاؤ
چاہیے:

”ہی ہاں! ہم خوش عسری کر رہے ہیں:

”آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟

”جی نہیں... ہم بہت مزے میں ہیں۔“ انپکٹر کارن مرزا
جواب دے۔

”شکریہ... بس آپ کی نظر بندی کا آج آخری دن ہے:

اس نے کہا۔

”نظر بندی... یہ آپ کیا کر رہے ہیں... ہم نے

تو خود کو ایک لمحے کے لیے بھی نظر بند عسوس نہیں کیا:

”وہ اس لیے کہ آپ لوگوں نے فرار ہونے کی کوشش

نہیں کی۔“ اگر آپ کوشش کرتے تو ضرور آپ کو روکے

کی کوشش کی جاتی اور آپ کو معلوم ہو جاتا کہ آپ گرفتار

ہیں؟ اس نے مسکرا کر کہا۔

”تو آپ کو پتہ لگتا تھا کہ ان پر یقین نہیں آیا؟“

مرزا نے اسے

مبارکہ بھی تو پہنچے دیں... جب تک وہ آئے گا، ہم کوئی
قدیم اٹھانے کا فیصلہ بھی کر چکے ہوں گے... بہر حال اس
دوران آپ کا چوری طرح خیال رکھا جائے گا... آپ کو
کوئی تکلیف نہیں ہو گی... آپ اپنے وقت ٹھ سے ملاقات کر
سکیں گے... شہر کی جامع مسجد میں ہیں تمام مسلمانوں کے
ساتھ نماز ادا کرتا ہوں... آپ بھی میرے ساتھ نماز ادا کرتے
دیکھیں گے... لیکن آپ کو حیرت انگیز خوش ہو گی:

”ایک سوال اور... اگر اجازت ہو۔“ انپکٹر کارن مرزا

بولے۔

”ضرور ضرور... کیوں نہیں:

”آپ نظام کی فوج میں کیسے شامل ہوئے... کہا چلے

میں ہی شریک تھے:

”نہیں... میں پہلے سے شریک تین تھا... یہ ایک لمبی

کہانی ہے... یہ کہانی بھی میں آپ لوگوں کو تین دن گزرتے

پر ہی سناؤں گا:

”اچھا... جیسے آپ کی مرضی...“ انھوں نے کہا۔

اور پھر انھیں تین دن تک صبر آزما انتظار کرنا پڑا:

”آہم وہ مسلمانوں میں ایک بالکل نئی لہر تھیک کہ بہت خوش

ہوتے رہے... انھیں یوں عسوس ہوتا رہا... جیسے غلطی

Malik ji

تھی... کیوں کہ گرمی بہت تھی... کچھ لوگوں کا میں متعلق...
مسجد کے باہر بیٹھی جہاں تک نظر جا رہی تھی... صفیں بچھا
دی گئی تھیں... اور جہاں تک لوگ نظر آ رہے تھے،
پچھلے سنہیں پڑھی گئیں... پھر مؤذن بکیر کہنے لگا...

عین اسی وقت کسی نے حیرت زدہ آواز میں پکار کر کہا
"اے... اے... اے... وہ آسمان پر کیا ہے؟"

حیرت سے لوگوں کی نظریں آسمان کی طرف اٹھ گئیں...
"اوجھ... کیا ہے یہی...؟" اس بار بے شمار حیرت اُٹھ کر
آوازیں ابھری۔

اب تو سبھی نے اوپر دیکھا... ایک مؤذن تھا جو برابر
بکیر کر رہا تھا... بکیر کہنے لگا کہ اس نے بھی اوپر دیکھا،
غازی مہدی نے بھی اوپر دیکھا۔

آسمان کی انتہائی بلندیوں پر ایک دھبہ سا نظر آ رہا تھا
اور یہ دھبہ بہت بڑی سے نیچے گرا نظر آ رہا تھا... سب
وہاں میں گھر رہے تھے کہ وہ عین ان کے سروں کی
طرت آ رہا ہے۔

فرزاد اور حضرت دونوں کے دل یکساں بارگاہِ نور سے
دھڑکے... انہیں چوں لگا... اسی لمحہ لمحے کے بعد دل
دھڑکنے لگا... یہ کوئی آنکھیں کھلنے لگی ہوئی تھی

سے بات نہیں... کہانی ہے ہی اس قدر عجیب کہ یقین
کر لے کو جی نہیں چاہتا؟

میں اخیر... کوئی بات نہیں... ہمیں آپ سے کوئی کلام
نہیں... پروفیسر راؤد ہوئے۔

اور پھر وہ شہر کی سب سے بڑی مسجد میں داخل
ہوئے... یہ مسجد شہر کے مشرقی سرے پر واقع تھی...

اور اس کا سفید مینار بہت بلند تھا... اس کو دیکھ کر عجیب
سی حسرت دلوں پر طاری ہوئی تھی... مسجد میں تین دھڑکنے
کا جگہ نہیں تھی... لیکن غازی مہدی اور ان کے معاونوں
کے لیے راستا چھوڑا جانے لگا...

"کم از کم ہمیں یہیں رک جانا چاہیے... آپ کو تو
خبرداشت کرا رہا ہے؟"

"لیکن آپ لوگ میرے ساتھ آنے کی وجہ سے دیر
سے آئے ہیں... ورنہ آپ پہلے ہی آ گئے ہوتے... ان
بے آپ کو آگے آنے کا حق پہنچتا ہے...؟" غازی نے سکڑا
کر کہا۔

"جیسے آپ کی مرضی... وہ بولے اور آگے بڑھتے چلے
گئے۔"

لامت کے لیے باغِ مسجد کے صحن میں ہی پھانسی لگی

Malik ji

۹۱۲

یہی کہہ کر دیکھنے لگا جو چڑھ گیا تھا۔۔۔ ایسے میں کسی نے کہا:
"وگو! تمہارا فریاد کیسے آجھنچا؟"

وہ جینے بچنے لگنے کے ساتھ ساتھ بڑی ہوتی جا رہی تھی
اور پھر تو ان کی آنکھیں گویا پھٹ پڑیں۔۔۔ بچے اترنے
والی کوئی چیز نہیں۔۔۔ ایک انسان تھا۔۔۔ انسان۔۔۔ جو
اس طرح ہوا میں تیرتا ہوا اتر رہا تھا۔۔۔ جیسے کوئی جہاز
دن و رات پر اترتا ہے۔۔۔ لیکن انسان کو آج تک اس
طرح فضا میں تیرتے اور بچنے اترتے کسی نے نہیں دیکھا
تھا۔۔۔ وہ اپنی زندگی کا حیران کن ترین منظر دیکھ رہے تھے
یہ منظر دنیا کے سامنے عجائبات سے کہیں بڑھ کر عجیب
تھا۔۔۔ اسے آنکھوں میں نہیں، دنیا کا آنسوئی عجب کہا جاسکتا
تھا۔۔۔ سمجھ میں نہ آتا ہی لوگ حق تو کہتے اور جہ ہوش
بڑھ گئے، ان میں کسی مر رہی تھی۔۔۔ تمام کی نظریں جڑوا
اوپر اٹھیں۔۔۔ بلکہ گویا کہ وہ گھٹی نہیں۔۔۔ وہ چکیں
چھٹکتا بھول گئے تھے۔۔۔ ان کی طرح سبک بھی تھے،
کسی ایک جسم میں بھی حرکت کے آثار تک نہیں تھے،
اترنے والا اب انہیں بالکل صاف نظر آ رہا تھا۔۔۔ اور
پھر وہ سفید مینار پر اتر گیا۔۔۔ اسی وقت سہری کے
منہ سے نکلا

۱۔۔۔ یہ تو روح اللہ ہیں!

روح اللہ۔۔۔ سب ایک ساتھ بولے۔

میرے پہلے میٹھی کا بندوبست کیا جائے۔ مینار پر اترنے
والے نے کہا۔

"دیکھا۔۔۔ میں نے ٹھیک کہا تھا۔۔۔ یہ حضرت یحییٰ ہیں۔۔۔
صبح سویرو ہیں۔۔۔ روح اللہ ہیں۔۔۔ جن کے نازل ہونے کی
دہریں گویا ہمارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی
کر چکے ہیں۔۔۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی نشانیاں
بتائی تھیں۔۔۔ کہ جب حضرت یحییٰ نازل ہوں گے۔۔۔ مشرق
سمت سفید مینار سے چھ اتریں گے۔۔۔ اور اترتے ہی
میٹھی طلب کرتے ہوں گے۔۔۔ قدامت میٹھی لائی جائے۔ گاڑی سہری
نے بلند آوازوں میں جلدی جلدی کہا۔

یہ لوگ میٹھی پہلے ڈھلے۔۔۔ اور لوگوں کی نظریں پتھر
ان پر جمی تھیں۔۔۔ ان کے جسم پر دو زبرد یاد دہانی تھیں اور
بالوں سے پائی ٹھیک رہا تھا۔۔۔ یوں گنا تھا جیسے اسی بھی
غسل کر کے آئے ہوں۔۔۔ ان کے چہرے پر لمبی سی ڈھانسی
تھی۔۔۔ جسم سادہ تھا۔۔۔ تھوڑا سا زرد، رنگ سرخ و سفید
تھا۔۔۔ سر کے بال کچھوں تک پہلے جھٹے تھے۔۔۔ اسی
وقت لوگ میٹھی لے آئے۔۔۔ ان کو مینار سے لگا دیا

Malik ji

۷۱۸

نکل گئے... صورت وہ کھڑے رہ گئے... لیکن ان کی طرف
دیکھنے والا کوئی نہ تھا۔

اگر... اگر میں اور فرست = نظامہ پہلے نہ دیکھ چکی ہوتی
اور ہم آپ سب کو نہ جانتا چکی ہوتی تو شاید اس وقت ہم
بھی اسی فوج کا ساتھ دیتے۔ فرزانہ نے لالچتی آواز میں
کہا۔

ہاں... لیکن ہم جانتے ہیں... سب دھوکا ہے... غریب
ہے... مکاری ہے... حضرت عیسیٰؑ کا نزول ہرگز نہیں ہوا،
یہ سب ان کے نزول کی نقل اتاری گئی ہے... سادی بات
سمجھ میں آ جی ہے... میں وہ بڑی کامیابی تھی... جس کا
ذکر ہم نے پڑھا تھا... یعنی حضرت عیسیٰؑ کے انوار میں کسی
انسان کا آسمان سے اترنا... تاکہ یہ لوگ سمجھ سکیں... اپنے
ارادوں میں کامیاب ہو سکیں... پوری مسلمان دنیا آپ اس
چلی سچ موعود کے پیچھے لگ جائے گی... کون ہے جو
جلادی بات پر اعتبار کرے گا... جلدی کہانی صرف اور
صرف غازی ہمدی نامی آدمی لے سکتی تھی... لیکن اب یہ
بات آئینے کی طرح صاف ہے کہ وہ بھی ان کا ساتھی ہے
اور اس ڈراسے کا ایک اہم کردار ہے... اچھا یہ آ
اس کے علاقے میں نمودار ہوتے ہی دیکھنے کی لوہیں شکست

اور وہ بیڑھی سے اترے گئے... جوں ہی وہ نیچے پہنچے، غازی
ہمدی نے بلند آواز میں کہا:

”استقام علیکم یا رسول اللہ! یا نبی اللہ! روح اللہ:
”وعلیکم، استقام: استقامی نے ان کے ہونٹ ہلنے دیکھے۔
”آئیے... جماعت کرائیے... غازی کے لیے تکبیر کہی جا
چکی ہے۔“

”جی... اس غازی کی تکبیر آپ کے لیے ہر چکی... غازی
بھی آپ ہی پڑھائیں گے؟“

یہ کہہ کر اس نے غازی ہمدی کا کندھا پکڑ کر مہیٹے کی
طرف پڑھا دیا... پھر غازی پڑھی گئی... غازی سے قاری ہو کر
غازی ہمدی نے کہا۔

”اللہ کا شکر ہے... حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
پیش گوئی صحت یہ صحت پوری ہوئی... دجال بھی نمودار ہو
چکا ہے... اور ان اطراف کا رخ کر چکا ہے۔“

”تکبیر کی ضرورت نہیں... میں دجال سے بچنے کے لیے کافی
ہوں... اسی وقت اس کے مقبضے کے لیے جاؤں گا۔“

یہ کہہ کر اس نے ایک سپاہی کی تلوار کھینچی اور مسدود
کے دروازے کی طرف چل پڑے... وہ سب سے آگے تھا
اور سب اس کے پیچھے... یہاں تک کہ تمام غازی ہمدی

Malik ji

”ہیلا کام قرہ کرو کہ ریڈیو لگا دو... ریڈیو منیشن سے
اب شاید میں منٹ کی خبریں نشر کروں گی... وہ خبریں سننا
جاسے جیسے بہت ضروری ہے۔“

دوہاں آتش دان پر ایک بڑا ریڈیو میٹ موجود تھا...
اس نے اسے آواز کر دیا... اس میں سے
آوازیں
اُٹیں... پھر ایک صحت آواز کاٹوں سے ٹکرائی،

”حضرت مسیح موعود کا تجھ پر چکا ہے... وہ اس وقت
دجال کا تعاقب کر رہے ہیں اور ان کا سرخ باپ لڈ کی
طرح ہے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی بھی یہی
ہے کہ مسیح موعود دجال کو بائبل لڈ پر قتل کریں گے... جون ہی
کوئی غیر معمولی ہوئی... نشر کر دی جاسے گی... اعلیٰ نعم
ہو۔“

ریڈیو سے سانسوں کی آواز آنے لگی... محمود نے آواز
سنی کر دی... لیکن اسے ہنسا دیا۔

”فریاد ہر تباہی پہنچے ہی کوئی لگتی ہے۔
آواز کا حق ہم کو ملے گا سونے کا بیٹہ... اعلان رہاں
ہو۔“

”پھر پھر مسیح... میرا خیال ہے کہ اب اہل عرب
آپ کا نام شروع کرتا ہے... آخر تو مجھے ممکن ہو گیا کہ ایک

کھانے لگی تھیں... آہٹ مالک... اتنا بڑا دھوکا... اتنا غرت
مالک فریب... یہ تو مسلمان قوم کو اترا بنا دیں گے... اپنے
پچھے لگے ہیں گے اور پھر جو وہ نقل مسیح موعود کئے گا...
یہ اس پر عمل کرتے چلے جائیں گے... وہ کیا کچھ کئے گا،
اور کیا کچھ کام لے گا... شاید ہم سوچ بھی نہیں سکتے... انگریز
جشنیہ لڑتی آواز میں کتنے چلے گئے۔

”ہاں جشنیہ... تم ٹھیک کر رہے ہو... لیکن... یہ
بائیں کرنے کی جگہ نہیں ہے... ابھی کوئی بھی تباہی طوفان
متوجہ نہیں ہے... بلکہ اس بائیں کسی کا نام نشان نہیں ہے
سب لوگ اس کے پیچھے چلے گئے ہیں... یہاں تک کہ
گھروں میں عورتیں اور بچے بھی نہیں بھرتے ہوں گے...
میں خود کسی گھر میں چھپ جاؤں چاہیے اور وہاں اطمینان سے
بیٹھ کر غور کرنا چاہیے۔ پروفیسر واٹر جلدی جلدی ہوئے۔
”آپ... آپ ٹھیک کہتے ہیں۔“

وہ افراتفری کے عالم میں مسجد سے نکلے اور تیز تیز
قدم اٹھاتے گئے... آخر ایک بڑے مکان میں داخل ہو گئے،
اندہ کوئی نہیں تھا... انھوں نے دوبارہ بند کر دیا... اور
ایک کمرے میں آکر بیٹھ گئے:

”اب... اب کیا کریں؟“

Malik ji

۹۲۲

مہربان ہونے سے کچھ نہیں بنے گا... سکون سے غور
کرنا ہو گا، اور شاید یہیں کبھی دن تک اس مکان میں بند
رہنا ہو گا۔

خیر... وہ تو ہم بند رہ لیں گے... لیکن بند رہتے
ہوئے کام کیا کریں گے؟

غور... اور پھر تو یہ ہے کہ اب فروخت اور فزاد
کے امتحان کی باری ہے: پروفیسر داؤد پوئے۔
سچ... جی... کیا مطلب... کنگ... کیسا امتحان: فروخت
ہوئی۔

تم دونوں میں سے ہوا لگی کہ اب ہم کیا کریں:
• بیو... ان حالات میں ہم کس طرح بنائیں؟ فروخت ہوئی۔
• یہ ہمیں نہیں معلوم... آزاد دو اپنے ذہنوں کو... اس
سے پہلے یہ ترکیبیں بتاتے ہیں ہے ہیں آخر... پھر اب کیا
ہو گیا ان کو؟

• ہر تو کچھ کہیں گیا... انکل... خیر... آپ گلو: کوئی:
فزاد نے کہا کہ میرے وہ دونوں سوتیلے بھائی ہیں:
دونوں کوئی دیر تک ٹھہر رہے تھے... ہاں کنگ فزاد
نے کہا۔

• پہلے ایک بات بتاؤں: سچ

آدمی کو ان لوگوں نے آسمان سے نازل ہوتے دکھایا... اللہ تعالیٰ
تو حضرت عیسیٰ کو فرشتوں کے ذریعے اناہیں گئے... لیکن ان
لوگوں نے یہ کام کس طرح دکھایا:

• انھوں نے تجربات پر تجربات کیے ہوں گے اور یہ ہم
تجربات ضرور اس ذریعہ سمندر دنیا میں کیے گئے... جہاں تک
میرا خیال ہے... اس شخص کو اس دنیا کی چھت سے اڑایا
گیا... وہ اس کے جسم میں! جسم کے ساتھ کوئی ایسی چیز
ہمیشہ لگی ہے کہ وہ ٹہرنے کی بجائے تیزتر ہوا اپنے تک
آگیا...

• جیسے وہ سنگ مرمر کا بت: فروخت ہوئی انھی
• ہاں... سنگ مرمر کا وہ بت دراصل ان کی مشق کا
ایک حصہ تھا... اس قسم کے تجربات نہ جانے انھوں نے
کتنے کیے ہوں گے... اور جب انھیں کامیابی کا یقین ہو
گیا تو تجربہ کر ڈالا...

• یہ سب تو خیر ٹھیک ہے... سوال یہ ہے کہ ہم کیا
کریں... اس ہولناک طوفان کا... جس کی پیشت ہی ساری
دنیا میں ہلنے والی ہے... ہم کس طرح مقبوض کریں! ایکسپلر
کامران مرزا پوئے۔

• یہی فکر مجھے کھدے جا رہا ہے... ایکسپلر جتھہ نے کہا۔

Malik ji

۶۲۴

... پوچھو... کیا پوچھنا چاہتی ہو؟ پروفیسر بولے۔

کیا اسی شخص کو صرت اسی ذریعہ سے دنیا سے اڑا لیا
ہو گا۔

ہاں... اگرچہ میں نے وہاں کی چھت کو جائزہ نہیں لیا
تھا... لیکن میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس کو اڑایا نہیں
سے گیا ہے۔

تب وہی اسی شخص پر عمل نہیں کیا جا سکتا جو چاہے زمین
میں اُٹی ہے، فراڈ کرتے ہو سادہ انداز میں کہا۔
اپنی مطلب یہ

مطلب یہ کہ اس دنیا کو قہر تباہ بھی کیا جا چکا... ہم اب
اس میں نہیں داخل ہو سکتے۔

یہ تم کس طرح کہہ سکتے ہو کہ اس کو تباہ کر دیا گیا
ہے۔

ایک دن انہی... کیا آپ بھول گئے۔ اشداد نے کہا بتایا
تھا کہ ذراغ ہونے کے فوراً بعد ہی دنیا کو تباہ کر دیا جائے
گا۔

اں! یہ بات مجھے یاد ہے۔

تب پھر یہ بات بھی مان لیں کہ ال دنیا کو تباہ کیا جا
چکا ہے۔ اسی نے کہا۔

نہیں... میں یہ بات نہیں مان سکتا۔ پروفیسر مسکرائے۔

کیوں پروفیسر صاحب... کیا آپ کے خیال میں اشداد نے
تھیوت بولا تھا... اور ان کا اب کوئی ارادہ نہیں تھا؟ انکسٹر
جسٹس جڑان ہو کر بولے۔

یہ بات نہیں... ان کا ارادہ واقعی یہی تھا... کہ اس
کو اڑا دیا جائے گا... لیکن میں جانتا ہوں... وہ اڑانے
میں کامیاب نہیں ہو سکے... اگرچہ ان کا بھی خیال ہو گا کہ
وہ دنیا تباہ ہو چکی ہے۔ انھوں نے جلدی جلدی کہا۔
... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں انہی... کئی آوازیں
ابھریں۔

تم لوگ ایک بات بھول رہے ہو۔ پروفیسر مسکرائے۔
ہی... ہم کیا بھول رہے ہیں؟ آصت کے بچے ہیں
ان کی صورت میں۔

کہ میں نے وہاں عمل کرنے کی درخواست بھی کی
تھی... اور پھر ہم نے فیل کیا ہی تھا۔ وہ مسکرا کر بولے۔
تو پھر... اسی نے کیا برتا ہے۔

اس سے یہ ہوا ہے کہ جب میں نے اشداد کے
مذہ سے یہ سنا کہ وہ ذراغ ہونے کے بعد اسی دنیا
کو تباہ کر دی گئے تو میں نے فیصلہ کیا کہ اسی کو تباہ

Malik ji

۶۲۷

سوال یہ ہے کہ تمہاری ترکیب ہے کیا؟ انبکٹر جھنڈ نے بے ٹھہن ہر کر کہا۔

بہت زور دار آبا جان؟

اسنے بغیر ہم یہ بات کس طرح مان سکتے ہیں؟ فاروق نے سنہ بنایا۔

تو میں سارے دیچ ہوں؟ اس نے بڑبڑا کر کہا۔
جلدی سے بتا دو کی کیا ترکیب ہے؟ آہٹ نے بے ٹھہن ہر کر کہا۔

جلدی سے کس طرح بتا دیں... کچھ تو دقت لگے گا۔
فرحت مسکرائی۔

اچھا بایا... لگا تو... جتنا دقت لگتا ہے؟ محمود تھکا اٹھا۔

اور خزانہ ترکیب بتانے لگی... ان کی آنکھیں حیرت سے پھینکیں چلی گئیں... اسی وقت مینڈو پر اعلان پڑنے لگا...

تین گھنٹے دوں گا... کیوں کہ ان کی غیر حاضری میں میں اس کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ اور خاص طور پر حجت کا... جو ہمیں دکھائی نہیں گئی تھی... لہذا میں نے غسل کی درخواست پڑ دی... اور غسل خانے میں اپنا ایک قم چھپا ڈالا۔
کیا مطلب... قم چھپا اسے آپ... تو پھر... اس سے کیا ہوتا ہے؟ آفتاب بولا۔

وہ قم... دیکھتے ہیں اور کام کرنے میں بے شک ایک قم ہے... لیکن دراصل وہ ایک ایسا خود کار آلہ ہے، جو تمام یونٹوں اور کئی دوسری قسم کے یونٹوں کو خود بخود چلا کر دیتا ہے۔
کیا... وہ ایک سادہ چھپائے۔

بالا! لہذا وہ زیر سمندر دنیا ابھی یونٹ کی فوج موجود ہے... ہاں... اور بات یہ ہے کہ اب اس میں کوئی غلط موجود نہیں ہو گا۔

اور... اور وہ روپوش ہو گئی تھی اسے۔
وہ شاید ہوں گے... لیکن جلدی سے ان کے پاس بھی انٹرنل سے ہمارے وقت نکال دینے ہوں گے۔
اور... جب تو... جب تو ہماری ترکیب پر عمل کر سکتا

Malik ji

۶۳۸

مقابلے کا اعجاز

ابن ابی املان علی ہے کہ مسیح موعود باب لڑ پر پہنچ چکے ہیں... اور انہوں کو دجال سے مقابلہ ہو رہا ہے... سب لوگ اس لڑائی کو حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے ہیں... دجال کے چہرے پر صیحت کے آثار طاری ہیں جب کہ حضرت عیسیٰ اپنی مریم بائبل پر نشان بننا شروع ہیں... اور پیچھے... انہوں نے اپنا حربہ دجال کے سینے میں اتار دیا... دجال ترس رہا ہے اور مسیح موعود اس کا خون حیرے پر لگا ہوا دکھا رہے ہیں... = ابن کی عظیم انسان فتح ہے... عیسائی اور مسلمان خوشیاں منا رہے ہیں... بلکہ اب تو یہودی بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں... وہ جو حضرت عیسیٰ کے سامنے بن گئے ہیں... اعلان فتح ہوا... کچھ دیر بعد نئی خبر دی جائے گی:

اب آپ لوگوں نے... اعلان میں بتایا گیا ہے

کہ عیسائی اور یہودی بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں، اب اس اثر عام میں کون ہے، جو اس بات پر غور کرے گا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے... ہر کوئی اندھا ہو کر رہ جائے گا... احادیث کا اس حد تک علم بہت کم ہوگا کہ ہے... لہذا کوئی نہیں بتا سکے گا کہ یہ سب ایک دھوکا ہے، بلکہ دنیا کا سب سے بڑا فریب ہے... کیوں کہ حدیث تو یہ کہتی ہے کہ عیسائی بھی مسلمان ہو جائیں گے... یہودیوں کو مسلمان بن کر قتل کریں گے... یہاں تک کہ کوئی یہودی نہیں بچے گا... چھپنے والے یہودیوں کو دھت اور پھیر خود ظاہر کر دیں گے... گویا یہودی ایمان نہیں لائیں گے کیوں کہ وہ تو دجال کے ساتھی ہوں گے... اس بار ایمان دے ہوئے ہوں گے... وہ کس فرقہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ شامل ہو سکیں گے... لیکن یہ لہجہ ہوگا ظاہر کہ رہے ہیں کہ تمام دنیا کے لوگ اس خوف کے بغیر کہ کس دین اور مذہب سے اٹھیں رکھتے ہیں، ان کے عقیدے کے نیچے جمع ہو گئے ہیں... جب کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہو گا... حقیقت عیسیٰ حسب آزل ہوں گے تو مسلمان کوئی گے کہ اللہ کے نزدیک اہل ید دین اسلام ہے، اور یہودی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان دے بغیر کسی شخص کی نجات

Malik ji

کے بکرمیں پڑ گئے تھے... انہوں نے ایک گاڑی پکڑی اور
ساحل کی طرف روانہ ہو گئے... ایک فرانسیسی سفارتیے نے دیکھا
تھا... تاکہ خبریں بھی سنتے رہیں... حالات سے باخبر رہنا ان
کے لیے بہت ضروری تھا۔

میرا خیال ہے... اب تک تو ساری دنیا میں یہ خبر
پھیل چکی ہو گی، شوکی بڑا پایا۔

ہاں... بلکہ پوری دنیا سے مسلمان اور عیسائی اس سبک
پہنچنے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے ہوں گے... اس کے
گرد جمع ہر جہاں ہی جائے گا... اس سبب کو دیکھنا آسان کام
نہیں ہو گا... انٹیکسٹر کامران مرزا بولے۔

ان حالات میں... اگر ہم اس ترکیب پر عمل کریں گے
تو اس کا کیا غلط ہو سکتا ہے؟

اس کا ارادہ میرا حیدر دنیا میں جا کر ہی لگایا جا
تا ہے؟ پروقیسر داؤد نے کہا۔

ساحل پر جیت کر انہوں نے احمد اوس کا جائزہ لیا۔
بے س جنگی و فوجی ساحل پر موجود تھیں۔ لیکن اسات
کوئی نہیں تھا... تو یہ وہ پوری طرح آزاد تھے۔

ایسا مسلم ہوتا ہے... جیسے ہمارے علاقہ شہر
اب کوئی بھی موجود نہ رہا ہو۔

ممکن نہیں... اور یہ کہ وہ اس جہت میں ان کے ایک اہلی
کی حیثیت سے نازل ہوتے ہیں... لیکن ان لوگوں کے فریب
کا پردہ کون چاک کرے... جو بھی بولے گا... مارا جائے
گا... یہوں کہ ان کے ڈکٹ بجے میں موجود ہوں گے
اقترا من کرنے والے کو منکر کر مار ڈالیں گے اور سب
نقلی بیج موجود کوئی اقترا من نہیں کرے گا تو کون دم
مارے گا۔ انٹیکسٹر کامران مرزا کہتے چلے گئے۔

حالات انتہائی خوف ناک ہیں اور ہم بالکل بے ہیں...
ایسے میں اگر کوئی امید رکھ کر رہے تو وہ فرست اور خزانہ
کی ترکیب:

ہم اس پر عمل کرنے کی پوری پوری کوشش کریں گے۔
لیکن اس سے پہلے ہمیں کچھ تیاری بھی کرنا ہو گی... اب
یہاں جمادی مدد کرنے والی حکومت کا کوئی آدمی بھی
نہیں رہا... ہمیں جو کچھ بھی کرنا ہے... خود کرنا ہے۔ انٹیکسٹر
تقریب بولے۔

کوئی بات نہیں... اگر جمادی مدد کرنے والے ہیں...
پروقیسر بولے۔

اگر تیار ہوں میں مصروف ہو گئے... شہر تو لیں بھی ایک
دم سے خالی خالی پڑا تھا... تمام لوگ تو اس عمل میں

Malik ji

انہیں ٹوٹ محسوس ہونے لگا... کیوں اب وہ آنکھیں بند
ہی نہ کر سکیں... جھپک ہی نہ سکیں... وہ کبھی گھٹنے ٹیک ان
آلاتِ مہم گم رہے... آخر ان کے منہ سے لگا:
”مہم... منور علی خان... تمہارے شکاری قبیلے میں کوئی پتھر
ہو گا۔“

”اے! کئی ذکیلے پتھر موجود ہیں؟“

”نہرا ایک دیتا۔“

”کیا کسی کو مارنے کا ارادہ ہے؟“ انہوں نے گھبرا کر
کہا۔

”نہیں... گھبرا نے کی ضرورت نہیں... میرا دماغ نہیں پل
گیا۔“ وہ مسکرائے۔

منور علی خان نے انہیں پتھر دے دیا... انہوں نے
لے کر ایک مٹھین میں اسے رکھ پھرفی دیا سکرین ان کے
دیں... کچھ دی قنات بن گھومتے رہے... آخر بولے:

”اے! ہر پتھر سیٹ کر چکا ہوں... اب تم سب غلام
رہنے کے لیے تلے ہو جاؤ۔ میں ایک بن جاؤں گا۔ اسی
کو دیتے ہیں وہ پتھر گوئی کی طرح اور جاتا... ان کے
گو... ستر ستر غلام چیتے... ایک ستر... اے! پتھر
اس میں سے پڑا سیدھا آسمان کی طرف پلاسٹک... اور...

”اسی لیے تم یہاں جا رہے ہو کہ کثرت سے لایا گیا تھا... تاکہ
ایسا وقت آئے ہی زور شور سے اس چیل ساز کے گرد جمع
ہو جائیں... تاکہ ان کی دیکھا دیکھی باقی لوگ بھی جمع ہو جائیں۔
وہ ایک بڑی لاپٹھ پر سوار ہو گئے... لاپٹھ دس مینار
کی طرف روانہ ہوئی۔“

”اور... اور انکل... وہ ٹیوٹ کنزول آگے؟“

”میری جیب میں موجود ہیں دونوں... انہوں نے شاید ان
بے نگاہی کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ اس دنیا کو تباہ کر کے
دی دینا ہے۔“ وہ مسکرائے۔

آخر لاپٹھ اس جگہ پہنچ گئی... اب پرنسپل راؤ نے مہم
پڑھ کر بن دیا... قرآن ہی مینار نے باقی سے سر نکالا اور
ادب اٹھنے لگا... وہ خوشی سے ہنسم اٹھے... جیسے مینار کہہ
لیا تو وہ اس پر چڑھنے لگے... پھر اسی جہاں اترے گئے...
نیچے بیٹھے تو دونوں روٹے خوشی پر پڑے تھے... گوا
مردہ ہر کچے تھے... انہوں نے قرآن جیت کا نسخہ کیا،
اور مینار کے آلات کو دیکھ کر ان کی آنکھیں صیرت سے
بھیس گئیں... انہاں زور سندر دینا کا اصل حصہ چھت پر تھا،
ان کے لیے وہ تمام چیزیں بھیج دیں تھے وہاں انہیں نہیں
لیکن پرنسپل راؤ کی آنکھیں تو اس حد تک پھل گئی تھیں

Malik ji

”اور لہری ٹوڈ بنو، اس چیز کو اپنے گھیرے میں لیتی ہیں؟“

”ہاں، اس مشین کا عمل یہی ہے؟“

”اور پھر انہوں نے اس پتھر کو زمین پر بائکل اس انڈیز میں گرتے دیکھا... جی انڈاز میں سب مرم کا بت چڑا رہا۔“

”ایک سوال اور پرنسپل اعلیٰ... یہ کیسے ممکن ہو گیا کہ آپ نے پتھر کو ڈوبانے شہر پر گرایا... یہ کیوں اور بھی تو آ سکتا تھا۔“

”اس کا بھی یہاں پورا پورا انتظام کیا گیا... یہ بائکل میزائل والا نظام ہے... جس طرح آتش کے دور میں گھر بیٹھے میزائل وارڈ دیے جاتے ہیں اور وہ ٹھیک نشانے پر جا کر گرتے ہیں... اسی طرح یہاں بھی انتظام کیا گیا ہے... ہم یہاں بیٹھے چوری دنیا میں کیوں بھی کوئی چیز گرا سکتے ہیں؟“

”اور ان کے منہ سے نکلا۔“

”ہم کیوں نہ... ایک رپورٹ پر یہ تجربہ کریں۔ ٹیوٹرل اسٹاپ۔“

”اور... رپورٹ پر... کئی آدمی، بھری۔“

”اے! رپورٹ پر... بے کار ہی تو پڑے ہیں۔“

”شہر پر گرتے گئے... ہم اس کے گرنے کا سات منٹ اس سکریں پر دیکھیں گے؟“

”اور... اور... خزانہ اور فرحت کے منہ سے نکلا۔“

”اور پھر انہوں نے جین دیا... پتھر واقعی گولی کی طرح اس مشین سے نکلا اور انہوں نے سکریں پر اسے سلاڈر سے بھی کر آسمان کی طرف جاتے دیکھا... اب انہوں نے پتھر کو زمین کی طرف آتے دیکھا۔“

”سوال یہ ہے... اگلے... کہ اوپر سے گرنے والی چیز آتش انداز میں کیوں گرتی ہے اور بے وزن ہو کر کھل گرتی ہے۔“

”ای آلات کے ذریعے... اس چیز کے گرد لہروں کا جال نہیں جاتا ہے... وہ لہری اسے فوراً تہین کی طرف نہیں لے دیتا۔“

”اور اس سے وہ چیز فوراً اوپر کس طرح پہنچ جاتی ہے؟“

”اس طرف سے تو مشین کے ذریعے چوری طاقت اس چیز کو دھکیلتی ہے... اوپر سے اسے دھکیلنے والی کوئی طاقت موجود نہیں... لہذا وہ نیچے اور انداز سے آتی ہے... تاہم اگر لہروں کا جال اسے مہار نہ دے سکے تو وہ اپنے وزن کے مطابق تیزی سے نیچے آئے گی۔“

Malik ji

۷۳۸

جنگیں ہم اس کو اٹھائیں گے کیسے... وہ تو کافی دہائی
ہو گیا۔ فاروقی نے گھبرا کر کہا۔

”یعنی ن کر اٹھا گاتے ہیں؟“ اصف نے خوش ہو کر

کہا۔

”تو کیا ہے... سب اسے اٹھا دہیں... ہم اسے سمندر
سی گرائے گا تجربہ کریں گے۔“ پروفیسر داؤد بولے۔

دو ہفت کو کسی نہ کسی طرح اٹھا کر اور گھسیٹ کر دیا
گیا... پھر اس مشین کو کھڑا کیا گیا... سب لوگ سکریں کی طرف
متوجہ ہو گئے... پروفیسر کچھ دیر تک تیاری کرتے رہے، آخر
انہوں نے ہٹن دیا دیا... دو ہفت تھر کی طرح مشین سے نکلا
اور آسمان کی طرف چلا گیا... سکریں پر اب وہ آسمان کا منظر
دیکھ رہے تھے... پھر دو ہفت نیچے گرے لگے... اور آخر وہ
سمندر میں گرا۔

اسے ہم لاسیالی سے اپنی ترکیب پر غصے کر سکتے ہیں؟
پروفیسر داؤد نے اطمینان کا سانس لیا۔

”کیوں نہ ذرا خبری بھی سن لی جائیں... انکسٹر مشین

بولے۔

”تو کیا ہے؟“ وہ بولے۔

”پڈیو لگایا گیا... خبری نشر کی جا رہی تھیں۔“

”سیخ سرحد کے گرد اب گردنوں کا جمع ہے،“

انہوں نے غور سے اور بچوں کو گھروں میں

واپس جانے کا حکم دیا ہے... عورتیں اور

بچے اپنے گھروں کا رخ کر رہے ہیں لیکن

مرد ان کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں... تھوڑے

میں برابر اضافہ ہو رہا ہے... چند دن قیام

کرنے کے بعد اب سینہ منور آگے بڑھیں گے

ان کا ارادہ تھا یا غم کہنے کا ہے... پھر وہ

دینہ منورہ حائیں گے اور حضور نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم اور اصحابہ کے روشنیوں کی زیارت

کریں گے... اعلان ختم ہوا۔

اس کا مطلب ہے... اب ہمیں دیر مل کہنے کے لیے

پندرہ دن مل گئے ہیں۔ پروفیسر داؤد بولے۔

لیکن... اس سارے منصوبے سے فائدہ کیا اٹھا

پا رہے ہیں... انہیں نے منہ کھولا۔

”ہرست دونوں مال لارڈ... انکسٹر مشین کو منہ لگا

تھوڑے... اب ہاں بچے ہیں۔“

”اور کیا حال ہے کر ڈسٹریکٹ... بلکہ انکسٹر مشین

مرزا بھی کچھ بچے ہیں... لیکن اگر ان لوگوں کا وہ ضرر نہ ہوگا

Malik ji

۶۳۸

میں حالات اور واقعات کا جائزہ لینے کی کوشش کرتے تو
جانی پتہ کر گئی باتیں احادیث کے مطابق نہیں ہوتیں۔۔۔
لہذا وہ شک کر سکتے تھے۔۔۔ لیکن شاید وہ شک کر کے
بھی اس بڑے ہجوم کو کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔۔۔ اس
دعا کے راستے میں جو بھی آئے گا تنکوں کی طرح نہ
باٹے گا۔

کچھ سے ٹارٹ ہو کر وہ دیر کا رخ کرے گا۔۔۔ اب
میں سوچتا ہوں کہ اس کا راستہ کچھ میں روکا جائے یا
دیر سے میں۔

میں تو کچھ میں واقعے سے بھی پہلے اس کو اسی شہر
میں روکا پہلے روں گا۔۔۔ آخر ہم اس کے کچھ میں واقعے
برنے کا ارتقا کیوں کریں؟ انیکٹر جیسیہ بولے۔

تو ٹھیک ہے۔۔۔ میں پوری طرح تیار ہوں۔۔۔ تم
اپنی تیاری کرو۔۔۔ پولیس بولے۔

وہ ایک بار تیار ہو کر میں مصروف ہو گئے۔۔۔ اور
میں وقت آتا۔۔۔ اس وقت سے بہت پہلے ہی پدم نسر
واقعہ نے سب لوگوں کو وہاں سے رستہ کر دیا تھا اور
وہ باہر نکل کر اس مقام کی طرف رخ کر چکے تھے جہاں
انکلی بیج موجود اس وقت موجود تھا۔۔۔ جس پر چند دن

تو بھی تھیں ملک کا بدوگرام بھی کم خوف ناک نہیں ہے، کیوں
کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمام مسلمان اس جہل سازی کا شکار
ہو جائیں گے۔۔۔ اب فریق کیا۔۔۔ یہ جہل ساز مرزا جانی کی
طرح اوت پنا ملک دھسے کر ڈالے تو کیا لوگ ایمان نہیں لے
آئیں گے۔

ابن لے آئیں گے۔

ایمان بھی لے آئیں گے اور وہ جو ان کو حکم دے
گا۔۔۔ اس کو بھی فوراً بجا لائیں گے۔۔۔ گویا پوری دنیا اس
کے اشاروں پر ناپے گی۔۔۔ لیکن میرا خیال ہے، وہ اس
سے بھی دو ہاتھ آگے بڑھنے کی تیاری کر رہا ہے؟
آپ کا خیال بالکل ٹھیک ہے: انیکٹر کمران مرزا
مکراتے۔

چند دن ملک وہ تیاریوں میں مصروف رہے۔۔۔ اور وہ پوری
برادر فیروہ بھی سنی جاتی رہی۔۔۔ نقل بیج موجود اب کو شہین
کے رخ کو چکا تھا۔۔۔ لوگوں کو ہجوم اس کے گرد پہلے سے
زیادہ تھا۔۔۔ سوری سرب کی حکومت اس کے استقبال کی
تیاریاں کر رہی تھی۔۔۔ تو اب اس حکومت نے جس اسے حضرت
عیسیٰ مان لیا تھا۔۔۔ جس کو انیسویں ہجرت بھی ہوئی اور
انیسویں بھی۔۔۔ کیوں کہ اگر عالم لوگ احادیث کی روشنی

Malik ji

۱۰۰

جیسا مسیح موعود کے اترنے کے وقت دیکھنے میں آیا تھا... انجیل
اب کوئی عقل جو رہا ہے... کیسا کسی اور کو عقل ہونا تھا؟
ایک بار پھر سب کی نظریں اوپر اٹھ گئیں... آسمان سے
گرنے والا وجود اب کافی صاف نظر آنے لگا تھا... ایسے
میں نقلی مسیح موعود پھر چلا آیا۔

سفر وار... اور موت دیکھو... وہ نہ کافر ہو جاؤ گے... اگر
اب تم نے اوپر دیکھا تو آنکھوں کا نور اڑ جائے گا... سب
کے سب اندر سے ہو جائیں گے۔

لوگوں نے پھر فرما نظریں نیچی کر لیں... بلکہ ٹوٹ نہ
بھی ہو گئے... اس وقت موعود دیکھ رہے تھے مسیح
وہ اس وقت اس جگہ میں موجود نہ ہوتے تو جہلی مسیح
موعود اسی کی سکیم کو فیل کر دیتا... قرآن خان دکان پکڑتا
وہ... وہ اب بالکل نزدیک آ گئے ہیں... میں نے
اوپر دیکھا تھا... اور میں اندھا تھیں ہوا... میں اب بھی دیکھ
دا ہوں۔

میں بھی دیکھ رہا ہوں... میں بھی اندھا نہیں ہوا... ان
ایمان کی روشنی میں اسی طرف مسیح کو رہا ہوں... انجیل
کا مرنا مرنا ہوئے۔
اور میں بھی اندھا نہیں ہو سکتا۔

قیم کرتے کا وہ امکان کر چکا تھا... یہ دعویٰ اس لیے کیا گیا تھا
ہاں اور وہ اس کے گرد جمع ہو جائیں۔

وہ بھی اس کے گرد جمع ہونے والوں میں شامل ہو
چکے تھے... اور آخر ایک نئی مسیح کا اعلان ہوا... مؤذن
نے اذان دی... ایسی لوگ سستیں پڑھ کر فارغ ہوئے تھے
اور عجیب کی جانے لگی تھی کہ اس جگہ سے بچنے میں... جب
کہ موت کا سننا بھی ٹھارہ تھا... کسی نے جلد آواز
نہا کہا۔

اور وہ کیا ہے؟

آنکھوں نظریں اوپر اٹھ گئیں... نقلی مسیح موعود نے
بھی اوپر دیکھا... اور اندر سے اس کی آنکھوں میں شدید
الہن اور بے چینی عموں کی... پھر اس نے فرما کہا۔
سب لوگ نظریں نیچی کر لیں... یہ کچھ نہیں ہے۔



لوگوں نے فرما حکم کی تعمیل کی... عجیب پھر بھی جاتے ہی
ایک ایک اور آواز ابھری:
اور وہ... یہ... تو پائل دیکھا ہی تھا وہ ہے۔

Malik ji

۶۴۳

وہ نقل اب گھیرٹ کا شکار ہو چکا تھا... یہ بات لوگ من
موسس کر رہے تھے... اپنے میں خان رحمان چلائے۔

بچے والا تو واقعی نقلی ہے... اس کے ہرے پر گلابٹ
کے آثار صاف نظر آ رہے ہیں... اگر یہ اصلی ہوتا تو پھر ہرگز
نہ گھیرا جاتا... کیوں کہ اس صورت میں تو اللہ کی نصرت اس
کے ساتھ ہوتی۔

ہاں... واقعی۔ جمیع چلا اٹھا۔

اس کا خیال رکھا جائے... غرارہ جو جائے... میں
اسے پکڑ کر سب کے سامنے اس کا پول کھولوں گا۔ ہیکٹر
جوشید ہوئے۔

مجھے جھانکنے کی ضرورت نہیں... کیوں کہ میں بالکل پہلی
ہوں۔

تو ہم دونوں فیصلہ کر لیتے ہیں... ابھی دودھ کا دودھ
اور پانی کا پانی ہو جاتا ہے۔

اسی وقت لوگ : ہائے کہاں سے ایک سیرمی
لائے... سیرمی کو بیمار کے ساتھ لگا دیا گیا... جین اس
وقت ایک پیچہ کسی کے ماتھے پر آ کر لگا... وہ ہنستا رہا
کہ گرا...

مارے... یہ کیا ہوا... جمیع چلا

”ہم بھی اندھے نہیں ہوتے... وہ ایک ساتھ چلائے۔

”وہ... وہ بیمار پر اتار رہے ہیں... محمود چلا اٹھا۔

اب تو ہائی لوگ بھی ادب دیکھنے پر مجبور ہو گئے... ایمر
بیمار پر اترنے کے بعد ہیکٹر جوشید نے پہلے اپنے اللہ
مطابق مانگی... کیوں کہ انہیں بھی اب حضرت عیسیٰ کی نقل
کرنا تھی... اتر ہوئے۔

سیرمے بے سیرمی آتی جائے... اور اس نقلی مسیح موعود
کا خیال رکھا جائے... یہ بھاگ نہ پائے... بچے اتر کر میں
اس کا پول کھول دوں گا۔

نقلی... نقلی... لاکھوں اشافوں کا سمندر بڑھایا۔

لفظ نقلی کی گونج انہیں مدوریت عجیب تھی۔

ہاں! بالکل نقلی... سو فی صد نقلی... اگر میں اس بات

کا ثبوت نہ دے سکا تو میں نقلی : ہیکٹر جوشید ہوئے۔

وہ اپنی آواز کو بالکل بدل چکے تھے۔

نقلی میں نہیں... تم ہو... بچے سے نقلی مسیح موعود

نے کہا۔

تو پھر اس کا فیصلہ کیے جتے ہیں : ہیکٹر جوشید نے

مسکرا کر کہا۔

وہ مدوریت پڑ سکون نظر آ رہے تھے... جب کہ بچے

Malik ji

۶۴۳

۱۰۔ اس شخص نے سنے مسیح پر گولی چلانے کا ارادہ کیا تھا۔
انہوں نے سردار مل خان کی آواز سنی۔
۱۱۔ وہ! "کتنی ہی توڑی اچھی۔"
رچھو نے وہ بھی... کسی شائق کی گولی میرا کچھ نہیں بگاڑ
سکے گی۔ انپکٹر جھنڈ بولے۔

اب وہ میسرھا سے اپنے اثر رہے تھے... ان کے
ہم پر بھی دو زرد چادری تھیں... ان کے ہاتھوں سے بھی
پانی ٹپک رہا تھا... اور گناہ تھا... ابھی ابھی غسل کر سنے
آئے ہوں... سر کے لیے بال کندھوں پر گرے ہوئے تھے
ٹاڑھی کے الی سینے کو چھو رہے تھے... اور پھر وہ نیچے
اتر آئے... انہوں نے تیز آواز میں کہا۔

۱۲۔ راستا چھوڑ دو... میں اس نقلی تک پہنچنا چاہتا ہوں۔
وگ کافی کی طرف مت چھوٹ گئے... دو اگلے بڑھتے چلے گئے۔
اور آخر نقلی کے سامنے یا کھڑے ہوئے۔
کیا خیال ہے... چلے گا اور کون جائے... انہوں نے
کہا۔

۱۳۔ ہاں... یہ ٹھیک رہے گا۔ نقلی بولا۔

۱۴۔ اس کے بعد چار سے درمیان فیصلہ ہو گا کہ کون اصلی ہے
کون نقلی۔

ٹھیک ہے۔ نقلی بولا۔

۱۵۔ اور پھر فجر کی نماز سہی غازی کے چپے ادا کی تھی۔
اس کے بعد دونوں نقلی مسیح ایک دوسرے کے سامنے آ
گئے۔

۱۶۔ ایک منٹ میں تمہیں نقلی ثابت کر سکتا ہوں۔ انپکٹر
جھنڈ بولے۔

۱۷۔ ضرور کرو... اجازت ہے۔ نقلی نے غرض ہو کر کہا۔
۱۸۔ ابھی ہم نے جو نماز پڑھی ہے... وہ سنا دو۔ انپکٹر
جھنڈ بولے۔

۱۹۔ نماز سنا دوں؟

۲۰۔ ہاں۔ انہوں نے کہا۔

۲۱۔ کیا بات ہوئی... جھلا... یہی فیصلہ کرنے کا کوئی
طریقہ ہے؟

۲۲۔ ایک عام مسلمان کو بھی نماز آتی ہے... نماز سنا کر تم
کم از کم اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت دے دو۔

۲۳۔ اچھا ٹھیک ہے... اس نے کہا اور قرقر نماز پڑھنا چلا
گیا۔ پورا ایک صیرت زدہ کھڑا تھا... نماز سنانے کے بعد
اس نے کہا۔

۲۴۔ اب کیا خیال ہے؟

Malik ji

نے جان دیا کہ ڈاڑھی بالکل اصلی ہے... گویا اس مقصد کے لیے نقلی ڈاڑھی کا سہارا نہیں لیا گیا تھا۔

اور اب میں دعویٰ کرتا ہوں کہ تصادی ڈاڑھی نقلی ہے... لہذا تم نقلی مسیح مرعوفہ پر اور یہ سب لوگ تصادی کو بھڑکے کرنے کے لیے تیار ہیں؟

”جیسے میری ڈاڑھی کو نقل ثابت کر دو۔“ انکپٹر جھشید مکرانے۔

نقلی مسیح مرعوفہ نے ڈاڑھی پکڑ کر جھٹکا دیا... لیکن ڈاڑھی الگ نہیں جوتی... اب اس نے جی ان کی ڈاڑھی کا جائزہ لیا... اور بولا،

”اوہ... ڈاڑھی تو تصادی ہی بالکل اصلی ہے:۔۔۔ اور ہے... مجھے کسے مزہ سے نکلا۔“

اب فیصلہ ہو تو کیسے... بے شمار لوگ جھٹکے۔

فیصلہ بہت آسان ہے... میں قرآن کی کسی سورت کا نام لیتا ہوں... پڑھ کر سناؤ... انکپٹر جھشید لینے میرا وار قرآن سے پٹے ہو گزرا۔ اس نے نقلی

میں سر جھٹکا۔

لیکن آخر کسے نکال کے یہ ایسا کرنا کیا مشکل ہے:۔۔۔ تین... میں ایسا نہیں کر سکتا... بالکل اسی طرح جس

اب میں سنا رہا ہوں... انکپٹر جھشید نے کہا اور نماز سنا دی۔
”کیا بات جوتی... فیصلہ کس طرح ہو کہ اصل کون ہے اور نقلی کون؟“

”میں کر دیتا ہوں فیصلہ۔“ انکپٹر جھشید بولے۔
”تو کرو تا۔“

”تم میک اپ میں ہو... حضرت جیسی جب نازل ہوں گے تو وہ ہرگز میک اپ میں نہیں ہوں گے... ان کی ڈاڑھی نقلی نہیں ہو گی؟“

”میری ڈاڑھی بھی نقلی نہیں ہے۔“ وہ مکرانے۔

”میں ابھی ثابت کر دیتا ہوں۔“ انکپٹر جھشید بولے۔
”مزعوم... کیوں نہیں... اعجازت ہے؟“

وہ آگے بڑھے اور اس کی ڈاڑھی کو ایک جھٹکا مارا۔
لیکن وہ چہرے سے الگ نہ ہوئی۔

”... کیا...“ فوج کے منہ سے نکلے۔

”شاید بہت مضبوطی سے چپکے کی گئی۔“ انکپٹر جھشید نے پریشان ہو کر کہا۔

”چپکائی نہیں گئی... یہ ہے ہی اصل اسلام... اس نے کہا۔“

انکپٹر جھشید نے ڈاڑھی کا بطور جانچ لیا۔ اور اتر اٹھوں

Malik ji

۹۳۸

”اچھی بات ہے... میں عوار پیچیک دیتے ہوں... رقم عوار
اسٹار... میں خالی ہاتھ لڑوں گا... رقم عوار کے ساتھ... اس
نے کہا۔

انیکٹر جمشید چوک اسٹے... بات اس نے عجیب کی تھی
فورا بولے۔

”میں بھی خالی ہاتھ ہی لڑوں گا۔“

”خیر... مجھے کوئی اعتراض نہیں... اب یہ بات طے ہو چکی
ہے کہ جو مارا جائے یا شکست کھا جائے... وہ بھڑا ہو گا:
”ہاں! ٹھیک ہے... اصرار نے کہا... اور ٹھیک کہ
عوار اٹھاتے ہوئے دور پیچیک دی۔

”ہاں! نقلی انسان... اب تم چند سیکنڈ میں میرے ہاتھوں
مارے جاؤ گے اور اس مجھے کو معلوم ہو جائے گا کہ میں
بالکل سچا ہوں۔“ نقلی نے گورج راد آواز میں کہا۔

”اور اگر تم مارے گئے تو کیا ہو گا؟“ انیکٹر جمشید بولے۔
”تو میں نقلی...“ اس نے کہا۔

”آؤ، تم سے ہاتھ ملو...“ انگلیوں میں انگلیوں ڈالیں
اسی مقدم ہو رہا ہے کہ ان کی طاقت کس کے ساتھ ہے۔
انیکٹر جمشید نے ہاتھ آگے بڑھا دیے۔
نقلی نے بھی ہاتھ آگے کر دیے... دونوں نے انیکٹر

طرح تم انجیل نہیں مانتے... اس نے کہا۔
انیکٹر جمشید ایک بار پھر لاجواب ہو گئے... پھر فورا
بولے۔

”تو پھر ہم دونوں آپس میں مقابلہ کر بیٹھیں... ہم میں
سے جو مارا جائے... یا شکست کھا جائے وہ بھڑا...
”بہت خوب...“ مجھے منظور ہے... اس نے کہا۔

”آپ لوگ درمیان کی جگہ کو خالی چھوڑ دیں... اور میں
فیصلہ کرتے ہیں۔“ انیکٹر جمشید بولے۔

”لوگ دائرے کی صورت میں بیٹھنے لگے... یہاں تک کہ
درمیان میں بہت کھادہ جگہ بن گئی... اب لوگوں کا سمندر
دائرے کی صورت میں موجود تھا... لیکن سب کے سب
لوگ یہ لڑائی دیکھنے کے قابل کسی طرح بھی نہیں ہو سکتے
تھے...“

”لڑائی کس طرح شروع ہو... نقلی نے پوچھا۔
”جیسے تم چند کرو۔“ اصرار نے کہا۔

”میرے پاس عوار موجود ہے... تم خالی ہاتھ مقابلہ کرو۔
”پتے ہوئے تر خالی ہاتھ بھی جیت جاؤ گے۔“ نقلی نے کہا۔
”تو تم کیوں عوار سے لڑتے ہو...“ نقلی نے آواز
انیکٹر جمشید سے منہ بنایا۔

Malik ji

۶۵۰

کیا!!!

چند منٹ تک وہ ساکت پڑے رہے... پھر اچانک
نقلی نے ہنسنا شروع کر دیا اور کہا:
"تو... تم کون ہو دوست؟"
"میں سوال میں تم سے کرنا چاہتا ہوں..." انسپکٹر جمشید
مسکراتے ہوئے۔

"ہیں مسیح موعود ہوں؟ اس نے کہا۔
"اگر سچ موعود ہوتے تو میرے نیچے نہ دبے ہوتے۔
"اللہ کے فیوض میں بے پناہ طاقت ہوتی ہے؟ وہ بولے،
"اور تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟ تم میرے
بارو کیوں نہ مڑ سکتے... تم میں کیوں بے پناہ طاقت نہیں
ہے؟ اس نے مزید کہنے کی کوشش کی۔
"اللہ کی مرضی؟ وہ بولے۔

"میری برابری میں بھی دسے سکتا ہوں... ویسے میں تمہیں

میں وہ عجیبی چیزیں دیکھ چکا ہوں اور پھر اندر لگنے لگے... دونوں نے ایڑی
چرلے کا ہنسنے لگایا... لیکن کوئی دوسرے پر فتح نہ پاسکا۔ ایک
نقلی ان کے ہاتھ پکڑے پکڑے ایک جھگڑے سے نیچے بیٹھ
گیا اور زور جو مارا تو انسپکٹر جمشید کا پورا جسم اس ہاتھ پر
مٹا... ساتھ ہی وہ کھڑا ہو گیا... اب انسپکٹر جمشید اس کے
ہاتھوں پر تھے... مجھے تو ایک غلت تائیاں بجا دیں... لیکن
ابھی تائیدوں کی گونج غم نہیں ہوئی تھی کہ انسپکٹر جمشید کا
جسم مکان کی طرح جھکا اور پھر جوں ہی ان کے پاؤں زمین
پر ملے... نقلی کا جسم ان کے ہاتھوں پر مٹا... مجھے نے پہلے
سے یہی زیادہ زور سے تائیاں بجا دیں۔

"میں اسی وقت انسپکٹر جمشید نے اسے جھکا دیا اور وہ
کمر کے بل گرا... بس پھر کیا تھا... انسپکٹر جمشید اس کے پسے
پر پڑے گئے۔

دونوں کے ہاتھ اب بھی ایک دوسرے کی انگلیوں کو
پکڑے ہوئے تھے۔

Malik ji

۶۵۲

پہچان لیا ہے : اس نے عجیب بات کی۔
 "پہچان لیا ہے... کیا مطلب : انیکٹر جمشید چوکنے... وہ بیٹے
 بیٹے بیٹے سکھایا اور پھر بولا،
 "آپ انیکٹر جمشید ہیں :"

وہ دھک سے وہ گئے... انہوں نے نقلی کی آنکھوں میں
 آنکھیں ڈال دیں... اور یہی ان کی نقلی عقل... فوراً ہی انہیں
 ایک شدید جھٹکا لگا... دوسرے دن شام اس نے انہیں اپنے
 اوپر سے اچھال پھینکا... ساتھ ہی خود ان کے اوپر آکر گرا۔
 اب وہ اس کے کھینچے میں تھے۔

"اب میں لے بھی تمہیں پہچان لیا ہے : وہ بولے۔
 "ابھی بات ہے کہ دونوں نے ایک دوسرے کو
 پہچان لیا ہے... لیکن میں حیران ہوں کہ تمہاری ڈاڑھی
 کیوں نہیں اکھڑی... میں نے تو خیال... اسی مقصد کے لیے
 بڑھاوا شروع کر دی تھی : اس نے کہا،
 "میں بھی اس وقت نقلی ڈاڑھی میں نہیں ہوں : انہوں
 نے مسکرا کر کہا۔

"یہ... کیسے ہو سکتا ہے : وہ پکڑایا۔
 "اس سلسلے میں پروفیسر داؤد نے کام دکھایا ہے...
 انہوں نے میری گالوں پر ایک روشن لگاؤ شروع کر دکھا تھا

اس روشن کا مدد سے بال بہت تیزی سے بڑے ہو گئے،
 لیکن میری حسرت ابھی تک اپنی جگہ پر ہے... ہم نے
 تو ذہیر سمندر دھیسپا کو تباہ کر دیا تھا... پھر آپ اسکا
 سے کس طرح نازل ہو گئے :

"آپ لوگوں نے اپنے خیال میں اس دنیا کو تباہ کر
 دیا تھا... لیکن وہاں سے رخصت ہوتے وقت پروفیسر
 داؤد نے اشارے سے غسل کی درخواست کی تھی اور اس
 زمانے ایک غسل خانے میں اپنا حمام کیں چھپا آئے تھے لیکن
 دراصل وہ حکم سنیں تھا... شام بم کو بلے کا کرنے والا
 ایک آدمی تھا... اس طرح وہ دنیا تباہ ہونے سے بچ
 گئی... اور پھر جب آپ نقلی مسیح بن کر نکل کھڑے ہوئے
 تو ہم اس دنیا میں پہنچ گئے :

"آہ... میں خود اپنے سامنے اس دنیا کو تباہ کرنا
 چاہیے تھا : اس نے حسرت زدہ بیٹے کہا۔

مجموعہ جمادی طرقت دیکھ رہا ہے... اور شاید سوچ رہا
 ہے کہ کہیں ہم فرارستہ مریضے سے تو نہیں گئے یا صبح کی بات
 حیرت تو شروع نہیں کر دکھا... اس بیٹے میں اپنا کام
 شروع کر دینا چاہیے :

"میں تو پھر ہم دونوں ہی نقلی : اس نے کہا۔

Malik ji

۶۵۲

میں اپنی طاقت نہیں ہے۔ اسی میں بڑھ

آئیے... زبانی باتوں کا کوئی غلطہ نہیں ہے

دونوں پھر ایک دوسرے کی طرف دوڑے... دونوں نے بھی بچنے کی کوشش نہیں کی... نتیجہ یہ کہ پورے زور سے ایک دوسرے سے ٹکرائے... ایک دھماکا ہوا... دونوں اٹھ کر مکر کے بن گئے... اور چند سیکنڈ تک اٹھ نہ سکے... آخر پھر دونوں ایک ساتھ اٹھے...

ادھر بھی سناٹ تھا... حیرت کے واسطے بت بنا جوا تھا... وہ جگہیں جھپکنا مہولی گئے تھے... شاید انہوں نے ایسی جگہ چنے کسی نہیں دیکھی تھی...

اس سے تو ہنسنے... ہم تھوڑوں سے لڑ جیتے... آئی یہ تو نہ تھی... اسی میں نے منہ بنا کر کہا...

اب کیا بڑھ گیا ہے... تھوڑوں سے شروع ہو جائے ہیں... انیسٹر حشیدہ منٹرائے

آپ کے ساتھ کھینے آئی ہیں؟

ابھی سوچ رہی... صرف یہ دیکھ نہیں آ سکے... انہیں میں

جو دہاتا تھا؟

اور کیا وہ اسی دنیا میں ہیں؟

ہاں... وہ بڑے...

لیکن... میں صرف آپ کے عقلی پن کو ثابت کرنا چاہتا ہوں... خود کو اصلی ثابت نہیں کروں گا؟

اور اس طرف ہمارا سارا منصوبہ چرپٹ ہو جائے گا... اگرچہ میں اندازہ لگا چکا ہوں... تاہم آپ بتا سکتے ہیں... سارا منصوبہ ہے کیا؟

آپ جانتے ہیں یا نہیں... مجھے اس سے غرض نہیں... میں نہیں بتا سکتا... اس نے کہا...

ابھی تو پھر یہ میں... انیسٹر حشیدہ نے کہا اور اپنے دونوں پیروں کا زور لگا کر اسے اچھال دیا... باتوں میں لگا کر وہ اپنے پیروں کو حرکت دیتے رہتے تھے... وہ اچھال کر دور جاگرا... انیسٹر حشیدہ خرا اٹھ کر کھڑے ہو گئے... لیکن وہ ان سے بھی چلے اٹھ چکے تھے...

میرا اندازہ درست ہی تھا... آپ اسی میں ہیں؟ ہاں... یہ ٹھیک ہے... لیکن انیسٹر حشیدہ... آپ اس بات کو ثابت نہیں کر سکتے... میں صحیح سوچ رہی رہوں گی...

اگر میں آسمان سے اتر کر بھی یہ ثابت نہ کر سکے تو پھر مزا کیا ہے؟ اس کے لیے بہت طاقت کی ضرورت ہے اور آپ

Malik ji

۹۵۷

۹۵۷

اور میرے ساتھ یہاں ہزاروں یہودی موجود ہیں... میں کو
اس منصوبے کا بھی علم ہے... اور وہ میرے ایک اشارہ کے
منتظر ہیں... میرے اشارہ کی دیر ہے... وہ آپ کی دھجیاں
اڑا دیں گے؟

لیکن اس طرح آپ مزید نقصان مت ہو جائیں گے... میرے
ساتھ مجھے میں ادھر ادھر بکھرے ہوئے ہیں... وہ مختلف جگہوں
پر پکڑا اٹھیں گے... یہ نا انصافی ہے... اندیشہ موجود کسی
سے نا انصافی کس طرح کر سکتا ہے... وہ تو انصاف کا بول بالا
کرنے کے لیے آئے گا... انیکٹر حشید مسکرائے۔

آپ... آپ بہت چالاک ہیں... انیکٹر حشید؟ سی مون نے
پتہ کر رکھا۔

میں نہیں... یہ سلیم فراتہ اور فرست کی تیار کردہ ہے؟
پہلے لوگوں کی سی... آپ سب بہت چالاک ہیں لیکن یہ
میں سن لیں کہ ہم نے اس منصوبے پر کھربوں روپے خرچ
کیے ہیں... اور ہم اس کی ناکامی کسی طرح برداشت نہیں کر
سکتے؟

اور ہم... اس منصوبے کی کامیابی کسی طرح برداشت
نہیں کر سکتے... یہ دین اسلام کا معاملہ ہے... آپ لوگ دراصل
اسلام کو نام و نشان مٹا دینے پر تھے میرے بھائی، اور یہ

سارا منصوبہ صرف اس ایک غرض کے لیے بنایا گیا ہے؟
ہاں! یہ تو خیر ہے؟

اب مجھ بہت پریشان ہو گیا ہے... ہماری گفتگو کی
آواز اگرچہ ان تک نہیں پہنچ سکی... لیکن وہ حیران ضرور
ہیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں... لہذا آئیے؟

دونوں بہتکے بیچڑوں کی طرح ایک دوسرے پر ٹوٹ
پڑے... اس مرتبہ انیکٹر حشید پہل کر سنے میں کامیاب ہو
گئے... ان کا مٹکا اس کی ٹوڑی پر لگا... لیکن انھیں اپنا
ہاتھ توڑنا محسوس ہوا۔

کیوں... مڑا آیا۔

ہاں... شاید آپ نے فراتہ کے ٹکڑے چپا رکھے ہیں؟
میں ایک خاص قسم کا لباس پہنے ہوئے ہوں؟ اس
تے کہا۔

اگر ایک ہے... انھوں نے کہا کہ وہ تیزی سے چمک
کر اس کی دونوں انگلیں گھٹیت ہیں... وہ حیران سے گرا...
لیکن ساتھ ہی وہ ان کے پیشے پر تھے... وہ بھی اٹ
گئے...

ایک بات یاد رکھو... اگر میں ہر جہی گیا... تو چارواک
چھ ہو گا... اور وہ مقابلہ انتہائی ہو گا... سی مون نے غویہ

Malik ji

۶۵۴

اچانک سی مون ہوا میں اچھلے اور اس کے دونوں پیران
کے سر پر لگتے محسوس ہوئے... ایسے میں اگر وہ بیٹھ ہی جاتے
تو اب بھی سی مون ان کے سر پر ہی گزرتا۔ اور ادھر ادھر بیٹھنے
کا وقت نہ آتا... لہذا انھوں نے کیا کام کیا... خود
میں ادھر کی طرف چھلانگ لگا دی... ان کا سر سی مون کے
پیروں سے ٹکرایا... دونوں دھڑام سے گرے...

اچانک مجھے میں سے کوئی فرقہ خیز انداز میں چیتا...
لیکن نہ تو انپکٹر جمشید نے ادھر دیکھا... نہ سی مون نے...
یہ حرکت شاید کسی یورپی کی تھی... اس نے سوچا تھا کہ اس
کی چیخ سن کر انپکٹر جمشید اس طرف دیکھ دیں گے اور ان
کا نقلی سیخ موزوں موزج بنے ہی گا یہی ضرب لگا دے گا...
لیکن اس کا یہ وار خالی گیا...

یہ کیا حرکت تھی... پڑھوں انداز میں کھڑے رہیں...
سی مون گر گیا۔

یہ لوگ یورپی ہیں مشرقی مون... اور آپ بھی...
لیکن آپ بیچ یورپیوں والی کوئی بات نہیں... جہاں کہہ دیا
میں یورپیوں والی تمام باتیں موجود ہیں... سکا ہی اللہ میں
کوٹھ ٹوٹ کر صبر کا ہے... انھوں نے بڑا سامنے بنا
کر کہا۔

۶۵۵

اعلان کیا۔

”آپ اپنی شکست کا احساس کر چکے ہیں۔ انپکٹر
جمشید مسکرائے۔

یہ بات نہیں... میں نے ایک اطلاع دی ہے:

میں اس اعلان کو قبول کرنا چوں؟

اچانک مجھے میں سے کسی نے بیچ کر کہا،

”یا نبی اللہ! کیا ہم آپ کی مدد کو آگے بڑھیں؟“

یہ آواز سی مون کے کسی ساتھی کی تھی... شاید انھوں
نے بھی محسوس کر لیا تھا کہ کہیں اس جنگ کا انجام ان کی
امیدوں کے خلاف نہ ہو جائے؟

”نہیں بھئی... یہ میرے اصول کے خلاف ہے۔ اس
نے کہا۔

لیکن مدد کرنے میں کیا عجز ہے... مقابلہ بہت طویل پکڑ
گیا ہے... شاید اس شخص کے قبضے میں کچھ شیطان تو نہیں
ہیں؟ اس نے کہا۔

”اللہ کے نیک بندوں کے پاس شیطان قوتیں نہیں ہوتیں۔
یہ لوگوں کے پاس ضرور ہوتی ہیں۔“ خان رحمان بول رہے۔

”خبردار... کوئی اس لڑائی میں دخل اندازی نہ کرے۔“
سی مون نے فریاد وار آواز میں کہا۔

Malik ji

ہیں... افسوس! اس نے کہا۔

تو پھر یہ کیوں کہا کہ لڑائی کل پر غصہ کر دی جائے؟
ہم غور کریں گے کہ کیا کرنا چاہیے... ہمیں میں کوئی
خفیہ معاہدہ بھی کر سکتے ہیں؟

خفیہ معاہدہ؟ الیکٹرک جشید مسکرائے۔

اے! ان حالات میں آپ کیا کوئی خفیہ معاہدہ کرنے
کے بارے میں نہیں سوچ سکتے؟

مہر جو نہیں۔ راضوں نے فوراً کہا۔

لیکن یہ سوچ لیں... اگر میں بیت گیا تو آپ درگاہ

کا نام و نشان نہیں بنے گا... دوسرے یہ کہ پھر اسلام

کا نام صفحہ ہستی سے بالکل مٹ جائے گا؟ سہی مون

نے کہا۔

اور معاہدے کی صورت میں کیا ہوگا؟ الیکٹرک جشید

بولے۔

معاہدے کی صورت میں... دو گروپ بن جائیں گے۔

سب لوگ غیر مسلم نہیں ہوں گے؟ اس نے کہا۔

الیکٹرک جشید سوچ رہا تھا۔ جواب گئے... آخر بولے:

مشکوک ہے... ہم لڑائی میں شک کے لیے غصہ کر

دیتے ہیں؟

۴۹۱

مہر دار... اب کوئی نہ بولے... ہمیں آپس میں فیصلہ کرنے
دیا جائے۔ سہی مون نے کہا۔

دونوں ایک بار پھر ایک دوسرے کے آگے سامنے
آ گئے... ایسے میں کوئی شخص بیٹھا...

ہائے مر گیا۔

افسوں نے اب بھی توجہ نہ دی... تاہم ادھر دیکھے بغیر

سہی مون نے کہا:

یہ کس کو تکلیف ہوئی ہے؟

ایک شخص نے خفیہ سے مہر دو مسیح پر وار کرنا

چاہا تھا... کسی نے اس کا کام تمام کر دیا۔

اور وہ سہی مون کے منہ سے نکلا۔

اس کا مطلب ہے... آپ کے ساتھی پوری طرح

چوکے ہیں؟

ایسا ہی معلوم ہوتا ہے... مسلمان باطل قوتوں سے

نہنسا جاتا ہے۔ وہ مسکرائے۔

کیا خیال ہے... ہم اس لڑائی کو کسی پہ غصہ نہ

کر دیں... میں یہ لڑائی پھر شروع ہوگی؟ سہی مون نے

توجہ پیش کی۔

نہنسا گئے ہوئے افسوں نے مسکرا کر کہا۔

Malik ji

دور غروب ہوتے ہی لڑائی بند کر دی جاتی تھی... رات کو فوجی آرام کرتے تھے اور صبح سحر وانی شروع ہو جاتی تھی۔
 اگرچہ ہم یہ طریقہ اختیار کر لیں گے تو یہ کوئی عجیب بات نہیں ہوگی... غزوہ خیبر بھی چالیس روز تک جاری رہی۔

”ہمیں دشمن تک ہے... ٹھیک ہے...“ غنیمت چلائی۔

”تب میرے... جو اب کو سچا تمنا کرتے ہیں، انہیں طوفان ہائیمہ اور جن کا خیال ان کے بارے میں ہے کہ جھوٹے ہیں، وہ دائیں طرف ہو جائیں... دونوں گروپ الگ الگ رات بسر کریں گے... دونوں محدود رات بسر کیے قریبی ساحلوں سے مشورہ کریں گے... اور ہو سکتا ہے... دونوں محدود آپس میں... آت کر کے کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کریں... رات بسر ایسی بات پر بھی غور کیا جائے کہ اگر درحقیقت دلی کی لڑائی تھا جس کوئی نتیجہ نہ نکلا تو پھر کیا دلیل دلائی جائے... جس سے کسی ایک کو جھوٹا ثابت کیا جاسکے۔“

پراچین دو مہینوں میں پہنچے تھے... کوئی ایسی جاسوسیت تو کوئی تھی... اس لڑائی میں آپس میں ٹکرائے جاتے تھے... کوئی ایک تو بیرونی میں دوڑتے تھے... یہ عمل قرینہ دو ٹکرائے جارہی رہا... اور آخر دو گروپ بن گئے... مہینوں میں چند قدم کا فاصلہ بھڑک دیا گیا۔

”اس کو مطلب ہے... آپ کی سمجھ میں میری بات آگئی ہے... کسی مومن نے منکر کر لیا۔“

”یہ بات نہیں... میری اپنی ایک بات میری سمجھ میں آئی ہے... انیکٹر جوش نے جواب دیا۔“

”اور وہ کیا ہے...“ کسی مومن جلدی میں بولا۔

”میں اس بات کو جانتے ہیں... اور لڑائی بند کرنے کا اعلان کریں...“ وہ بولے۔

”ہول! ٹھیک ہے۔“

دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ کھڑے ہو گئے۔

”میں نے منکر آواز میں کہا۔“

”میں انہیں شکست نہیں دے سکا... نہ یہ مجھے شکست دے سکے ہیں... ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ یہ لڑائی اب کل صبح نئے سرے سے شروع ہوگی۔“

”ہاں... لیکن کیوں... کیوں...“ پراچین چلا گیا۔ ان کی آوازوں نے ایک گونج پیدا کر دی۔

”اس سے کہ ہم دونوں دُشمنے دُشمنے تک گئے ہیں...“

”سائنس سے لیں... پھر پھر وانی شروع کریں گے اور یہ کچھ ہم ہی نہیں کر سکتے... ہر دور میں دُشمن ہوتا رہا ہے... پہلے کوئی میں جب دو فوجوں میں تلواروں اور نیزوں سے جنگ ہوتی تھی۔“

Malik ji

نام سے درجے اور پھر ذرا آرام کیا مکمل چش کریں گے:

ہاں! اخص نے کہا۔

مہم رات بھر خود کر کے کوئی دلیل پیش کر سکتے ہیں۔۔۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہم نقلی موعود کے قریب پہنچ جائیں۔۔۔ اور اس پس رہ کر کوئی بات معلوم کرنے کی کوشش کریں! اخص نے تجویز پیش کی۔

وہ تم لوگوں کو فوراً پہچان جائے گا:

کیا مطلب... بھلا وہ ہمیں کس طرح پہچان سکتا ہے:

وہ تو مجھے بھی پہچان چکا ہے:

کیا مطلب؟... اس سے آپ کو کس طرح پہچان لیا۔۔۔ اور

آخر پہچان لیا تو پھر سے مجھے میں اعلان کیوں نہ کیا:

وہ اعلان نہیں کر سکتا۔۔۔ اس طرح خود بھی جیوٹا مہم

جو رہائے گا: وہ مسکرائے۔

سوال یہ ہے کہ اس نے پہچان کس طرح لیا:

اس سے کہ وہ سنی سونے ہے:

کیسا!!

ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔۔۔ حیرت کے ایک نام نے انہیں اپنی گہٹ میں لے لیا۔

انپکڑ جیش کے قریب ان کے سامنے کھک آئے۔۔۔ دوسرے بھی آجے ہوئے۔۔۔ شاید اپنی کچھ سی سون کے گرد جو رہا تھا۔ پھر جن جون رات زیادہ ہوتی گئی۔۔۔ گرو جمع ہونے والے سونے کے لیے زمین پر قدوسے قدوسے پریشنے چلے گئے۔۔۔ یہاں تک کہ ان کے گرد مہم ان کے سامنے رہ گئے۔۔۔ کھکے آسمان کے نیچے انپکڑ جیش نے ان سے کہا:

اب تم لوگوں کا کیا خیال ہے۔۔۔ اگر لڑائی کا فیصلہ نہ ہو سکا تو ہم یہ فیصلہ کس طرح کر سکیں گے:

آخر آپ اسے شکست کیوں نہیں دے سکے۔۔۔ اور کی

جی اس بات کہ مسلمان کیوں ہے: گھوڑا بولا۔

کیا تم نے اس کی لڑائی کا انداز نہیں دیکھا۔ انپکڑ جیش

بولے۔

بقا ہاں! دیکھا ہے۔۔۔ اس کا انداز واقعی الجھن میں

ڈالنے والا ہے۔۔۔ لیکن اب تو آپ اس کے انداز کو بھی

چکے ہیں:

میں حد تک میں اس کے انداز کو کچھ چکا ہوں۔۔۔ اس

حد تک وہ بھی میرے انداز کو کچھ چکا ہے۔۔۔ دوسرے لفظوں

میں ہم برابر کی پوٹ ہیں:

اس کا مطلب ہے۔۔۔ جی مہم: بات سوچنی ہے کہ

Malik ji

ان کی وہ بہت طویل تاریخ ہے۔ فرحت بولی اٹھا۔

• بلدی بناؤ۔ الیکٹرک کامران مرزا بولے۔

• لیکن انکل... دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں... لیکن یہ

ات سی مون تک پہنچ گئی تو کیا ہو گا؟

• ہوں... یہ بات بھی ہے... خیر... اس کے لیے ہم دیکھ

طریقہ اختیار کریں گے... یعنی تحریر کا... تم کاغذ پر لکھ کر

اپن دے دو؟

• لیکن یہاں دیواری کہاں ہیں... آفتاب نے اعتراض کیا۔

• اس صورت میں تو بات اور بھی آسانی سے سی مون تک

پہنچ سکتی ہے۔

• ہوں! ٹھیک ہے... تحریر کے ذریعے ٹھیک رہے گا؟

خان دکان بولے۔

فرحت نے کاغذ لیا اور لکھنا شروع کر دیا... اس وقت

فرزان بولی اٹھی!

• ایک ترکیب میرے ذہن میں آ چکی ہے... کیا خیال ہے؟

• میں بھی لکھنا شروع کر دوں۔

• ہاں ضرور! الیکٹرک کامران مرزا مسکرائے۔

فرزان نے بھی لکھنا شروع کر دیا۔ یہ دونوں نے کلمہ کر

اپنے کاغذ ان کی طرف بڑھا دیے۔ دوسرا دیکھ کر انھوں نے

ان کی شکست

وہ چند لمحے تک سراج میں ڈوبے رہے... بہت شدید
الہین کا وقت تھا... جس وقت یہ پروگرام بنایا گیا تھا، اس وقت
سب کا اندازہ یہی تھا کہ جوں ہی الیکٹرک مشین اس کی ڈاڑھی
پز کو کھینچے گی... اس وقت حقیقت کھل کر سامنے آ جائے
گی... لیکن ایسا نہیں ہوا تھا... ان لوگوں نے اتنا کچھ نہیں
سمجھا... پوری مسلمان قوم کے ایمان پر ڈاکا ڈالنے کے لیے
• ہوں روپے خرچ کیے تھے... اور انتہائی کامیابی سے اس
منصوبے پر عمل کیا تھا... وہ تو اگر یہ لوگ ان کے راستے میں
• آ جاتے تو اس وقت تک یہ قافلہ نہ جاتے کہاں کا کہاں
پہنچ چکا تھا... اور تقی مسیح موعود دینی حضرت مسیحی کو اپنی
• سچ موعود خیال کر لیا جاتا، اور وہ آگے چل کر ہا جانے کیا کچھ
• کہ... نہ جانے اس کا کیا کچھ کرتے کا پروگرام تھا...
• معرفت اور معرفت ایک طریقہ ہے اس کو جھوٹا قرار دینے

Malik ji

۶۶۶

کر دینی چاہیے۔ آفتاب بولا۔

”یہ بھی ٹریک بنے۔“

فرزادہ اور آفتاب ٹریک کھٹے کھٹے ہی بنے کہ فرحت بولی۔

”ہم... میرے بھی ذہن میں ٹریک آگئی۔“

”اگر بات ہے تو پھر تم تینوں کے ذہنوں میں ایک ہی ٹریک آئی ہو گی۔“ فاروق نے بل کر کہا۔

”تو تمہیں جتنے بچنے کی کیا ضرورت پڑ گئی۔ آفتاب بولا۔“

”میں خاموش... ہم اس وقت بہت سنجیدہ گفتگو کر رہے ہیں۔“ انیکٹر کا مرزا نے سرور آواز میں کہا۔

اور پھر احمد نے تینوں کی ٹریک پر مبنی... ان کی آنکھیں جرت سے پھیل گئیں... کیوں کہ ٹریک بالکل ایک تھی۔

میرا خیال ہے... اب ہم بات کا بغیر حسد جانی کر گزار سکتے ہیں۔“ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

”بس کہ میرا خیال ہے... میں ایک دفعہ نہیں چمکتا چاہیے۔“ آصف بولا۔

”اس قدر سنجیدہ خیال بھی کیا کسی کو آیا ہو گا۔“ احمد

استیلا سے کلاختر پڑھے... پھر ان سے ایک نئی بات ظاہر ہوئی۔

”اور... ان دونوں نے تو بالکل ایک ٹریک کھ دیا۔“ فاروق بولا۔

”کیا!!!“ فرزادہ اور فرحت جرت سے چلائیں۔

”ہاں! واقعی... ان کے ذہنوں میں بالکل ایک ٹریک آئی ہے۔“

”ٹریک واقعی بہت زور دار ہے... اور عالی جانے والی نہیں! لیکن حب آپ کی باری آئے گی تو پھر آپ کیا کریں گے انکل! آصف نے پوچھا۔“

”ہاں! یہی تو اچھا ہے... غیر... اب اس پر سوچ کر میری باری آئے پر کیا کیا جائے گا۔“

”اس کی بھرتی ٹریک آگئی ذہن میں۔“ فرزادہ بولی۔

”اس کا مطلب ہے... تم دونوں کے ذہن اس وقت بہت قریب چل رہے ہیں۔“ شوکانے مسکرا کر کہا۔

”یہ یہی بات ہے... لیکن اس بار ایک ٹریک میں بھی پیشی کر دیں گے۔“ کمسن بولی اٹھا۔

”اور جو... ضرور... تم بھی بتاؤ بھئی...“ سوز علی ضامن نے خوش ہو کر کہا۔

”میرا خیال ہے... یہاں کے بجائے... ٹریک بھی کھ

Malik ji

۶۷۰

سادھی رات چمک رہی نہ چمکیں... کیوں بھیں... کیا بات ہے:
 "ہمارا مقابلہ صرف سی سون سے نہیں... بیوروں سے
 ہے... اور بیوروئی ٹومپری سے بھی زیادہ مکرور ہیں؟ اس
 نے کہا۔

"ہاں ہاں... ہم رات جاگ کر گزار دی گئے۔ خان
 رحمان نے فیصلہ کن لمحے میں کہا۔
 "لیکن اگر آج رات بھر جاگتے رہے تو دن میں
 کمزوری محسوس نہیں کریں گے کیا؟" محمود نے کہا۔
 "ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے... تو پھر صرت انچیکر جھید سو
 جائیں... ہم جاگتے ہیں گئے۔

"مجھے بھی یہ مشورہ پسند ہے... لہذا میں سو رہا ہوں،
 ان شام اگر اب صبح سویرے ملاقات ہو گی؟
 اور وہ واقعی بہت جلد نیند کی آغوش میں پلے گئے۔
 اب ہم بقیہ رات کس طرح گزار دیں؟" مکھن بڑبڑایا۔
 "جاگ کر؟" آفتاب نے فرما کر کہا۔
 سہاج کو تاخیر گزرا دیں گے... لیکن جاگنے کے دوران کریں
 کیا؟

"یہ... ہاں... اور کیا کریں گے؟
 ایک تو تم لوگوں کا باقی کر کے پیٹہ نہیں بھرتا: انچیکر

کامران مرزا نے ہنسا کر کہا۔
 "کیا کیا جائے انکل... انکے ملاقات بھی تو بہت بہت
 دنوں بعد ہوتی ہے؟" فاروق نے مسکرا کر کہا۔
 "اور جب ہوتی ہے تب بھی آپ لوگ کون سا نہیں
 کھلی چٹنی دے دیتے ہیں... ہمیشہ ایسے الفاظ میں ڈانٹتے
 رہتے ہیں... خیرا... یہ باتوں کا وقت نہیں... اس وقت ہم
 بہت سنجیدہ ہیں... میں نہیں... اب نہ بولیں... ورنہ... وغیرہ
 وغیرہ؟" آفتاب نے جملے کئے انداز میں کہا۔
 "اگر ہم تم لوگوں کو کھلی چٹنی دے دیں تو تم تو بالکل
 بے لگام ہو جاؤ۔" انچیکر کامران مرزا مسکرائے۔
 "انکل! ہم گھڑے نہیں ہیں۔ محمود بولا۔
 "یہ لگام ہوتا محاورہ ہے... جیسے من میں لگام دینا بھی
 محاورہ ہے۔" فرحت بولی
 "ایک تو ان محاوروں سے ہمارا بیچا نہیں چھوڑتا؟
 "ٹھیک ہے جیسے... یہ تو ہم سے جوتک کی طرف چٹ
 کر رہے گئے۔" سہاجی بولا۔
 "بلکہ اور زیادہ بھڑا ہی گئے ہیں۔" رضوان نے کہا۔
 "مذہب رشتی اپنے الفاظ میں محاورے سے گھسیٹنے کی کوشش
 نہ کرے۔" فاروق نے اسے گھورا۔

Malik ji

۶۷۲

آئی... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں انکل... ٹھوکر ہٹا دیا۔
 - خان رحمان کا اندازہ غلط نہیں ہو سکتا۔
 - انکل ان کو اندازہ ہے کیا۔

خیر محسوس طور پر کچھ لوگ ہماری طرف بڑھ رہے
 ہیں... شاید شب خون مار کر ہم لوگوں سے تباہت مائل کرنا
 چاہتے ہیں... ہم کو نہ جیسے ہنس... نہ ہنسی؟
 - لیکن جیسے محسوس کیوں نہیں ہو رہی ہے... اتنا لیکن
 بے سند نہ آیا۔

- تمہیں وہ رقت محسوس نہ کی۔ یہ خطرہ سر پہ
 پہنچ چکا ہو گا۔ خان رحمان بڑھ رہے۔
 چھڑا ہم کیا کریں۔

- پوری طرح چوتھے ہو جائیں... خود کو ایک دائرے
 کی صورت دست میں... اس طرح کہ انہیں، بشیہ سمارت
 درمیان میں ہوں... ہماری کمری ان کی طرف اور نہ ان
 اسلام آئے ہوں کی طرف ہوں... ہم انہیں چھڑے ہو
 سے آرام میں ہونے دیں گے... ان سے بے حواسیت
 دوری ہے... ان کو ہنس نہ گئے تو چہ... کیا چلا
 کے لیٹر دے گا۔

- اللہ اپنا دم نہ دے... ہم ان تمام لوگوں کی انکل

...ڈرہتی تو نہیں... میں نے تو بہت کسانوں سے یہ
 محاورہ اپنے الفاظ میں مثال کیا ہے... اشتقاق نے معصومانہ
 انداز میں کیا۔

اور وہ مسکرا دیے... اسی وقت انہوں نے خان
 رحمان کی آنکھوں میں خود کے آثار نمودار ہوتے دیکھے
 - خیر تو ہے انکل؟

- شاید فحاشی اور اعتیاد سے اپنے ارد گرد کا
 پائوڈے لے کر مجھے بناؤ... کیا تم کچھ محسوس کر سکتے ہو؟
 انہوں نے سرگوشی کی۔

وہ ساکت رہ گئے... کیوں کہ خان رحمان کا لہجہ کسی انہماک
 خطرے کا پکار پکار کر اعلان کر رہا تھا... انہوں نے دوسرے
 ادھر دیکھا، لیکن ہر طرف سکون ہی سکون نظر آیا... لوگ
 ان کے چاروں طرف سوئے پڑے تھے... کسی حرکت کے
 آثار نظر نہیں آتے...

- نہیں انکل... کہیں کسی قسم کی حرکت محسوس نہیں ہو
 رہی... ہر طرف سکون ہے۔

- کہیں کبھی سمندر میں انکل اسی طرح پڑ سکون نظر آتے
 لیکن ہزاروں طوفان اس کے اندر چل رہے ہوتے ہیں...
 انہیں کامران مرزا بولے۔

Malik ji

۴۷۲

نہیں کھلے دیں گئے:

انھوں نے اپنے اپنے ہتھیار پیچوں سے نکال لیے۔ عمرو نے جوتے کی ایڑی میں سے پاتر نکال لیا... وہ بہت دیر تک دم سارے بیٹھے رہے... ان گنت لوگ ان کے چاروں طرف سوئے ہوئے تھے... ان میں کوئی ایسی حرکت نہیں تھی، جو انھیں اپنی طرف متوجہ کر سکتی۔

چم بہت دیر گزر گئی... انھوں نے محسوس کرنا شروع کر دیا کہ غالی رحمان کو ضرور دہم ہوا تھا... یہ بات محسوس کر کے غالی رحمان بھر بولے:

خبردار... ڈھیلے نہ پڑنا... غلہ بدستور موجود ہے:

سلا نے سرگوشی کی تھی، اور پھر اپنا کب لے لے پھر چاند کی روشنی میں انھیں نظر آئے... یہ خبر پچاس کے قریب تھے... اور ان کے بالکل قریب سوئے ہوئے لوگوں کے احوال میں نظر آ رہے تھے... لیکن اب وہ سوئے ہوئے نہیں تھے... ان کی آنکھوں میں تو لوں کی پائیاں تھیں... اگر وہ پہلے سے تیار نہ ہو گئے ہوتے تو اس وقت ان کے جیسے سے بچنا ان کے لیے قریب قریب ناممکن تھا۔

اب ان کی سمجھ میں آیا... یہ لوگ تو اس وقت ان

کے گرد پ میں آ گئے تھے... جب وہ گرد پ بنے تھے، اور انھوں نے اسی وقت ان کے نزدیک تر ہونے کی کوشش شروع کر دی تھی... یہاں تک کہ ان کے ارد گرد پہنچ گئے تھے اور شاید وہ اس وقت تک ان کے سونے کا اعتقاد کرتے رہے تھے... لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ ان لوگوں نے سونے کا پروگرام کینسل کر دیا ہے... تو پھر وہ اسی حالت میں ہی حملہ کرنے پر تیار ہو گئے... لیکن انھوں نے ان کا سارا منصوبہ چوہٹ کر کے رکھ دیا تھا۔

اور اب پچاس کے قریب لیے خبر ان کے چاروں طرف تھے... اور ان کے درمیان میں ایک کھنکھارہ سونے پڑے تھے... ادھر ان کے ہاتھ بھی غالی نہیں تھے، وہ اٹھ کھڑے ہو گئے... انھیں اٹھ دیکھ کر حملہ آور بھی اٹھ گئے...

منا سے آواز... اٹھ... ابتدائی خاموشی کے عالم میں یہ لڑائی بڑی جلد سے لڑی... ایک کھنکھارہ کامرانہ سلا نے کہا۔ اسی وقت وہ سب ان پر حملہ آور ہو گئے۔ انھوں نے خبردار کے دراز خبروں پر اور اپنے دوسرے ہتھیاروں پر دو گئے... کسی نے پستول پر روکا تو کسی نے رفل

Malik ji

۷۷

یہی جسم کو چھو گیا... تو یہ کہ دور جاگرا... اب تک وہ
چار کو سا پکے تھے اور آگڑا بجلی کی سی تیزی سے
گرج رہا تھا...

عمود اور آصت باہمی ساتھ ساتھ کھڑے تھے... ان
کے کندھے ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے... دونوں
نے ایک ساتھ وار دوک اور ایک ایک کے پیٹ میں خنجر
تھوپ رکھے... پھر انھوں نے گرتے ہوئے دشمنوں کو
زور لگا کر دوسروں پر بھیج دیا... وہ ان کی پیٹ
میں ۶ گئے۔

فادوق اور آفتاب کے پاس چھوٹی دانٹھیں تھیں... وہ
ان سے غار کو قہر نہیں سکتے تھے... لہذا انھوں نے رائفلوں
کو بالوں کی طرف سے پکڑ لیا تھا... پہلے تو خنجروں کے وار
ان پر روکے اور ان سے دھکا دے کر کھڑے دشمنوں
کے سروں پر دے مارے...

فرحت اور خزانہ کے ہاتھوں میں خنجر تھے... اور دو
دو تھے... بائیں ہاتھوں والے خنجروں پر انھوں نے وار
دوکے اور دائیں خنجروں سے حملہ کیا... نتیجہ یہ کہ دو آدمی قہر
ہو گئے، لیکن فوراً ہی وہ اور آگے ۶ گئے... شوکی وار
صرف دفاع کا بہتہ تھے... انھوں نے وار حملہ کرنے کی

پر... یہ ہتھیار انھوں نے جب بھی موقع ملا تھا... قبضہ
کے کر لیے تھے... اور اس وقت کام آگئے تھے۔

اور تو اور شوکی برادرز بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے
تھے... انھوں نے اپنی رائفلوں پر وار روکے تھے...

لیکن ان سب میں انجینئر کامران مرزا کی بھرتی دیکھنے کے
تکلیف تھی... جن ہی ان پر حملہ کیا گیا... انھوں نے بائیں

ہاتھ سے وار دوک اور دائیں ہاتھ کی مدد سے خنجر چلا
دیا اور ایک ہی وار میں تین آدمیوں کو کاٹ کر رکھ

دیا... ان کے منہ سے گھٹتی گھٹتی چیخیں نکلیں اور وہ
گھر کو تڑپنے لگے، اوسم خان رحمان فوجی انداز میں لڑ

رہے تھے... انھوں نے فوجی دے کہ وار دوک تھا اور
پھر ایک دھکا جو مارا تو دو خنجر والے اٹ کر گرے...

ان کا جگر جھٹک میں دوسرے ان پر گرے... لیکن دراصل
وہ ان پر نہیں... ان کے خنجر پر گرے... اور پھر وہ

دو بھی دوسری طرف اٹ گئے... ستر علی خان کی بھرتی
قابلِ داد تھی... ان کے ہاتھ میں ایک تھکری ہتھیار تھا

اس کے ایک سرے میں جیسے ۳ ایک ۲ انڈیا سا بنا ہوا
تھا اور دوسرے تیزی سے گھومتے تھے... کوئی خنجر

والا ان کے نزدیک نہیں آسکا تھا... آگڑا جس کے

Malik ji

۷۷۸

گھڑت رہے...

انہیکٹر جیسی اب بھی گری بند ہی تھی... آخر میں کسی
اذان کی آواز کانوں سے ٹکرائی... اور انہوں نے آنکھیں کھول
دی... اٹھنے پر ان کی نظریں چاروں طرف بھری لاشوں پر
پڑی...

اور سنا یہ کیا...

ہم پر شب خون مارا گیا تھا:

اور تو آپ لوگوں نے مجھے کیوں نہ جگایا؟

ہم نے سوچا... آپ آرام کر لیں... انہیکٹر کا مرانا مرنا

برہے:

خیر ایسی سبھی کوئی بات نہیں تھی... میں آپ لوگوں کی

مدد کرتے... دو بار کو تو ٹھکانے لگاتا... ہو جو... سب لوگ

بڑی طرح ڈھکی ہو چکے ہیں... وہ ہلکے...

جی ہاں کیا کیا جاسے... دہی بھی ہوتا ہی پڑتا ہے...

کبھی کسی شوکی ہوا...

یہی دیکھ رہا ہوں... تم چاروں بھی کم دھکی نہیں ہو...

اس کا مطلب ہے... ہم لوگوں نے ہی اتنا پیرا لگایا تھا...

بچ... جی... ہاں... اب کیا باتیں! تمہیں نے خدا کو

کہا...

لوٹش نہیں کی... دیکھ کہ ان کے مقابل شیر ہو گئے... اور بڑے
بڑے کہ وہ کہنے لگے... سوز علی خان ان کے قریب تھے... انہوں
نے جو شوکی براہوز کو کمزور پڑنے دیکھا تو اپنی دہی کا رخ تھرت
تبدیل کر دیا... پس پھر کیا تھا... انہوں ان کے سروں کے
مزاج پر چھنے لگے... اور وہ تڑاڑا گئے...
شوکی بھلی... شوکی کے من سے نکلا...

اور ہنر... ہونا نہیں ہے... سوز علی خان بولے.

آپ... آپ بھی تو بول پڑتے ہیں:

"اوہو... ان سے تو بھول ہو گئی... اور... غاصق کو اٹھا
اس نے فوراً ہی ہوش بیدار کیا۔

ڈالائی نور خود سے جاری رہی... ان کے جھون پر بھی

ذہم پر ذہم آئے... جیت پہ جیت لگی... لیکن من سے انہوں

نے موت نہ کی... انہیکٹر کا مرانا مرزا کے جسم پر ہر طرف ذہم

نظر آ رہے تھے... لیکن ان کے ہاتھ تھے کہ برابر حرکت کر

رہے تھے.

وہ گھنے کی غاصق ڈالائی کے بعد سکون ہو گیا... حل

اور کھیت رہے... لیکن انہیں اسہ بھی اٹھانی نہیں تھا... کہ

اس پاس کچھ اور حملہ آور نہیں ہوں گے... لہذا وہ زخموں

کے باوجود... آرام کی شدید خواہش کے باوجود... نامکمل ہو گئے

Malik ji

میدان کے دو میدان کہ طوت بڑھے... دوسری طرف سے ہی
سوں ایک ایک عام اٹھا کر دو میدان میں ڈال دیا تھا... اس کے
بسم پر اب شانہ بیاس تھا...

دووں ایک دوسرے کے نزدیک پہنچ گئے...
بچے زندہ رکھ کر آپ کو حیرت نہیں ہوئی ستر سی سو
اٹھارہ جیشید نے اس کی آنکھوں سے پتے چمکے کہا۔
اجرت گھسی! اس نے حیرت ہو کر کہا۔

پچاس نچر دراز شب خون مارنے کے لیے جو بھیجے تھے
وہ... یہ قلعہ ہے... میں نے ایسا ہرگز نہیں کیا... اور
ذہبی ایسا کر سکتا تھا... کیوں کہ نہ میرے اصول کے خلاف ہے
میں اصول کو آدمی ہوں... بے اصولی سے نفرت ہے مجھے:
تب سپر پچاس لاشیں... جو ہم ایک طرف ڈھیر کر گئے
ہیں... کس کی ہیں؟

سوں... میں سمجھ گیا... وہ بیکیوں کی جوں گا... ایسی حرکت
دی کہ کتنے ہیں... مجھے ان کی مکمل فہم فہمیت اپنی ہے۔
میر میں معافی چاہتا ہوں۔
جب آپ نے ایسا کیا ہی تیس تو پھر معافی کس بات
کی؟

اچھا خیر... تیرا ب کیا پروگرام ہے... کیا تعارف

نار ایک ایک پر ہی گئی... لہذا ٹروپ کی حالت اچھی
جیشید نے کرائی... اور پھر ایک خانہ بدوش ہوا... لوگوں نے دیکھا
کی سوں کو ایک اونچے تخت پر بیٹھا کر میدان کے چوکوں پر
لاجا جا رہا تھا... ہزار ہا آدمی بند ہو رہی تھیں...

سیخ سوخو... زندہ باد۔

دوون اللہ زندہ باد۔

وہ اپنی مرگم زندہ باد۔

وہ بھی اٹھے... ان کی طرف کے لوگوں نے بھی شور مچایا
شروع کیا۔

ہم بھی آپ کو سخت پر اٹھا کر لے جائیں گے... ہم بھی
فہرے لگائیں گے۔

نہیں بھئی... اصلی اور نقلی میں کچھ تو فرق ہونا چاہیے:
انیکش جیشید مسکرائے۔

ہی کیا مطلب... ہزاروں آدمی ابھرے۔

ہم بائیں اسی طرف چلیں گے... جس طرف اللہ کے بندے
چلتے ہیں... جو انداز انہوں نے اختیار کیا ہے... وہ تو طاقت
بائیں کا انداز ہے... اللہ والوں کا اندازہ نہیں ہو سکتا:

آخر وہ بھی میدان کی طرف بڑھے... سب وہاں ان کے
چیکے چلے... اور آخر کار وہ لوگوں کے دائرے سے نکل کر

Malik ji

۶۸۷

کیا جائے؟

میں بالکل تیار ہوں... لیکن لوگوں کے سامنے ایک اعلان

کرنے چاہتا ہوں۔

دیکھا اعلان؟

”ہاں ہے... ایک اعلان۔“ انہوں نے کہا۔

پتے مقابلہ کر لیں... مجھے شکست دینے کی سورت میں آپ ہر

قسم کا اعلان کرنے کے لیے آزاد ہوں گے۔

میں مقابلے سے پہلے اعلان کرنا چاہتا ہوں۔

آخر وہ ایسا کیا اعلان ہے؟

”میں چاہتا ہوں... ہم منہجر کے بغیر ہی آپس میں فیصلہ

کر سکیں؟

”تو پھر پہلے اعلان کیے بغیر کیا جائے؟ اس نے کہا۔

اگر آپ نے اعلان سن لیا تو پھر مجھے دوسروں کو

بھینسٹنے دیں گے۔

”ایسی کیا بات ہے؟“ اسی سوال نے پریشان کر رکھا۔

”میں جانتا ہوں... یہ منصوبہ شروع کرنے سے پہلے آپ

کو قرآن اور احادیث کے مطابق قیامت سے پہلے تمام ہونے

والے واقعات پوری وضاحت کے ساتھ بتا دیئے گئے ہوں گے،

مگر یاد کروا دیئے گئے ہوں گے۔“

”اے شکیل ہے؟“

”تو پھر آپ کیوں پریشان ہوتے ہیں، اگر میں ایک انہوں

کو دوں؟“

”میرا خیال ہے یہ معاہدے کی فطرت و ریزی ہے، یہاں

جنگ کی شروع ہوتی تھی... اور اب پھر شروع ہوئی ہے...“

”لہذا پہلے جنگ کر لی جائے... لوگ بھی ہماری طرف پریشان

کی نظروں سے دیکھ رہے ہیں... کیا آپ مجھ سے خوف

محسوس کر رہے ہیں؟“ اسی سوال پر۔

”مسلمان موت اپنے اقدار سے ڈرتا ہے۔“ انکسٹر جشیہ نے

کہا۔

”تو پھر... آئیے... پہلے وہ دو اہمہ کر لیں؟“

”اچھا... یونسی سہی۔“ انہوں نے کندھے اچکائے اور

دونوں غم شونک کر ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہو گئے،

چند سیکنڈ وہ اسی پوزیشن میں رہے... پھر اسی موقع اچھلے۔

ساتھ ہی انکسٹر جشیہ اچھلے... دونوں کے سرچسپے زور سے

ٹکرائے... سروں کے ٹکرائے کی آواز سن پیدا ہوئی... لیکن چونکہ

مجھے بہت دور تھا... اس لیے انہیں یہ آواز بہت بھیجی تھی

سنا ہی نہ تھی۔

تاہم وہ دونوں اہمہ کر فضا میں گئے۔

”اچھا۔“

Malik ji

-۸۵-

۴۸۲

کسی طرح دوسرا بیس ہلاک ہو جاتے اور ان کے چلی بیس کا ڈنکا بجنے لگے۔ تاکہ جبر وہ اپنی مرضی کے مطابق مسلمانوں کو اپنے پیچھے لگ سکیں۔ انھیں یہ بھلا سکیں کہ ان کا مذہب کیا ہے۔۔۔ وہ دراصل کیا ہیں اور یہ کم ایک چلی بیس موجود بخلا کر کہتا ہے۔۔۔ جب کہ ایک مرزا جانی بھی چلے کبھی ہو گزرا ہے۔۔۔ اس سے بھی انگریزوں نے اس قسم کا کم لیا تھا۔۔۔ لیکن فرق یہ ہے کہ وہ مسلمان سے تلازلہ ہونے کا کڑب نہیں دکھا سکا تھا۔۔۔ لفظ ہت گم اس کے ماننے والے بن گئے۔۔۔ لیکن یہ ترکیب ایسی ہے کہ پوری دنیا اس کے پیچھے لگ سکتی ہے۔۔۔ یہی ان کی سکیم تھی کہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو دین سے بے دین کر دیا جائے۔۔۔ اور اس سے بھی آگے اگر ان کا کچھ پروگرام تھا۔ تو اس کا بھی انھیں اندازہ نہیں تھا۔

انیکٹر جمشید دوسری مہم لے بیچ پر کمان نہیں دھرتے بھی کسی طرح۔۔۔ وہ تو موت اور زہر کی گئی جنگ لڑ رہے تھے۔۔۔ اچانک ہی مہم نے باخڑ ڈھایا اور ان کی گردن میں بازو ڈال دیا۔۔۔ ساتھ ہی ایک مسلمان ان کی گردن کھینچ گئی۔ سانس پھٹے میں اٹھنے لگا۔ اب ہی مہم نے دوسرے باخڑ سے اپنا اٹھ پکڑ لیا۔ اور

یکڑ ڈنکا اٹھ نہ سکے۔۔۔ کیوں کہ مہم کی یہ فکر انتہائی خوف ناک تھی۔۔۔ آخر وہ آہستہ آہستہ اٹھے اور پھر ایک دوسرے کی طرف بڑھے۔۔۔ دونوں سیدھے کھڑے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔۔۔ اسی طرح کھڑے کھڑے ایک بار پھر ایک دوسرے پر اچھن پڑے۔۔۔ دونوں کے سینے پورے زور سے ٹکرائے۔۔۔ اور وہ بڑھڑکا کر۔۔۔ گئے۔۔۔ لیکن گرنے سے شعلہ لگے۔

اچانک مجھے یوں کسی کی چیخ ابھری۔۔۔ اس داس کے دونوں نے دیکھا۔۔۔ ایک آدمی کی پیشانی سے خون کا فوارہ جھوٹ رہا تھا۔۔۔ اس کے ایک ہاتھ میں پستول تھا۔۔۔ شاید اس نے انیکٹر جمشید پر فائر کر کے مارا دیا تھا۔ لیکن ان کے کسی ساتھی نے اسے موت کے حوالے نہ کر دیا تھا۔ بلکہ اس نے فائر نہیں کیا تھا۔۔۔ ایک پتھر پیشانی پر مارا تھا۔۔۔ وہ ٹوٹا اگر پیچھے گرے گا تو اسے پتھر کو دیکھ لیتے تو فوراً جان جاتے۔۔۔ پتھر مندر مل خان نے مارا ہے کیوں کہ ان کے سینے میں ایسے کئی پتھر موجود تھے اور اس کو یہ شبہ تھا کہ ان کے ساتھیوں میں ہونے والی لڑائی سے زیادہ لوگوں پر نظر رکھے جوتے تھے اور اس وقت ضرورت میں اس کی صفی۔۔۔ بیگانہ جانتے تھے۔۔۔ کسی

Malik ji

۶۸۶

اپنا سر سی مون پر دستاویز کر کے جھکا دیا تھا... تاکہ وہ
ان کے واہ پر غن کر کے دونوں بیروں کی مدد سے انہیں اپنے
بہ اچھا دل دے... ایسے میں انہوں نے کہا،
"اب اپنے بات میں کیا خیال ہے سر سی مون؟"

"اگر... اگر میں سر ہاؤں... تو پھر... آپ سید سوجھوی
بے درجے گا... اپنی اصلی شکل میں نہ آئے گا... بہت مزے
میں رہیں گے؟"

"کیا خاک مزے میں رہوں گا... جہنم میں جانا پڑے گا
ہمیشہ کے لیے؟ وہ بولے۔"

"ایک تو مسلمان لوگ ہر بات میں جنت اور جہنم کو لے
آتے ہیں؟"

"کیا کیا جائے... چارہ دین یہی تعلیم ہی دیتا ہے،
وہ مسکرائے۔"

"م... میں... نہیں۔"

"اور سی مون کی آواز نکلتی نہ ہو گئی... اس کی آنکھیں
بھٹک رہی تھیں..."

"شاہ... اچھا! آخری وقت آ گیا سر سی مون۔"

"اعمال کر دیں... کہ میں اعلیٰ سید سوجھوی ہوں؟"

"نہیں... نہیں... اس کے منہ سے نکلا۔"

گردن گھوم کر اور بھی زور سے دہاتے لگا۔
"انسپکٹر جیشید... آپ گئے؟ سی مون مسکرایا۔"

"ان کے منہ سے ایک نکل نکلا... سی مون پھر
بولے۔"

"اگر کوئی اور موقع ہوتا تو میں آپ کی جان ہرگز نہ لیتا
کیوں کہ ایک بہادر اور با اصول دشمن کی موت مجھے ہمیشہ
تنگین کر دیتی ہے؟"

"انسپکٹر جیشید اب بھی کچھ نہ بولے... آپ ایک ان کی کسی
سی مون کی پسلی میں گئی... اس کے منہ سے... سی... نکلی گئی۔"

"ان کی گردن جھوٹ گئی... انہوں نے ایک جھرجھری سی
لی اور سی مون پر جا پڑے... وہ ابھی تک اپنی پسلی کو

پکڑے بیٹھا تھا... ان کی پیٹ میں آتے ہی چپت لگتا
اور انسپکٹر جیشید اس کے سینے پر چڑھ گئے... ساتھ ہی

دونوں ہاتھ انہوں نے گردن پر جما دیے... اب وہ
پوری طرح دباؤ ڈال رہے تھے... سی مون کے دونوں

ہاتھ ان کی گلاؤں... آگے جھک گئے... اس نے ان کے
ہاتھوں کو گھٹے پر سے ہٹانے کے لیے زور لگا کر شروع

کیا... اور انسپکٹر جیشید پورا زور گردن پر سمون کر رہے تھے
سی مون کا چہرہ سرخ ہوتا جا رہا تھا... انسپکٹر جیشید نے

Malik ji

۹۹۹

مرنے وقت بھی وہی سند اور ہیٹ دھری:
 "مہ ناعد ہے... اور نہ ہیٹ دھری:۔" اسی عون نے
 پورا زور لگا کر کہا:
 "شاید آپ کو بسنے سے بہت وقت ہو رہی ہے
 لہذا بولیں:"

لیکن پھر اچانک نہ جانے کیا ہوا... اسی عون کے جسم
 کو ایک زبردست جھٹکا لگا... انیکٹر جھید اس کے سینے
 پر سے بری طرح اچھے... جیسے بہت طاقت ور سپرنٹون
 نے انہیں اچھال جھینکا ہو...
 وہ چادروں شانے چٹا کر سے... ان کا سر زور
 سے جھکا... پورا مجمع گھومتا محسوس ہوا۔

شکت کے بعد

انہیں گرتے دیکھ کر ان کے ہم ساتھی دھک سے رہ
 گئے... اسی وقت انہوں نے نقلی میج موٹو کی آواز سنی:
 "کوئی ہے... جو اس جھوٹے کی مدد کرنا چاہے... میں
 اس کے مددگاروں سے بھی ہتھکڑیاں کرنا چاہتا ہوں... تاکہ
 آج سب کو معلوم ہو جائے کہ اصل اصلی ہوتا ہے اور
 نقلی نقلی:"

مجھے پر موت کا سناٹا طاری ہو گیا... انیکٹر کامرا کی
 مرزا نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا... وہ سب کے
 سب بے تابانہ انداز میں ان کی طرف دیکھ رہے
 تھے... جیسے کہ رہتے ہوں:

"جانتے ہو... اگر تم کے لیے جانے میدان میں:
 میں جانتا ہوں... آپ سب لوگ کیا کہنا چاہتے
 ہیں اور میں میدان میں جانوں گا بھی... اگرچہ جانتا ہوں

Malik ji

۷۹۰

کی موت نے اس مقصد کے موت کیوں دی ہے؟

ملک... کیوں دی ہے؟ محمود چکا گیا۔

اگر میں نہیں جاؤں گا تو تم سب یہ خیال کرو گے کہ میں ڈر گیا... لیکن ایسی بات میں... میری خواہش یہی ہے کہ یہ مقابلہ ہو جیسا کہ ختم ہو جائے... اس صورت میں ہم کوئی نہ کوئی سرفہرہ لے چاہا تو حاصل کر سکتے ہیں...

لیکن دوسری صورت میں موقع حاصل کرنا ہمارے بس میں نہیں رہے گا۔

ہم جگے عین... آپ کیا کتا چاہتے ہیں۔ فرزانہ نے الجھنے کے عالم میں کہا... اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ تیر کی طرف جائیں اور سی مون سے جنگ شروع کر دیں... کوئی اور بات نہ کریں۔

میں تمہارے جذبات کو بھی پڑھ رہا ہوں فرزانہ... اور خود کو میدان میں چلنے پر مجبور پا رہا ہوں... ہاں! اچھے جانا ہی ہو گا۔ انھوں نے جذباتی انداز میں کہا اور تجھے سے لپٹنے کے لیے قدم اٹھاتے گئے۔

میں اٹھی... اگر آپ جانا سب نثریں سمجھتے تو رک جائیے... فرزانہ نے جلدی سے کہا۔

انپکٹر کارلن مرزا فرزانہ کی طرف مڑے، مسکراتے۔

میں بڑھے:

یہ بات تم لے لو پتے دل سے کہی ہے فرزانہ... بہر حال میں اب رک نہیں سکنا۔ انھوں نے کہا اور تیر تیر قدم اٹھانے لگے۔

انھوں نے اپنے دلوں میں اطمینان محسوس کیا... بھی خوشی منے سے کہ وہ جائیں اور سی مون سے جنگ کریں... اور سی مون لے پھر کہا،

شاید اس جھوٹے کے سب ساتھی خوف زدہ ہو گئے؟
نہیں! میں آ رہا ہوں! انپکٹر کارلن مرزا نے منہ بنا کر کہا۔

لوہ... مجھے ایک فی صد بھی امید نہیں تھی کہ کوئی آئے گا اسی موقع پر۔

آپ کی امید تھی... لیکن پھر کے جذبات مجھ سے دیکھے نہیں گئے۔

لوہ! سی مون کے منہ سے نکلا۔

انپکٹر کارلن مرزا صرف مسکرا کر نہ گئے... پھر وہ جلدی مڑی اس کے نزدیک جوتے لگے۔

مشرسی مون... تم کیوں جھگڑتے تھے؟

میرا خیالی ہے... آپ میری چال کو سمجھ گئے ہیں:

Malik ji

۴۹۲

اٹھنا تک ہے وہ بولے۔

دونوں زور لگاتے رہے... مجھے کمال بہت پتا تھا... لیکن
مجھے بغیر وہ ای کی طرف دیکھ رہے تھے... اچانک سی مون
دائیں پہلو کی طرف گر گیا... انیکٹر کامران مرزا نے زور اور لگایا
تو وہ ان کے نیچے پڑا... اب اس کے والی پوزیشن ان کی
تھی... انھوں نے ہاتھوں پر دباؤ ڈالنا شروع کیا... اور
سی مون نے ایک نئی حرکت کی، اس نے اپنے ہاتھوں
کو اوپر اٹھا کر شروع کیا... انیکٹر کامران مرزا نیچے کی طرف
دباؤ ڈالنے لگے... لیکن ان کے ہاتھ اوپر اٹھنے پہلے گئے،
اچانک سی مون اٹھ کھڑا ہوا... انیکٹر کامران مرزا بھی ان
کے سامنے اٹھنے پہلے گئے... سی مون نے ان کے ہاتھوں
کو ایک جگہ دبا... وہ ان کے سینے سے ٹکراتے... ساتھ ہی
سی مون جھکا اور احتیاط اپنے کندھے پر اٹھا لیا... سی مون
نے ایک کچھ اٹھایا اور اچانک تھا کہ وہ پھینک دیا... لیکن
وہ لمحہ شاید سی مون نے سے کسی حیرت انگیز تھا... اٹھایا
امران مرزا کر... ان کے... جیسے کہ اسے کمر آگے سے
اور اب ایک عجیب پوزیشن لے کر بڑھ رہے تھے۔
اب وہ ان کو اس کی کسی بھی سہولتوں کا احساس
نے وہی آواز میں کہا۔

دونوں ہاتھوں کے درمیان سے اپنے سر کو بچا دیا تھا... اور
انیکٹر کامران مرزا نے اس کے نیچے جھانک لگائی... اور
کی کمر پر گرس... سی مون زمین سے ٹکرایا... لیکن زخمی ساہو
کی طرف بٹا اور انیکٹر کامران مرزا کی گروں میں بازو ڈال
کر آگے کی طرف جھٹکا دیا... وہ چاروں شانے جت گئے
اور پھر سی مون ان کے سینے پر جڑھ کیا... اس کے
دونوں ہاتھ ان کی گروں کی طرف بڑھ رہے تھے کہ انیکٹر
کامران مرزا کے ہاتھ حرکت میں آئے... وہ انھوں نے اس
کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں پھنسا دیں... اب ہاتھوں پر
طاقت صرف ہونے لگی... لیکن چون کہ انیکٹر کامران مرزا
نیچے دھبے پر تھے... اس لیے وہ کمزور پڑ رہے
تھے... سی مون اپنے جسم کا بوجھ ہاتھ پر اتارنے سے ڈال
رہا تھا... جب کہ انیکٹر کامران مرزا ایسا نہیں کر پا رہے
تھے... تاہم... اس نے آخر تک کہ وہ ان کی ٹروٹ بلیج
پر... سی مون نے بھی اس بات کو محسوس کیا اور دھبے
دونوں ہاتھ پھرنے کی کوشش کی... لیکن چھوڑنا نہ سکا۔
انیکٹر کامران مرزا مسکراتے...
"نہیں سی مون... ہاتھ تو خیر تم میں پھنسا سکتے
ہے... میری ہاتھ کامیابی میری ہو گی... سی مون بڑا۔"

Malik ji

اور... ضرور کہیں نہیں... وہ بولے... اور ہاتھ آگے بٹھا

۔۔۔

دونوں کے ہاتھ آپس میں ملے... پھر سی مون نے ان
ہاتھ جوڑ دیے... اور بولے:
اب میرا کمال دیکھیے۔

یہ کہ کر وہ اپنا ایک ہاتھ اٹھا اور پھر سیدھا اچھا... ٹوٹا
نے دیکھا... وہ ان کے سر سے بھی اڑچکا اچھل گیا تھا...
اس کے دونوں ہاتھ ان کے سر پر ملے... ان کی گردن
میں زبردست جھٹکا آیا... اور وہ ایک صحت میں جھٹکے پڑے
گئے... اس وار کی انھیں واقعی کوئی امید نہیں تھی... انھیں
پوں کے جیسے گولن کی بڑی ٹوٹ گئی تھی... نیچے گرتے
وقت وہ محسوس کر رہے تھے کہ اب وہ شاید ہی اٹھ
سکیں گے۔

سی مون نے دونوں ہاتھ جھانپتے ہوئے کہا:
اس بہوت کے سامنے نے بھی زمین دیکھ لی... لیکن
میں بنانا چاہوں... ابھی اس کے کچھ اور سامنے موجود ہیں...
ان میں اگر تو کچھ ہی ٹھیک ہے... تو میدان میں آکر دو
دو ہاتھ کر جس۔

یہ الفاظ ان کے سینے لٹک کر دم کو گھمے۔

خبر... وہ مٹا کر۔

ابھی تک آپ کے دلی دم ٹھم ہیں: اس نے کہا۔
اب سب لڑکے کی مہربانی ہے: وہ بولے۔
خبر... ایسے... آپ کو بھی اب اسپیکٹر جمشید کے قریب
نہی دوں۔

یہ بات سمجھانے اختیار میں نہیں: اسٹون نے مزید نہ
کہا۔

ابھی سی مون نے ان کی طرف دوڑنے لگا دی۔ اسپیکٹر کا مرنہ
مرزائے بھی نیچے کی کوشش نہیں کی... بلکہ خود بھی اس کی
طرف دوڑ پڑے۔ دونوں پورے زور سے ٹکرائے: اور
خاصتہ اسٹون میں گرے... چند سیکنڈ تک دونوں لڑکے تھوڑے
لٹھے اور ایک ایک قدم آگے بڑھے:
اب میں ایک کادری وار کروں گا... اور آپ اس وار
کو روک نہیں سکیں گے:

پہلے سے کوئی دعویٰ نہ کریں سسر اسپیکٹر کا مرزا...
سی مون نے طنز سے لہجے میں کہا:
مجھے سے ہاتھ نہ ڈالو... اس کا جواب یہ نہیں تھا
ضرور ٹالنا پڑیگا۔

اس نے اپنے اپنے روایا

Malik ji

۴۵۸

ایک ساتھ چڑھے۔

”میں آ رہے ہیں؟“

اور پھر وہ سب میدان میں نکل آئے... مجمع اب اس
چھوٹی سی فرخ کو حیرت اور دل چسپی سے دیکھ رہا تھا۔
”آؤ... آؤ... جی... میری طرف سے مبارک باد
قبول کرو۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔

”کس بات کی؟“

”فیرت مند ہونے کی۔“ اس نے مسکرا کر کہا۔

”مشرقی مومن... باتوں میں وقت ضائع کرنے کی
مزدوریت نہیں؟“ خان دھان بولے۔

”ہیں ایک ہی وقت میں تم سب سے مقابلہ کروں
گا۔“

”جب کہ میرا خیال ہے... میں اکیلا تمہارے لیے کافی
ہوں۔“ منور علی خان بولے۔

انہوں نے دیکھا... ان کے ہاتھوں میں وہی وہ
استعداد تھا... یعنی اس کے سر پہ چہ آنکھ ابدیت ہوا
تھا۔

”اوہو اچھا... اگر یہ بات ہے تو بھر آئیے... پتے
اپ مقابلہ کر لیں۔“ اسی مومن مسکرایا۔

مزدور... مزدور کیوں... میں... منور علی خان چپکے اور ساتھ
ہی اسی ان کے ہاتھ میں جکھلنے لگی... آنکھیں تیزی سے
گھومنے لگی... سوا اس کی گردش کی وجہ سے سارا سارا
نکل... ہر جگہ آنکھیں اسی مومن کے سر کی طرف گئی...
لیکن وہ جلی کی سرکٹ سے نیچے بیٹھ گیا... آنکھیں اس
کے سر پر سے گزر گیا... چکر کاٹ کر آنکھیں پھر اس
کی طرف آیا... اس مرتبہ اس نے جھکائی دی اور اس
کے درمیان میں ہاتھ ڈال دیا... آنکھ سے کر فوراً ایک
چٹکنا لگا... اور اسی مومن کے جسم کے گرد بیٹھی چلی
گئی... اور اسی مومن نے اپنے دونوں ہاتھوں کو حرکت
دی... منور علی خان گویا ہوا میں اترتے ہوئے اس کی
طرف آئے... ساتھ ہی اسی مومن کا سر ان کے سر سے
ٹکرایا... دو تاروں کے ٹکڑے کی زبردست آواز لگتی
منور علی خان کے منہ سے ایک چیخ نکلی اور وہ اپنے
بیٹھ گئے۔

”مبارکباد... اچھی لگی تھی کام سے
بہرہ مند... میں ابی آتی ہوں۔“ ان کے
گوشے۔
”تو کیا... آپ ابی کیلئے لڑائی کے“

Malik ji

۴۰۰

تک... کی... کا ہے۔ فرما نہ سکاں
 نہیں... میں وہ نہیں نہیں... انہیں مدد دے
 مون مسکایا۔

گرا اب ہم سب کو آپ سے بڑا ہو گا
 آپ کی مرضی... اگر نہیں دینا تو بھی مجھے کوئی اعتراض
 نہیں... آپ کی عہد شکنی میں معذرت ہو چکے...
 پورا بیچ اب ان کی کوئی بات نہیں مانے گا
 کوئی بات نہیں... ہم بھی مقابلہ ضرور کریں گے، خود
 لے کہا۔

مفرود ضرور... شوق سے یہی مون مسکایا
 انہوں نے اپنے طریقے کے مطابق سی مون کو چاروں
 طرف سے گھیر لیا... سی سون... دیکھ کر مسکایا اور
 ہوا۔

اب فرما تو یہی میری زندگی کی طرف آئے گی۔
 نادوں اور آفتاب مجھے انہوں سے بچنے کے لیے
 کوشش کریں گے۔ انہوں نے اہمیت سامنے کی طرف
 سے وار کریں گے... وہ گئے شوق برادر...
 دور ہی کھڑے تھا دیکھیں گے۔
 ان حالات میں ہم تھا نہیں دیکھ سکتے... دیکھا

ان ایسے بد سب نہتے بیٹے تھے، ایک ساتھ
 لڑا سکتے ہیں۔ انہوں نے اجازت دی۔

تب پھر تھکے سسر خان رحمان... اب اس
 جنگ کے زیادہ شوق نہیں دے سکا... ابھی بچے آگے بھی
 جا رہے تھے۔

یہ نہ جان رحمان نے کہا اور اس پر جھپٹ پڑے
 ان کا مضہرا اور طاقت اور جسم سی مون کے جسم سے
 نکلا... اور انہیں یوں لگا جیسے کسی چٹان سے ٹکرا
 گئے ہوں... تاہم دوسرے بلند رکھتے ہوئے انہوں نے اس
 کی گردن میں اپنے ڈال دیے... دوسرا عرت سی مون نے
 ان کی گردن کے گرد ہاتھ ڈال دیے... اب دونوں ایک
 دوسرے پر زور لگاتے تھے... اپنی قوی زندگی جان رحمان
 نے اس ترکیب سے کئی بارے طاقت ور دشمنوں کو موت
 کے گھاٹ اتار دیا۔

کبھی اس وقت وہ عورتوں کو بہتے تھے کہ صوفی
 نے کسی وکیل سے مراد سے لیا ہے... اور پھر ان کا اس
 اکڑ گیا... آخر دیر میں پڑے پڑے گئے... کچھ لمحات کے
 بعد سی مون نے انہیں اپنے سے جدا کیا تو وہ نکلا
 گئے تھے کہ حرج گرسے۔

Malik ji

۵۰۲

کھٹے جتنی - شرکیا نہ منہ بنایا۔
مستقبل شرمنا کر دیکھتا ہوں نے کہا۔
سی مومن دائرے کے اندر ٹھوسے لگا... اور وہ اس پر
دار کرنے کے لیے پڑھتے رہتے... پھر محمود نے سب
سے پہلے اس کی طرف جھونک لگائی... سی مومن نے
اسے دونوں ہاتھوں پر دھکا اور ایک زبردست دھکا
مارا... محمود چوڑی اڑتا ہوا دور جا گیا... لیکن اس
سوق سے فائدہ اٹھا کر فرزانہ جھونک لگا چکی تھی اور
اس کی گردن سے چھٹ چکی تھی... سی مومن نے اس
کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا... وہ تو آسمت،
آفتاب اور قاروق کی طرف متوجہ تھا... جھونک نے ایک
ساتھ اس پر حمل کیا تھا... قاروق اس کا دایاں ہاتھ پکڑ
کر لٹک گیا... آفتاب نے بائیں ہاتھ پر قبضہ چلایا، آسمت
نے ایک ہاتھ پکڑ لیا... لیکن وہ سی مومن کی دوسری ہاتھ
کی طرف توجہ نہ دے سکا... نتیجہ یہ کہ اس کے پیچ کی
تھوک اس کی پیٹلیوں میں گئی... اور وہ لڑکھٹا چلا گیا... یہ
دیکھ کر کھنٹے میں آ کر آگے بڑھا... اس نے غور
کو نیچے گرا دیا اور سی مومن کی دونوں ٹانگوں کے گرد بازو
کس دیے... سی مومن نے دیکھ کر مسکرایا... اس نے فرحت

فرحت نے...
بہت خوب... ہوئی بات... اب مشر سی مومن
نہ ہاتھ بلا سکتے ہیں نہ پیر، شوکی ہنلا
دن... لیکن... میرا خیال ہے... میں کمزور چہ رہا ہوں؟
کھنٹے چلایا۔

اشفاق، اخلاق... تم ہیں اس کی انگوں سے چھٹ جانو؟
شوکی نے فرزا کہا، اخلاق نے بھی آؤ دیکھا نہ تارا... لیکن
کی نقل کی اور ٹانگوں سے لپٹ گئے۔

اب رہ گیا میں... میں کیا کروں؟ شوکی بولا
محمود کسے جوتے کی ایڑی میں سے چاقو نکال کر
مشر سی مومن کے دل میں اتار دو، قاروق نے کہا
"اب اسے باپ سے... کام لے کر اسے نہیں دے گا"
شوکی کا رنگ اڑ گیا۔

لیکن آج... کام کرنا ہو گا... اور آسمت جوتی
اسی وقت فرزانہ نے گھبراہٹ سے کی پھینک دی...
اس نے تو جلد پہ کوئی چیز پڑھا رکھی تھی۔

Malik ji

ن کمر پر رسید کر دیا... وہ فوراً منہ کے بل گر... اور
 بے ہوش ہو گیا... اس کے ساتھ ہی جیسے نے تالیاں
 بجا دیں... ساتھ ہی ضرور کی آواز گونجی۔
 "مسیح موعود... زندہ باد۔"
 "ابن مریم... زندہ باد۔"

۱۰۰... اچھا... اچھا... بھائی... غصے کیوں ہیں۔ شوکی نے
 کہا اور اپنا کانپٹا بے ہوش محمد تک لٹایا... اس کے ہوتے
 کی ایڑی میں سے چاقو نکلا اور سی سون کی تہ پر ہٹنے
 لگا... وہی وقت سی سون نے ایک خون ناک قسم کی
 بھر پوری لہ... وہ سب کے سب اس بھر پوری کی تاب نہ
 لائے... اسی طرح اس کے جسم سے ایک بھر پور گرس
 جیسے کسی بڑی طاقت نے انہیں نوچ چھینا ہو... اور
 اس طرح گرس کہ پھر نہ اٹھ سکے... یہ دیکھ کر شوکی ٹھٹھا
 گیا... اس نے ایک نظر حق سے چاقو پر ڈالی... دوسری
 سی سون پر... پھر آنکھیں بند کر کے چاقو سی سون پر
 دے مارا...

چاقو سی سون کے دائیں طرف سے گزر گیا...
 اس نے جھکائی دی تھی... اور اب وہ ایک ایک
 قدم اٹھا کر شوکی کی طرف بڑھ رہا تھا... ادھر
 شوکی پتھر کے بت کی مانند ساکت ہو چکا تھا...
 اس کی آنکھیں پتھر اگنی تھیں... شاید اس میں بھٹے
 جلنے کی سکت تک نہیں رہ گئی تھی۔
 نزدیک پہنچ کر سی سون نے ایک دھچک اس

Malik ji

۷۰۹

کیوں... کیا... ہوا؟ خان رحمان پر کھلا کر بولے۔
 شاید لڑائی کے دوران زانیہ پر کوئی زخم آ گیا ہے۔
 لیکن ہم تو بے ہوش ہو گئے تھے... اب ہاتھ مارا تو
 پتا چلا ہے۔ اس نے جلدی جلدی کہا۔
 آخر اب یہ سب لوگ کہاں جا رہے ہیں؟

صدری سون جاتے گا... یہ بھی ادھر ہی جائیں گے۔
 اس طرح تو پوری دنیا اس کے پیچھے لگ جائے گی؟
 یہی تو جاپانیوں اور بیٹگیوں کی سازش ہے؟ فاروق
 نے کہا۔

غیر... کم از کم پریذیڈنٹ ڈاؤر تو بھجروں کی قید سے
 بچ گئے؟
 وہ تو اس ڈیر سمندر دنیا میں مزے سے بیٹھے یہ
 سارے منظر دیکھ رہے ہوں گے۔

مزے سے تو غیر نہیں... اس وقت تو ان کا
 رنگ بھی اڑا ہوا ہو گا؟

ہاں اور بھی... کبھی انوس... وہاں سے وہ جہاز پر
 بھی مدد نہیں کر سکتے۔

”پورا نہ کروں... جیس صرف اللہ کی مدد پر بھروسہ
 کرنا ہو گا۔“

اصحاب

انہیں ہوش آیا تو وہ وہے کے بڑے بڑے بھجروں میں
 قید تھے... ہر بھرسے میں ایک آدمی کو بند کیا گیا تھا۔ گویا
 ان لوگوں کو چودہ بھجروں کا بندوبست کرنا پڑا تھا۔ بھجروں
 بھجروں نے انہیں ہوتے تھے... اندھ بھجروں کا
 سبب آگے بڑھ رہا تھا... سی سون جنہیں کہیں بھی نظر
 نہیں آ رہا تھا... بھجروں کی سلاخوں کے درمیان میں اتنا
 فاصلہ تھا کہ وہ ہاتھ باہر نکال سکتے تھے۔

بہت... بھجروں کا سفر... آصت بڑھ رہا تھا۔
 یہ... یہ تو... کس، ناول کا... فاروق کہتے کہتے رک
 گیا۔

”دھت تیرے کی... ان حالات میں بھی نہیں نہیں؟
 محمود نے تھپتھپ کر ران پر ہاتھ مارا بھجروں سے چٹا ہوا
 ہاتھ سر گیا۔“

Malik ji

۷۰۸

• دو گھنٹے تک یہ عظیم ترین قافلہ چلتا رہا... شاید اس قافلہ
بڑی تعداد میں لوگ ایک ساتھ کبھی نہیں چلے ہوں گے۔
گرفتار لوگوں کا تعلق تھا... پھر زائد رک گیا... ان کے
بچے دیکھ دیے گئے... پھر بچروں میں کھانے پینے کی چیزیں
دالی گئیں جس طرح حماروں کو ڈالتے ہیں... پھر ایک گروہ
ان بچروں کی طرف بڑھتا نظر آیا... یہ گروہ کسی کو درمیان
میں لیے آگے بڑھ رہا تھا... جلد ہی انھوں نے دیکھ لیا،
درمیان میں کسی مومن موجود تھا... بچروں کے نزدیک آ
کر وہ رک گیا۔

• آپ لوگوں کو کسی چیز کی کمی تو نہیں... ان بچروں
میں کوئی تکلیف تو نہیں... اس نے مسکرا کر کہا۔

• نہیں... ہم بہت آرام سے ہیں۔

• اگر کوئی تکلیف پہنچے تو مجھے بتائیے گا۔

• بہت بہتر... لیکن تم... شکر مسیح... ہم کہاں جا

رہے ہیں؟

• میرا خیال تھا کہ یہ بات تم لوگ جانتے ہوں گے۔
• اہل ایمان اندازہ ضرور لگا سکتے ہیں۔ انیسویں کامران پڑا
ہوئے۔

• تو بس پھر... میں ابی جا رہا ہوں... اور میں جاؤں

کا یہ کہاں... اس نے کہا۔

• جب پھر چاروی ایک درخواست ہے: انیسویں جوشیہ جوئے
• اہل ایمان... کہو... آپ کی ہر درخواست مانی جائے
گی۔

• مہربانی فرما کر ہمارے بچروں کو اپنے نزدیک رکھیے
سفر کے دوران میں میں اپنے ساتھ ساتھ رکھیے۔

• اچھی بات ہے... اس نے فوراً کہا... پھر وہ مجھے
کی طرف مڑا۔

• ان لوگوں کے بچے میرے بچوں کے پاس پہنچا دو
اب یہ لوگ میرے ساتھ ساتھ سفر کریں گے۔

• بہت بہتر... یہی اللہ... کئی آوازیں ابھری۔

• سی مومن آگے بڑھ گیا... ان کے بچے اٹھائے جانے
تھے۔

• بلکہ... کیا... ہم... مکمل طور پر شکست کھا چکے ہیں
انھوں... آج صبح نے میری پھر تو آواز دی کہا۔

• ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا... اگر کسی مومن نے میں
ساتھ ساتھ دیکھا... جو پھر میں بات کا دیکھیں جسے کہ ہم
کوئی موقع ملاں سکیں... بہت دیر نہیں۔

• ان سلاخوں کی طاقت کو آزمائے کے پاس سے لیا گیا

Malik ji

۴۱

ان کی ہر چیز ان کے پاس موجود تھی... محمود نے چاقو نکالا
اور اس کے ذریعے سوراخ کاٹنا چاہا... سوراخ ذرا ہی نہیں کٹا
اس نے باورساز انداز میں کہا:

مشرقی مومن نے چاقو اسی لیے رکھ دیا ہوگا تو ہم
جاں لیں... ان پنجروں سے نکلتا ممکن نہیں؟
لیکن چپسٹ گھٹنے میں کسی وقت تو انہیں پنجرے کوڑنا
ہی پڑی گئے، قادی رکان بارے۔

تمام پنجرے ایک وقت میں نہیں کھولیں گے... باری...
باری... انیکٹر جمید مسکرائے۔

یوں بھی اگر وہ ایک ہی وقت میں کھول دیں تو کیا کر
لیں گے ہم... اس چمے کے ساتھ کڑبڑی بڑی مکھنیں گھٹنے
لیک رہی ہوں؟

وقت! ایک... یہ ہم کس جال میں پھنس گئے... شوکی
بڑبڑایا۔

ہیں... بارے نے جمت: انیکٹر کا سرن مرزا نے سزا
بنایا۔

ہیں... نہیں... بہت تو خیر ہم نہیں مار سکتے اور
جو کہیں مار جائیں، فادوی مسکرایا۔

ایک گھنٹہ بعد ان کے پنجرے ہاں رکھے گئے... وہاں

خیال ہے... ہمارے پاس شاید اب محمود والا چاقو تو ہوگا
نہیں؟ فزوان پول اٹھی۔

ہاں... شوکی بھی بے ہوش ہو گیا تھا... اس کے بعد
یا تو چاقو نیچے ہی پڑا رہ گیا ہوگا... یا پھر کسی مومن نے
اسٹا لیا ہوگا۔

کچھ بھی ہو... ہیں ان سلاخوں کو تو کسی نہ کسی طرح
توڑنا ہوگا۔ آصف بولا۔

ارے... یہ کیا؟ انہوں نے محمود کی چوکنی آواز سنی۔
رنگ... کیا ہوا؟

اب وہ محمود کی طرف مڑے... انہوں نے دیکھا
محمود نے جوتے کی ایڑھی کھول رکھی تھیں... ایڑھی کے
خانے میں چاقو موجود تھا۔

ارے! چاقو تو یہاں موجود ہے؟
جہوں... یہی تو حیرت ہے کہ چاقو یہاں کیوں موجود

ہے؟
شاید مشرقی مومن نے ہی رکھ دیا ہوگا۔

اس کا مطلب ہے... ہم اس چاقو کی مدد سے سلاخیں
ٹہن کٹ سکتے۔ فرحت نے فوراً کہا۔

نظر تو ہیں آ رہے ہیں؟

Malik ji

۷۱۲

نہیں... سون اپنے رب کا شکر کہتے ہیں کہ سکتا... انہیں
بمشید ہوسے۔

آپ لوگوں کی یہ باتیں سن کر مجھے بہت حیرت ہوئی ہے:
اسا مون نے کہا... باقی لوگ اب اس سے بہت فاصلے پر
کھڑے تھے... پتھروں کی طوفان آتے ہوئے اس نے انہیں
دور رک جانے کا اشارہ کیا تھا:

مشرقی مونی... میں اب تک ان پتھروں میں رہتا ہوں:
اگر چاہیں تو ابھی اور اسی وقت نکل سکتے ہیں، مونی
نے مسکرا کر کہا:

اور اس کے لیے کیا شرط ہوگی:

ثروت اور صرف ایک... آپ لوگ ابھی اور اسی وقت
اپنے ملک کو مدعاہ جائیں؟
... یہ کس طرح ہو سکتا ہے: اناب نے حیرت زدہ
افزا میں کہا:

اگر یہ نہیں ہو سکتا تو پھر میں بھی مجبور ہوں:

اب پر درگرم کیا ہے:

میں دیکھنے چلا... کوئی بات نہ ہو... یہ اسی مہر کی ہوائی
ہے کہ تم لوگوں کو اپنے نزدیک لے آیا مجبور ہی ہوں
نے کہا:

سو کے قریب نیچے گئے ہوئے تھے... ان میں ایک نوجوان سب
سے بڑا اور اونچا تھا:

یہ نقلی مسیح مسعود کا فیملی ہے شاید؟ فادوق پڑ پڑایا:
ہو گا... جہیں کیا؟

شاید اب چودہویں دنیا کے لوگ اس نقلی مسیح کی زیارت
کے لیے اس کی طرف ہجوم رہے ہوں گے، مجھے کی تھلا
برابر ہر مہتی چلی جائے گی... پھر دنیا کے کسی ملک کی فوج...
کسی ملک کی طاقت اس عظیم سیلاب کو نہیں روک سکے گی، اور
جہاں تک میرا خیال ہے: انہیں کامران مرزا کہتے تھے رک
نے:

اسی وقت انہوں نے مونی کو آتے دیکھا... لوگوں کا
جھگڑا اب بھی اس کے ساتھ تھا:
"کیوں نہیں... کیوں حال ہے... اس نے محمود کے چہرے
کے قریب رک کر کہا:

انڈ کا شکر ہے:

حیرت ہے... تم وہی کے پتھروں میں ہو کر کبھی
اپنے اللہ کا شکر بجا رہے ہو:
تو اور کیا کریں؟ اسباق نے ہنسا کر
کہا کہو... اس کا... شکر کہو:

Malik ji

۷۱۴

وقت سے پہلے نہیں بنا سکتا۔ اس نے کہا... اور آگے بڑھ گیا۔

چند گھنٹے کے انتظار کے بعد قافلہ کو کوچ کا حکم ملا۔ ان کے بجز اسے اٹھائے گئے... سی مون کے چہرے سے پچھلے سی مون نکلا... پھر وہی میں سے تین بہت بڑے بکری کے صندوق نکالے گئے... وہ ان صندوقوں کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے...



میں... یہ کیا بھیج... ان میں سے کئی ایک کے منہ سے نکلا۔

مہتا نہیں... کیا بلا ہے ان میں... ہم کس طرح بتا سکتے ہیں۔ آؤ اب نے منہ بتایا۔

لیکن ان میں کوئی اہم چیز ضرور ہے: خان رحمان بڑے۔

ان خان رحمان... تمہارا خیال ٹھیک ہے... یہی ان صندوقوں پر عجیب وضع کے تالے تھے جوئے دیکھ رہا ہوں... اس قسم کے تالے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھے۔

جیسا آپ بتا، پسند نہیں کرتے۔
نہیں، اس نے کہا۔

بغیر کوئی بات نہیں... ہم انتظار کریں گے... اگر دیکھ ہی نہیں گئے۔

ان! انتظار کرنے اور دیکھنے کی اجازت ہے... اب مجھے بالکل اصل مسیح موعود پہنچنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔
سی مون بولا۔

لیکن مسٹر سی مون... آپ اس طرح نامہ کیا اٹھائیں گے۔

یہ کیا کم نامہ ہے کہ ساری دنیا اس وقت میرے پیچھے ہے۔

لیکن بیگنی اور انڈارجہ وغیرہ کو کیا نامہ ہو گا۔
اس کا۔

اصلی حضرت مسیح آسمان سے جب نازل ہو گا تو دنیا میں صرف اسلام باقی رہ جائے گا۔ باقی تمام مذاہب ختم ہو جائیں گے... لیکن نقلی مسیح اسلام کو جڑ سے ہلکا دے چکے گا۔
لیکن کیسے۔

یہ بات منسوب ہے کہ ایک اہم شخصیت نے...

Malik ji

414

سب سے آگے سی مون تھا... اس کے پیچھے وہ تین
مندوق تھے... ان مندوقوں کے بعد ان کے پیچھے تھے
اور پھر لوگوں کا اڈوہا... دنیا کی اس وقت تک کی تاریخ
کا سب سے بڑا اڈوہا... جو کسی انسان کے گرد جمع
ہوا تھا۔

ناظم دواں دواں رہا... انہیں پیچروں میں ہی غوراک
دی جاتی رہی... کئی دفع تک انہیں سی مون کی صورت
دکھائی نہ دی... پھر پورا ایک ہفتہ بعد سی مون ان
کے قریب آیا،

”تم لوگ کافی بے چین ہو گئے؟“

”ان : بے چین ضرور ہیں، پریشان ہو رہے ہیں : مندوق
ہو۔“

”یہ جانتا ہوں... آپ لوگ ہر قسم کے حالات میں
عوامی جلد رکھتے ہیں؟“

”تو پھر میں ان مندوقوں کے بارے میں بتا دیتا
موند ہوں۔“

”انوس : نہیں بتا سکتا۔“

”اس کا مطلب ہے... پھر کسی وقت بتائیں گے؟“

”نہیں... شاید ان مندوقوں کا راز میں تم لوگوں کو

کبھی بھی نہیں بتاؤں گا۔“

”اوہ... اوہ... ان کے منہ سے نکلا... اسے ان کی بے

چینی اور بڑھ گئی۔“

”ہمارے ملک کا کیا حال ہے؟ فرزانہ بولی۔“

”آج کے قریب ملک میری زیارت کے لیے اپنے گھر

سے نکل کھڑا ہوا ہے؟ اس نے مسکرا کر کہا۔“

”اوہ! اور ہائی اسلامی سکول کا کیا حال ہے؟“

”میرٹ اسلامی سکول کی بات نہیں... غیر مسلم لوگ بھی

گھروں سے نکل نکل کر میری طرف بڑھ رہے ہیں اب

دنیا کی کوئی طاقت میرا راستا نہیں روک سکتی؟“

”ایک طاقت ایسی ہے : انٹرنیشنل پولیس۔“

”آپ جواب میں کہیں گے... وہ طاقت اللہ کی طاقت

ہے؟ سی مون نے منہ بنایا۔“

”ہاں : ایسی بات ہے؟“

”لیکن میں اس کو نہیں جانتا... تم کہتے ہو : ان کے

یہ بات کہہ سکتے تھے... مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“

”اگر آپ کی یہ باتیں کوئی سن لے؟“

”نہیں سن سکتے... وہ لوگ اتنے لڑکے پر ہیں کہ

ہماری آوازیں ان تک جا ہی نہیں سکتیں۔“

Malik ji

۷۱۸

”بہت آسانی سے... اگر تجربہ کرنا ہے تو میں پیچروں سے
باہر نکال کر مجھے کے سامنے کھڑا کر دیں“۔

”نہیں... میں اب تجربات کرنے کے موڑ میں نہیں ہوں۔
دیئے آپ کی بات سن کر مجھے حیرت منور ہوئی ہے، اب
نے کہا۔

”پہلے خیر... یہ بھی بہت ہے کہ ہم نے آپ کو حیران
ہونے پر تو مجبور کر ہی دیا۔“

”اے! یہ شیک ہے... آپ دنگ اگرچہ اس وقت
ان پیچروں میں بند ہیں... لیکن اس کے باوجود میں آپ
لوگوں کو اپنے بے ایک بڑا خطرہ خیال کرتا ہوں؟
یہ تو آپ کی ضرورت ہے، آپ مسکرائے۔

”یہ تجربہ آخر کس نہات کے بتے ہوئے ہیں؟
”وہ وہ میں کوئی چیز مانی گئی ہے... جس کی بنا پر
کٹ تیں سکتے۔“ اس نے کہا۔

”اے... یہ بات ہے... اگرچہ چوٹا۔
”کاش... آپ ہمیں بتا دیتے کہ اب سکیم کیا ہے؟
”نہیں! آخر وقت تک نہیں بتا سکتا۔“

”فائدہ پھر آئے وہاں ہوا... وہ منزلوں پر سرچیں
نے کمرے رہے... اڑدھام بڑھاتا گیا... حلقہ میں سون

”لوکٹ اس وقت ہمارے پاس کوئی خفیہ ٹیپ ریکارڈ
ہوتا؟“ شوکی نے سر آہ بھری۔

”ایسی کوئی چیز صلا میں کس طرح آپ لوگوں کے
پاس رہنے دے سکتا ہوں؟“

”ان صندوق پر جو تائے لگے ہوئے ہیں... اس
قسم کے ٹالے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے...“ شوکی بڑبڑانے
کے انداز میں بولا۔

”ہاں! یہ خاص قسم کے ٹالے ہیں؟
”تو پھر ان کی پابیاں بھی خاص ہوں گی؟“
”اس قسم کی باتیں نہ کریں... میں تم لوگوں کے

”طریقہ کار کو اچھی طرح جانتا ہوں... تم اس قسم کے
سوالات لینے کسی مقصد کے گرو نہیں پوچھتے، سہی سون
نے انہیں ٹھوڑا۔

”بہت بہتر... اب نہیں پوچھیں گے؟“ غاروق ہلدی
نے بولا۔

”مشرقی سون... اس میں کوئی شک نہیں کہ مقابلے
میں ہم دنگ شکست کھا گئے... لیکن ہم اس کے باوجود آپ
کو بھڑا ثابت کر سکتے ہیں۔“ غاروق نے نئی بات کہی۔
”وہ کیسے؟“ سہی سون کی آنکھوں میں غوث دوڑ گیا۔

Malik ji

۷۳۰

خیر۔ ایسی بھی کوئی بات نہیں... جلتا ان کا محبوب مشعل
ہے۔ فرزانہ بولی۔

اگر تمہاری یہ باتیں سنی مولیٰ سے تو حیران رہ جائے،
کہ تم ان حالات میں بھی اس قسم کی باتیں کر سکتے ہو۔ غالب
رہاں بولے۔

ہمارے ہاں سے میں تو وہ پہلے ہی ہانتے ہیں، اشتیاق
بولی۔

میں بہت بے چینی محسوس کرنے لگا ہوں... ان
مندوقوں کے بارے میں۔ قسمت نے گویا اعلان کیا۔
ایکے جاؤ... کوئی بات نہیں۔ فرزانہ بولی۔

آخر ہم کب تک سفر کرتے رہیں گے... یہ تو ایسا
سلوم ہوتا ہے... مجھے ہماری زندگیوں ختم ہو جائی
گی... لیکن یہ سفر ختم نہیں ہو گا... شاید ہم نے اس
قسم کا اور اتنا لمبا سفر بھی نہیں کیا ہو گا۔
یہ تو خیر ٹھیک ہے، لیکن تم لوگ کر رہی کیا
کھتے ہیں۔

استیاج... مندوق نے فرمایا۔

کیا کہا... استیاج... فرزانہ نے جلدی سے کہا۔

کے اگلے بجکتی گئیں... وہ میں ملک کے پاس سے گزرتا ہوں
سربراہ، اگر اپنی غلطی کا اعلان کرتا... اور اس طرح میں ملک
کامیابی کے جھنڈے گاڑتا اگلے بڑھتا رہا... وہ بہ ستر
بجروں میں بند رہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے... جیسے کوئی قیامت ہم پر ٹوٹ
پڑنے کے لیے پر قول رہی ہے۔ ایک دن غارتوں نے اپنے
ساتھیوں سے کہا۔

قیامت کے پر... کیا کہہ رہے ہو بھائی، شوکی نے
حیرت زدہ انداز میں کہا۔

یہ ذرا غارتوں سے دلے نہ ہیں۔

لیکن وہ قیامت جو لگی ہے بھائی؟

جی... جو قیامت... یہ تو... غارتوں نے ہرکھ
کر کہا۔

ان دنوں... کر دو... کیا جاتا ہے تمہارا؟ آفتاب نے
پل کر کہا۔

تو تم کون مل رہے ہو؟ فرزانہ بولی۔

جہاں ہے میرا جاتا؟

اب یہ چارے جوتے بھی کیا کریں... فرزانہ کے
بتوں نے جو جہاں چھوڑ دیا ہے، فرحت سکرائی۔

Malik ji

۷۲۷

• اللہ نہ کرے۔۔۔ خان رحمان بولے۔
 • تو پھر کیا خیال ہے۔۔۔ احتجاج شروع کریں۔
 • ہاں ٹھیک ہے؟
 انہوں نے ایک ساتھ شور مچانا شروع کر دیا۔

• ہاں... میں نے احتجاج ہی کہا ہے۔۔۔ ہوائی جہاز نہیں کہا۔
 • یہ کیا بات ہوئی۔۔۔ آصمت نے ہوشیاری کی طرح کہا۔
 • ضروری نہیں کہ ہر بار کوئی بات ضرور ہو۔۔۔
 بے بات بھی کوئی ات سن لیا کرو۔۔۔ فاروق جل گیا۔
 • مشورہ معقول ہے۔۔۔ آصمت قبول کر لے۔۔۔ انجکٹر کا مرن مرزا مسکرائے۔
 بہت بہتر۔

• ویسے ان بھجروں کا ایک بڑا فائدہ ہے۔۔۔ یہ کہ تم لوگ اب آپس میں اٹھا پائی نہیں کر سکتے۔۔۔ انجکٹر جھپٹ بولے۔

• ابھی ابھی تم لوگ احتجاج کی بات کر رہے تھے؟
 منور علی خان نے گویا یاد دلایا۔
 • ہاں: ٹھیک ہے۔۔۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ میں احتجاج کرنا چاہیے۔۔۔ کتنی مدت گزر گئی ہیں ان بھجروں میں۔
 کہیں یہ بھجروں ہمارے مقبرے تو نہیں بننے والے؟

Malik ji

۲۲۲

آخری منزل

حبیب اللہ کا شور حد سے بڑھا تو کچھ لوگ بھجروں کی طرف دوڑے۔۔۔

کیا مصیبت آگئی ہے تم لوگوں پر۔۔۔ خاموش ہو جاؤ۔

انہوں نے ایک دوسری اور شور مچا دیا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ بلند آواز میں شروع ہو گئے۔۔۔ آخر ان کے شور کی کہانی نقلی میسج موجود تک جا پہنچی۔۔۔ سی مرن کو اٹھ کر آنا پڑا۔

وہاں پہنچی۔ کیا بات ہے؟ اس نے پڑ سکون آواز میں کہا۔

اس کو دیکھ کر وہ ایک سخت خاموش ہو گئے۔

ہم۔۔۔ دراصل ہم احتجاج کر رہے تھے۔

یہ احتجاج کرنے کا کوئی ساطریقہ ہے۔ اس نے منہ بنایا۔

آج کے دور میں احتجاج اسی طرح کیا جاتا ہے۔

میر۔۔۔ آپ لوگوں کو کیا پریشانی ہے؟

ہم یہ جانا چاہتے ہیں کہ آخر میں کب تک ان بھجروں میں سفر کرنا پڑے گا۔۔۔ اور کتنی مدت ہم جانور بنے رہیں گے؟

بھجروں کی تیب سے اب آپ لوگوں کو ملنے کی کھات لی جائے گی۔ اس نے مسکرا کر کہا۔
لیکن یہ جلد ہی کب ہو گی؟

ہائیں۔۔۔ میں نہیں دیکھتا اور۔۔۔ اس نے جواب میں کہا۔

کیا کہا۔۔۔ میں نہیں دیکھتا۔۔۔ ارے آپ بس۔۔۔ اور

آپ میں نہیں دیکھتا۔۔۔ جلد ہی۔۔۔ کر رہے ہیں؟

میرا خیال ہے۔ میں نے غلط نہیں کہا۔

لیکن آخر۔۔۔ ہیں بھجروں میں رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔

کر دوڑوں لوگوں کے اس مزدھام میں ہم بھجروں سے بہر

رہتے ہوئے آپ کا کیا بگاڑ میں گئے؟

بات بگاڑنے اور سزا دینے کی نہیں۔ سی مرن نے

مسکرا کر کہا۔

تو پھر بات کس بات کی ہے؟ خاموشی نے منہ

بنایا۔

Malik ji

ہاں... ہاں ہرگز نہ نکلا جائے، اور دوسرے یہ کہ اپنے حلقہ
ساتھ رکھوں... ہجڑوں میں بھی فکروں سے اوجھل نہ ہونے
دوں۔

تو وہ ہم سے اس حد تک خوف زدہ ہے : انپکڑ
بھیجے سکرانے۔

یہی کہ میں: سی مون نے بڑا سناے بغیر کہا۔
لیکن مشرعی مون... تجھے... میرا مطلب ہے، صرف
تجھے تو آپ کو ہجڑے سے نکالنا ہی پڑے گا۔ قمر بول
اٹھا۔

”وہ کیوں؟“

”میں مختصری سے کہے... پھر بے شک آپ مجھے
دوبارہ بند کرنا دیکھیں گے۔“

لیکن نکالنا کیوں جائے...؟ جی تو بتائی نا: سی مون نے
منہ بنایا۔

اسی ہے کہ ان سبوں کے اندر میرا دماغ بہت تیزی سے
گھومتے گھٹا گیا ہے۔... غلط ہے کہ جندہ دل ہی میں پاکی
برجائی گا اور اگر میں پاکی ہو گیا تو پھر آپ کو اند
اس پاس دلوں کو پاکی کہ حدی گا۔

”ہوں... بات تو واقعی بدیہی کن سے... خیر... میں

بیگال کی حکومت آپ لوگوں سے بہت خوف زدہ
ہے... یہ ہجڑے وہیں سے بن کر آئے ہیں... آپ کے
لیے۔“

لیکن آپ تو بیگال کے ماتحت نہیں ہیں، اور پھر
بیگال سے تو آپ اور ہم فرار ہوتے تھے بلکہ ہمیں فرار
میں بھی خود آپ اپنے مدد دی تھی۔

”یہ بھی ٹھیک ہے... اس وقت میرے وہم و گمان
میں بھی نہیں بن کر تجھے اس منصبیہ میں مرکزی کردار ادا
کرنے کی پیش کش کی جائے گی... بیگال سے فرار ہو
کر جب میں اپنے گھر پہنچا تو اناراج کی حکومت کا پتہ نام
لا... پھر مجھے کئی بڑے سکون کی حکومتوں کے ایک مشترک
اجلاس میں بلایا گیا... وہاں یہ سارا منصوبہ مجھے سمجھایا گیا... ان
میں بیگال بھی شامل تھا... اس دوران مجھے یہ بھی بتایا کہ
اس منصبیہ کا اصل ذمے دار بیگال ہے... اور بیگال کو
یہ منصوبہ بنا کر رہنے والے جانا ہے۔“

اور انہی کے منہ سے نکلا۔

خیر... میں نے ان سے معاہدہ کر لیا... یہی وجہ ہے
کہ اب میں بیگال کی ہدایات اپنے ہر فیصلہ میں اور یہ اس
کا حکم ہے کہ آپ لوگوں کو ایک تو یہ کہ ہجڑوں میں کھا

Malik ji

ان کی تماش و اچھی طرح اس نے نگاہوں سے کیا۔
چوہہ نگاہوں ایک ہی دقت میں ان کی تلاشی لینے لگی
لیکن ان صوب سے کسی کے پاس بھی چالو نہ ملی...
اور کسی سون اپنے لیے کی طرف مڑ گیا۔
"ہے چاہیوں والی بات عجیب ہوئی ہے۔" انسپکٹر جمشید
برڈاسے۔

"عجیب تو ضرور ہوئی ہے... لیکن غریب نہیں۔" محمود
برڈاسے۔

"کیا مطلب...؟" ہی سون کی جیب سے قم نے تو چاہیاں نہیں
اراہیں۔ انسپکٹر کامران مرزا چونکے۔

"نہیں... نہیں... ہاتھ نہیں۔" محمود گھبرا کر چلا۔
"اورہ گھٹنے بندھی سون کی دایبھی ہوئی... اس نے آگے
سے کیا۔

"آپ لوگوں کے لیے ایک خوش خبری... دو تین گھنٹے تک
چاہیاں کچھ باقی کی... لیکن اس چال کے ساتھ ایک اور
خبر بھی ایسا ہوا ہے۔"

"کیوں مشرعی ہوئی... ایک اور تجربے کا پتہ کیا
ضرورت،" فرزانہ نے چہرہ پر کرکے۔

"جب تجربہ آئے گا تو آپ کوئی بات جانیں سکتے

بند گھنٹوں کے لیے موت نہیں باہر نکال دیتا ہوں... لیکن
اس کے بعد جب تجربے میں بند کیا جائے تو پھر تم چکی
ہونے کی کوشش نہیں کرو گے۔ ہی سون مسکرایا۔
"کوشش تو میں اب بھی نہیں کر رہا۔" محمود نے فرما
کیا۔

"اچھا ٹھیک ہے... ابھی نکالے دیتا ہوں۔" اس نے
کہا اور اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا... پھر چونک کر رہ گیا۔
"ارے! یہ کیا؟" وہ ہنسنے لگا رہ گیا۔

"کیا ہوا مشرعی سون؟" خان رحمان حیران ہو کر کہہ رہے۔
"ان... ان تجربوں کی چال؟" اس نے کھوسے کھوسے
انداز میں کہا۔

"کیا ہوا چال کی؟" وہ جلدی سے پوچھے۔
"نہیں... تم نے اس جیب میں رکھی تھی... سپ... پتہ نہیں
کہاں کر گئی۔"

"...؟" تو بہت بڑا ہوا... اب ہوا کیا ہے گا؟ محمود
گھبرا گیا۔

"نکھ مٹے ہوئے کی ضرورت نہیں... میں ابھی بیگالی کی
حکومت کو پیغام دیتا ہوں... وہ دوسری چاہیاں بھی دیکھ لیں
ارے ہاں یہ ضرورت تم لوگوں کی بھی ہو سکتی ہے... اسے۔"

Malik ji

۷۳۰

ہم مجبور ہیں... ان سافوں کو کس طرح توڑیں... کس طرح کاٹیں؟ اینکٹر جمید نے کہا۔
 شب پیر اللہ ہی حافظ ہے ہمارا... اشفاق نے
 منہ بنا کر کہا۔

اور پھر تین گھنٹے کے بعد ایک بند گاڑی آ کر
 وہاں دکی... سی مومن اس گاڑی کے ساتھ تھا... گاڑی
 کو کھولا گیا... اس پر سوار بیچرو اتارا گیا... بیچرے پر نظر
 پڑتے ہی وہ زور سے اچھلے... اس میں پروفیسر ملازم
 بند تھے۔

انکل آپ... وہ ایک ساتھ بولے۔

ہاں بھئی میں... اس دیر مند دنیا میں انکھیں کا
 خدام ختم ہو چکا تھا... مجھے باہر نکال پڑا... لیکن باہر
 = کوئی موجود تھے... مجھے گرفتار کر لیا گیا... اس وقت
 صبری محمد میں سے بات آئی کہ انکھیں کو کسی طریقے سے
 خود ختم کیا گیا تھا... تاکہ وہ باہر نکلنے پر مجبور ہو جائیں۔
 ہوں... ضرور یہی بات ہے۔

ان کا بیچرو بھی آتی و بھڑوں کے قریب لے دیا گیا۔
 چالاک آگیا ہے جیسی... کہا اب جی قیصر باہر نکال
 دلا... کسی مومن سے خود سے کہا۔

اس نے کہا اور پھر والیسی مڑ گیا۔
 "نئے بیچرے کا بھی ایک ہی رہی۔"
 پتا نہیں... ان لوگوں کا کیا پروگرام ہے... اللہ اپنا
 رحم ہی فرماتے... خان رحمان بولے۔
 لیکن غمور... تم کیوں بیچرے سے باہر نکلتا پاتے
 ہو۔ آسمت بولا۔

اس لیے کہ میرا داغ واقعی گھوم رہا ہے۔
 اس طرح تو پھر ہم بھی اپنے دماغ گھما کر
 کر دیتے ہیں... تاکہ ہم بھی چند گھنٹوں کے لیے ہی
 سہی... باہر نکل سکیں۔ آفتاب بولا۔
 گھماؤ... مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟
 کیا ہم سب ان بیچروں سے کسی طرح باہر نہیں
 نکل سکتے؟ فرحت نے کہا۔

"سوال ہے کہ کون کون کریں گے کیا؟"
 یہی حکم پھر تو میں گے؟ آسمت نے کہا۔
 ہوں... بات خشک ہے... میں اب نکلنے کی کوشش
 شروع کر دینی چاہیے... کہیں یہ لوگ اپنے منصوبے
 میں کامیاب نہ ہو جائیں... اور ہم ساتھ نہ ملتے ہو جائیں؟
 خان رحمان نے کہا۔

Malik ji

۷۶۶

ملک ابھن کا شکار تھے... پھر ایک صبح اعلان کیا گیا...
قائد کتے مشرفین کے نزدیک پہنچ گیا ہے... یہاں صبح
موجودہ عمر کریں گے اور عمر کے بعد دینہ طیبہ کا رخ
کریں گے۔

یہ اعلان سن کر وہ دھک سے رہ گئے۔
تو کیا سعودی عرب کی حکومت نے بھی اس شخص کو حضرت
میں مان لیا ہے؟

ان حالات میں کوئی مسلمان نہیں رہے گا... جب کہ
انھوں نے اسے آسمان سے نازل ہوتے ہوئے بھی دیکھ
لیا ہے؟ خان رحمان ہوئے۔

اس طرح تو پھر حضرت میں کی تمام علامات اس
میں نظر آنے لگیں گی... اور دنیا بھر میں کسی کو یہی شک
نہیں رہے گا۔

یہی تو ان لوگوں کا منصوبہ ہے... سی خون کو تمام
عادت پہلے ڈالنی چاہی گئی... تمام آثار اور نشانیاں
سمجھائی گئی ہوں گی۔

اوت مالک... کچھ تو یہ سب ایک جواب معلوم ہوتا
ہے۔ شکر نے کوئی نہ کیا۔

مکاش... سب ایک جواب ہی ہو۔ اہل قید نے

یہی نہیں... انھیں سے بہت دنوں بعد ملاقات ہو
رہی ہے... ابھی تو ہم ان سے باتیں کریں گے؟
"اور وہ... تمہارا دامغ جو گھوم رہا تھا۔"
"اسے میں نے کچھ دیر کے لیے روک لیا ہے... فکر
نہ کریں۔" محمود مسکرایا۔

سی خون چند سیکنڈ تک اسے گھورتا رہا... پھر جانے
کے لیے مڑ گیا۔

اب اس دنیا میں بہنو کر سب کچھ سننے اور دیکھنے ہی
رہے ہوں گے... کچھ بتانے کی ضرورت تو نہیں انھیں؟
"نہیں! ہر بات مجھے معلوم ہے... ان گرفتار ہوتے
کے بعد اگر یہاں کوئی خاص بات ہوئی ہو تو پھر کچھ نہیں
کہہ سکتا۔"

پندرہ بیس دن سے یہاں کوئی خاص واقعہ نہیں
ہوا۔

ابن تو پھر... وہ کہے۔
ہجڑوں کا سفر جاری رہا... سی خون نے پھر کئی مرتبہ
محمود کو ٹھانے کی پیش کش کی... لیکن اس نے اہرنگتے سے
انکار کر دیا... گڑھی کے عین صندوق سی خون کے ساتھ
ساتھ سفر کر رہے تھے... وہ اتنا کچھ پالے لیا ابھی

Malik ji

۷۳۲

ہاں! واقعی؟ ان کے منہ سے نکلو۔
وہ سب دھاگے لگے تھے... بچے دل سے
دعاؤں نکلے لگیں... ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے
لگے۔



چند دن بعد وہ نکتے میں داخل ہو رہے تھے...
سعودی عرب کی حکومت کے سے باہر نکل کر نفعی میج
موجود کا استقبال کر رہی تھی... ان کے پیچھے بھی
اندھے لے جانے لگے... پھر فائدہ کھبر کے سامنے ایک
اونچے پہاڑ پر پہنچے دھڑک دینے لگے... اسی مومن تھوڑی
دیر کے لیے ان کے پاس آیا۔

دایب قم لوگ میرے عمرے کا منتظر دیکھو اور طرہ
میں جلتے کی کیا ضرورت ہے... یہاں تو راج با
مرد اس کا قبول ہوتا ہے... جو اسلام پر ہو... اور
آپ کو اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں؟

ہات مسکلا اور نامعلوم کی نہیں... بات صرف اتنی
ہے کہ اسی حکومت کے سربراہ اور تمام بڑے اہل کاران
مجھے میج موجود تسلیم کر چکے ہیں... اب میرے راستے میں

مرد آہ بھری۔
لیکن انگل... ہم سب ایک ہی خواب... وہ بھی اس
قدر لمبا... کس طرح دیکھ سکتے ہیں؟ انتخاب بڑا۔
ان! یہ خواب نہیں ہے... میں جانتا ہوں... وہ
بڑے۔

کیا ہم اس معاملے میں کچھ کر سکیں گے ہمیشہ... کوئی
کر دار ادا کر سکیں گے... پروفیسر ولڈو نے بے چینی
کے عالم میں کہا۔
چتا نہیں پروفیسر صاحب... تو اللہ ہی کو معلوم
ہے۔

میرا دل گھبرا رہا ہے... انہوں نے کہا۔
گھبرانے اور پریشان ہونے سے تو کچھ بھی نہیں
ہے گا پروفیسر صاحب۔ انپکڑ کامران مرزا نے ان سے
کہا۔

ہم سب صرف اور صرف ایک کام کر سکتے ہیں... یوں
اس کام پر ہی مومن ہیں کوئی پابندی نہیں لگا سکتا۔
ایسے میں اشتقاق نے بلند آواز میں کہا۔
اور... وہ کیا... وہ ایک ساتھ بولے۔
اللہ سے دعا ہے اس نے کہا۔

Malik ji

۷۳

کما۔

مقررہ مقررہ... لیکن مجھے اس میں قید نہیں رکھ سکیں گے:
 یہ وقت بتائے گا:
 میں اس وقت کا انتظار کروں گا؟

اس نے کہا اور اُنکے بڑھ گیا... انھوں نے
 اس کے اور اس کے ساتھیوں کے ٹھکانے کے مناظر اپنی
 آنکھوں سے دیکھے... شاید اس قدر اذہام جہاں پہلے
 کبھی نہیں ہوا تھا۔

پنجروں پر سی سون نے باقاعدہ آدمی مقرر کر رکھے تھے
 جو ان کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے... دفع حاجت وغیرہ
 کے لیے پچھلے دور کا شکر اکر لے جاتے تھے... کیوں کہ
 انھیں پنجروں سے نکالا نہیں جاتا تھا۔

لیوں لگتا ہے... جیسے چار دیواری ڈنگانہ پنجروں میں ہی
 بسر ہو گی؟ فاروق بڑبڑایا۔
 "ہمارے میں اللہ کا شکر کرو۔" وہ جس حالی میں
 رہے؟ خود سے اسے گھبراہٹ۔

اُس اچھا قدیم مقامی جاسٹا ہوا؟

یاد نمود... وہ تیسرا رات گھرنا بند ہو گیا کیا
 امت نے جیلز جو کر چکا

کیا دکان وہ جاسٹا گی؟

پہلے... ہم نے یہ بھی مان لیا کہ آپ کے رستے میں
 کوئی دکان نہیں رہ جائے گی... پھر...
 پھر یہ کہ میں اس منصوبے کو آخری موڑ تک لے
 جائے والا ہوں... اس کے بعد مسلمانوں کا سورج غروب
 ہو جائے گا؟

ایسا نہیں ہو گا... قیامت کی علامات میں یہ بات
 نہیں ہے؟

لیکن ایسی قیامت کہاں... یہ تو نقلی قیامت کی باتیں
 ہیں؟ سی سون جہاں۔

تاہم کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ کون کامیاب ہو گا اور
 کون ناکام۔ محمود نے منہ بنایا۔

کیا تم نے حالات کی رفتار نہیں دیکھی؟
 "ہاں اور کچھ کچے ہیں... اس وقت سب لوگ اس دھماکے
 میں بہہ رہے ہیں... لیکن ہم نہیں... اس لیے کہ ہم
 آپ سے واقف ہیں؟

"اسی لیے تو پنجروں میں بند نہیں۔" منی سون مسکلا۔
 "آپ فکر نہ کریں مشر سی سون... ہم بھی آپ کے
 لیے ایک پتھر بنائیں گے؟ فرزند نے خوش دلی سے

Malik ji

۷۳۸

بجیب سے اٹھ اٹے ہیں... اس وقت سے تو گھوما
نہیں... وہ بولا۔

چند دن انھیں کتے طریقیت میں تھے... اس کے بعد حافظ
مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوا... اور یہ گویا اس کائنات کی آخری
منزل تھی... تینوں صندوق اب بھی سی مومن کے ساتھ
تھے... وہ اب بھی کچھ وقت کے بدلے ان کے پاس آئے
اور باتیں کر جاتے... ایک دن فاروق نے اس سے کہا:
"وہی مشرعی مومن... گتا ہے... آپ اپنی ساری
امول پسندی بھول گئے ہیں؟"

سی مومن ٹھٹھک کر رک گیا... چند لمحے تک فاروق
کو گھورتا رہا... پھر بولا:

"یہ بات تم نے کس بنا پر کہی؟"

"مہم اتنے طرح سے پیچروں میں بند ہیں... کیا
ایک ہمارے دشمن ایسا ہی کرتا ہے؟"

"یہ میرا نہیں... بیگال کا پتہ گرم ہے... اور تم لوگوں
کے مسئلے میں اس نے مجھے کوئی اعتبار نہیں دے
رکھا؟ اس نے کہا:

"تب آپ کو اس منصوبے پر کام نہیں کرنا چاہیے

مستند

میں مجھے یہ پتہ ہی بہت آیا تھا... ہم ان کو پتہ لگا
لیجئے یہ طعنہ دینے والے تو میں بیگال سے بات کرنے کے لیے
تیار ہوں... میں ان پر دور دور لگا کر آپ لوگوں کو پتہ لگانے
سے کمال دیا جاتے؟"

رنگورو... ہم دم کی ہیکس نہیں مانگ رہے... ایسا
کرتی ارادہ ہے... ہم نے تو صرف آپ کی اسل پسندی کو دیکھا
ہے۔

میں غور مشرعی کی محسوس کر رہا ہوں... خیر... اس وقت میں
ایسی پوزیشن میں ہوں کہ اپنی مرضی سے آپ کو مہا کر سکوں...
لاؤ... آج آپ لوگوں کو نکال دیں دوں گے... دیکھا جائے گا؟
اس کا مطلب ہے... فاروق نے آپ کی امول پسندی
کو بیدار کر دیا... ان کے کاموں میں مڑا سکرانے۔

ہاں! بکر تھے تھوڑے کمزور کر رہے... اب پابت کچھ ہو جائے
تو آپ لوگوں کو پتہ لگے ہیں نہیں رہنے دوں گا... بکر پتہ لگنے
سے ڈپر ہیں آپ کو بالکل ناز ہو گی... آپ کہیں جی جا
سکیں گے۔

میرت ہے... آپ نے اتنا پتہ نہیں کر لیا۔

ہاں! اس سے کہی جاتی ہوں... اب آپ لوگوں کو پتہ لگا
لیں بگڑ سکتے... میں اس وقت کی سب سے بڑی طاقت میں

Malik ji

۷۲-

آپ نے اپنا فیصلہ کیوں بدل دیا.... کیا بیگم نے کچھ کہا ہے؟

ہاں! ایسی ہی کوئی بات ہے۔ وہ بڑبڑایا۔
 ”الدرج بات ہے... وہ آپ بتا نہیں سکتے... کیوں...“
 ٹھیک ہے نا؟ محمود نے منہ بنایا۔

ایسی کوئی بات نہیں... میں بتا سکتا ہوں... بیگم نے کہا ہے... کہ آپ لوگوں کے پاس کوئی ایسی خفیہ بات ضرور ہے... جس کی مدد سے آپ لوگ مجھے جہول تاجت کر سکتے ہیں... اور اگر ایسا ہو گیا تو سارا منصوبہ پوٹ ہو جائے گا... اس مفیم جہول تاجت کا کچھ بھی فائدہ نہیں ہو گا... ہم لوگ ہمت سے رہ جائیں گے۔

لہذا آپ نے بیگم کی حکومت کی یہ بات سن کر ہمیں باہر نکلنے کا ارادہ بدل دیا۔ اسمت نے کہا۔

ہاں! یہی بات ہے۔
 لیکن آپ ایک بات سمجھ لیں گے۔ انکیتر جیل میں کھائے اور وہ کیا؟

کیا ہم چھروں میں رہتے ہوئے وہ بات نہیں کر سکتے۔ آپ آپ کے پیچھے ہرجم سے دور رکھے جائیں گے اس احتیاط کے لیے بھی بیگم نے کہا ہے... اس نے کہا

چکا چوں... آپ تو بیگم ہی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا... میں اس کا بھی تحفظ لے سکتا ہوں۔

یہ کہہ کر اس نے چابی نکالنے کے لیے جیب میں ڈالتا... میں اس وقت اس کے گھٹے کے پاس ٹوٹ ٹوٹ ہونے لگی... وہ چونک اٹھا... اور یہ کہ کمر خیمے کی طرف مڑ گیا۔
 میں ابھی آیا۔

شاید بیگم سے کوئی پیغام آیا ہے۔ پروفیسر داؤد بڑبڑائے۔

وہ کسی مول کا اشتہار کرتے رہے... وہ چلے گھٹنے کے بند آیا۔

یہ آپ ابھی آئے ہیں۔
 چند ضروری کام پیش آ گئے تھے۔ اس نے شرمندہ ہو کر کہا۔

آپ ہیں باہر نکل رہے تھے۔
 ہاں! لیکن اب ڈرا پروگرام میں تبدیلی کر دی ہے۔
 کیا سبب؟ وہ چونک رہے۔

آپ کو مدینہ طیبہ میں آزاد کیا ہوئے گا۔ الدرج رگ اپ رول سے قریب دور نہیں ہیں... اس چند دن کا قتل وہ کیا ہے۔

Malik ji

۷۴۷

اعلیٰ بندی سے ہوئے۔

مہی... ٹیک ہی کو دیا ہے... لیکن اس نے تو فرحت یکن
کو فکا ہوا ہے۔ گھر نے کہا۔

ہاں: اور ٹیک ہی ہوا ہے... اس کے کہنے کا مطلب
= ہے کہ ٹیک... ہم مایوس پھر بھی ہوں گے... کیوں شری: انپکڑ
جشن ہوئے۔

بچ... بی انجی:

بھوکو رو بھئی... جتنا ہی چاہے بھگا... کوئی پابندی نہیں
ہے: فادق نے سنا ہلایا۔

اسی پختوں میں بھگا یہاں بھی بڑی بات ہے: فرزانہ
نے پھر دواں لے لیا تھا۔

ہمارے ملک میں نہ جانے کیا حالات ہوں گے... خود
ہمارے گھروں میں کیا سوچا جا رہا ہو گا... ہمارے بارے میں
کیا خیال کیا جا رہا ہو گا... شاید: خیال کرنا ہی ہو گا کہ کہیں
ترک ہو گئے، ہم چونکہ ٹیک آپ ہی ہیں اس لیے ہمیں نہ جانے
کیا سمجھا جا رہا ہے: احمد نے کا پختی آواز میں کہا۔

میں... چارے گھر والے ایسی باتیں نہیں سمجھتے... ان کے
دوست بہت بلند ہیں: فکان رحمان نے نکل میں سر ہٹایا۔

ارے مگر... میں سوچتا ہوں کہ خود تو سنا کہیں

ہے... یہ آخری احتیاط کے طور پر کیا جائے... کیوں کہ آپ لوگ
اشفاقِ ظنناک ہیں:

یہ بیگانہ کا خیال ہے یا آپ کا۔ فادق نے پوچھا۔
اں کو بھی اور میرا بھی:

اچھا... جیسے آپ کی مرضی: انپکڑ جھشید نے مردہ آواز
میں کہا۔

میں سوچتا ہوں کہ بے مرگیا۔

ہم آپ کے چہرے پر مایوسی کے آثار دیکھ رہے ہیں:
مایوسی گناہ ہے... لیکن اس وقت مجھے دھکا ضرور
پہنچا ہے... میں تو اس خیال میں تھا کہ پختے ساتھ ساتھ
رہیں گے:

اس طرح تو ہم فرزانہ اور فرحت کی ترکیب پر عمل
نہیں کر سکیں گے:

جی... لیکن: شری نے بھوکو کہا۔

لیکن... کیا... سخت ہے اسے گھورا۔

میں... میرا مطلب ہے... لیکن: شری بولا۔

نہیں ٹیک ہے... کافی اچھا مطلب کہے... لیکن:

فادق تل کو بولا۔

میرا خیال ہے... شری ٹیک ہی کو دہا ہے: انپکڑ

Malik ji

۵۰

طرح نکالت کر سہ لگا... فرصت نود سے چٹکی۔

تیکوں دیکھا ہوا۔

اعازت میں ہے کہ صحبت جیسی کے نزول کے بعد وہ ان کے راج
یا غور کرنے کے بعد باہر باہر جوت نکلیں گے... یہ حضرت غور کر
چکے ہیں... مدینہ حبیب سے واپس کے بعد باہر باہر جوت کیسے نکلیں گے
وہ تو اتنی بڑی تعداد میں ہوں گے کہ سمندر کے سمندر پہ جائیں گے
۱۰۰ بات تو واقعی قابل غور ہے۔

اور شاہ بیگال اس پہلو پر غور کرتا بھول گیا: مانی رحمان بیسے۔
"وہ کچھ چوسکتا ہے کہ بھول گیا ہے... جن لوگوں نے ایک ایک پہلو
کا بغور جائزہ لیا ہے... وہ اتنی بڑی بات کسی طرح بھول سکتے ہیں؟
انجیکٹر کارن مرزا نے نفی میں سر ہلایا۔

تو... تو کیا... یہ نقلی باہر باہر بھی نکلیں گے... پھر فرار
کونپ اٹھے۔

"نہیں خیر... یہ تو نہیں ہو سکتا... اتنی بڑی تعداد میں نقلی
آدمی کہاں سے لائیں گے؟"

اسی بات سے ہی بھی انھوں نے کچھ دیکھ کر سوچ رکھا ہو گا۔
فرزاد نے کہا۔

ہوں... سیرا بھی جی خیال ہے... انجیکٹر ہمیشہ نے کہا اور وہ
سب سوچ میں گم ہو گئے۔

پھر ایک سو بات سن مرنے ان کے فریب انکر کہا۔

مک کا مان... دیکھتی رہا ہے... ہم دیکھتے ہیں داخل ہو جاتے ہیں

آپ لوگوں کے پیچھے مدینہ کے اندر ایک طرف دھک دینے جائیں
گئے... عمران عمرانی کریں گے... وہ جگہ مسجد نبوی سے فاصلے پر ہو
گی تاکہ آپ لوگ کوئی شہادت نہ کر سکیں۔

اس اطلاع کے پے فکر... لیکن مشرعی مرن... آپ لوگ
باہر باہر کا کیا کریں گے... جب وہ نہیں نکلیں گے تو کیا آپ
بھولنے ثابت نہیں ہو جائیں گے۔

نہیں... ایسا نہیں ہو گا... اس نے مطمئن اعزاز میں کہا۔
تیکوں نہیں چوگا... یہ بھی تو جانتی:

جی تو مستعد ہے اصل... اس نے کہا اور پتہ لگایا۔
"مخل... میں نے کہا تھا تاکہ انھوں نے کچھ سوچ رکھا ہو گا۔"

آتش کہ رات مل کی رات ہے... میں کسی نہ کسی طرح ان
لوگوں سے ٹکرا جاؤں... وہ سارا کام فریب ہو جائے گا۔ انجیکٹر کارن
نے سر کوئی کی۔

مک اور... جی اس پیچھے سے نکلنے کی کوشش کر سکتی ہوں۔
اس سب سے زیادہ بچا ہوں... اور غور و خفاہ دلوں کو میرا

پہن کا کوئی اعزاز نہیں تھا... فرزاد نے کہہ دی اور ان میں کہا۔
لیکن... تم سناؤ ان کا کر سکتی... مجھ میں خدا کا پتہ چلتا گا؟

Malik ji

۷۲۶

گراؤں کی طرف تھیں... لیکن وہ ان کی طرف متوجہ نہیں
تھے...

شرکی کے بالکل قریب انیکٹر عظیمہ کا پتھر تھا... انہوں
نے اتار بڑھا کر وہ چیز لے لی... انہوں نے دیکھا...
وہ ایک لمبی سی چابی تھی...

انیکٹر عظیمہ نے نفی میں سر ہلایا۔

”یوں بھی... ان ساتوں کے درمیان اتنا فاصلہ نہیں ہے... فزاد
تم دہی ہوئے بغیر نہیں نکل سکو گے۔“ فرحت نے اس کے سر کی طرف
دیکھ کر کہا۔

”ایسے میں اپنے زخمی ہونے کی پروا کس کر ہے۔“ فزاد نے کہا۔
”مہم... میں کچھ عرصی کرنا چاہتا ہوں۔“ شوکی نے دہی گلاز میں ہلکا کر کہا۔
”کو شوکی: انیکٹر کا راز مرزا اس کی طرف مڑے۔

شرکی نے گراؤں کی طرف دیکھا... قریباً چارپن آہی گراؤں کے پلے
چھوڑے گئے تھے، اور وہ پچاس کے پچاس مسیح تھے... شوکی کی نظروں
کے تعاقب میں انہوں نے بھی گراؤں کی طرف دیکھا... وہ کچھ
فاصلے پر بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

”یہ لوگ... حوام ہیں سے نہیں... ضرور بیگان ہیں؟“
”ہاں! بالکل یوں ات ہے۔“ انیکٹر عظیمہ بولے۔

”میں... کیا تم صحت میں کہنا چاہتے تھے۔“ فاروق
نے عتاب کر کہا۔

”سن... نہیں... ایک اور بات بھی؟“

”قرآن مجید ایک اور بات کب کہو گے؟“

”یہ... یہ میرے پاس ایک چیز ہے؟ یہ کہہ کر اس نے
اپنا ہاتھ پتھر سے نکال دیا... اس طرف کہ اس کی نظریں پر اس

Malik ji

بڑے سات کر دیا تھا۔۔۔ سی مون نے خیال کر دیا کہ بچہ میں الجھے ہوئے چالی
میں گر گئی۔۔۔ اس کی طرف بھی اس کا خیال گیا تھا۔۔۔ اور اس نے
زالزل کے ذریعے ان کی تلاش کی تھی۔۔۔ لیکن اس وقت تو شرکی کے
اس سے چالی برآمد ہوئی نہیں تھی۔۔۔ پھر اب اس نے چالی کہاں سے
مال لی تھی۔

۔۔۔ اور تم نے شرکی۔۔۔ چالی کہاں چھپائی تھی۔

۔۔۔ سر کے بالوں میں؟ اس نے سکا کہ کہا۔

بہت خوب۔۔۔ سو بڑے کام۔۔۔ اعتدال نے نزلی آواز میں کہا۔

لیکن یہیں۔۔۔ نصرت رات کا انتظار کرنا ہو گا۔

اور وہ انتظار کرنے لگے۔۔۔ پھر نصرت رات کے قریب انکسٹر جمید
نے اپنے پیچھے کا تالا کھولا۔۔۔ گویا اس وقت آدھ گھنٹہ پہلے تھے،
پہلے کا دروازہ کھول کر وہ باہر نکلے اور انکسٹر کا سرزاکا پیچڑہ
کھول دیا پھر انہیں چالی دیتے ہوئے کہنے لگے!

۔۔۔ میں گھوڑوں کی طرف توجہ دیتا رہتا ہوں۔۔۔ کہیں ان میں سے کوئی
چھوڑ نہ دیکھ لے۔۔۔ آپ انہیں نگاہیں۔

انہوں نے چالی سے لی اور ان راتوں کے پیچھے کا تالا کھولتے
۔۔۔ انکسٹر جمید نے منہ پیر بیٹھ کر گھوڑوں کی حالت دیکھنے لگے
گھرانہ آدھ رہتے تھے۔۔۔ ابھی ان پر حملہ کرنا مناسب نہیں تھا
اپنے ساتھیوں کا انتظار کرتے تھے۔۔۔ تاہم اس دوران اعتدال نے

جنت میں شیطان

ریش۔۔۔ شوکی نے آپ کو کیا چیز دی ہے انکل؟ آفتاب نے
بے تاب ہر کر کہا۔

۔۔۔ چالی! وہ انتہائی دلی آواز میں بولے۔

پتہ۔۔۔ چالی۔۔۔ کیا مطلب؟ انکسٹر کے منہ سے نکلا۔

واو اور سنو۔۔۔ چالی کا مطلب پوچھ رہے ہیں بھائی صاحب۔۔۔

خادق نے سنہ بتایا۔

تنت۔۔۔ تو اور کیا کروں؟

انکم از کم خاموش ہی رہ لو۔۔۔ محمود نے کہا۔

انکل۔۔۔ کیا بات واقعی درست ہے۔۔۔ آفتاب پر جوش املاز سے چلا

۔۔۔ ان بھی۔۔۔ بہت باتیں ہیں چالی موجود ہے۔۔۔ اور میں اس کا

سے اپنے پیچھے کا تالا کھول سکتا ہوں۔۔۔ بس آواز سنہ سے نہ نیچے۔

وہ جوش میں پھر گئے۔۔۔ اسے حیرت کے ان کا بڑا حال ہو گیا۔

اب انہیں پتا آیا۔۔۔ سی مون کی چٹب میں اسے چالی کیوں نہیں ملے

تھی۔۔۔ باتوں کے دوران سی مون ان کے پیچوں سے آکر ٹپک جاتا

اور ایسے کسی مرتبے سے غامدہ اٹھا کر اس نے چالی پر انتہائی

Malik ji

۷۵۰

میرنگ ہے... اور ان لاشوں کا کیا کریں گے؟

ان کو پتھروں میں ڈال دیتے ہیں۔

لاشوں کو پتھروں میں ڈال کر پتھروں نے لباس تبدیل کیے۔ کسی ایک پتھر میں تے سر سے تبدیل پیدا کی... تاکہ فوری طور پر کرنی ان کو نہ پہچانی سکے۔ اب انھوں نے شہر کا رخ کیا... سارا شہر لوگوں سے کھپا کچھ بھرا ہوا تھا... سڑکیں کا... فٹ پاتھ کیا... عمارتوں کا چھین لیا... کہیں کوئی بیکر خالی نہیں تھی... لیکن رنگ بے سہ سہا ہے... مسلسل سفر کی وجہ سے ان سہا کے جات پاتے کے کوئی آثار نہیں تھے... ان کے درمیان سے احتیاط سے چلتے ہوئے وہ آخر ایک کپڑوں کی دکان تک پہنچ گئے... جہاں سے وہیں چھوٹی پارٹی کے لیے لباس مل گئے... انھوں نے دکان کے اندر ہی ہانک بولی کہ... اور میر وہ سہا نوجو کی طرف چلتے تھے... سید نوجو کا ہنار دور سے ہی ان کی رہنمائی کر رہا تھا... تنہا کی تار کے وقت سید نوجو کے دروازے کھٹے جاتے تھے... اس وقت نقل و حرکت کو روک دینا یہ ضروری تھی... لیکن ابھی آئندہ کی فکر ہی بہت دقت تھی... اس لیے وہ ابھی سہا کے ساتھ ہی نہیں چلے گئے... وہ آہستہ آہستہ چھوڑنے کی ان پر مشورہ دیتے گئے... سید سہا کے دائیں طرف چلے گئے۔

میرنگ ہی تھی... اب آپ کا نام شہر میں جوتا ہے... تبدیل

چند واقعیتیں حیرت ہیں... جلد ہی ان کے سب ساتھی ان تک پہنچ گئے۔ اب انھوں نے ایک ایک واقعہ نقل و حرکت میں لے لی... راتوں کو انھوں نے لاشوں کی طرف سے پڑا ہوا تھا... کیوں کر گدیاں نہیں چلا سکتے تھے، جو خالی ہاتھ رہ گئے تھے۔ انھوں نے بھی لاشوں کے دوش بائیں سے جا کر واقعیت کچھ نہیں اور پھر ایک ہی وقت میں حاکم کے لیے تیار ہو گئے۔ ان کے ہاتھ سروں سے بلند ہوئے... لیکن کی تیزی سے نیچے آئے اور چند سر پٹ گئے... ساتھ ہی ہاتھ پیرا تھے... اس دوران کھنی کھنی چڑیوں نے واقفوں کو ہوشیار کر دیا... وہ چڑیا کر اٹھے... لیکن ان کے سنبھلنے سنبھلنے واقفوں کے ہٹ گئی اور کر ہیئت کی جگہ سو پکے تھے... چند منٹ میں میدان صاف تھا۔

ابھی ان کے ساتھی کے خیالوں میں تے اپنے لیے لباس نکالتے ہیں عربی لباس: ہینکٹر جوتہ جلدی سے بولے۔
ساتھ میں سے عربی لباس قتل گئے، لیکن چھوٹی پارٹی کے لیے انھیں پتہ نہ ہو سکتا... وہ لباس بہت لمبے تھے۔
اب کیا کر لی: ہینکٹر جوتہ بولے۔

پتے ہم جہاں پہنچے ہیں... وہیں پہنچے ہیں... کاتوں کو تے نہیں لگتے جاتے۔ لباس کی کسی دکان سے لباس مانگو کر لیتے ہیں۔ میرا خیال ہے ان حالات میں یہ چوری نہیں ہو گی... بالآخر ہم جہاں اس کی قیمت اور کر دیں گے۔

Malik ji

۴۵۲

نے دلی آواز میں کہا... کچھ اس پاس کوئی نہیں تھا۔
کیا مطلب؟ وہ چونکے۔

ہم میں سے کسی ایک کو اندر بچنا ہے... تاکہ دوازدہ گھروں کا
کے... اور ہم اندر داخل ہو سکیں:

ادھر ایسی جگہ تھی... اسی نے کہا اور جیسے میں سے اٹھنا نکال دیا
پھر سب جگہ دیکھ کر آگے بڑھ گئے۔ وہ اس جگہ میں ایک نرس کا
اور بچے (انگرا... انھوں نے ایک اور جگہ کوشش کی... آخر میں
کوشش رنگ لائی اور انھوں نے اس کو پیچھے کر
مقبوضہ کا احاطہ کر لیا اور ہر سہ:

تیار ہے؟

اور فاروق بھی تیار ہے؟ فاروق نے کہا:

ملائی سپر وائیسر صاحب... بہتر ہو گا کہ آپ باہر ہی مل جائیں
اور اس قدر ہجوم ہو گا کہ ہٹا جانے بھی نہیں ہو جائے گا:
میں باہر کسی طرح کھڑا نہ سکتا ہوں... ہاں اگر بھی جو
باہر کھڑا ہو جائے... اس کی یہ قسمیں ہیں کہ اس کو سکتا ہے: انھوں
نے یہی کہا تھا اعلان شدہ تھا۔

اچھا: جیسے آپ کی مرضی وہ ہے... اور فاروق اشارت کے
نظارہ میں کھڑا تھا۔

ہاں! فاروق تنہا ہے۔

وہ پہلے ہی جوتے اتار چکا تھا... ہندوؤں کی تیزی سے ادھر چلے
گیا اور پھر اس نے اٹھنا اس جگہ سے الگ کر لیا۔

میں اس کو پیچھے کر چکا تھا... آپ دسی آہستہ آہستہ
پھرتے جا رہے تھے۔

ایک لمحہ پہلے: منور علی جان بولے۔

اس طرح فاروق دوسری طرف اتر گیا... اس نے ایک دروازہ کھول
ڈالا... وہ اندر داخل ہو گئے... انھوں نے جیسے میں دیکھ دیا گیا... اندر ان کے
علاوہ کوئی نہیں تھا... تاہم انھیں اندر بہت سی سوس ہو...

کیوں نہ ہم پہلے ہی دوازدہ گھروں کی زیارت کر لیں: فرزانہ یہ
جہاز بولی۔

ہاں ضرور... آؤ... اس سے اچھا موقع اور کیا ملے گا:

دو وہ پہلے ہی کر کے آتے تھے... دھنکے کے سامنے جا

کھڑے ہونے اور دروازہ پر ہاتھ رکھنے... نہ جانے وہ کب تک دروازہ پر

میں ٹھہرے کہ انھوں نے دور کوئی دوازدہ گھروں کی آواز

سنی... چمک کر کھڑکی کی طرف دیکھا تو تھک کا رکت ہر چلا تھا۔

گوڑا موڑتی تھک کی آواز دینے کے لیے آ رہا تھا... وہ فوراً

ایک طرف کھینچ گئے... اور جب وہ اپنی طرف پہنچ گئے تو سون

اس وقت انہوں نے دلی جگہ پر پہنچ چکا تھا... پھر انہوں نے

گئی... انہوں نے فوراً پھر مسجد کے دروازے پر کھڑکی دیکھ کر

Malik ji

لیکن بد مندوں میں تو چھل خواب ہرچکے ہوں گے۔
 تیری... انہیں غصہ کر دیا گیا ہے... آپ روضہ رسول کا دروازہ
 کھلا ہے... مہربانی اندر پاؤں گا اور یہ تینوں مندوں غصوں کے
 ذریعے اندر رکھوائے جائیں گے... پھر دروازہ بند کر دیا جائے گا۔
 میں اندر کھڑے ہو کر چھل پیش کروں گا... اور کچھ دیر تک
 دروازہ پڑھوں گا... پھر باہر نکل آؤں گا۔

بہت بستر... جو حکم... دروازہ کھلا جائے... فرماؤ گے کیا۔
 ایک منٹ جا ب... کسی طرف سے ایک آواز گونگی... آواز میں
 بے چارہ کھٹک تھی۔

ہے... یہ کون پتھر پڑھا... فرماؤ گے سرو آواز میں کیا۔
 انہوں نے ایک حد تک کے مطابق شکم ہلکے یا رسول اللہ
 تیں کیا... بہت مشہور حدیث ہے کہ حضرت جبریلؑ جب روضہ نبویؐ
 پر حاضر ہوں گے تو سلام کریں گے اور حضورؐ بھی سلام کا
 جواب دیں گے... اپنی روضہ مبارک سے سلام کا جواب سنائی
 دے گا... اس جواب کو پہلے موجود لوگ بھی سنیں گے... میں اگر
 یہ واقعی صحیح رسول اللہ ﷺ... تو پھر شکم ہلکے اور صل اللہ
 کہیں اور سلام کا جواب چھل کریں۔

کئے والا خاموش ہو گیا۔ ابھی مسجد میں عورت کو سنا تھا
 ہو گیا... ہر شخص بہت ہلکا گیا... کسی سیکھ اسی عالم ہی کے لئے۔

ابھی وہ پہلے ہی روضہ کے باہر ملے
 وہاں کے اپنے کاسلہ جاری رہا۔ لوگ نکل پڑتے
 رہے۔ پھر ہرگز اذان ہوئی... اس وقت پوری مسجد میں ہی رحمت کی
 بار نہیں تھی... حضرت دریاں میں نکل سیح کو لانے کے لیے رات بھر
 کا تھا اور آخر کار سی مون سرکاری اہل گاہوں اور اہم مسجد نبویؐ کے
 راستہ آج نظر آیا... لوگوں کے بے چارہ دھرم میں وہ بیٹھائیں کسی
 طرف دیکھ سکتا تھا... اور پھر اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں
 تھا کہ وہ لوگ پیچروں سے نکل کر یہاں آ چکے ہوں گے...
 پہلے نماز ادا کی گئی... اس کے بعد سی مون کو سرکاری اہل کار
 مسجد نبویؐ کی طرف لائے... گندے سے گندھا میں آگیا... ایسے میں
 میں سونے باغی اہل کر کوئی اشارہ کیا... فوراً ہی اس راستے
 سے... جو چھوڑا گیا تھا... وہی تین مندوں اندر آئے جاتے تھے۔
 اللہ مندوں میں کیا ہے یا نبی اللہ ﷺ... سعودی عرب کے فرمانروا
 تے پوچھنا

میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ ان کے دونوں
 ماحصل کے لیے نایاب پھول کا گلہ لایا ہوں
 ہاں... نیلاب پھولوں کا گلہ... لیکن وہ سبھی کو اس کی کیا ضرورت
 وہ تو جنت کے پھول ہی سمجھتے ہیں۔
 یہ میری خوشی تھی... سی مون نے کہا۔

Malik ji

میں نے اسے کہا

اول دوست... واہن یہ حدیث ہے یا نبی اللہ... آپ اسلام چلیکے ہیں
میں مومن کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکے... وہ پتھر کے
ہٹ کی مانند کھڑا کھڑا رہ گیا۔

اسلام کیسے مسعود... پھر وہی آواز سنائی دی... اس مرتبہ ہی مومن نے
بے ساختہ اس طوط کی دیکھا اور سنا کہ وہ گیا... اس نے انگریز جمشید کو
خود اچھا کیا... اگرچہ انھوں نے اپنا حلیہ توڑتے ہوئے کہا کہ دیکھا
اور لباس بھی عربی تھا۔

میں مومن کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

اسلام نہ کرنے کا صورت اور صورت... مطلب یہاں سے جا کر
حضرت نقل ہیں... اور ان کے نقل پر اسے کا ایک اور زیوریت
تمت میرے پاس ہے... انگریز جمشید نے یہ نقل اور پُر نقاد آواز
میں کہا۔

نہیں! یہاں نہیں! ہزاروں دہائیوں کی آواز میں گزریں۔

ایسے میں انگریز جمشید نے پہلے دیکھا کہ اس کی سسکی کی
آواز سنئی... لیکن وہ اس وقت تک نہ کہ اس وقت تک کہتے تھے
وہ یہ سمجھ گئے تھے کہ کسی نے اس کی جگہ سے کوئی خبر و خبر
آواز سے کی کوشش کی ہوگی... لیکن اس نے کسی ساتھی نے اس
کا وار بے کار کر دیا۔

آپ نے سنا... اس شخص نے کیا کہا ہے؟
ہاں! یہی مومن کے منہ سے آواز اس طرح نکلی جیسے وہ
کسی ادمی کو تیش سے بولا ہو۔
"تو پھر سلام کیجئے... ورنہ میں اس شخص سے وہ ثبوت

پوچھتا ہوں؟"

اسلام چلیکے یا رسول اللہ! اس نے کھسکے کھسکے انداز میں کہا۔
وگرنہ اس نے اسے سلام کہتے سنا اور دوسرے کی طرف کان لگا
دیئے... لیکن دوسرے سے کوئی آواز سنائی نہیں دی۔

کوئی آواز سنائی نہیں دے گا۔

لیکن میں سن چکا ہوں! یہی مومن نے جلدی سے کہا۔

ہم میں سے کسی نے نہیں سنی... تو جوان... وہ ثبوت کیا ہے؟
لوگو! یہ شخص اب فرار نہ کرنے پائے۔ فرار ہونے جگہ آواز میں کہا۔
وہ کہہ سکتی بھی کوشش کریں... یہ فرار پھر بھی ہو جائے گا۔ انگریز
جمشید پہلے۔

ایسی بھی کیا بات ہے... اتنے جرم میں سے یہ کسی طرح فرار
ہو سکتا ہے... تم وہ ثبوت پیش کرو۔
جو جرم میں ہوگا وہیں گردوں کا... یہ فرار ہو جائے گا۔ آپ
پہلے اسے گرفت میں لے میں؟

نہیں... یہی جرم مکمل طور پر ثابت نہیں ہوا۔ تو فرار ہوا۔

Malik ji

۷۵۸

میکروں جناب مالہ کیا روئے سے سلام کا جواب متانی دیا ہے؟
 نہیں، لیکن اس کا بیان یہی ہے کہ اس نے جواب نہ
 دیا... جو سکتا ہے... ہم گناہ گاروں کو جواب نہ متانی دیا ہو؟
 اچھی بات ہے... اب اس کے فرار کی قسم دانی آپ
 پر ہو گی؟

ہاں اتم فکر نہ کرو... یہ فرار نہیں ہو سکے گا۔ فرماؤا رہے۔
 تو پھر سنئے... ان تینوں صندوقوں میں پھول ہرگز نہیں ہیں؟
 کیا...؟ جمع ہوا تھا۔

ہاں ان میں پھول نہیں ہیں... اگر ان میں سے پھول نکلی
 آئیں تو میں اپنی گردن کٹوانے کے لئے تیار ہوں؟
 منت... تو پھر... ان میں کیا ہے آخر؟ فرماؤا نہ کیا۔
 اب مجھے نقلی مسیح موعود کی رنگت کو الٹے ہوئے صاف
 دیکھ رہا تھا...

ان میں قبر کھودنے کے سیدھے جلیہ سداہ ہے... جو چند سیکڑے
 ہی قبر شکن کر سکتا ہے؟

کیا مطلب... اس سداہ سے یہ کیا کرنا چاہتا ہے، بالکل آراؤا
 ابھریں۔

تینوں نقشبندی قدس کے سداہ چھوڑ کر نکال لے جائے گا
 پروگرام مت اس کا... نفوذ اللہ؟

اور اور؟

لیکن کھولیں؟

جو کہ دنیا بھر میں، اعلان کیا جائے کہ مسلمانوں کا مذہب غلط
 ہے... اسلام کوئی مذہب نہیں... اصل مذہب عیسائیت ہے... یا
 یہودیت... لیکن کہ مسلمان غلط کلمہ کے بعد جن مقام کی سب
 سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں... اس میں تو کچھ بھی نہیں ہے؟

اُن مالک... اس قدر سبھاگ مسعود؟

جی ہاں! سازش مدی دنیا کو عیسائی اور یہودی بندے
 کے چلے کی گئی تھی، بالکل ہمیشہ رہے۔

لیکن کھولیں... مسیح موعود... اب تم کیا کہتے ہو؟

میں جا رہا ہوں بالکل بالکل... بہت جلد تم سے کھولیں رہے
 کے نقصان کا بدلہ لیا جائے گا... میں یہاں سے سیدھا تھکتے
 ملک جا رہا ہوں... اب میں نے اس کی ویسٹ سے اینٹ
 نہ بھا دی تو میرا ہم بھی سی موز نہیں؟

اسی... سسی... سون... ان گنت آوازیں گونجیں۔

ان ایک ہی الاؤا جیساں... جو بڑی طاقتوں کے سامنے کام
 کرتا ہے... یہ منصوبہ جی تمام اسلام دشمن طاقتوں نے بنایا تھا

اور جاتیل کا اس میں سب سے زیادہ اہم تھا؟

لیکن کیوں... جانائی تو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔

Malik ji

وہ سے بے ہوش ہو گئے تھے... لیکن سڑک سے بے کرمیہ کے
بہر تو دھڑکیں کا اثر نہیں تھا... وہاں لوگوں نے اسے کیوں نہ
پکڑا۔

اس کو پکڑا اٹھا آسمان نہیں... دھواں ہوتے ہی اس نے
پتہ علیہ تبدیل کر لیا ہو گا... ہو سکتا ہے... وہ اب بھی ان لوگوں
میں موجود ہو... یعنی مسجد میں ہی ہو... لیکن ان لوگوں کو یہ سن
میں ہم اسے کس طرح تلاش کر سکتے ہیں... وہاں بے ترقیوں کو ما
تھ کر... انپکٹر جیسے بھی کہتے کہتے رک گئے۔

اب داخل صلیب کر رہے تھے... آپ کون ہیں؟ فرماؤ
نے جڑن ہو کر کہا۔

حاکم کو انپکٹر جیسے کہتے ہیں... میرے ساتھ انپکٹر
کامران مرزا کھڑے ہیں اور ہمارے باقی ساتھی ہیں۔
"اور... ہم... ہیں... آپ لوگوں کے ناموں سے ابھی
طرح واقف ہیں؟" انھوں نے پوچھ لیا تھا۔

اور پھر ان صندوقوں کو کھولا گیا... ہر کسب لوگ اس میں
ساز کے اسی مقصد کو دیکھ رہے... ان صندوقوں میں ایک چوٹی
بھی نہیں تھی... چھ مہرہ قسم کے آلات ضرور تھے... ان میں
انپکٹر جیسے کا بیان بالکل درست ثابت ہو گیا۔

بہت آن کی آن میں پیل گئی کہ سچ ہو جو دراصل کٹلی

اگر وہاں ہوتے۔

کہتے ہیں... لیکن ہیں نہیں؟

پھر بھی ان کو اس منصوبے سے کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا... اس
سے تو ان کو مرزا جابا جی بھڑا ثابت ہو جاتا... وہ کہتے میرے موجود
تو اب لائل ہوا ہے... اور آسمان سے نازل ہوا ہے... جہاں کا
صاف مطلب یہ ہے کہ مرزا جابا جی جیوتی تھا۔

منہ مرزا جابا جی کے آہلے کے بعد ان لوگوں کو پرانے
کی پروا نہ ہوئی... کیوں کہ یہ ان کو بڑی طاقتوں کا سینہ پتہ اٹھا
آسمانیں اور انسانیت دھواں والا ہوا۔

اور... اور...

میں اسی وقت ایک ڈاکہ سا پڑا... ہاروں حوت گرا
دھواں پھیل گیا... جہاں تک دھواں کو اڑ گیا، وہ بے ہوش
ہوتے رہے گئے... ہوش میں آتے تو ان میں وہاں نہیں تھا،
یہ دیکھ کر انپکٹر جیسے سکھائے۔

میں نے سمجھا تھا... وہ فرار ہو جائے گا۔

م... میں... میں سوچ رہی تھی کہ تھا کہ وہ اس طرح
فرماؤا کہتے کہتے رک گئے۔

دیکھ... جہاں... کیا...

میں تو پھر دھواں میں گئی تھی... وہاں ہی دھواں کی

Malik ji

۷۲

مسلمان اللہ کے اس کارنامے پر جیسا قدر بھی فخر کرتے... کم تھا...
لیکن اس کے باوجود... ان کے سر انکساری سے جھکے ہوئے تھے۔
"اس بار تو ہم ایک مدت بعد اپنے ملک کو لوٹ رہے ہیں۔
شاید یہ ہماری زندگی کا لمبائی ترین کیس تھا۔ اور پھر تاک کرین
بھی۔" خان رحمان گڑ رہے تھے۔

"ہاں... اس میں کیا شک ہے؟ پروفیسر داؤد نے فوراً
کہا۔

"اور میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔" انیکٹر کاہران مرزا نے کہا۔
"یہ کہ کسی مرنے والے سے ایک اور دمکی دے گیا ہے،
وہ اپنی دمکی پر عمل ضرور کرے گا۔
"بیمار... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

"میں اس سے آخری منٹ کی تیاری پہلی سے شروع کر
دیتی چاہیے۔" وہ بولے۔

"ہاں ذاتی باطل شیک ہے۔" انیکٹر، رشید نے فوراً ان کی
تائید کی۔

"نیکس... بھائی، ہم چھڑ میں کیا کیا کریں۔
"کم از کم ذہنی تیاری تو ہم کر رہے ہیں۔" انیکٹر کاہران
وہ ہم سے پہلے ہی ہمارے ملک میں پہنچ چکا ہے۔" انیکٹر کاہران
پدرش پر ہمارے مستقبل کے سب سے تیار ہو۔" انیکٹر کاہران مرزا

صبح صبح اور وہ فرار ہو چکا ہے... لوگوں کی ہیبت کا کیا پتہ...
پہ سیکورٹیاں شروع ہو گئیں... بہت سے قریبیوں جو کہ اس
پناہ گاہ میں آئے... یہ لوگ فراروں کے ساتھ ان کے عمل
میں چلے آئے... اور یہاں سے اپنے ملک کوں کیا... فون پر
مدد ملکتا کر سارے حالات سنائے... یہ اطلاع بھی دی کہ
میں فون نے اب بھی دھمکی دی ہے... انہوں نے اپنے گھر
میں بھی فون کیے اور جلد اپنی واپسی کی اطلاع دی...

میسرے دن فرار ہونے انہیں دھتکتا کیا... وہ چھڑ پر سوار
کرائے کے لیے خود اس پر پڑ گئے... اور جب تک جہاز پرواز
نہ کر گیا... وہیں ٹھہرے رہے... جب جہاز نظروں سے اوجھل
ہو گیا تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا،

"اٹ... اگر وہ لوگ نہ ہوتے... تو ہم اس وقت کسی
گروہی میں پڑ چکے ہوتے۔" انہوں نے مرزا کی کہ انہیں بھیج دیا۔



ان کا ہوا بادلوں میں تیر رہا تھا... وہ شب بلبلی اور غم
تھے... ایک بہت عظیم مسرکہ انہوں نے نہایت کامیابی سے سر
کھا تھا... یہ کوئی معمولی کامیابی نہیں تھی... پوری دنیا کے

Malik ji

۷۴۳

اور اس نے چاہا تھا... ہمارا ایک ریگستان میں داخل ہو چکا تھا...
 ہم جہاز کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا... اور مسافروں کی پریشانی کسی
 مدد تک دور ہو چکی تھی... اب یہ پریشانی ضرور شروع
 ہو چکی تھی کہ... اب رہ جاتے غرابی تک دور ہو گی... وہ کسی
 طرح اپنے وطن چاہیں گے...
 جہاز داخل رک گیا... اس کے دروازے کھل گئے... ساتھ
 ہی اعلان کیا جانے لگا:

”مسافروں سے التماس ہے کہ سب نیچے اتر جائیں... تاکہ غلہ
 جہاز کو اچھی طرح چیک کر سکے۔“

سب نے جہاز خالی کر دیا... صرف غلہ اس میں رہ گیا...
 اب مسافر ریگستان پر کھڑے تھے... یا بیٹھے رہتے... صوبہ شرق
 سے جہاز پر رہا ہے... دیکھتے ہی دیکھتے وہ سروں پر ہل گیا... اب
 ریت گرم ہو چلی تھی... مسافروں کو پیاس تشنگی... وہ
 جہاز پر جا کر اپنی پیاس بجھانے لگے... لیکن ریت اور گرم ہوا
 جا رہی تھی... پیاس اور بھڑک رہی تھی... یہاں تک کہ جہاز
 کا پانی ختم ہو گیا... اب تو مسافر پریشانی ہو گئے

”آپ کو کتنا پیاس ہے کہ یہ ریت لوگوں کی مراد ہے...“
 جو کسی پاس سے پانی لا سکیں... یہاں سے خیر باد کہہ کر
 تشنگی پر پانی موجود ہے... لیکن وہ کوئی مسافر تک جلتے ہی ریت

ہوئے۔

”اوہ... کیا واقعی... یہ ہو سکتا ہے؟“

”بالکل ہو سکتا ہے... آخر وہ اسی مومن ہے۔“

جس نے کہا۔

تب قراداش ہیں... دوسری طرح پر تیار ہی شروع کر

دینی چاہیے۔“

میں اسی وقت جہاز پر اعلان نشر ہونے لگا:

”معزز مسافران... جہاز میں کوئی گڑبڑ ہے... دوسرے انجی

کہ بھی آڑا لیا گیا... لیکن ہم غرابی پر قابو نہیں پا سکے... نہ غرابی

کی وجہ جان سکے... چونکہ فوری طور پر جہاز کو نیچے اتارنا ہو گا، اور

نیچے نہ جاتے زمین کس قسم کی ہے... ہمارے پاس یا نہ ہوا۔“

جہاز کو آگ بھی لگ سکتی ہے... اسی لیے آپ لوگ ہر

قسم کے حادثات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔“

مسافروں میں سراسیمگی دوڑ گئی... وہ جلدی جلدی بیٹیاں بیٹھے

لگے اور پھر جہاز واقعی نیچے مرتے لگے... کچھ مسافر تو خوف سے

کاتب رہے تھے... آخر جہاز نے زمین کو چھو لیا... اور دوڑنے

لگے... انھوں نے ٹھکرانوں کے درمیان دیکھا... وہ ایک ہزار سیدیاں

تھیں... پھر جب جہاز کے دوڑنے کی رفتار کم ہو گئی تو انھوں نے

دیکھا... اب وہ ریت پر دوڑ رہا تھا... جلد ہی جہاز رک گیا۔

Malik ji

۷۶۶

کرے گا۔۔۔ اسی بات پر ہے۔

میں جاؤں گا۔ انپکٹر جمشید چلے۔

اور میں بھی انپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

”قر پھر برتن جہاز پر سے لے لیں اور اسی وقت میں

چلے جائیں۔۔۔ آپ کے رٹ آئے ایک جہاز بھی ضرور ٹھیک

ہو جائے گا۔

”ٹھیک ہے۔“ وہ بولے۔

انہیں برق دے دیے گئے۔ وہ جہاز ہی

میں تھے کہ باقی ساتھی بھی آگے آ گئے۔

”ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ چلیں گے۔“ محمود نے کہا۔

”کیا فائدہ۔۔۔ بلاوجہ تنکو لگے۔“ انپکٹر جمشید نے کہا۔

”کوئی بات نہیں۔“ قادری نے کہا۔۔۔ اور انہوں نے

بھی کوئی نہ کوئی برتن اٹھا لیا۔

آخر وہ سب چلتے گئے۔۔۔ ایک گرو میٹر کا قافلہ طے کرنے

کے بعد ہی وہ بے دم ہوئے۔۔۔ کیوں کہ گرمی شدت کی

تھی اور اس پر دم بدم پڑھتی ہوا۔۔۔ مسافروں میں سے صرف

ایک ان کے ساتھ روانہ ہوا تھا۔۔۔ اس کے علاوہ کسی نے بھی

ہمت نہیں کی تھی،

”آپ باقی تمام مسافروں سے باہمت ہیں۔“ انپکٹر جمشید

مسافروں سے کہا کہ وہ گیا۔

”میں نے آپ سے کہا ہے جناب۔۔۔ آپ بہت باہمت ہیں۔“

وہ پھر بولے۔

”شش۔۔۔ شکر ہو۔“ وہ بولا۔

”آپ کا نام کیا ہے۔“

”مم۔۔۔ میرا نام۔۔۔ آپ کو پسند نہیں آئے گا۔۔۔ اس لیے نہ

پوچھیں۔“

”ایسی بھی کیا بات ہے۔“ محمود نے حیران ہو کر کہا۔

”خیر۔۔۔ میں بتائے دیتا ہوں۔۔۔ میں ابراہم ہوں۔“

”مستر ابراہم۔۔۔ آپ کیا کاروبار کرتے ہیں؟“ انپکٹر جمشید بولے۔

”یہ۔۔۔ کیوں پوچھا آپ نے۔“

”کیونکہ ابھی۔۔۔ وقت جو گزارنا ہے۔“

”میں ان کا کاروبار کرتا ہوں۔“

انپکٹر جمشید اچانک مڑے اور اس کی کمر پر ایک زوردار

ہاتھ رکھ کر دیا۔۔۔ ان کے تمام ساتھی حیرت زدہ رہ گئے۔

ابراہم ریت پر سر گھسے لی گرا تھا۔

”ہا۔۔۔ کیا کیا آپ نے آج جان۔“

”میں ویٹھا چاہتا تھا۔۔۔ یہ گول ہے اور جاسے ساتھ لیون

کیا ہے؟ وہ بولے۔

”تب پھر... آپ نے کیا دیکھا؟“

”جہاں تک میرا قبائلی ہے... یہ مشرقی مول ہے۔ انجیلر

ترجمہ نے کہا۔

”کیا!؟“ وہ ایک سانس جلا اٹھے اور بے یقینی کے عالم میں

اس شخص کی طرف دیکھا۔

وہ دیت پر سے اٹھ دیا تھا... اس کے چہرے پر دیت

کے ڈر سے چمک رہے تھے... تاہم انہیں محفوظ رہی تھیں۔

انہوں نے بعد اس کی طرف دیکھا اور ایسا کرنے کے لیے

اس کی ہانکوں میں دیکھنا پڑا... دوسرے ہی لمحے انہیں

ایک شدید جھٹکے لگا... اس ریگستان میں شدید پانی کے عالم

میں یہ جھٹکا کچھ زیادہ ہی شدید محسوس ہوا... ادھر ہی مول

ان کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

ریت کے بادل

”آپ کو یہاں دیکھ کر حیرت ہوئی۔ لیکن یہ سب کیسے
ہوا؟ انجیلر کا من موانے پر سکون آواز میں کہا۔

”آپ لوگوں کی سٹیٹیں اس جہاز پر جب تک کی گئیں

تو میں نے بھی اپنی سیٹ تک کرا لی۔ ادھر جہاز کے

پائلٹوں کو بہت بھاری رشوت دی گئی۔ ان کو صرف اتنا

کرنا تھا کہ جہاز میں خرابی کا جہاز کر کے اسے ریگستان

کے قریب آکر اتنا شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ جہاز ریگستان

میں داخل ہو جاسکے۔ پھر کنٹرول روم سے جہاز کا رابلہ

منقطع کر دیا جائے۔ جہاز کو سلاش کرنے میں چند گھنٹے

گزر ہی جائیں گے۔ اس دوران پیاسی شہنشاہوں کو

خوب ستا ڈالے۔ اور جہاز میں موجود پانی ختم ہو جائے۔

پھر پانی لانے کی درخواست کی جاسکے۔ میں ہنسنا تھا۔

یہ کام تم اور صرف تم کرنے کے لیے تیار ہو گے۔ اور کوئی

Malik ji

۴۵

امرت نہیں کرے گا۔ میں میں نے سوچا۔ اس جگہ تم لوگوں سے متبادل کیا جائے کیا خیال ہے۔ متبادل کرنے کے بارے میں۔

"اس متبادل کا نام پیاسے لڑاکے رکھا جانا چاہیے اور یہ کسی ناول کا نام بھی ہو سکتا ہے "فائر فوگ" نے شکرا کر کہا۔

"بات تو ٹھیک ہے مٹھی من۔ تم بھی پیاس سے جک رہے ہو اور ہم بھی۔ ان حالات میں جنگ کس طرح لڑیں گے۔"

"آج کے دن پیاسا صرف آپ لوگوں کا مقصد ہے۔ میرا نہیں۔ مجھے پیاس ہرگز نہیں ستائے گی۔" سی منوں نے شکرا کر کہا۔

"گگ۔ کیوں جناب۔ کیا پیاس آپ کو پہنچتی ہے۔"

"ابھی کوئی بات نہیں۔ ایک بے جان چیز کیا کسی کو پہنچانے گی۔ اس نے کہا۔

"تھپ پھر۔ وہ آپ کو کیوں نہیں لگے گی؟"

"ایک مشہور سنس دان کی بیٹہ کریم ایک گولی اس وقت میرے من میں ہے۔ جب تک یہ گولی میرے من میں رہے گی۔ مجھے نہ بھوک ستائے گی نہ پیاس۔"

اور ان کے مرے جتنا جلدی۔

"گریا نہیں آپ کے ساتھ لڑنا ہی ہو گا۔ یہ اور بات ہے کہ ہم پیاس کی حالت میں لڑیں اور آپ کو بھوک اور پیاس سے دور کا بھی تعلق نہ ہو۔"

"یہ اپنا اپنا نصیب ہے۔"

"لیکن مٹھی من۔ یہ تو کوئی اصول نہ ہوا۔ کوئی انصاف نہ ہوا۔ فائر فوگ نے بٹا کر کہا۔

"کیا مطلب۔ میں نے کیا بے اصولی کی ہے اس نے من بنایا۔

"انصاف تو وہ ہے کہ ایک ایک گولی ہمیں بھی دیں۔ ہمارے کی لڑائی تو اسی وقت ہوگی۔ فائر فوگ نے کہا۔

"لیکن یہ بھی تو دیکھیں کہ آپ لوگ پندہ ہیں اور میں تنہا۔"

"کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم میں سے صرف ایک آپ سے متبادل کرے۔"

"نہیں۔ میری طرف سے تو آپ بھی کو اجازت ہے، خیر۔ میں اپنے انصاف اور اصول پر اُچھے نہیں آنے والوں گا۔ یہ ایک ایک گولی ہے میں۔ اس نے کہا اور حسیب میں لاتو ڈال دیا۔

Malik ji

میں ان سب کو موت کے گھاٹ اتارنا ہوگا۔ اگر آپ اس
ذکر کے تو پھر کام ہم کریں گے۔

”یہ تم لوگوں نے اچھا نہیں کیا۔ تمہاری مدد کے
بغیر بھی میں ان لوگوں سے بخوبی نبٹ سکتا تھا۔ سی ٹون
نے تمہ بنایا۔

”تو اب بھی نبٹ لیں۔ اب کیا ہو گیا ہے؟“
”توٹن ٹیک ہے۔ یہ رو بجتی ایک ایک گولی۔ سی ٹون
نے گولیوں والا ہتھ ان کی طرف بڑھا دیا۔
”نہیں سٹر سی ٹون۔ انھیں پیاس کی حالت میں لڑنا ہو
سکا۔ بیکال کا ایک ٹوپی ہوا۔

”یہ نہیں ہو سکتا۔“

”آپ کو بیماری ہدایات پر عمل کرنا ہوگا۔ آپ معاہدہ
کی مدد سے ہمارے احکامات کی تعمیل کرنے پر مجبور ہیں۔“
”مفتوحہ کی ناکامی کے بعد وہ معاہدہ ختم ہو چکا ہے۔“
”ناکامی کے سلسلے میں ہم آپ کو گرفتار کر کے رہی سکتے
ہیں۔ ٹوپی آگے سکیا۔

”اوہ۔ تو یہ بات ہے۔ سی ٹون چوکا

کیا بات ہے؟ آفیسر نے پوچھا۔

”تم لوگ چاہتے ہو۔ میں ان سے جنگ کر کے انھیں

”یہ جیسے سٹری۔“ آپ کی یہ بات درست نہیں کہ
آپ یہاں تنہا ہیں۔ فلان دھان نے مجھ سے لہجے میں
کہا۔

”ہاں آپ لوگ بھی تو میرے ساتھ ہیں۔ وہ مسکرایا۔

”میرا اثناء اس طرف نہیں۔ خان دھان کے من بنایا۔
”تو پھر؟“

”آپ بھی اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو لے کر آئے ہیں۔“
”نہیں۔ یہ غلط ہے۔ سی ٹون نے من بنا کر کہا۔

”میرا فوجی زندگی کا تجربہ مجھے بتا رہا ہے کہ آپ
کے ساتھ کچھ لوگ ہیں۔“

”یہ غلط ہے۔ سی ٹون چلا آٹھا۔

”یہ غلط نہیں ہے سٹر سی ٹون۔ ایک آواز اُبھری۔

”اوہ پھر ٹیلوں کے پیچھے سے سر کے قریب آدمی اُٹھ
کھڑے ہوئے۔ وہ سب کے سب مسلح تھے۔

”یہ کیا۔ تم لوگ یہاں کیسے آگئے۔ سی ٹون نے برا
سامنے بنایا۔

”ہم سے سوچا۔ کہیں وہ لوگ آپ کو چھت نہ دے

دیں۔ اس لیے ہم بھی چلے آئے۔ آپ اگر ان سے معاہدہ
کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن مقابلے

Malik ji

۷۷

ہر حالت میں ماہ ڈالنے پر تکیہ کرتے تھے۔ سی ٹون ان سب سے لڑ رہا تھا۔

”میں محسوس کر رہا ہوں۔ سی ٹون مارا جائے گا۔“
خان رحمان بولے۔

”وہ کیسے؟“ مالیکو جھپٹنے لگا۔

”جو فوجی مریچکے ہیں۔ وہ اس لیے مرے ہیں کہ

ان کے جسموں پر بٹ پر وٹ لباس پہنیں تھا۔ جو بچے
گئے ہیں۔ وہ بٹ پر وٹ لباس میں ہیں۔ اور سی ٹون
بھی گولیوں سے محفوظ ہے۔ لیکن اب لاشیوں کی اس
روائی میں وہ اپنے آدمیوں سے کیسے بچ سکتا ہے؟“

”جی۔ یہ سی ٹون ہے۔ ویسے تم کیا چاہتے ہو۔“
مالیک ہم اس کی مدد کر لے۔

”اگر یہ اسلام کا دشمن نہ ہوتا تو ہم فرد مدد کر سکتے
تھے۔ لیکن اپنے ذاتی دشمن کی مدد تو ہم کر سکتے ہیں۔“
ان کے دشمن کی نہیں تھیں۔

ان کے درمیان جنگ جاری رہی۔ سی ٹون ان
کو تھائی فوجیوں کو سنبھال کر بچا تھا۔ باقیوں کے ساتھ
ہر اب خوف و ہراس پایا جا رہا تھا۔ آخر کب تک۔
جب انہوں نے دیکھا کہ ان کی شکست آتی لازمی ہے تو

شکست جیسے دہوں اور پھر تم مجھے گرفتار کر کے بیگمال کے کمرانوں
کے سامنے پیش کر دو۔“

تم ناقص بہت تیز ذہن کے مالک ہو۔ یہی بات ہے۔
”ا۔ یہی ہے تو پھر سی ٹون بچے نہیں۔ نہ اس
بچی کو یاں کیلی ہیں۔ تم اس کی گرو کو بھی نہیں پہنچ
سکو گے۔ اب پیٹے میں تم سے مقابلہ کروں گا۔“

یہ کہتے ہی سی ٹون نے گولیاں ان کی طرف اچھال
دیں اور فوجیوں کی طرف مڑتے ہی دوڑ لگا دی۔ انہوں نے
ایک دم غارت گھول دیا۔

وہ سب ریت پر دوڑ لگا گئے۔ سی ٹون تڑا تو
برقی گولیوں میں سے نکل کر بجلی کی طرح ان پر ٹوٹ پڑا۔
ایسے میں ایک مبینہ گن بھی اس کے ہاتھ میں آگئی۔ اس
پھر کیا تھا۔ پچھلے تو اس نے اس کی گولیاں ختم کیں۔ پھر
شین گن کو لاشی کے انداز میں ان پر برساتے لگا۔
اس وقت تک نصف سے زیادہ فوجی ختم ہو چکے تھے۔ باقی
نصف نے سی ٹون کو برقی طرح گھیرے میں لے لیا تھا۔

اب گولیاں تو نہیں چل رہی تھیں۔ بس شین گنیں لاشیوں
کے انداز میں چل رہی تھیں۔ اور پھر انہوں نے ایک
کوئریز جنگ ان کے درمیان ہونے دیکھی۔ وہ سی ٹون کو

Malik ji

۷۷۹

ہوں۔ اب تم لوگوں کی بلٹی بنا سکتا ہوں۔ پھر گجستان
اب تم لوگوں کا قبرستان بنے گا۔

یہ کڑا کوہ گویا ہوا میں اڑتا ہوا انیکٹر جشید کی
طرف بڑھا۔ لیکن راستے میں آگئے انیکٹر کامران مرزا۔
ان کی ٹانگ چلی گئی۔ اور اسی مومن دھب سے منہ کے بل
گرا۔

”واہ۔ مرزا آگیا۔ ٹانوں دار لات تھی۔ اس نے نوش
جو کر کہا۔

”ابھی اور مرزا آئے گا۔ انیکٹر جشید بولے۔ ادھر انیکٹر
کامران مرزا نے اپنا دایاں ہیر اس کی کمر پر رکھ دیا۔ پھر
اپنا دودا وزن اس پر ڈالتے ہوئے بولے،
”تم واقعی تک گئے مٹری مومن؟“

”ایسی کوئی بات نہیں۔“ اسی مومن نے کہا اور اس کا
ہاتھ انیکٹر کامران مرزا کی ٹانگ پر پڑا۔ اسی مومن لگا بیٹھے
ٹانگ پر کسی نے ہتھوڑا دے مارا دو۔ خود آٹھ گئے
اور اسی مومن جھانک رہا کہ آٹھ کھڑا ہوا۔ نہ صرف آٹھ۔
بلکہ ان پر چھ ٹانگ بھی لگائی۔ نہ اور ہاتھ سے کہ وہ
پہلے ہی تیار تھے۔ بلٹی کھانے کے اور اسی مومن دھب سے
دیت پر آ رہا۔ اس سے پہلے کہ انیکٹر کامران مرزا اسی

جھاگ کھڑے ہوئے۔ اسی مومن نے ان کا تعاقب کیا۔ اور
کئی جھاگتے ہوئے لوگوں کو اسی سے بٹھا۔ تاہم چند لوگ بچ
نکلے۔ میں کامیاب ہو رہی گئی۔ اب اسی مومن ان کی طرف
”مرزا۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی،
اس مسکراہٹ میں اب بھی اسی تھی۔“

”میرا خیال تھا۔ ان لوگوں کے مقابلے میں آپ لوگ
میرا مدد کریں گے۔“ اس نے کہا۔

”ہم نے آپوں میں مشورہ کیا تھا۔ لیکن مٹری مومن
اصل مسئلہ یہ ہے کہ آپ ہمارے ذاتی دشمن نہیں ہیں۔
آپ دراصل اسلام کے دشمن ہیں۔ اور ہم اسلام کے کسی
دشمن کی قطعاً مدد نہیں کر سکتے۔ ہم مجبور ہیں۔“
”خیر کوئی بات نہیں۔ اب کیا پروگرام ہے؟“ اسی مومن
مسکرایا۔

”پروگرام آپ بتائیں۔ ہمیں یہاں تک لانا آپ کے
پروگرام میں شامل تھا۔
لیکن ان لوگوں کا آنا شامل نہیں تھا۔“

”تو کیا۔ ان سے جنگ کرنے کے بعد آپ تک گئے
ہیں اور اب خود کو مقابلے کے لیے تیار نہیں پا رہے۔“
”میں تک ضرور گیا ہوں۔ لیکن ابھی لڑنے کے قابل

Malik ji

۴۴

پر چھلانگ لگاتے۔ وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت تک
انپکڑ کامران مرزا چھلانگ لگا چکے تھے۔ لہذا دونوں ایک دوسرے
سے ٹکرائے۔ ایک زوردار آواز گونجی۔ ایسے میں سی مون نے
کہا:

”اس پوری قرح سے لڑنا آسان تھا۔ آپ اکیلے سے
لڑنا مشکل۔“

”تو پھر ہار مان لو؟ انپکڑ کامران مرزا ٹھکرائے۔

”سی مون اور اپنی شکست مان لے؟“

یہ کہتے ہی وہ تیزی سے بھٹکا۔ اور انپکڑ کامران مرزا
کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ وہ اب اس کے سر سے
اوپر اٹھے تھے۔ اچانک اس نے انہیں پھینک مارا۔ وہ اگرچہ
ریت پر گرے، لیکن پھر بھی تڑپ لگا۔ جیسے ہڈی پھل
ایک ہو گئی ہو۔ اسی وقت انپکڑ حمید نے سی مون پر
چھلانگ لگائی۔ لیکن سی مون جھکائی دے کر خان رحمان
کی طرف نکل گیا۔ وہ ہوا میں اُچھلا، اس کی دونوں
ٹانگیں خان رحمان کے سینے پر لگیں۔ اور وہ مہلت ہر گئے،
اسی وقت انپکڑ حمید نے اسے مکر کی طرف سے پکڑ لیا۔
اور دونوں ہاتھوں پر اُٹھا کر ریت پر دے مارا۔ شاید
اسے ان سے اس قدر چہرئی کی امید نہیں تھی۔ اس سے

پتہ کہ وہ اُٹھا۔ انپکڑ حمید اس کے سینے پر آگرتے۔
تین پھر زور سے اُچھلے اور انپکڑ کامران مرزا پر گرے۔
انہوں نے آنکھیں کھول دیں، پھر ایک ساتھ اُٹھے اور دونوں
نے ایک ساتھ سی مون پر چھلانگ لگا دی۔ لیکن ایسا
انہوں نے جان بوجھ کر نہیں کیا تھا۔ انپکڑ کامران مرزا
، کچے کہ انپکڑ حمید بے کار ہو چکے ہیں۔ اور انپکڑ حمید
نے ان کے بارے میں یہی خیال کیا۔ اس طرح دونوں ایک
ساتھ سی مون پر گرے۔

رہ جانے کیا ہوا۔ سی مون کے مزے ایک بلند جھج
اُٹھ گئی۔ اور وہ ساکت ہو گئی، تاہم اس کی آنکھیں کھلی ہوئی
تھیں۔ ان میں حرکت نہیں تھی۔
”الگ۔ کیا چراشرسی مون؟ فائدہ تو پکھلایا۔

”ہی۔ رہی۔ وہ پکھلایا۔

”ہی سے آپ کی کیا ہوا ہے؟ کتاب گھبرا گیا۔

”ریتہ کی ہڈی پر چوٹ آئی ہے۔ شدید چوٹ۔
آپ دونوں نے کچے ساتھ ساتھ پر چھلانگ لگا کر حکم کیا ہے؟“
”ہم نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔“

”اں! اس کا کچھ یقین ہے، لیکن اب کیا ہو سکتا
ہے؟ اس نے کہا۔

Malik ji

۴۰۰

”تو کیا جہاز کی طرف سے واپس نہیں۔ جہاز میں خرابی تو کہنی ہے ہی نہیں۔ جب سب اس میں بیٹھ جائیں تو ایرکٹور کے کی دھڑ سے پیاس نہیں نہیں ہوگی اور ہم وہاں سے ایرکٹور کے کنٹرول روم کو لادہ اپنی اپنی حکومتوں کو اطلاع دے سکتے ہیں۔ جلد ہی حد آ جائے گی۔ یہی کاہنہ کچھ دیرہ جائیں گے۔“ انیکٹر حشید نے جلدی جلدی کہا۔

”لیکن مسٹر سی مون کا کیا ہوگا؟“
”اب ہمارے قیدی ہیں۔ لیکن بچرے کے قیدی نہیں! انیکٹر کامران مرزا سکوائے۔“
”انٹو! فادر وق نے کہا۔“

”تو کس بات پر انٹو ہے؟“
”ہم نے بھی مسٹر سی مون سے مقابلے کی تیاری کر لی تھی۔ آپ لوگوں کی شکست کی صورت میں ہم بہت ٹھانڈے سے ان کا مقابلہ کرتے۔ اور یہ پہلے ہی محلے میں مار کھا جاتے۔“

”اور جو۔ اچھا۔ پرو فیسر فادر وق میرا لڈو جو کر لوے۔“
”لیکن کیسے جی؟“ خان رحمان سکوائے۔
”یہ دیکھیے۔“

”چھوٹی پارٹی نے اپنی اپنی شبیاں کھول دیں۔ ان میں

”میری سی۔ سی مون نے دیکھ کر ہنس پڑا اور بولا۔“

”جب تو شکوہ کر دے کہ یہ قوت نہیں آتی۔“

”شکر ہم کریں۔ یا آپ فادر وق نے منہ بنا کر کہا۔“

”تم لوگ۔ کیوں کہ میری آنکھوں پر نظر آنے والے

پہلے چڑھے ہوئے ہیں۔ ریت آنکھوں تک پہنچ ہی نہیں

سکتی تھی۔ اور تم سب میری پیٹ میں آ جاتے، پھر جو

سارا حشر ہوتا۔۔۔ وہ تم سوچ ہی سکتے ہو۔“

”ارے باپ دے۔ جب۔ جب تو ہم ہی شکوہ کیے

جاتے ہیں۔“ شوکی نے گہرا کر کہا اور سب سکوائے گئے۔

”وہ جہاز کی طرف روانہ ہوتے۔ سی مون کے چہرے

پر وہ اس وقت شدید ترین الجھن دیکھ رہے تھے۔ وہ

بار بار چاروں طرف نظریں دوڑا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر

فادر وق سے رونا لگ گیا۔

”مسٹر سی مون۔ خیر تو ہے۔ آپ اس قدر پریشان

کیوں ہیں۔“

”میں پریشان نہیں ہوں۔“

”لیکن آپ کی۔“ کئی آنکھیں اس ضرور ہنسا ہیں۔“

”نہ فوراً کہا۔“

”ہاں! یہ کہا جا سکتا ہے۔ وہ سکوا یا۔“

Malik ji

۷۸۲

”تو پھر بتائیں نا۔ کیا ابھی ہے۔ شاید ہم دودھ کر لیں۔
شوکی نے کہا۔

”تم اور میری ابھی دودھ کرو گے۔“ سی مون ہنس پڑا۔

”شاید۔ آپ کو کسی کا انتظار ہے۔ کسی دو گار کا۔“

فرزانہ نے یک دم کہا۔

”کیا کہا تم نے؟ سی مون اس کی طرف پلٹ پڑا۔

”ملک۔ کچھ نہیں۔“ فرزانہ نے کہا اور فرحت کا ہاتھ تھام

لیا۔ سی مون پھر سامنے دیکھنے لگا۔ فرزانہ کے ہاتھ کا دباؤ

فرحت کے ہاتھ پر بڑھا جا رہا تھا۔

”یہ میرا ہاتھ ہے۔ تم کس خیال میں ہو۔“

”اوہ ہاں آفرزانہ چونک اٹھی۔

”وہ چلتے رہے۔ اچانک سامنے سے ریت کا ایک

بادل آتا نظر آیا۔ اس کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ وہ

گھبرا گئے۔ وہ کسی طرف بھی دوڑتے۔ اس بادل کی وہ

بھی آئے بغیر نہیں رو سکتے تھے۔ یہ محسوس کرتے ہی انہیں

جھینڈ پھلائے۔

”بیٹھ جائیں۔ سب لوگ بیٹھ جائیں۔“

وہ سب بیٹھ گئے۔ مگر سی مون سے بیٹھنے کی کوشش

نہیں کی۔ اسی وقت ریت کا بادل ان پر آ پڑا۔ وہ

سب ریت کے اسی طوفان میں چپ کر رہ گئے۔ بادل چھپا تو

انھوں نے دیکھا۔ سی مون غائب تھا۔

”ہائیں۔“ م۔ م۔ م۔ سی مون۔ آپ کہیں اس بادل کے ساتھ

تو نہیں چلے گئے۔ کھن پھلایا۔

”اُن شاید۔ بادل اسے اٹھا لے گیا۔“ فادوق بڑبڑایا۔

”اسے بے غم دیکھ لیجئے میں بے پناہ غم محسوس ہوا۔“

”کیا ہوا۔“ خیر تو ہے۔“ انہیں کھینچ کر لے گئے۔

”ب۔ ب۔ بادل۔“ صحت سی مون گڑبڑی نہیں۔ فرزانہ اور

فرحت کو بھی لے گیا ہے۔

”نہیں۔“ وہ سب ایک ساتھ پھلائے اور پھر بے تماش

اس طرف بھاگے جس طرف بادل گیا تھا۔ لیکن بادل کی رفتار

تو بہت تیز تھی۔ وہ اس تک کس طرف پہنچ سکتے تھے؟

تاہم انھیں خیال تھا کہ شاید وہ دونوں کسی جگہ بادل کی

گرفت سے آزاد ہو گئی ہوں اور شاید سی مون بھی انھیں

مل جائے۔

وہ دوڑتے دوڑتے ٹھک گئے۔ بے حال رہ گئے۔

”ہم اٹھا۔“ مشکل ہو گیا۔ آخر تک گئے اور پھر انہیں کادھان

مراٹے کہا۔

”نا۔“ نہ کیا ہوا۔ اچھی جلی کا پانی ریت میں مل گئی؟

Malik ji

۷۶۳

جب دسے چکا تھا۔ اور کیوں نہ ہوتا۔ اسے تیار ہی کے لیے تین دن مل گئے تھے۔ ان تین دنوں کے دوران میں نے بیگمال سے مسلسل رابطہ قائم رکھا۔ اور اسی طرح جہاز کے پائلٹوں کو خرید لیا گیا۔

”بھئی۔ اس کا مطلب ہے۔ کہ اس وقت اشدادیہ کے لیے اسی پریشان تھا کہ وہ اب تک کیوں نہیں آئی۔“
”اس کے علاوہ کیا کیا جا سکتا ہے۔“

”وہ سب ان کے نزدیک پہنچ گئے۔ سی ٹون ۱۸ اشدادیہ نے انہیں طنزہ افغان میں دیکھا۔ اشدادیہ کے ہاتھوں میں ایک عجیب سی شیشیں تھیں۔ اس کے سب سے دونوں ہاتھوں سے اسے مہنٹھی سے تمام رکھا تھا۔

”تو آپ کو اشدادیہ کا اختیار تھا۔“
”ہاں ایرسہ بدوگرام کے مطابق یہ یہاں نہیں پہنچیں۔ وہ نہ جو ہو چکا ہے۔ کبھی نہ ہوتا۔“

اب ہم تم لوگوں کو اسی ریگستان میں گنجن کا ناپج بھائیوں کے۔

چلو یہ بھی اچھا ہے۔ بہت دن ہو گئے تھے۔ ناپج ہوئے۔ آپ نے خوش ہو کر کہا۔

”اشدادیہ۔ ان کی خوشی پوری کر دو۔ سی ٹون ۱۸۔“

”بھئی۔ میں اس طرف دو آدمیوں کو کھڑا دیکھ رہا ہوں۔ اشدادیہ نے دور دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ اس طرف دیکھ رہا تھا جس طرف سے وہ روڑ کر آئے تھے۔ انہوں نے بھی اس سمت میں دیکھا۔

”یہ وہ ہیں۔ اور کم از کم فرحت اور فرزانہ ہیں جو کہتے ہیں۔“
”لیکن۔ سوال تو یہ ہے کہ یہ کون ہیں۔“
”ہل کر دیکھ لیتے ہیں۔ محمد نے کہا۔

”اور فرحت۔ فرزانہ۔“
”پتے انہیں دیکھ لیں۔ پھر ان کی تلاش میں نکلیں گے۔“
”ایکپڑے ہمیشہ نے کہا۔

”وہ اس طرف چلے گئے۔ وہ دونوں جو کوئی بھی تھے، ایک پہلے ہر کھڑے تھے۔ انہوں نے وہ نزدیک ہوتے گئے۔ ان کے نتوش نظر آنے لگے۔

”اس میں سے ایک تو کم از کم سی ٹون ہے۔ اشدادیہ نے پتہ کر کہا۔

”اور۔ اور دوسری اشدادیہ ہے۔“
”ایکپڑے کامران مرزا نے کہتے کہوتے افغان ہیں کہا۔

”یہ۔ یہ کہاں سے آگئے۔“
”سی ٹون شاید یہاں کے لیے بھی باقاعدہ بدوگرام

Malik ji

۷۹۹

ہو گیا۔ شاید ان کے ساتھ یہ معاملہ تجروں سے بھی تجربہ تو
جو رہا تھا۔

انکسٹر جمشید - الیکٹرک کاربن مینا - تم اپنی قوم کے بہت
نامور ہیرو ہو۔ اگر قوم تم لوگوں کو اس بے بسی کے عالم
میں دیکھ لے تو کیا خیال کرے گی۔ اسی نمونے طرز پر
میں کہا۔

وہ خیال کرے گی۔ ہمارے ہیرو جمادی نامی کس
قدر انکاپیت اٹھا رہے ہیں۔ انکسٹر جمشید نے اس حالت
میں بھی غصہ کھائے بغیر کہا۔

یہ ریگستان - تم لوگوں کا قبرستان بننے والا ہے۔ سنو۔

اگرچہ میری خواہش میں تھی کہ تم لوگوں کو زندہ چھوڑ دیا جائے،
تاکہ پھر بھی جہاد آگیا سامنا ہوگا۔ لیکن انہیں۔

پنگال، انشادہ اور آسامی نہیں مانتے۔ ان کی بین خواہش
ہے کہ تم لوگوں کو جلد از جلد موت کے گھاٹ آنے دیا
جائے۔ اور موت کے گھاٹ آنے کے بعد اس عرصہ میں تم لوگوں
نے کبھی دیکھا ہو گا کہ آسامی نمونے کیسا ہوا گیا۔

آپ نیکٹ کتے کی طرح میٹھی میٹھی۔ انکسٹر کا میں ہوا
سکواتے۔

انشادہ - آپ زور لگاؤ مناسب نہیں۔ پانچ ہمارا

اس نمونے کو محکم سمجھتے ہی انشادہ نے ہاتھ میں پکڑی
شین کا ایک ٹن دیا دیا۔ اس میں سے فوراً بلا کی
ہوا خارج ہونے لگی۔ اور میدھی دیت۔ پھر پڑی۔ دیت
آؤ کر ان پر آ رہی۔ اور پھر مزید اثراتی پائی گئی۔ ان
کے پاؤں اکٹڑ گئے۔ کوئی کہیں گرا۔ کوئی کہیں۔ اور
بچوں میں سے تو کئی دودھ تک لڑ سکتے پلے گئے۔ آنکھوں
میں بھی دیت بھر گئی۔ ان کی آنکھوں سے مسلسل پانی بہنے
لگا۔ وہ انہیں مٹے گئے۔

یہ ایک نمونہ تھا۔ اگر میں مسلسل ہوا چھوڑوں تو تم
لوگ ریت میں دفن ہو جاؤ۔ اور جمادی نمونوں کا نشان
بکھڑائے۔

وہ ساکت رہ گئے۔ جتنی جتنی باڑی وہ اس شین کی
وجہ سے اڑ گئے تھے۔ کافی دیر بعد آنکھیں کھولنے کے
قابل ہوئے۔ بے بسی کے عالم میں ایک ڈھیر کے طرف
دیکھا۔ اسی وقت انشادہ نے شین کا ٹن دیا دیا۔ وہ
پھر دیت کے طرفان میں آتے گئے۔ مگر ہوشیار ہوتے کی
وجہ سے اس مرتبہ انہوں نے فوراً آنکھیں بند کر لی تھیں۔
دیت پیسنے کی وجہ سے ان کے جیسوں پر نرمی طرح پچک
گئی تھی اور سرخیوں کی طرح دھبے لگی۔ اب ان کا ہوا حال

Malik ji

۹۸۸

اختلاف کو دہت ہوں گے۔ ہم وہاں پہنچ کر ان لوگوں کے ریت کے طوفان میں پسپا ہونے کی اطلاع دیں گے۔ اور جہازات وائرلیس کے ذریعے پیغام بھیج کر مدد منگوائی جائے گی اور اس طرح وہ لوگ ہمیں ریت میں دفن نہ جائیں گے۔

”اوکے ہاں! اشمادیہ نے کہا اور پھر ہٹن دبا دیا۔ وہ پھر ریت کے طوفان کی پیٹ میں آگئے۔ اور گرتے پڑتے وہ پہنچ گئے۔ طوفان رکا تو پھر آئے، اگرچہ اٹھنے کی سکت ختم ہو چکی تھی۔ لیکن کیا کرتے۔ اٹھا ہی پڑا۔

”اشمادیہ۔ ابھی ان میں دم خم باقی ہے۔

اشمادیہ نے پھر ہٹن دبا دیا۔ اور اس مرتبہ کافی دیر تک دبائے رکھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بادل ہیبت نمودار اختیار کر گیا۔ جو سب لوگ اس میں چپ کر رہ گئے، کافی دیر بعد جب اشمادیہ نے ہٹن پر سے اٹھ اٹھایا اور بادل چٹا تو وہ سب بے دم اور ہرج اور ہرجرت پڑے تھے۔ اور بے تحاشہ ریت ان کے جسموں پر پڑ رہی تھی۔ گویا وہ نعت کے قریب ریت میں دفن ہو چکے تھے۔ تاہم ان کے سر اور نچلے دھڑا کسی حد تک ریت سے باہر

تھے۔ اس مرتبہ انہوں نے انگلیں بند کر کے ہاتھوں کو ریت سے اچھا لیا تھا۔

”میں ایک بارہ اور۔ اب ان میں ہٹنے کی سکت نہیں رہ گئی۔ دوزیہ ریت میں سے نکل سکتے تھے۔“

مسی خون نے کہا۔

اشمادیہ نے ہٹن دبا دیا۔ ریت کا طوفان پھر اٹھا، بہت زور تک ریت اڑ رہی تھی۔ مسی خون اور اشمادیہ اس بے ریت سے محفوظ تھے کہ ہوا کا ٹرخ ان کی طرف نہیں تھا۔ اس مرتبہ جو اشمادیہ نے ہاتھ دکا تو صرف چہرے ریت سے باہر نظر آئے۔ باقی تمام دھڑا ریت میں چپ چپکے تھے۔

”کیا خیال ہے۔ اشمادیہ۔ اب ان لوگوں کو اسی حالت میں چھوڑ کر ہم جہاز کی طرف بیٹھیں۔“

”نہیں ہاں۔ اس بارے میں مجھے خاص ہدایات ہیں۔ جب تک ان لوگوں کو مکمل طور پر ریت میں دفن نہ کر دوں۔ اور کچھ منٹ نہ گزر جائیں۔ اس وقت تک یہاں سے نہ ہوں۔ تاکہ ان سے کی موت کا فیصلہ صدیقین ہو جائے۔“

”اچھی بات ہے۔ تو پھر۔ اب آخری بار ہٹن دباؤں۔“

Malik ji

۴۹۰

سی مہن نے کہا۔
اشماریہ کی انگلی ہٹن پر دباؤ ڈالنے ہی لگی تھی
کہ اس کی کمر سے کوئی چیز بلور سے زور سے ٹکرائی۔

یہی سی مہن کے ساتھ ہوا۔ دونوں اوندھے مزگڑے۔
کیوں کہ اپنی پچھلی طرف سے وہ بالکل بے دھیان تھے۔
مٹین اشماریہ کے آہٹ سے اٹھ گئی۔

اشماریہ اور سی مہن کی کمروں سے فرزانہ اور فرحت
ٹھکرائی تھیں۔ فرزانہ نے فوراً مٹین کی طرف چھلانگ لگا دی،
اس سے پہلے کہ سی مہن یا اشماریہ آٹھتے۔ اس نے
مٹین کا ہٹن دبا دیا، لیکن ہٹن دبانے سے پہلے وہ
ہوا کے درست رخ پر آگئی تھیں۔

فرزا بادل اٹھا۔ اور اشماریہ اور سی مہن اس میں
جھپ گئے۔

اب میں ہٹن پر سے انگلی نہیں اٹھاؤں گی، فرزانہ
نے سر آواز میں کہا۔

لیکن فرزانہ کسی قدر دیت ہمارے ساتھیوں کی طرف
بھی جا رہی ہے۔ کیوں کہ وہ میانی فاصلہ زیادہ نہیں ہے۔
لیکن اس مدد تک نہیں۔ ابھی ان کے سر باہر ہیں،
اور اگر تم میرا خیال چھوڑ کر ان کی طرف پہلے جاؤ۔ تو ان

کے چہرے دیت میں پھینے سے بچا سکتی ہو۔ فرزانہ نے
ہلکی جلدی کہا۔
"اوہ اچھا! فرحت نے کہا، اور ان کی طرف دوڑ لگا دی۔
اور مٹین بدستور رہا ہوا تھا۔ دیت کا بادل اب اس
قدر گہرا ہو چکا تھا کہ سی مہن اور اشماریہ کا کہیں نام و
نشان تک نظر نہیں آ رہا تھا۔

آخر جب فرزانہ کو اچھی طرح اطمینان ہو گیا تو اس
نے ہٹن پر سے انگلی اٹھالی۔ کافی دیر بعد بادل چٹا،
اس نے ان دونوں کی تلاش میں نظریں دوڑائیں۔ لیکن
وہ کہیں بھی نظر نہیں آئے۔ تاہم وہ بالکل چوکس کھڑی رہی۔
اور فرحت اپنے ساتھیوں پر سے برابر دیت دھا رہی
تھی۔ اور اب وہ بھی کسی قدر حرکت کرنے کے قابل ہو
چکے تھے۔

پتھر سے گزرتے گئے۔ ان کے ساتھی اب اٹھ کر کھڑے
ہو گئے۔ لیکن اشماریہ اور سی مہن اب بھی کہیں نظر نہیں
آ سکے تھے۔

اب ان کو کیا کریں۔
ہم اس رجحان میں زیادہ دیر نہیں کر سکتے۔
اگر زندہ رہیں اور رجحان میں آئیں، تو انکی سب سے بڑی

Malik ji

۷۹۷

انپکڑ کامران مرزا نے کہا۔

ان کے قدم اٹھتے رہے۔ آخر جہاز تک پہنچ گئے۔
وہاں لوگ بے دم تھے۔ انہیں دیکھتے ہی چلا اٹھتے :
"پانی مل گیا۔"

"ان انگڑا کریں۔ انپکڑ جمید ہوئے۔"

"لیکن پانی کہاں ہے۔ وہ برتن کہاں ہے۔" لوگ چلا کر ہوئے۔

"ابھی۔ مل جاتا ہے پانی۔ اگر ہم برتن آپ لوگوں کے سامنے لا کر رکھ دیں تو آپ لوگ ان کی آنکھیں پانی کو ختم کر دیتے اور اس طرح پیدا جانے والی پانی تکلیف دیتا۔ یہ کہتے ہوئے انپکڑ جمید اور انپکڑ کامران مرزا بغیر صوفی طور پر دونوں پاکٹوں کی طرف بڑھتے چلے گئے۔
پھر انپکڑ کامران مرزا کے سرسری انداز میں کہا،
"جہاز میں نرالی کیا ہوئی؟"

"نخ۔ خرابی۔"

دونوں نے اس کے زانوں کے پاسٹوں کو دیکھ لیا۔

"ارستہ۔ ارستہ۔ یہ کیا ہے۔"

"غدادو۔ ہم تجھے مرزا چھٹا دیں گے۔"

"یہ۔ یہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں؟" انہیں چلا گئے۔

میں حق سے ہم ملاقات ہو جائے گی اور اگر دیرت میں دھک کر مر جائے ہیں تو ہم کو ہی کیا سکتے ہیں۔ لہذا آؤ واپس چلیں۔"

اب مٹین انپکڑ جمید نے لے لی۔ اور یہ تھانہ واپس چل پڑا۔

"ہمیں پتا ہی نہیں چلا۔ تم دونوں کب ہم سے جدا ہو گئیں۔ محمود چلا۔"

"جب میں نے کسی سو کو بے چینی کے عالم میں اہم اور دیکھتے پایا تو سمجھ گئی کہ اسے کسی کا انتظار ہے۔ اور کسی مومن کسی اہم آدمی کے انتظار میں ہی پریشان ہو سکتا تھا، چنانچہ میں نے فرحت کو ہاتھ سے پکڑ کر ایک طرف کر لیا۔ اور پھر موقع ملنے ہی ہم دونوں دیرت پر بیٹھ گئیں۔ اور اپنے اوپر ریت ڈال لی۔ جب وہ آپ لوگوں سے اٹھ گئے تو ہم اٹھیں اور چکر کاٹنا شروع کر دیا۔ اسی طرح ہم ان دونوں کے پیچھے پیچھے میں کتاباب ہو گئیں۔ جس وقت کسی مومن نے اشارہ یہ سے کیا تھا کہ آخری بار اپنی دہانہ۔ اسی وقت ہم نہیں۔ اور پھر ہمیں اور تو کچھ دوسرا۔ مرنوں کی مگر میں دے ماریں۔ بہت خوب۔ ان لوگوں کا تو جواب ہی نہیں تھا۔"

Malik ji

۷۱۴

"تو پھر انکل خان رحمان اور انکل منور علی خان بھی
برابر کے شریک ہیں۔"

"جی۔ تم ہم لوگوں کو تو صاف ہی دکھو۔ ہم سب
کے سروں پر تو پچھلے ہی سہرے بندھ چکے ہیں۔ اپنی فکر
کو دے۔ پرو فیئر واؤ نے ٹسکواتے ہوئے کہا اور وہ سب ہی ٹسکواتے
گئے۔"

"بات تو یہ بھی ٹھیک ہے۔ محمود نے فوراً کہا۔
"تو پھر۔ غلط بات کون سی ہے؟" آصت نے اسے گھورا۔
"ٹھیک۔ گریا۔ سہرا۔ چوٹی پاؤں میں سے کسی کے سر پر
بندھے گا۔ اخلاق بکلاوا۔"

"تب تو پھر اس کا حق وار شوکی ہے۔ اگر یہ حضرت
سی لون کی حبیب سے چالی ڈاڑا بیٹے۔ تو۔۔۔
"جی۔ اگر تم مجھے ایذا دے دو تو میں فیصلہ کر دوں۔"
انیکڑا کامران مرزا ہوئے۔

فرورہ انکل۔ فرورہ۔ یہ تو آپ ہمدانی مشکل آسان کریں
گئے۔ فرورہ چکی۔

غلط۔ بالکل غلط۔ مشکلات آسان کرنے والا بہت ادا
ہے۔ ہاں تو عمل پیش کرنا ہوں۔ بات یہ ہے۔ اس
مجموعہ قرینہ ہم میں بھی کا حصہ ہے۔ کسی ایک کو بھی

"انہوں نے جلدی جلدی ان کی فداوی کی کہانی سنائی۔
مناظروں کے منہ حیرت سے کھل گئے۔"

"اس۔ اس کا مطلب ہے۔ جہاز میں کوئی خرابی نہیں
ہے۔ کئی گواہیں آجھریں۔
"نہیں۔ وہ بولے۔"

پاکشوں کو باندھ دیا گیا۔ پھر جہاز کے کنٹرول سسٹم سے
مسعودی عرب اور اپنے ملک کے خبریں پہنچائیں گئیں۔
آخر میں گھنٹے بعد وہ ایک دوسرے جہاز میں سفر کر
رہے تھے۔

"اسی مرتبہ۔ وہ تو وہ ہی گیا۔ فادوق بول اٹھا۔
"وہ کیا؟ آفتاب نے منہ بتایا۔
"جی تو ہی۔ سہرا۔ وہ مسکرایا۔
"اوہ ہاں واقعی۔ اسی مرتبہ سہرا کس کے سر بندھے گا۔
آفتاب جہازن رو کر بولا۔"

"میرے خیال میں تو سہرا آبا جان اور انکل کامران مرزا
کے سر بندھنا چاہیے۔ محمود نے کہا۔
"ہاں واقعی۔ منصوبے کو ناکام بنانے کا کام تو انہوں
نے ہی انجام دیا ہے۔ لیکن نے کہا۔
"یہ تو پرو فیئر انکل کا بھی بہت اہم ہے۔"

Malik ji

۷۶

۵۰۰۰۰ روپے کے نقد انعامات

بہترین اور سب سے زیادہ

باطل قیامت

کا انعامی سوال

سوال : حمد اور ثناء سے تم کتنا بڑا ہے۔ تم کتنا بڑا ہے۔ وہ کیا کتنا چاہتا تھا ؟



انعامات کے تفصیل کے ساتھ گواہ بننے کے ساتھ۔

- پہلا انعام — بیانیہ اور ہزار روپے سے پہلے وصول ہونے والے دستِ خواب پر دیے جائیں گے۔
- دوسرا انعام — مبلغ ایک ہزار روپے دوسرے وصول ہونے والے دستِ خواب پر دیے جائیں گے۔
- تیسرا انعام — بیانیہ پانچ سو روپے چہرے وصول ہونے

نکال دیا جائے۔ تو ہم سر ہوتی نظر نہیں آئے گی۔ لہذا ہم سب ہی سہرے کے حق دار ہیں۔ کوئی پانچے یا نہ سہرے۔ لیکن۔ انگل۔ اس طرح تو ایک سہرے کے بہت سے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ ناؤرقی ہو کھلا آٹھا۔

۱ فکر کی ضرورت نہیں۔ میری بہت سے سہروں کا انتظام کر دوں گا۔ خان رحمان نے کہا۔

۲ دعت تیرے کی۔ سہرے کا معاملہ تو پڑ گیا کشائی میں۔

۳ اور ہم اپنے ٹکڑے کی سر زمین پر اترنے والے ہیں۔ بدو فیہر وارڈ نے اعلان کیا۔

جب وہ جہاز سے اترے تو سبھی کے گھر والے اور پورے پورے موجود تھے اور ان سب کی آنکھوں میں آنسو چل رہے تھے۔ ان کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے بیگم گئیں۔ پھر وہ ایک دوسرے کی طرف پلکے۔

